# تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## معزز قارئین توجہ فرمائیں!

**کتاب وسنت ڈاٹ کام** پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ..........

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

## ☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

**﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾**

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

# تحریک ختم نبوت

## حصہ چہل وسوم (۴۳)

## قادیانی مشن (۶)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

| | |
|---|---|
| نام کتاب | تحریک ختم نبوت حصہ چہل و سوم (۴۳)<br>قادیانی مشن (۶) |
| مولف | ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ |
| صفحات | ۴۹۶ |
| سال اشاعت | ۲۰۱۴ء |
| زیر اہتمام | احیاء التراث پبلی کیشنز |

# فہرست عناوین

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

# فاتحة الکتا ب

ا لحمد لله و الصلوۃ و السلا م علی سید ا لا نبیا ء ۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی تینتا لیسویں (اور قادیانی مشن کی چھٹی) جلد قا رئین کی نذر کی جا رہی ہے جس میں ۲۸ جون ۱۹۱۸ء تا ۳۰ ۔ اپر یل ۱۹۲۰ء کے دورا نیہ کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام حضرت مولا نا ثناء اللہ امرتسریؒ کی تحریروں کے علاوہ جناب منشی عبدالحی کو ہاٹی، منشی فضل الٰہی شملہ، شیخ عبدالقادر شملہ، حضرت مولا نا ابرا ہیم میر سیالکوٹی، مولوی سید فضل رب کٹکی، مولا نا محمد یونس پرتاپ گڑھی، با بو محمد قاسم کلرک بصرہ، جناب منشی اللہ دتا صاحب جھنگوی، مولا نا ابو نعیم عبدالعظیم حیدرآ با دی، جناب محمد بشیر ٹپفل گنج کان پور، جناب با بو محمد حنیف خادم دہرہ دون، مولوی نور محمد ممیانوی جہلمی، منشی غلام حسین امرتسری، مولوی عبد العزیز واعظ اہل حدیث کانفرنس ڈیرہ غازی خان، جناب مشتاق احمد لنڈی تپانی، سید عبد القدوس کٹکی، مولوی سید عبد السلام آف مطبع فاروقی دہلی، جناب با بو محمد حسین صابری بریلی، با بو حبیب اللہ صاحب کلرک محکمہ نہر امرتسری۔ منشی اللہ دتا خادم سمبڑیال ضلع سیالکوٹ، جناب منشی عمر دراز خان سوہاگپوری، جناب محمد اعظم انڈرسن پیٹ میسور، وغیرھم کی گراں قدر نگارشات شامل ہیں۔

علاوہ ازیں لاہوری احمدیوں کے اخبار پیغام صلح لاہور، اور قادیانیوں کے اخبار الفضل قادیان سے بھی چند تحریریں نقل کی گئی ہیں جو اخبار اہل حدیث امرتسر کے مضامین کے جواب میں لکھی گئی تھیں یا جن کے جوابات ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر میں دیئے گئے تھے۔

زیرنظر دور میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کسی تقریب سے شملہ تشریف لے گئے تھے۔ ان دنوں مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہوری گروپ بھی وہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور اتفاق سے قادیانیوں کے محمودی گروپ کے چند سرکردہ افراد بھی وہاں موجود تھے۔ اس موقع پر قادیانیوں کی دونوں پارٹیوں سے شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے مباحثوں کی بات چلی۔ شرائط وغیرہ طے کرنے کے لئے باہم خط وکتابت بھی ہوئی لیکن انجام کار قادیانیوں کی دونوں پارٹیاں بلطائف الحیل طرح دے گئیں اور مباحثوں کا انعقاد نہ ہو سکا۔ خط وکتابت وغیرہ پر مشتمل یہ روداد اخبار اہل حدیث امرتسر، پیغام صلح لاہور اور الفضل قادیان سے زیرنظر جلد میں درج کر دی گئی ہے جس کے ملاحظہ سے قارئین کو معلوم ہو جائے گا کہ کون کتنے پانی میں تھا۔

زیرنظر دور میں قادیانی خلیفہ مرزا محمود احمد کی علالت کے پس منظر میں قادیانیوں اور لاہوریوں کے درمیان جو فقرہ بازی ہوئی، اس کی روداد بھی پیغام صلح لاہور، الفضل قادیان، اور اخبار اہل حدیث امرتسر سے جلد ہذا میں نقل کی گئی ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کے مابین، اصولی بحث، کے عنوان سے جانبین کی جو تحریریں معرض وجود میں آئیں، انہیں پیغام صلح لاہور اور اہل حدیث امرتسر سے نقل کر دیا ہے۔ امید ہے کہ قارئین ان کے مطالعہ سے لطف اٹھائیں گے۔

نیز زیرنظر دور میں مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین منعقد ہونے والے چند مناظروں کی رودادیں بھی شامل اشاعت کی گئی ہیں، اور سیٹھ عبداللہ الہ دین قادیانی سکندر آبادی کے انعامی اشتہاروں کی قلعی بھی جلد ہذا میں کھولی گئی ہے۔

زیرنظر دور میں علماء دیوبند اور مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کے مابین مباہلہ کی بات بھی چلی تھی، اور تصفیہ شرائط کے لئے ایک مدت تک جانبین میں اشتہار بازی بھی ہوتی رہی۔ مجھے قادیانیوں کے چھ سات مضامین ان کے اخبار الفضل سے ملے ہیں جن سے دیوبندی اشتہارات کے مشمولات کا بھی کچھ اندازہ ہو جاتا ہے۔ میں نے قادیانی اشتہارات باریک خط میں نقل کر دیئے ہیں۔ دیوبندی اشتہارات

ابھی تک نہیں مل سکے ،اس لئے ان کی جانب سے شائع ہونے والا وہی مواد شامل اشاعت ہوا ہے جو اخبار اہل حدیث امرتسر کے زیر نظر دور کے شماروں سے دستیاب ہو سکا ہے۔دیو بندی اکابرین کے بقیہ اشتہارات مل گئے تو کسی آئندہ موقع پر شامل اشاعت کر دیئے جائیں گے۔انشاء اللہ

لاہوری مرزائیوں کے ایک سالانہ جلسے کے موقع پر اہل حدیث حضرات سے ان کے مباحثے کی بات چلی تھی۔ یہ مباحثہ بوجوہ منعقد نہ ہو سکا لیکن اس موقع پر تصفیہ شرائط وغیرہ کے لئے ہونے والی کاروائی اہل حدیث امرتسر اور پیغام صلح لاہور سے نقل کر دی گئی ہے۔

نیز منشی عبدالحی کوہاٹی ،منشی اللہ دتا جھنگوی اور بابو حبیب اللہ کلرک محکمہ نہر کی ردّ قادیانیت سے متعلق جاندار اور دلچسپ تحریروں کے علاوہ قارئین کی ضیافت طبع کے لئے جلد ہذا میں اور بھی بہت کچھ ہے۔

کمپوزنگ، پروف ریڈنگ، تخریج، وتنقید وغیرہ کا انحصار چونکہ فرد واحد پر رہا ہے اس لئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے ۱۹۱۸ء۔۱۹۲۰ء کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام۔ فقیر بارگاہ صمدی **محمد بہاء الدین**

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

## مولانا ثناءاللہ امرتسری شیرپنجاب کا ورود شملہ

مسلمانان شملہ کی خوش قسمتی سے مولانا موصوف ۸ جون ۱۹۱۸ء کو گورنمنٹ پنجاب کی دعوت پر پبلسٹی کمیٹی (مجلس اشاعت) میں شمولیت کی غرض سے شملہ میں تشریف آور ہوئے۔ دوسرے ہی دن بتاریخ ۹ جون ۱۹۱۸ء بوقت شب جامع مسجد ہال میں مسلمانان شملہ کی استدعا پر آپ نے مندرجہ ذیل مضمون پر قریباً ڈھائی گھنٹہ لیکچر دیا:

قرآن و دیگر الہامی کتابیں

دوسری ملت کے لوگ بھی مدعو تھے اور اختتام تقریر پر سوال و جواب کے لئے ایک گھنٹہ مقرر تھا۔ مولانا ممدوح نے ایک نہایت لطیف پیرائے میں اس دلچسپ مضمون کو بدلائل بنایا۔ دوران تقریر میں حسب موقعہ آپ نے مقامی ضروریات اور باہمی اتحاد اور اخوت پر نہایت خوبی سے ریمارک کئے جس سے حاضرین بہت متاثر ہوئے تقریر ختم ہونے پر کسی کو سوال کی جرأت نہ ہوئی۔

حاضرین کے اصرار پر دوسرے دن بتاریخ ۹ جون ڈھائی بجے دن مولانا نے پھر جامع مسجد ہال میں محمد رسول اللہ پر وعظ فرمایا۔ الوہیت اور منصب رسالت پر ایک بسیط تقریر فرمائی اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی نبوت پر نہایت وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالی۔ مولانا موصوف کے خاص طرز بیان، باموقعہ اشعار، مرزا صاحب کی تصانیف سے برجستہ حوالے، اور نہایت زبردست دلائل نے حاضرین پر وہ اثر کیا کہ بیان سے باہر ہے۔ تقریر کے خاتمہ پر ایک احمدی صاحب نے مرزا صاحب کے اشتہار مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ کے متعلق اعتراض کیا اور کہا کہ مولوی صاحب نے مرزا صاحب کے فیصلہ کو دو باتیں لکھ کر رد کر دیا تھا:۔

اول یہ کہ آنحضرت ﷺ نے مسیلمہ کذاب کی نسبت کہا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں

ہلاک ہوگا حالانکہ مسیلمہ آنحضرت ﷺ کے بعد مرا۔

دوم یہ کہ مولانا نے لکھا تھا کہ حرام زادہ کی رسی دراز ہوتی ہے۔

اس کے جواب میں مولانا ثناء اللہ نے فرمایا اگر معترض یہ دو باتیں جو میری طرف منسوب کی گئی ہیں میری تصانیف، اخبار یا کسی تحریر سے ثابت کر دے تو گیارہ سو روپیہ بطور انعام دیا جائے گا۔ اور کہ بصورت عدم ثبوت جامع مسجد میں مسلمانوں کے سامنے اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ معترض نے مولانا ممدوح پر افتراء کیا۔ معترض کو اپنی تقریر میں مذکور بالا باتیں لکھنے کی جرأت نہ ہوئی اور جلسہ برخاست ہوا۔

امید ہے کہ مولانا صاحب چند روز شملہ میں قیام فرمائیں گے اور اپنے وجود باجود سے مسلمانان شملہ کو فیض بخشیں گے۔ (نامہ نگار از شملہ)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جون ۱۹۱۸ء مطابق ۱۸ رمضان ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۴ ص ۳)

# آخری فیصلہ پر نظر ثانی شملہ میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کا آخری فیصلہ سب کو معلوم ہے کہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دیا تھا جس کا مضمون تھا کہ مولوی ثناء اللہ اگر میری زندگی میں نہ مرے، تو میں جھوٹا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اپریل ۱۹۱۲ء میں اس پر لدھیانہ میں مرزائیوں سے مباحثہ ہوا۔ جس میں مبلغ تین سو روپیہ انعام تھا جو خاکسار نے مرزائیوں سے وصول کیا۔ چونکہ یہ واقعہ مرزائی فرقہ کے لئے سخت صدمہ ہے۔ اسلئے وہ اس گھات میں رہتے تھے کہ کسی طرح دوبارہ مباحثہ ہو اور ہم جیت جائیں۔ تو یہ داغ ہم سے دور ہو (اس مدعا کا اظہار شملہ پر انہوں نے خود کیا)۔ اس مدعا کو حاصل کرنے کے لئے ان میں سے ایک شخص منشی عمر الدین جالندھری ملازم شملہ نے جو پہلے بھی شریک مباحثہ لدھیانہ تھے، اپنے شہر جالندھر میں اشاعت مرزائیت کی تحریک کی تو مسلمانان جالندھر نے لدھیانہ کے مباحثہ کا ذکر کیا تو منشی صاحب موصوف نے جواب میں بڑی مستعدی ظاہر کی بلکہ فوراً اقرار نامہ لکھ دیا

کہ میں تین سو روپیہ اب بھی دینے کو تیار ہوں، بے شک نئے سرے سے مباحثہ کرایا جائے ۔جالندھری مسلمانوں نے مجھ سے دریافت کیا تو میں نے جواب دیا کہ اس صاحب سے تو پہلے فیصلہ ہو چکا ہے اب اگر یہ دوسرا فیصلہ چاہتے ہیں تو خلیفہ قادیان کو پیش کریں تا کہ فیصلہ کلی ہو کہ مفید عام ہو۔ پھر اسکا جواب نہیں دیا۔

اب شملہ پر میرا آنا ہوا، تو مسلمانان شملہ کے تقاضا سے چند تقریریں ہوئیں جن میں مرزائیت پر بھی کچھ کہنے کا موقع آیا۔ جس میں مرزا صاحب کے آخری فیصلہ کا ذکر بھی ہوا، تو بھی منشی عمر الدین (جو شملہ میں ملازم ہیں) میرے پاس بمعہ بابو فضل الٰہی (محمدی) کے آئے، اور وہی خواہش ظاہر کی جو جالندھری خط وکتابت میں تھی ،اور بزبانی خود آپ نے اپنا مدعا ظاہر کیا کہ ہم اس لئے آپ سے دوبارہ انعامی مباحثہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہم کو کامیابی کی امید ہے تا کہ پہلا داغ ہم سے چھوٹ جائے ۔ یہ بھی کہا کہ پہلے وقت ہم کو آپ کی تحریرات کی اتنی واقفیت نہ تھی جتنی اب ہے ۔

میں نے جواب میں یہی کہا کہ پہلے جو فیصلہ ہوا تھا آپ چونکہ اس میں شریک تھے، اسلئے اب آپ سے نہیں کرنا چاہتا ۔اگر آپ کو کامیابی کی امید ہے تو اپنے خلیفہ کولاؤ۔ پھر چاہو تو اسکی نیابت میں مباحثہ تم کرو، مگر فریق مقابل خلیفہ ہو۔

اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم نے خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب سے ذکر کیا تھا انہوں نے کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی کسی جماعت کے امام اور خلیفہ بنیں تو ہم ان کے مقابلہ میں پیش ہو سکتے ہیں ۔

میں نے کہا اگر اس نے یہ کہا ہے تو اپنے باپ مرزا غلام احمد قادیانی کا سخت بے ادب اور گستاخ ہے، کیونکہ اس کا باپ (مرزا غلام احمد) بذات خود مجھ سے مخاطب ہوتے اور میں ان سے مخاطب ہوتا تھا ۔ اب جو یہ میرے مخاطب ہونے کیلئے ایک جدید شرط لگاتا ہے، تو یا تو یہ دل میں باپ سے اپنے کو بڑا جانتا ہے، یا عصمت بی بی ست از بے چادری کا معاملہ ہے ۔ خیر گفتگو پر مجلس برخواست ہوئی اور دونوں صاحب منشی عمر الدین احمدی اور بابو فضل الٰہی (محمدی) چلے گئے اور دوسرے روز منشی عمر الدین نے ایک اشتہار شائع کر دیا جسکا مختصر مضمون یہ تھا کہ

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی تقریر میں دھوکا دیا ہے آخری فیصلہ والے

اشتہار کا مضمون در اصل دعائے مباہلہ ہے صرف دعا نہیں چونکہ مولوی صاحب نے اسکو منظور نہ کیا تھا اسلئے اسکا ظہور نہ ہوا۔ وغیرہ۔،

جب یہ اشتہار نکلا تو بعض احباب کی رائے سے میں اپنی رائے میں تبدیلی کی اور منشی عمر الدین کو بذریعہ بابو فضل الٰہی رقعہ لکھوا دیا کہ اشتہار آخری فیصلہ کے مکرر فیصلہ کیلئے میں تیار ہوں مبلغ تین سو روپیہ کسی امین کے پاس رکھوا دو مگر منشی عمر دین کو خدا جانے کیا خوف دامن گیر ہوا کہ جو بات پہلے وہ خود کہتے تھے اور اصرار کرتے تھے اب اسے چھوڑ دیا۔ چنانچہ بابو فضل الٰہی جالندھری مقیم نے ان سب واقعات کا اشتہار دیا جو درج ذیل ہے

## مباحثے سے فرار کس نے کیا؟

مجھے منشی عمر الدین صاحب ۱۰ جون ۱۹۱۸ء کو ساتھ لیکر مولوی ثناء اللہ صاحب کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ ہم آپ کو مبلغ تین سو روپیہ انعام دیں گے اگر آپ آخری فیصلہ والے اشتہار پر ہم سے بحث کریں گے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ اس مضمون پر پہلے سے بحث ہو کر فیصلہ ہو چکا ہے جس میں آپ فریق تھے اب اگر اس پر دوبارہ بحث کرنی ہے تو خلیفہ صاحب کو لاؤ۔ یہ بات منشی عمر الدین صاحب نے منظور نہ کی اور اس طرح یہ گفتگو ختم ہوئی

آج ایک اشتہار منشی عمر الدین صاحب میرے پاس لائے جسکو میں مولوی صاحب کے پاس لے گیا مولوی صاحب نے اپنا جواب لکھوا دیا جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

منشی عمر الدین صاحب حسب خواہش اپنی تین سو روپیہ کسی معتبر امین کے پاس امانت رکھوا دیں اور اس اشتہار میں جو انہوں نے مرزا صاحب کے مضمون کو دعائے مباہلہ لکھا ہے اسپر بحث کرلیں میں بامید قبولیت منشی عمر الدین صاحب کے پاس گیا کیونکہ یہ صورت انہی کی تجویز کردہ تھی جس کو منظور کرانے کے لئے مجھ کو منشی عمر الدین صاحب مولوی صاحب کے پاس لائے تھے مگر افسوس کہ منشی صاحب نے اپنی تجویز کو نامنظور کر کے مباحثہ

مجوزہ سے انکار کر دیا اب ناظرین اندازہ کر لیں کہ مباحثے سے فرار کسنے کیا۔

مولوی صاحب کا گیارہ سو روپیہ کا انعام

جن باتوں پر (میری تقریر شملہ کے بعد ایک مرزائی نے اعتراض کیا تھا کہ آپ نے دو باتیں لکھی ہیں جس پر میں نے کہا تھا کہ دکھاؤ تو ایک پر مبلغ پانچ سو اور دوسری مبلغ چھ سو روپیہ انعام لو) انعام دینے کا مولوی صاحب نے وعدہ فرمایا تھا ان پر انعام دینے کو وہ اب بھی تیار ہیں وہ ہر دو فقرے حسب ذیل ہیں

اول: مولوی صاحب کی کسی تحریر میں سے ثبوت دیں کہ بمقابلہ مرزا صاحب آپ نے یہ کہا کہ، حرامزادہ کی رسی دراز ہوتی ہے۔

دوسرا، مولوی صاحب کی کسی تحریر میں دکھادیں کہ آنحضرت ﷺ نے مسیلمہ کیلئے پیشگوئی کی تھی کہ مجھ سے پہلے مرے گا اور انتقال خود آپ فرما گئے۔ (نعوذ باللہ)

ان دونوں فقروں کے ثبوت دینے پر مولوی صاحب نے مبلغ گیارہ سو روپیہ دینے کا اعلان کیا تھا جیسا کہ منشی عمر الدین صاحب نے اپنے اشتہار میں اعلان کیا ہے جس پر وہ (مولوی صاحب) اب بھی قائم ہیں۔

میں پبلک کی اطلاع کے لئے یہ اشتہار شائع کرتا ہوں تاکہ اصل حال معلوم ہو جاوے اور سب اس بات سے آگاہ ہو جاویں کہ فرار کسنے کیا،

تا سیاہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

اعلان: بروز اتوار ۱۶ جون کو بعد از نماز ظہر جامع مسجد کے ہال میں مولوی ثناء اللہ صاحب وعظ فرمائیں گے اور منشی عمر الدین صاحب کے ساتھ ان کی پیش کردہ تجویز کے مطابق بتقرر منصف مباحثے کے تیار ہیں بشرطیکہ منشی عمر الدین صاحب تین سو روپیہ کسی معتبر امین کے پاس رکھوا دیں۔

المشتہر: خاکسار فضل الٰہی شملہ

اتوار ۱۶ جون کو حسب اعلان جامع مسجد ہال میں وعظ ہوا جس میں ضروری مسائل کے بعد مرزائی الہامات پر بحث ہوئی جن میں بتایا گیا کہ مرزا صاحب قادیانی کا

ایک بھی الہام سچا نہیں ہوا۔ اسی تقریر میں انعامی مباحثہ کا ذکر بھی کیا گیا کہ مجھے اس اشتہار پر مباحثہ منظور ہے، بشرطیکہ منشی عمر الدین حسب تجویز خود تین سو روپیہ انعام امانت رکھوا دیں۔ مرزائی لوگ بکثرت آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ ان کی طرف سے منشی عمر الدین نے کھڑے ہوکر کہا کہ ہم انعام دو طرح سے رکھنے کو تیار ہیں۔

اول، مباحثہ اسی مسئلہ پر ہو جس پر لدھیانہ میں ہوا تھا۔

دوم، اگر اس پر نہ کریں بلکہ صرف اشتہار کے آخری فیصلہ کے مضمون مباہلہ یا صرف دعا پر بحث کریں تو مبلغ سو روپیہ ہم رکھنے کو تیار ہیں بشرطیکہ مولوی صاحب کے احباب بھی ایک سو روپیہ رکھیں جو دونوں میں سے غالب کو دیا جائے گا۔

حاضرین نے کہا ہمیں تو کوئی ضرورت روپیہ رکھنے کی نہیں۔ پہلی بدنامی کا سیاہ داغ دور کرانے جو آپ (مرزائی لوگ) بحث کرنا چاہتے ہیں، تو خود ہی انعامی رقم امانت رکھوائیں۔

گو میرے دوست مجھ پر خفا ہوں گے لیکن میں آپ کے شوق کو پورا کرنا چاہتا ہوں بے شک آپ سو روپیہ ہی امانت رکھوا دیں ہمیں منظور ہے مگر مرزائیوں نے اسے منظور نہ کیا۔ آخر میں نے جب دیکھا کہ یہ بار بار لدھیانہ کی صورت کو پسند کرتے ہیں تو میں نے کہہ دیا کہ اچھا مجھے لدھیانہ والی صورت بعینہ منظور۔ اس پر حاضرین نے غیر معمولی مسرت کا اظہار کیا تو منشی عمر الدین نے کہا ہم کو بھی منظور مگر ہم چند شروط اور بڑھاویں گے۔ اس پر حاضرین نے نفرت کا اظہار کیا کہ ابھی تو لدھیانہ والی صورت پر زور دیتے تھے جب وہی بعینہ منظور کی گئی تو اب اس سے فرار ہوتے ہیں۔ مگر میں نے کہا ہاں مجھے بھی شروط منظور ہوں گی لیکن چونکہ جو شرط آپ بڑھاویں گے اپنے فائدے کیلئے بڑھاویں گے اس لئے فی شرط سو روپیہ مبلغ تین سو روپیہ پر زائد کرتے جایئے۔ حاضرین نے اس کو بھی معقول سمجھا مگر مرزائی پارٹی نے نامنظور کیا۔ اس پر ادھر ادھر کی باتیں ہوکر جلسہ جناب مولوی غلام محمد صاحب شملوی نے جلسہ برخاست فرمایا۔

نوٹ۔ جالندھری دوست اس حقیقت کو بغور پڑھیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۱۸ء مطابق ۲۵ رمضان ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۵ ص ۱۔۳)

# شملہ میں دونوں پارٹیوں سے مباحثہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شملہ ایک ایسا مقام ہے جہاں ہر صوبہ اور ہر ملک کے لوگ آتے ہیں جو دفتروں میں کام کرتے ہیں۔ مرزائی لوگ بھی یہاں بہ نسبت دوسرے مقامات کے زیادہ ہیں اور دفتروں میں چھیڑ چھاڑ رکھتے ہیں جس سے مسلمان اور غیر مسلمان سخت شاکی رہتے ہیں۔ لہذا مرزائی مضامین سننے کے بہت شائق ہیں۔ اسلئے مجالس وعظ میں قادیانی مشن کی حقیقت کا اظہار بخوبی ہوتا رہا۔ رمضان میں ہر جمعہ کو جامع مسجد میں مسائل اسلامی پر وعظ ہوتا تھا۔ اتوار کو جو ملازمت پیشہ کی فرصت کا دن ہوتا ہے ۲ بجے سے ۵ بجے تک جلسہ حقیقت مرزائیہ کے اظہار کیلئے ہوتا رہا۔

اتفاق سے انہی دنوں لاہوری پارٹی کے سرگروہ مولوی محمد علی صاحب، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب وغیرہ بھی وارد شملہ تھے۔ میں معہ چند احباب ان سے ملنے گیا بات چیت ہوئی مگر مولوی صاحب کچھ خفا ہو گئے اسلئے ہم یہ کہتے ہوئے چلے آئے

دریائے فراواں نشود تیرہ بسنگ
عارف کہ برنجد تنک آب ست ہنوز

اسی ضمن میں (مرزائی مشن کی) دونوں پارٹیوں میں ایک قسم کی تحریک مباحثہ ہوئی۔ لاہوری پارٹی کا سرگرم ممبر انجمن احمدیہ شملہ کا سکرٹری بابو عبدالحق میرے پاس آیا کرتا تھا۔ باتوں باتوں میں اس نے ذکر کیا کہ ہماری پارٹی مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی۔ ہم نے مرزا صاحب کی کتابوں کو خوب دیکھا ہے، واقعی انہوں نے نبوت کا دعوی نہیں کیا۔ میں نے کہا میری تحقیق یہ ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔ بابو عبدالحق نے کہا تو پھر آپ ہم سے مباحثہ کرلیں مولوی محمد علی بھی آئے ہوئے ہیں اس کے اصرار

پر میں نے مندرجہ ذیل رقعہ لکھا:

ا۔ میری تحقیق میں مرزا صاحب نے دعوی نبوت کیا ہے۔ لاہوری پارٹی کے سرگردگان اگر چاہیں تو اس مضمون پر میں ان سے باقاعدہ تحریری بحث کرنے کو تیار ہوں۔ ابوالوفا۔ ۷ رمضان

اس کا جواب آیا:

جناب مولوی ثناء اللہ صاحب۔ آپ کا رقعہ شیخ عبدالحق صاحب کی معرفت پہنچا جس میں آپ نے لکھا ہے کہ آپ ہماری جماعت سے مسئلہ نبوت حضرت مرزا صاحب میں تحریری بحث کرنا چاہتے ہیں اور آپ یہ ثابت کریں گے کہ واقعی حضرت مرزا صاحب نے دعوی نبوت کیا ہے۔ اسلئے ہم آپ کی دعوت منظور کرتے ہیں مگر شرط یہ ہو گی کہ آپ حضرت مرزا صاحب کی تحریرات سے باہر نہ جائیں۔ اس بحث کا مطلب اس قدر ہوگا کہ پبلک پر ظاہر ہو جائے کہ حضرت مرزا صاحب نے دعوی نبوت کیا ہے یا نہیں اور مسئلہ نبوت سے ہرگز باہر نہیں جانا۔

دوسری شرط یہ ہو گی کہ بحث تحریری ہو گی۔ ہر ایک فریق کی تحریر کے لکھے جانے کے بعد پبلک میں سنائی جائے، مگر اسکے ساتھ کوئی زائد لفظ یا حاشیہ چڑھانے کی اجازت نہ ہو گی۔

اگر آپ کو دونوں شرطیں منظور ہوں تو ہم اپنی طرف سے مباحث بلانے کا انتظام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آپ کے جواب آنے پر دیگر شرائط متعلقہ انتظام جلسہ وغیرہ باہم طے کی جاویں گی۔

خاکسار مرزا یعقوب بیگ جنرل سکرٹری احمدیہ اشاعت اسلام لاہور

۳۔ اسکا جواب میری طرف سے:

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب

نبوت مرزا پر مباحثہ مجھے منظور ہے۔ تصفیہ شرائط کیلئے تین اشخاص کی ایک سب کمیٹی مقرر کریں۔ ایک ممبر ہمارا، ایک آپ کا، اور ایک کوئی فہمیدہ اہل علم غیر مسلم۔ امید ہے آپ اس کی منظوری سے اطلاع دیں گے۔

۴۔اس کا جواب آیا

مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری مقیم شملہ

بجواب آپ کی تحریر دیروزہ کے قلمی ہے کہ آپ نے ان ابتدائی شرائط کے متعلق جو میرے پہلے رقعہ میں درج ہیں کچھ نہیں لکھا۔ ابتدائی شرائط کا پہلے تصفیہ ہونا ضروری ہے بقیہ شرائط کا بعد میں تصفیہ ہو جائے گا۔ اور آپ کی تجویز ہمیں منظور ہے کہ جن دیگر شرائط پر ہم دونوں فریق متفق نہ ہوسکیں ان کے فیصلے کیلئے ایک ثالث مسلمہ فریقین ہو ثالث کو ضروری نہیں کہ غیر مسلم ہو بلکہ مسلمان ہونا بہتر ہے ابتدائی شرائط دوبارہ لکھی جاتی ہیں۔

الف: آپ نے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب نے دعوی نبوت کیا ہے اور ہم نے ثابت کرنا ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب نے دعوی نبوت نہیں کیا۔

ب، مباحثہ تحریری ہوگا جو کہ پبلک میں بلاکم وکاست سنایا جائے گا اور بعد اسے شایع کیا جائے گا۔

ج۔ فریقین کو کتب حضرت مرزا صاحب سے باہر نہیں جانا ہوگا اور اپنی تحریر میں ایک دوسرے کے بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھنا ہوگا۔ اور سوائے مسئلہ دعوی نبوت مرزا صاحب اور کوئی امر زیر بحث نہ لایا جائے گا۔

اگر آپ کو یہ شرائط منظور ہوں تو اطلاع دیں بقیہ شرائط کا فیصلہ کیا جائے

خاکسار: مرزا یعقوب بیگ سکرٹری ۱۸ جون ۱۹۱۸ء

۵۔اس کا جواب دیا گیا

ڈاکٹر صاحب سکرٹری:

بجواب آپ کے خط نمبر ۴ کے معروض ہے کہ مندرجہ ذیل شرائط منظور

ا۔ مباحثہ اسبات پر ہوگا کہ مرزا صاحب نے دعوی نبوت کیا ہے یا نہیں۔ ہم مدعی ہوں گے۔

۲۔ مباحثہ تحریری ہوگا

۳، فریقین کتب مرزا سے باہر نہیں جائیں گے اور فریقین کو بزرگان فریق

کا ادب ملحوظ رہے گا۔
نوٹ: کتب اسلامیہ قرآن وحدیث مسلّم ہوں گی۔ باقی شرائط کے تصفیہ کیلئے سب کمیٹی کا تقرر آپ نے منظور کر لیا۔آپ کل میرے ڈیرے پر تشریف لے آویں یا چھوٹے شملے میں منشی برکت علی صاحب کے مکان پر آجاویں
تیسرے ممبر کیلئے چند اسماء پیش کرتا ہوں ان میں سے جس کو پسند کریں انتخاب فرماویں
مولوی فیروز الدین صاحب بی اے۔مولوی غلام محمد صاحب سفیر ندوہ۔حکیم سید محی الدین زاہ، پنڈت راگوناتھ صاحب بی اے۔بابوگنگا رام صاحب،
۹ رمضان ۔ابوالوفا

اسکا جواب آیا:
جناب مولوی ثناء اللہ صاحب! بجواب آپ کے خط امروزہ کے قلمی ہے کہ جناب نے شرائط ابتدائی مجوزہ خاکسار جومنظور کی ہیں ان میں تحریروں پر پبلک میں سنائے جانے اور بعد میں شائع ہونے کوئی ذکر نہیں کیا۔یہ ضروری تھا غالباً نظر انداز ہوگیا ہے۔امید ہے کہ آپ کو کوئی اعتراض نہ ہوگا
۲،شرائط کے تصفیہ کیلئے ثالث مولوی غلام محمد صاحب سفیر ندوہ آپ کے تجویز کردہ اسماء میں ہیں ہم کومنظور ہے۔
۳،آپ کے خط آنے پر اپنے مباحث کو تار دے دی ہے اس کے پہنچنے پر تصفیہ شرائط کا فیصلہ انشاء اللہ چھوٹے شملہ میں بابو برکت علی صاحب کے مکان پر حسب تجویز آپ کے کرلیا جائے گا۔سردست پبلک جلسہ گاہ کہ جہاں مضمون سنائے جائیں آپ جامع مسجد ہال کیلئے اجازت لے لیں تو بہتر ہوگا
مرزا یعقوب بیگ
۷۔اسکا جواب دیا گیا:
جب چاہیں اطلاع دیں۔ بابو برکت علی کے مکان میں انتظام کیا جائے گا مگر وقت صبح سات ہوگا۔میں نے آپ کی خاطر تمہید یہ شرائط کی منظوری دے

دی ہے، اس سے زیادہ کچھ لکھنا یا کہنا مناسب نہیں جانتا۔ کمیٹی خود فیصلہ کرے گی۔ بس میں آپ کی اطلاع کا منتظر ہوں۔

مکرر آنکہ سب کمیٹی کا فیصلہ ہم فریقین کو منظور ہوگا۔ ۱۰ رمضان ابوالوفا

۸۔ اسکا جواب آیا۔

جناب مولوی ثناء اللہ صاحب۔ آپ کا امروزہ رقعہ ملا بقیہ شرائط کا فیصلہ سب کمیٹی میں ہو تو حرج نہیں مگر یہ امر کہ فریقین میں سے کسی ایک فریق کے حق براہ ہونے کے متعلق کوئی شخص فیصلہ دینے کیلئے مقرر کیا جائے، میں کا شرائط مباحثہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں اس کو ہم ہرگز جائز نہیں سمجھتے اور نہ یہ مذہبی مباحثات میں دستور ہے۔ جس امر کو ہم اصولاً جائز نہیں سمجھتے اسکو شرائط میں لانا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ اس لئے اگر آپ اس قسم کے فیصلہ پر مصر ہوں تو پھر مباحثہ ناممکن ہے، الا اگر فیصلہ کو پبلک پر چھوڑ ناپسند کریں تو یہی انسب ہے۔ اگر آپ کو یہ طریق منظور ہو، تو ہمارے مباحث کے آنے پر بقیہ شرائط آپ کی حسب تجویز چھوٹے شملے میں طے کرنے کیلئے ہم تیار ہیں

۲۰، جون۔ مرزا یعقوب بیگ سکرٹری

اس کا جواب نہیں دیا تو ایک اور خط آیا

۹۔ جناب مولوی ثناء اللہ صاحب

آپ نے میری کل کی تحریر کا جواب آج تک نہیں دیا جو نہایت ضروری تھا میر مدثر شاہ صاحب ہماری تار پر اپنے وطن داتہ سے روانہ ہوکر ایبٹ آباد پہنچ گئے ہیں۔ چنانچہ ان کا ابھی تار آگیا ہے۔ ہمارے دوسرے تار پر وہ وہاں سے چل پڑیں گے۔ اس لئے آپ مہربانی کر کے حامل کے ہاتھ میری تحریر کا صاف طور پر جواب دیں، تاکہ اگر آپ کا اس امر پر اصرار نہ ہو کہ مباحثہ کے فیصلہ کیلئے کوئی ثالث مقرر کیا جائے جس کو ہم جائز نہیں سمجھتے تو ہم میر مدثر شاہ صاحب کو تار دے کر بلوالیں اگر آپ اسپر اصرار کریں تو پھر ان کو بلانا فضول ہوگا جواب بواپسی دیں تاکید ہے۔

۲۱ جون ۱۹۱۸ء۔ مرزا یعقوب بیگ

۱۰۔اس کا جواب دیا گیا

جناب من! میں اپنا عندیہ کل کے خط میں لکھ چکا ہوں میرا خدا بھی ایک ہے تو زبان بھی ایک ۱۱ رمضان ۲۱ جون ۔ ابوالوفا

اس کا جواب نہ آیا تو ادھر سے فہرست شرائط معہ ایک خط کے بھیجی گئی جو درج ذیل ہے

۱۱۔ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب انتظار کر کے شرائط مرسل خدمت ہیں قابل قبول کو قبول فرماویں نا قابل قبول کو بادلیل رد کریں تا کہ ثالث ممبر سے فیصلہ کرا لیا جائے ۔۱۳ رمضان ۲۳ جون

فہرست شرائط:

شرائط مباحثہ مابین مولوی ثناء اللہ صاحب و احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور بتوسط مولوی محمد علی ایم اے امیر انجمن اور ڈاکٹر یعقوب بیگ سکرٹری انجمن مذکور

بعد تسلیم، شرائط ثلاثہ مندرجہ رقعہ نمبر ۵

۴۔ مدعی مولوی ثناء اللہ صاحب ہوں گے

۵۔فریقین کو تحریر پرچہ کیلئے نصف نصف گھنٹہ وقت دینا ہوگا

۶۔تحریر پرچہ بلند آواز سے کرادیں گے اور فریقین کے محرر لکھتے جائیں گے

۷۔مجلس ( جیسے مباحثہ مرزا قادیانی اور ڈپٹی آتھم میں محدود تھے ) مباحثہ میں فریقین کے محدود اشخاص شریک ہوں۔

۸۔کل پرچے پانچ ہوں گے۔

۹ ۔ مباحثہ کا پہلا پرچہ مدعی کا ہوگا اور اخیر پر ختم بھی ( جیسے مباحثہ آتھم میں مرزا صاحب قادیانی کا تھا) وہی کرے گا

۱۰ ۔اس ( جیسے مرزا صاحب کو براہین احمدیہ جلد اول کے ص ۳۴ پر تسلیم ہے اور مولوی محمد علی اور میاں محمود نے بھی متعلق بحث اسمہ احمد تقرر منصف منظور کیا تھا اور دونوں پارٹیوں کے سرگرم ممبر بابو عبدالحق اور فشی عمرالدین نے مباحثہ شملہ میں شیخ محمد عمر صاحب وکیل کو منصف بنایا تھا) مباحثہ میں ایک یا کئی منصف ہوں گے جو مل کر فیصلہ کریں گے باتفاق

رائے یا بکثرت رائے۔

۱۱۔ فیصلہ منصف فریقین کے اخبار (اہل حدیث اور پیغام صلح) میں بتسلیم فریقین شائع ہوگا۔

۱۲۔ تسلیم (بحکم قرآن یسلموا تسلیماً) فیصلہ کا یہ اثر ہوگا کہ فریقین آئندہ کو مرزا صاحب کے حق میں وہی خیال ظاہر کریں گے جو فیصلہ کا مضمون ہوگا۔

۱۳۔ جسکے برخلاف فیصلہ ہو وہ مسلمانان شملہ نمازیان جامع مسجد کی افطاری کے لئے کم از کم یک صد روپیہ دیوے (جیسے مرزا صاحب قادیانی نے دس ہزار روپیہ دینے کا اقرار کیا تھا حوالہ براہین احمدیہ مذکور) ابوالوفا

اسکا جواب آیا:

آپ کے رقعہ مورخہ دیروزہ کا جواب میری پہلی تحریروں میں موجود ہے اس لئے اس کے متعلق مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

مرزا یعقوب بیگ۔۲۴ جون ۱۹۱۸ء

جب لاہوری پارٹی نے تقرر منصف سے انکار کیا حالانکہ ان کو ان کے مسلمات سے نظائر بتائی گئیں، تو جلسہ عام میں میں نے مسلمانان شملہ سے دریافت کیا کیا آپ لوگ بغیر تقرر منصف کے مباحثہ کو پسند کرتے ہیں۔ سب نے بیک زبان کہا، ہرگز نہیں، کیونکہ یہ لوگ اس قسم کے مباحثوں سے قابو نہیں آتے جس پر میں نے مجبور ہو کر اعلان کردیا کہ امرتسر میں تو میں ہوں مگر شملہ میں پبلک کی خواہش کا پابند ہوں اس لئے بغیر تقرر منصف کے مباحثہ نہیں ہوسکتا۔

افسوس کہ کئی دنوں تک خط وکتابت کر کے نتیجہ یہ نکلا کہ لاہوری جماعت جو میدان مناظرہ میں آگے قدم رکھا کرتی ہے بالکل خاموش ہوگئی۔ اناللہ

قادیانی پارٹی سے بھی اسی قسم کی خط وکتابت رہی۔ فرق اتنا تھا کہ ان سے بجائے مبحث نبوت مرزا کے جس پر ان کا اعتقاد اور ایمان ہے مرزا کی الہامی صداقت مبحث لکھا جاتا تھا جو رسالہ شہادۃ القرآن کے صفحہ ۸۰ پر خود مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے مگر افسوس کہ قادیانی پارٹی بھی اپنے اندرونی ضعف کی وجہ سے آگے نہ آئی۔

چنانچہ آخری خط جو ادھر سے ان کو گیا وہ یہ ہے:

منشی برکت علی صاحب سکرٹری

بات بالکل مختصر ہے کہ آپ بغرض تصفیہ شرائط سب کمیٹی منظور کریں جیسی کہ مرزا صاحب نے آتھم کے مباحثہ کے لئے کی تھی۔ سب امور کا تصفیہ وہ کمیٹی کرے گی۔ چونکہ آپ مرزا صاحب کے فعل کو حجت جانتے ہیں اسلئے اس تجویز سے آپ انکار نہ کرسکیں گے اس سب کمیٹی کے ممبر سارے غیر مسلم ہوں یا مسلم ہوں یا مرکب سب صورتیں منظور ہیں پس یہ میرا آخری جواب ہے، ابوالوفاء

چیلنج: قادیانی مشن کی دونوں پارٹیاں گو شملہ میں مقابلہ میں نہیں آئیں، تاہم ان کو دوامی چیلنج دیا جاتا کہ جہاں کہیں اور جس وقت چاہیں مباحثہ کرلیں۔ شرائط ایک سب کمیٹی کے ذریعہ سے طے ہوں گے جیسے کہ مرزا صاحب قادیانی اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے مباحثہ امرتسر میں ہوئی تھیں۔

چونکہ دونوں مرزائی پارٹیاں مرزا صاحب قادیانی کے قول وفعل کی تعمیل کو دینی کام جانتی ہیں اس لئے ان کو اس نظیر کو تسلیم کرنے سے انکار کرنا اہل دانش وانصاف کے نزدیک فرار کے مرادف ہوگا۔

نتیجہ وعظ: رمضان کا مہینہ شملہ میں اسی مذاق میں گذرا۔ مرزا صاحب کے ذکر کو لوگوں نے بڑی دلچسپی سے سنا۔ جو لوگ پہلے ہی مخالف مرزا تھے، وہ تو اور بھی پختہ ہوگئے۔ جو ڈانواڈول ہو رہے تھے وہ سیدھے ہوگئے۔ بعض تائب بھی ہوئے جن میں سے چند نوجوانوں نے جلسہ عام میں اعلان توبہ کیا۔ خدا مستقیم رکھے۔

نوٹ: قادیانی پارٹی کے متعلق ابھی بہت کچھ باقی ہے جو آئندہ درج ہوگا انشاء اللہ تعالی

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۲ جولائی ۱۹۱۸ء مطابق ۳ شوال ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۶ ص ۱۔۴)

(لاہوری پارٹی سے شملہ میں ہونے والی بات چیت وغیرہ کی خبریں پیغام صلح میں بھی شائع ہوتی رہیں۔ ان کی روایت کے مطابق واقعات یوں پیش آئے: لکھا ہے

## مولوی ثناء اللہ سے بحث

گذشتہ اشاعت میں یہ خبر دی گئی تھی کہ مولوی ثناء اللہ سے شملہ میں اس امر پر بحث کی تجویز ہو رہی ہے کہ آیا حضرت مرزا صاحب نے دعوی نبوت کیا ہے یا نہیں۔ تازہ خبر سے یہ معلوم ہوا ہے کہ بحث سردست ہوتی نظر نہیں آتی کیونکہ مولوی ثناء اللہ اس امر پر مصر ہے کہ ایک ثالث ہو، جو بحث کے آخر میں فیصلہ دے کہ کون فریق سچا ہے۔ اور ہم اسے جائز نہیں سمجھتے بلکہ پبلک پر فیصلہ چھوڑتے ہیں۔ پس اگر مولوی ثناء اللہ نے یہ شرط چھوڑ دی تو بحث ہوگی، ورنہ نہیں

(پیغام صلح لاہور ۲۶ جون ۱۹۱۸ء ص ۱)

پیغام صلح ۳۰ جون ۱۹۱۸ء کے صفحہ ۲۔۳ پر شائع ہوا:

## مولوی ثناء اللہ صاحب کا مباحثہ سے فرار

ذیل کا اشتہار شملہ میں حضرت ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی طرف سے شائع ہوا ہے جس سے اس مباحثہ کی مفصل کیفیت معلوم ہوتی ہے جس کے مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ قرار پانے کی اطلاع ہم پیشتر ازیں دے چکے ہیں۔

افسوس ہے کہ مولوی ثناء اللہ کی بعض ناجائز شرائط نے اس مباحثہ کو ہونے نہ دیا اور ان کو راہ فرار ہاتھ آگئی جس کی مفصل کیفیت حسب ذیل ہے۔

و لا یجر منّکم شنآ ن قو م علی ان لا تعد لوا اعد لوا هو اقرب للتقوی

کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقوی سے قریب تر ہے

لا یؤمن ا حدکم حتّی یحبّ لا خیه ما یحبّ لنفسه

تم میں سے کوئی مومن نہیں بنتا یہاں تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہی بات پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے ۱۷ جون کو ذیل کی تحریر ہمارے پاس بھیجی:

میری تحقیق میں مرزا صاحب نے دعوی نبوت کیا ہے۔ لاہوری پارٹی کے سرکردگان اگر چاہیں تو اس مضمون پر ہی ان سے باقاعدہ تحریری بحث کو تیار ہوں۔ یہ تحریر حسب خواہش عبدالحق

صاحب (احمدی) کے لکھی گئی۔

مولوی صاحب کے اس چیلنج کو ہم نے قبول کیا ابھی ابتدائی شرائط طے ہو رہی تھیں کہ ہم کو شیخ عبدالحق کی زبانی معلوم ہوا کہ مولوی صاحب یہ بھی مخفی ارادہ رکھتے ہیں کہ ایک ثالث مقرر کیا جائے جو مباحثہ کے بعد یہ فیصلہ کر دے کہ کون فریق حق بجانب ہے۔ جس پر ہم نے مولوی صاحب کو صاف لکھ دیا کہ مذہبی مسائل میں کسی سرپنچ کا فیصلہ لینا کہ کون فریق حق بجانب ہے ہمارے نزدیک جائز نہیں۔ اس لئے اگر آپ نے کوئی ایسی تجویز پیش کرنی ہو تو ہم مباحثہ نہیں کریں گے۔ اس بات کا جواب مولوی صاحب نے باوجود متعدد رقعوں کے چار دن تک کچھ نہ دیا۔ اسکے بعد کچھ شرائط انہوں نے تجویز کر کے بھیج دیں جن میں ثالث کے فیصلہ پر سارا دارو مدار رکھ کر صاف مباحثہ سے گریز اختیار کی چنانچہ ان کی شرائط ۱۰، ۱۱، ۱۲ حسب ذیل ہیں۔

۱۰۔ اس مباحثہ میں ایک (یا کئی) منصف ہوں گے جو مل کر فیصلہ کریں گے باتفاق رائے یا بکثرت رائے کا فیصلہ ناطق ہوگا۔

۱۱۔ فیصلہ منصف فریقین کی اخباروں اہل حدیث اور پیغام صلح میں بتسلیم فریقین شائع ہوگا۔

۱۲۔ تسلیم فیصلہ کا یہ اثر ہوگا کہ فریقین آئندہ کو مرزا صاحب کے حق میں وہی خیال ظاہر کریں گے جو فیصلہ کا مضمون ہوگا۔

ہم اہل شملہ سے امید رکھتے ہیں کہ آیت و حدیث مندرجہ عنوان کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے یہ سوال کریں گے کہ اگر انہوں نے محض پبلک کو ان شرائط کے ساتھ دھوکا دینا نہیں چاہا تو کیا آپ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ ایک مسلمان ایک غیر مسلم کے ساتھ مباحثہ کرے اور اگر ثالث یہ فیصلہ دے دیں کہ مسلمان ہار گیا تو وہ اسلام کو ترک کر دے۔ یا ایک اہل حدیث ایک حنفی کے ساتھ بحث کرے اور ثالثوں کے فیصلہ پر کہ اہل حدیث حنفی کے مقابلہ میں عاجز آ گیا ہے وہ وہی تقلید اختیار کر لے جسے مولوی صاحب شائد شرک کا شعبہ قرار دیتے ہیں۔ یا ایک اہل سنۃ والجماعۃ گروہ کا شخص ایک شیعہ کے ساتھ بحث کر کے ثالثوں کے فیصلہ پر صحابہ کبار کو گالیاں دیا کرے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ خود مولوی ثناء اللہ ہی بتائیں کہ کیا وہ خود کسی غیر مسلم کے ساتھ بحث کر کے ثالثوں کے فیصلہ پر اسلام کو خیر باد کہنے کو تیار ہیں؟ یا ایک شیعہ کے ساتھ بحث کر کے ثالثوں کے فیصلہ پر صحابہ کبار کو گالیاں دینے کو تیار ہیں؟ اہل حدیث کے عقاید چھوڑ کر تقلید قبول کرنے کو تیار ہیں۔ اگر وہ ان کاموں کے لئے تیار ہیں تو پھر مولوی صاحب

کے ایمان کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ علماء اسلام میں سے کہلا کر مذہب کو ایسا کھیل بنانا چاہتے ہیں کہ کسی ثالث نے کہہ دیا تو اسلام کو بھی ترک کر دیا، اور شائد دہریت بھی اختیار کر لینے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے ہوں گے۔ کیا کوئی غیور مسلمان ہے کہ مولوی صاحب سے دریافت کرے کہ ثالثوں کے فیصلہ پر مذہب کو خیر باد کہہ دینا کون سی آیت قرآنی یا کون سی حدیث سے ثابت ہے؟

افسوس ہے کہ عوام الناس کو ناحق کی مخالفت نے اس قدر حق سے دور ڈال دیا ہے کہ وہ اپنی اسلامی غیرت سے بھی کام نہیں لیتے اور مولوی صاحب سے یہ دریافت نہیں کرتے کہ وہ کون سی چیز ہے جو آپ کو یقین دلاتی ہے کہ ثالث معصوم ہیں اور خدا تعالیٰ ان کو غلط فیصلہ کرنے سے روک دے گا۔ افسوس واعظین اور پیروں کی یہ حالت ہے تو عوام بیچاروں کی کیا حالت ہوگی۔

پھر اس شرم ناک اصول کو پیش کرنے کے ساتھ دوسری دھوکہ دہی جو مولوی ثناء اللہ نے کی ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کی طرف اس حوالہ کو منسوب کیا ہے۔ یہ نہایت شرم ناک کارروائی ہے جو پبلک کو دھوکا دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے کہیں نہیں لکھا کہ اگر ثالث فیصلہ کر دیں تو میں اپنا عقیدہ ترک کر دوں گا یا اسلام چھوڑ دوں گا۔ ایسے ایسے خیالات مولوی ثناء اللہ صاحب کے سر میں آ سکتے ہیں مگر مسیح موعود اسلام کے لئے ایسا غیور انسان تھا کہ وہ ایسے خیالات پر سو دفعہ لعنت بھیجتا۔ ہمارے مذہبی عقاید اس طرح ہمارے دلوں میں راسخ ہیں کہ ساری دنیا مخالفت کرے تو ہم ان کو ترک نہیں کر سکتے حضرت مسیح موعود نے جو کچھ لکھا وہ محض انعام کے ایک فریق کو دینے کی تجویز تھی نہ کسی مذہبی عقیدہ کا ایسا فیصلہ کہ آئندہ کے لئے فریقین اس کے پابند ہو جائیں۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب میں کچھ غیرت ہے تو وہ حضرت مسیح موعود کے وہ الفاظ دکھائیں جن میں آپ نے مولوی ثناء اللہ کی طرح اس بے غیرتی کو قبول کیا ہو کہ ثالث کے فیصلہ پر اپنا عقیدہ ترک کر دیں گے۔ حضرت صاحب کے لفظ جن کا حوالہ مولوی صاحب نے محض دھوکہ کے طریق پر پبلک کو دیا ہے یہ ہیں:

ان سب صورتوں میں بشرطیکہ منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہیے تھا ظہور میں آ گیا میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذر و حیلے اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپئہ پر قبض و دخل دے دونگا۔

اب یہاں منصفوں کے فیصلہ پر دس ہزار روپئہ دینے کا اقرار ہے، نہ اپنا عقیدہ ترک کرنے کا،

منصف غلط فیصلہ کر کے جائداد کسی کو دلا دیں تو اس میں ہرج نہیں۔ روپے کا نقصان انسان برداشت کر سکتا ہے مگر وہ شخص واقعی بے ایمان ہے جس کا یہ خیال ہو کہ ثالثوں کے فیصلہ پر ایک مذہبی عقیدہ ترک کر دوں گا۔ اے اہل اسلام! اگر آپ کے دلوں میں اسلام کیلئے غیرت ہے تو مولوی صاحب سے دریافت کریں کہ کون سی سند ان کے اس اصول کی ہے کہ ثالثوں کے فیصلہ پر اپنا عقیدہ تبدیل کرلیا جایا کرے۔

ایسا ہی جو ہمارے متعلق وہ پیش کرتے ہیں کہ میاں محمود احمد صاحب کے ساتھ مباحثہ میں ہم نے ثالثوں کی تجویز کو منظور کیا تھا وہ بھی محض تاوان کے حصول کے لئے تھا کیونکہ میاں صاحب نے اعلان کیا تھا کہ وہ بصورت کامیابی فریق ثانی کو تاوان دیں گے تو تاوان یا انعام لینے کے لئے بلاشبہ ثالثوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے اس کا فیصلہ درست ہو یا غلط اس سے رقم تاوان پر یا انعام پر اثر پڑے گا مذہبی عقیدہ کا بطلان نہیں ہوسکتا۔

ہم اہل شملہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ مولوی صاحب سے ان امور کا جواب طلب کریں کہ اول کیا انکے نزدیک ثالثوں کے فیصلہ پر اپنا عقیدہ چھوڑ دینا جائز ہے۔ اور دوم انہوں نے حضرت مسیح موعود کی تحریر کے متعلق کیوں پبلک کو دھوکا دیا۔

مولوی صاحب کی یہ کاروائی انہیں اس قابل نہیں بتاتی کہ ہم انہیں مخاطب کریں۔

المشتہر: مرزا یعقوب بیگ آنریری سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام

(پیغام صلح لاہور ۳۰ جون ۱۹۱۸ء ص ۳)

نیز لکھا گیا:

## مولوی ثناء اللہ کیوں جواب نہیں دیتے

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار اہل حدیث میں اس خط وکتابت کا کچھ حصہ شائع کیا ہے جو شملہ میں ان کے اور مکرمی جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کے درمیان نبوت مسیح موعود پر بحث کے لئے ہوئی تھی۔ مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ڈاکٹر صاحب کا آخری خط شائع نہیں اور نہ اس کا کوئی جواب دیا جس میں انہوں نے (نہ تو یہ خط ہے، اور مولانا ثناء اللہ کو لکھا ہی نہیں گیا۔ یہ تو اہل شملہ کے نام اشتہار ہے، اشتہار بھی مولانا ثناء اللہ کو مخاطب کرنے نہیں لکھا گیا کیونکہ اسکے آخری الفاظ ہی یہی ہیں کہ ہم مولوی ثناء اللہ کو قابل خطاب نہیں سمجھتے۔ بہاء)

تجویز ثالث کے متعلق مولوی صاحب سے یہ پوچھا تھا کہ آیا وہ کسی آریہ سے بحث کرتے وقت اگر ثالث کہدے کہ اسلام جھوٹا ہے تو اسلام چھوڑ کر آریہ بن جائیں گے یا مقلدین سے بحث کرتے وقت اگر ثالث مذہب اہل حدیث کو جھوٹا بتائے تو غیر مقلدین کو چھوڑ کر تقلید اختیار کر لیں گے۔ آخر کیوں وہ اس بارہ میں بولتے نہیں اور باوجود باقی ساری خط وکتابت چھاپنے کے اس آخری جواب کو ہضم ہی کر گئے انہوں نے شملہ کے ایک جلسہ میں لوگوں سے اگر اس تجویز ثالث کے متعلق پوچھا تو کیا ساتھ ہی ڈاکٹر مرزا صاحب کے اس جواب اور ان کے سوالات کو بھی پڑھ کر سنایا اور معقولیت کے ساتھ اس کو رد کیا (اشتہار تو آپ نے شائع کر دیا تھا، اہل شملہ کو مل چکا تھا، اہل شملہ چونکہ اس کے متن وغیرہ سے آگاہ ہی تھے اسی لئے تو ان کی رائے لی گئی اور انہوں نے اس کے متن سے آگاہی کے باوجود وہ رائے دی جس کا مولانا نے اہل حدیث میں ذکر کیا ہے کہ ثالث ہونے چاہییں۔ بہاء) تو کیا یہ مولوی صاحب کے فرار پر صاف طور پر ایک عملی شہادت نہیں۔ کہنے کو تو انہوں نے بڑی تمکنت کے ساتھ اپنے ناظرین سے یہ کہدیا کہ: افسوس کہ کئی دنوں تک کی خط وکتابت کر کے نتیجہ یہ نکلا کہ لاہوری جماعت جو میدان مناظرہ میں آگے قدم رکھا کرتی تھی بالکل خاموش ہوگئی۔

مگر اپنے گریبان میں منہ ڈال کر ذرا دیکھیں کہ یہ افسوس اور اناللہ کی یہ صدا کس پر صادق آتی ہے۔ لاہوری جماعت تو اب بھی میدان مناظرہ میں ہی خیمہ زن ہے مگر مناظرہ کس سے ہو مولوی صاحب تو راہ فرار اختیار کر چکے ہیں انہوں نے تو آخری سوالات کا جواب دینا گویا اپنی موت سمجھ رکھا ہے اور فی الحقیقت ہے کیونکہ جو تجویز انہوں نے کی ہے وہ تو اپنے مخالفین کے لئے ہے نہ کہ اپنے لئے خود تو وہ کبھی ثالث کے کہدینے پر اسلام چھوڑنے کا اقرار نہیں کر سکتے اور نہ کریں ورنہ صاف طور پر اسکا اعلان کر کے اپنے دین وایمان کی حقیقت کو آشکارا کریں تا کہ لوگوں کو بھی معلوم ہو کہ جس کو وہ دنیا سمجھتے ہیں وہ مولوی صاحب کے نزدیک محبوب...

(پیغام صلح لاہورے جولائی ۱۹۱۸ء)

## لاہوری جماعت کے امیر کا فتوی

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

محمد علی امیر لاہوری پارٹی سے کسی نے سوال کیا ہے کہ حضرت عیسی کا باپ تھا یا نہ تھا۔ اس سوال کا جواب جو انہوں نے دیا ہے پیغام صلح ۲۵ مارچ میں اس کو چھاپا گیا ہے تا کہ تمام مخلوق خدا اس سے فائدہ اٹھاوے اور کوئی شخص اس سے محروم نہ رہ جاوے۔ لب لباب اسکا یہ ہے کہ اس مسئلہ کو اسلام سے چنداں تعلق نہیں ہے۔ اگر تمہارا اجتہاد کہے کہ حضرت عیسی بے باپ پیدا ہوئے تو اسی طرح مان لو اور اگر تمہارا اجتہاد کہے کہ ان کا باپ تھا تو اسی طرح مان لو۔

قربان جائیے امیر قوم کے اس فیصلہ کے کہ ساری زلیخا پڑھ لی اور یہ معلوم نہ ہوا کہ زلیخا مرد تھی یا عورت۔ آپ نے قرآن کے چشم بددور نکات لکھے ہیں، اور اس کا نیا ترجمہ بھی کیا ہے۔ اور ابن مریم کا ترجمہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس مسئلہ کو بے وقعت قرار دینے اور گول مول جواب دینے پر مجبور تھے اگر حضرت عیسی کا باپ مانتے تو قرآن کی تکذیب اور اگر نہ مانتے تو ان کے پیر و مرشد کیونکہ ان کے پیر و مرشد نے حضرت عیسی کو (توبہ معاذ اللہ) یوسف نجار کا بیٹا قرار دیا (کیونکہ حضرت مسیح ابن مریم اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام بھی کرتے رہے ہیں۔ ازالہ اوہام۔ ص ۳۰۴) سلیمان کو ان کا دادا کہا۔ (اس سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ حضرت مسیح نے اپنے دادا سلیمان کی طرح اس وقت کے مخالفین کو یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو۔ ازالہ اوہام۔ ص ۳۰۴) اور ان کی تین دادیاں قرار دیں۔ لیکن اس فتوی کے اس جزء کو کہ اگر تمہارا اجتہاد کہے کہ حضرت عیسی کا باپ تھا تو اسی طرح مانو۔ اگر قرآن کریم کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو ثابت ہوگا کہ حضرت عیسی کا اگر باپ تھا تو ناجائز باپ تھا کیونکہ کوئی خاوند والی عورت جنگل میں جا کر بچہ نہیں جنتی لوگوں کے کسی طعن کا اسے خوف ہوتا ہے۔ مرزائیوں کے ایسے فتووں سے پایا جاتا ہے کہ انہیں نہ جائے گریختن نہ جائے ماندن۔ ہاں اس قدر حمیت اب بھی ہے کہ قرآن کی تکذیب ہو تو ہو، مگر مرزا صاحب کا وار خالی نہ جائے۔ مرزا صاحب کی تو یہ غرض تھی کہ حضرت عیسی کی جس طرح بھی تحقیر کر کے اپنا رتبہ ان سے بڑھا لیں

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

مگر اے مرزائیو! تمہیں کتنے نفل کا ثواب ہوگا کہ تم ایسے اولوالعزم پیغمبر کی

شان میں ایسے کلمے منہ سے نکالتے ہو اور مرزا صاحب قادیانی کی محبت میں انہیں ہی گالیاں دیتے ہو کیونکہ آپ کو مع الخیر حضرت عیسی سے مماثلت تامہ تھی۔

ہمارے سوال کا اکثر مرزائی یہ جواب دیتے ہیں کہ، مرزا صاحب قادیانی نے عیسائیوں کو زک دینے کے لئے ایسا کہا ہے، ورنہ ان کا اعتقاد ایسا نہ تھا۔

مگر کیا تم ایسے شخص کو بزرگ، بزرگ نہیں مسلمان، مسلمان نہیں انسان کہو گے جو اپنے چچا کے بیٹے سے لڑے ...اور اسکو کہے تیرا باپ حرامی تھا۔

اگر حضرت مریم کا نکاح یوسف نجار سے ہوتا تو وہ اپنے گھر میں بچہ کیوں نہ جنتیں اور فرشتہ کی کوش خبری دینے پر اس کا منہ میٹھا کیوں نہ کراتیں کہ اس نے فرزند نرینہ کی خوش خبری دی۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جولائی ۱۹۱۸ء ص ۱۱ )

## قادیانی ٹکسال میں دس ہزار روپیہ انعام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے انعامی اشتہار دینے کی رسم نکالی تھی۔ سب سے پہلے براہین احمدیہ کی تردید کے لئے دس ہزار دینے کا وعدہ کیا۔ آپ کی امت بھی اس روش پر چلنے لگی مگر زمانہ بدل گیا تھا تجربہ ہو چکا تھا اس لئے حریف نے لاف گزاف میں دھوکا نہ کھا کر لدھیانہ میں تین سو روپیہ کا انعام وصول کر ہی لیا۔

گذشتہ ایام میں میرٹھ کے میرزائیوں نے تیس ہزار روپیہ انعام دینے کا اشتہار دیا تو وہاں کی انجمن اہل حدیث نے حسب معمول لدھیانہ انعامی رقم امانت رکھوانے کے لئے اشتہار دیا۔ اس کے جواب میں مرزائیوں نے بڑے سخت اور درشت الفاظ میں اشتہار دیا کہ، آج کل بے دین مولوی روپیہ کے لالچ میں مرے جاتے ہیں دین کی خاطر مسئلہ نہیں بتاتے روپیہ پہلے مانگتے ہیں۔

جس کے جواب میں انجمن اہل حدیث میرٹھ نے اشتہار دیا جس میں مرزا صاحب قادیانی کی کتاب اتمام الحجۃ سے حوالہ دیا کہ اس رسم (بے دینی اور دنیا داری) کے موجد بھی مرزا صاحب تھے جنہوں نے مولوی غلام رسول (عرف رسل بالا) صاحب

مرحوم امرتسری کو لکھا تھا کہ انعامی رقم پہلے کسی امین کے پاس جمع کرادیں ۔ اس حوالہ کے بعد مرزائیان میرٹھ دم بخود ہو گئے ۔

خیراب حیدآ باد دکن سے ایک آواز آئی ہے جسکا مضمون ہے کہ، ہم نے جو رسالہ (تائید مرزا قادیانی میں) شائع کیا ہے، اس کے جواب پر ہم دس ہزار روپیہ کا انعام کا انعام چیلنج دیتے ہیں۔ یہ چیلنج دینے والے صاحب سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندرآباد دکن کے رہنے والے ہیں جن کی بابت ہمیں کچھ علم ،نہیں کس پائے اور کس وقعت کے آدمی ہیں۔ اسلئے ہم اپنے حیدرآبادی احباب کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ان کی حیثیت اور وقعت سے صحیح صحیح ہم کو اطلاع دیں۔

سیٹھ صاحب کو ہم اطلاع دیتے ہیں کہ اس خدمت کے لئے ہم حاضر ہیں جو قدرتی طور پر اس کیلئے منتخب ہے ہمارا قول ہے

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لیکر

پس سیٹھ صاحب ہم کو بتاویں کہ وہ انعامی رقم کس کے فیصلے سے دیں گے

ہاں یاد رہے کہ مرزا صاحب کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ براہین احمدیہ کیلئے انہوں نے دس ہزار روپیہ دینے کا اعلان کیا تھا جسکا فیصلہ تین مسلمہ منصفوں پر رکھا تھا ۔ ملاحظہ ہو براہین احمدیہ جلداول صفحہ ۲۴۔ کیا آپ بھی اسی طرح تین مسلمہ منصفوں سے فیصلہ کرادیں گے یا خود فیصلہ کریں گے۔

اس کے علاوہ مبلغ دس ہزار روپیہ کسی امین کے پاس جمع کرانا ہوگا جس کیلئے ہم آپ کو دور بلانے یا بھیجنے کی تکلیف نہیں دیں گے بلکہ حیدرآباد ہی میں جناب یمین السلطنت مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب کے پاس انعامی رقم امانت رکھوا دیجئے گا۔ ہم میں سے جس کے حق فیصلہ ہو، ممدوح کو رقم دے دیں گے

امید ہے آپ سب باتوں کی منظوری سے جلد اطلاع دیں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۱۸ء مطابق ۱۰ شوال ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۷ ص ۱۔۲)

## پیغام صلح جواب دے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزائی مشن کی لاہوری پارٹی کے اخبار پیغام صلح نے جماعت اہل حدیث کی نزاع کے بعد مصالحت پر اظہار رنج کیا ہے جس کا اس کوحق ہے مگر اخیر میں اس نزاع کے وجود پر حدیث کا ایک ٹکڑا یہ لکھا ہے علماء هم شر من تحت اديم السماء یعنی علماء بدترین مخلوق ہوں گے۔

سوال یہ ہے کہ یہ فقرہ اگر نزاعات کے باعث علماء اہل حدیث پر چسپاں ہے تو مرزائی جماعت سے اس کا کہاں تک تعلق ہے۔ مولوی محمد احسن، مولوی محمد علی اور مولوی سرور شاہ اور مولوی حافظ روشن علی وغیرہ کی نزاعات کوملحوظ رکھ کر جواب دیجئے گا، مفصل پھر کبھی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۱۸ء مطابق ۱۰ شوال ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۷ ص ۱-۲)

## شملہ میں قادیانی پارٹی سے گفتگو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ پرچے میں قادیانی مشن کی لاہوری پارٹی کا ذکر تو کافی ہو چکا، مگر قادیانی پارٹی کا ذکر ہنوز باقی ہے۔

ہمارے خیال میں جو ہم دیانتاً ظاہر کرتے ہیں قادیانی پارٹی ٹھیک اس روش پر ہے جو جناب مرزا صاحب قادیانی نے اپنی امت کو سکھائی ہے اس لئے ان کی جملہ آئندہ کاروائی بھی اسی اصول پر مبنی ہے جو مرزا صاحب کا تھا۔ چونکہ قادیانی پارٹی مرزا صاحب کو حسب تعلیم مرزا نبی رسول وغیرہ مانتی ہے چنانچہ شملہ ہی میں ان دونوں پارٹیوں کا اس مسئلہ میں باہمی مباحثہ بھی ہوا تھا جس میں منصف (شیخ محمد عمر صاحب

وکیل ) نے قادیانی پارٹی کو ڈگری دلائی تھی۔ اس لئے قادیانی پارٹی سے نبوت مرزا پر بحث مناسب نہ تھی بلکہ صداقت مرزا پر بحث چاہیے تھی۔ چنانچہ ہماری طرف سے یہی شرط پیش تھی اور فریق ثانی کی طرف سے یہ تھی کہ پہلے حیات ووفات مسیح، پھر یہ، پھر وہ۔ چوتھے پانچویں نمبر پر کہیں جا کر مرزا صاحب قادیانی کا ذکر تھا۔مگر خدا خدا کر کے کمیٹی کا تقرر مان گئے۔ جسکے تین ممبر تھے دو ہندو اور ایک مسلمان۔ بابو گنگا رام،.. بابو گورشنکر جی۔ بابو محمد حسین خان صاحب۔ ان تینوں کی کمیٹی میں فریقین کا ایک ایک وکیل ان کو اپنا مدعا سمجھانے کیلئے جا سکتا تھا۔ چنانچہ میری طرف سے میرے ریق سفر مولوی محمد داؤد صاحب غزنوی وکیل تھے اور انجمن احمدیہ کی طرف سے بابو برکت علی سکرٹری انجمن،

الحمدللہ کہ اس کمیٹی کا اجلاس بخیر وخوبی ختم ہوا اور شرائط مندرجہ ذیل منظور ہوئیں

منصف تین ہوں گے اور تینوں غیر مسلم مقبولہ فریقین ہوں گے

مباحثہ مرزا صاحب کے الہامات میں ہوگا تکذیب کے مدعی مولوی ثناء اللہ اور تصدیق کے مدعی احمدی جماعت ہوگی

پرچے پانچ پانچ ہوں گے

وقت گھنٹہ گھنٹہ ہوگا

مجلس میں علاوہ مباحثان پریذیڈنٹ محرروں کے فریقین کے بیس بیس ممبر ہوں گے

ان شرائط کے تصفیہ کے بعد میں منتظر رہا بعد انتظار رقعہ دے کر کئی افراد کا وفد بھیجا۔ جسکا جواب آیا کہ ہم نے خلیفہ صاحب قادیان کو تار دیا ہے جواب آنے پر اطلاع دیں آخر تیسری تاریخ جولائی کو مندرجہ ذیل جواب آیا

> مولوی ثناء اللہ صاحب۔ حضرت میاں صاحب ( خلیفہ قادیان ) کی طرف سے تار کا جواب آیا ہے کہ میں ...سو جب تک چٹھی نہ آیت ہم مباحثہ کے لئے فیصلہ نہیں کر سکتے۔ برکت علی

اس کا جواب دیا گیا

> منشی برکت علی صاحب سکرٹری
>
> میں نے آپ کے لارے لپوں میں تین روز کھوئے۔ اب میں مباحثہ سے ناامید ہو کر آج جاتا ہوں۔ باوجود اسکے آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ آپ اگر

اپنے مناظر کو بلانے میں کامیاب ہو جاویں، تو میں آ جاؤنگا۔اس بارے میں خط و کتابت آپ مولوی فیروز الدین صاحب بی اے سے کر سکتے ہیں۔ میری جانب سے وہ خط و کتابت اور تقرر منصفان کرنے کے مجاز ہیں۔

ابوالوفا۔۳ جولائی ۱۹۱۸ء

اس کے بعد آج (۱۴ جولائی ۱۹۱۸ء) تک انکی طرف سے کوئی اطلاع نہیں آئی۔

ہم پہلے سے یہی شورش سمجھتے تھے کہ شرائط کے تصفیہ تک جھگڑا ہے جونہی شرائط طے ہوئیں ساری ٹاں ٹاں مٹ جائے گی۔ سو ایسا ہی ہوا۔

## لاہوری پارٹی

لاہوری پارٹی کے سرگرم ممبر بابو عبدالحق نے کہا کہ مولوی محمد علی وغیرہ اس بحث کو پسند نہیں کرتے کیونکہ اس میں مرزا صاحب کی پیش گوئیوں پر بحث ہوگی، جو اصولی بحث نہیں۔ میں نے کہا اگر وہ اس کو اصولی بحث نہیں جانتے تو جس طرح انہوں نے نبوت مرزا سے انکار شائع کیا ہے یہ بھی شائع کر دیں کہ ہم مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئیوں کے ذمہ دار نہیں پھر ہمارا ان سے اس بارہ میں جھگڑا نہ ہوگا لیکن جب تک وہ ایسا نہ کریں گے ہم یہی کہیں گے

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
کیسا پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

## لاہوری پارٹی کا اشتہار

لاہوری پارٹی کے سکرٹری ڈاکٹر یعقوب بیگ نے ایک اشتہار دیا جس میں اشارتاً بلکہ صراحتاً بہت سے الفاظ ہتک آمیز لکھے اور مسلمانان شملہ سے دادرسی چاہی۔

اس اشتہار کو مسلمانان شملہ نے جلسہ عام میں پڑھ کر مندرجہ ذیل اشتہار شائع کیا جو ۶ جولائی کو مجھے امرتسر میں ملا۔ وہ اشتہار یہ ہے

## شیر پنجاب مرزائی کیمپ میں

اتفاق حسنہ سے حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب فاتح

قادیان کا ورود آجکل شملہ میں ہے۔ چونکہ مولانا ممدوح کی سحر بیانی کا چرچا تمام ہندوستان میں ہے اس لئے مسلمانان شملہ نے بھی آپ سے فیض حاصل کرنے کی درخواست کی۔

چونکہ آپ فاتح قادیان بھی ہیں اور قادیانی مذہب کے پیروان یہاں شملہ میں بکثرت ستایا کرتے ہیں اسلئے مسلمانان شملہ نے مولانا فاتح قادیان سے درخواست کی کہ آپ قادیانی مذہب کے متعلق بھی روشنی ڈالیں۔

چنانچہ مولانا موصوف نے یہ طریق رکھا کہ ہر لیکچر میں پہلے توحید وسنت اور اسلام کی خوبیاں بیان کر کے تھوڑا سا بیان قادیانی مذہب کے متعلق بھی فرماتے جس سے قادیانی مذہب کی دونوں پارٹیوں کو جوش آیا، تو اشتہار بازی اور مباحثہ پر آمادہ ہوئے۔

مولانا فاتح قادیان نے پبلک سے رائے پوچھی کہ آپ لوگ بتقرر منصب مباحثہ کرنا چاہتے ہیں یا بے منصف کے۔ سب نے بیک آواز کہا کہ منصف ضرور ہونا چاہیے۔ چنانچہ مولانا موصوف نے لاہوری پارٹی کے سکرٹری مرزا یعقوب بیگ اور مولوی محمد علی صاحبان واردان شملہ وغیرہ کو یہ شرط لکھ بھیجی کہ مباحثہ نبوت مرزا پر ہوگا (یعنی ہم ثابت کریں گے کہ مرزا نے دعوی نبوت کیا چونکہ مدعی نبوت کو ہم دونوں دجال جانتے ہیں اس لئے کسی دوسرے مسئلہ کی حاجت نہ ہوگی۔اڈیٹر) جس کے آپ منکر ہیں اور مباحثہ میں منصف ضرور ہوگا۔ دونوں فریق منصف کے فیصلے کو بہ تسلیم اپنے اپنے اخباروں میں شائع کریں گے یہ بھی لکھا کہ تسلیم فیصلہ کا یہ اثر ہوگا کہ فریقین آئندہ کو مرزا صاحب کے حق میں وہی خیال ظاہر کیا کریں گے جو فیصلہ کا مضمون ہوگا اس آخری دفعہ کو مرزائی لاہوری پارٹی نے تسلیم نہ کیا بلکہ مرزا یعقوب بیگ صاحب نے ایک لمبا اشتہار دیا جس میں جناب مولانا فاتح قادیان کو جی بھر کر دشنام دہی کی اور دل کھول کر برا بھلا کہا۔ پھر یہ کہ مسلمانان شملہ کو مخاطب کر کے اپنی کاروائی کی تحسین چاہی۔ اسلئے مسلمانان شملہ نے ۳۰ جون کو پبلک جلسہ میں چند ریزولیوشن پاس کئے جو یہ ہیں:

۱۔ یہ جلسہ اس اشتہار مشتہرہ مرزا یعقوب بیگ صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ لاہور کی بدزبانی پر اظہار نفرت کرتا ہے

۲۔ یہ جلسہ مسلمانان شملہ سے امید کرتا ہے بلکہ فہمائش کرتا ہے کہ آئندہ کو مرزائیوں کے ساتھ میل ملاقات نہ رکھیں۔

۳۔ یہ جلسہ بابو عبدالقادر صاحب پنشنر کو ہدایت کرتا ہے کہ اس اشتہار کا جواب معقول شائع کریں۔

اسلئے یہ خاکسار مرزائیوں کی دونوں پارٹیوں کو مسلمانان شملہ کی طرف سے مطلع کرتا ہے کہ جناب مولانا فاتح قادیان نے جو منصف اور فیصلہ منصف کے متعلق شرط لگائی تھی وہ پبلک کی خواہش سے لگائی تھی۔ چنانچہ مولانا موصوف نے مرزا صاحب قادیانی کی کتاب اتمام الحجہ سے دکھا دیا کہ مرزا صاحب خود فیصلہ منصف کو تسلیم کر کے شائع کرنے کا اقرار کرتے ہیں مولانا صاحب نے یہ بھی اعلان کیا کہ آپ لوگ اگر سچے مرزائی ہیں تو آیئے ہم بھی اسی عبارت مرزا پر اکتفا کرتے ہیں کہ فریقین یہ شرط کریں کہ مقبولہ منصف جو فیصلہ کریں انہی لفظوں میں تسلیم کر کے شائع کر دیں گے جو مرزا صاحب قادیانی نے لکھے ہیں مگر مرزائی لاہوری پارٹی کی طرف سے صدائے برنخواست

نوٹ: مرزائی صاحبان جو کچھ بدزبانی کریں یا لکھیں ان کو ہم مجبور جانتے ہیں کیونکہ ان کے پیرومرشد بلکہ نبی و رسول کی عادت تھی کہ علماء کرام کے مواخذات سے تنگ ہوکر ان کو گالیاں دیا کرتے تھے نمونہ مشتے ازخروارے

او بدذات فرقہ مولویان۔ (رسالہ انجام آتھم۔ ص ۲۱)

اے بے ایمانو۔ نیم عیسائیو۔ دجال کے ہمراہیو اسلام کے دشمنو۔

(اشتہار انعامی تین ہزار حاشیہ ص ۵)

مولانا فاتح قادیان اپنی تقریر میں بغیر جناب اور حضرت کے علمائے مرزا صاحب کا نام بھی نہیں لیتے تھے مگر مرزائیوں کی یہ تہذیب ہے جو اپنے اشتہاروں میں انہوں نے ظاہر کی ہے اس لئے مسلمانان شملہ بدتہذیب

الفاظ کے جواب میں صرف ایک شعر سنانا کافی جانتے ہیں جو یہ ہے

انہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شائد
وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم ان کو بتا دیں گے

شیخ عبدالقادر پنشنر سٹورکیپر شملہ

## تیسرا محاذ جنگ:

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ مرزائیوں کی قادیانی پارٹی سے لودہانہ میں انعامی مباحثہ ہوا جس میں تین سوروپیہ میں نے انعام پایا۔

اس وقت مباحثہ میں بظاہر تو مدمقابل منشی قاسم علی تھے مگر دراصل ان کے معاون ایک شخص منشی عمردین جالندھری کلرک شملہ بھی تھے۔

اب جو میں شملہ گیا تو یہ صاحب میرے پاس آئے اور درخواست کی کہ میں اسی مضمون لدھیانہ پر پھر بحث کروں اور وہ اسی طرح تین سوروپیہ انعام رکھیں گے۔

اس مباحثہ کی غرض وغایت انہوں نے یہ بیان کی کہ ہم چاہتے ہیں کہ شکست کا سیاہ داغ ہم سے چھوٹ جائے۔اب ہم نے جو نئے نئے معلومات حاصل کئے ہیں ان کی بنا پر ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ اس دفعہ ہم جیتیں گے۔ میں نے معمولی ردّوکد کے بعد منظور کیا، اوران کی مزید شروط بھی بعض سالم اور بعض قدرت ترمیم سے منظور کیں۔ آخر وہ یہ کہہ گئے کہ ہم خلیفہ قادیان سے اجازت لیکر روپیہ امانت رکھوا دیں گے۔ جسکا انجام یہ ہوا کہ کئی دنوں تک بھی انہوں نے اس طرف رخ نہ کیا تو میں چلتے ہوئے ایک دفعہ ان کو بھی لکھا جو درج ذیل ہے

منشی عمردین صاحب! میں نے آپ کا جوش دیکھ کر انعامی مباحثہ کی منظوری دے دی تھی مگر آپ بالکل خاموش ہو گئے۔آج میں جاتا ہوں اور آپ کی خط وکتابت کا امرتسر میں انتظار کروں گا۔ابوالوفا ۳ جولائی

اس کا جواب آج تک نہیں آیا کیا ابھی اس شعر کے ماننے میں کچھ تامل ہے

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

## دونوں کو چیلنج

لاہوری پارٹی تو مرزائیت کے دعوے میں پختہ مگر رنگت میں پھیکی ہے گویا اصطلاحی طور پر گلابی مرزائی کہنا چاہیے مگر قادیانی تو جیسے دعوی میں پختہ ہیں رنگت میں بھی پختہ۔ اس لئے ہم بھی اسی پارٹی کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ بابو برکت علی بحسب سکتر اور منشی عمر دین بحیثیت ذات خاص اپنے اپنے دعوی کے مطابق مباحثہ کیلئے میدان میں آئیں ورنہ کہا جائے گا

شیر قالین دگر است شیر نیستان دگر است

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۱۸ء مطابق ۱۰ شوال ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۷ ص ۲-۴)

(قادیانی اخبار میں شملہ والی کاروائی یوں شائع ہوئی

شملہ میں مولوی ثناء اللہ کے ساتھ تحریک مباحثہ کی اصل حقیقت ...

اہل حدیث کا بیان:

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار اہل حدیث میں لکھا ہے کہ گویا ہم مباحثہ سے فرار ہو گئے ہیں اور ایسا ہی ایک اشتہار کسی غیر ذمہ دار اور غیر معروف شخص کی طرف سے شائع کرایا گیا ہے اور بلا وجہ ہمارے امام پاک کے حق میں سخت بدزبانی اور دشنام دہی سے کام لیا گیا ہے اور ہمیں فرار کرنے والے قرار دیا گیا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے صرف ثالث کے فیصلہ پر انحصار کرنے سے انکار کیا اور باقی ماندہ جملہ شرائط پر بحث کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔

تحریک مباحثہ کی ابتدا۔

جب مولوی ثناء اللہ صاحب نے شملہ میں آ کر ہمارے خلاف تقریریں شروع کیں اور حسب عادت حضرت مسیح موعود کے ساتھ مباہلہ کا خصوصیت سے ذکر کیا تو ہم نے ہر چند چاہا کہ ہمیں جواب کا موقع دیا جائے تو کسی نے اجازت نہ دی۔ مولوی صاحب خوب جانتے تھے کہ میرے اعتراجات کے بخئیے ادھیڑ دیئے جائیں گے اس لئے خاموش رہے۔ عوام الناس میں اتنا حوصلہ اور تاب کہاں کہ ہمارے جوابات سننے کے لئے آمادہ ہوتے۔

آخری فیصلہ کے کے متعلق دو اشتہار: آخر ہم نے یکے بعد دیگرے ان کے مباہلہ کے متعلق دو اشتہار دیئے اور واضح کر کے دکھایا کہ اول مولوی صاحب نے مباہلہ سے انکار کیا اور بالمقابل دعا نہیں کی اس لئے حضرت مسیح موعود کے وصال کو بطور دلیل نہیں پیش کیا جا سکتا (مرزا صاحب نے اس اشتہار میں نہ تو مباہلہ کا لفظ استعمال کیا اور نہ ہو مولوی صاحب کو مقابلے میں دعا کرنے کے لئے کہا۔ بہاء)

دوئم: مولوی صاحب نے اپنا عقیدہ یہ ظاہر کیا کہ:

خدا تعالی جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔،

پھر اللہ تعالی نے ان کو زندہ رکھ کر ان کا اپنا فتوی ان پر وارد کر دیا۔ (مولانا ثناء اللہ کی وفات ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔ مرزا کو ۱۹۴۷ء تک زندہ رکھ کر بھی مولانا سے پہلے موت دی جاتی تب بھی یہ استدلال قائم رہتا۔ پھر کیوں مرزا کو اس دعا کے ایک سال بعد ہی اٹھا لیا گیا جب کہ انہیں الہام بھی ۸۰ سال عمر بلکہ ۹۵ سال عمر ملنے کا ہو چکا تھا۔ بہاء)

جواب ندارد: ان اشتہارات کا مولوی صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا گیا انتظار کر کے ہم نے ان کو تحریری مباحثہ کی دعوت دی اور مفصلہ ذیل اصولوں کی بنیاد پر چند ایک شرائط پیش کیں

ہماری شرائط:

۱۔ ہار جیت نہ ہو۔ یعنی بحث کا فیصلہ کسی ثالث کے سپرد نہ ہو، بلکہ پبلک خود نتیجہ نکال لے۔

۲۔ بحث بالترتیب جملہ ضروری مسائل پر کی جائے۔ سب سے پہلے وفات مسیح پر، پھر نزول مسیح موعود۔ اس کے بعد ختم نبوت اور بالآخر حضرت مرزا صاحب کا دعوی مسیحیت اور نبوت ضمناً پیش گوئیوں پر بحث۔

۳۔ فریقین کو مساوی رعائتیں دی جائیں۔

شرط اول کے متعلق ہم نے کھول کر لکھا کہ ہماری طرف غرض ریا و نمود نہیں بلکہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ عوام الناس کو طرفین کے دلائل سن کر حق کی جانب رہنمائی ہو۔ سامعین اپنی اپنی فہم و فراست کے مطابق مختلف نتائج نکالا کرتے ہیں۔ ثالث بھی آخر ایک سامع کی حیثیت رکھتا ہے اسلئے نہ اس کا فیصلہ قابل سند ہو سکتا ہے اور نہ اس کی ضرورت ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کو چونکہ بخوبی علم ہو چکا ہے کہ غیروں کو ہمارے ساتھ نہ کچھ ایسی ہمدردی

ہے اور نہ وہ ہماری پوزیشن کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اسلئے اول تو انہوں نے جواب دیا کہ تصفیہ شرائط ایک سب کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے مگر بعد ازاں چند ایک شرائط مرتب کر کے بھیجیں جن کا ماحصل یہ تھا:

ثنائی شرائط:

مباحثہ مرزا صاحب کی الہامی صداقت پر ہوگا مولوی ثناء اللہ مدعی تکذیب ہوں گے وہ شروع کریں گے اور ختم بھی وہی کریں گے

ایک یا کئی ثالث فیصلہ دیں گے جس کا یہ اثر ہوگا کہ فریقین آئندہ کو وہی اعتقاد ظاہر کریں گے جو فیصلہ کا مضمون ہوگا۔

جس کے برخلاف فیصلہ ہوگا وہ مسلمانان شملہ کی افطاری کے لئے یک صد روپیہ دے گا

فیصلہ ثالث کے متعلق انہوں نے یہ اسناد پیش کیں:

حضرت صاحب کا اشتہار براہین احمدیہ حصہ اول۔

مولوی محمد علی اور خلیفۃ المسیح ثانی کی بحث کی تحریک در بارہ اسمہ احمد۔

مباحثہ شملہ ولدھیانہ۔

اور اثر فیصلہ کے متعلق آیت قرآنی و یسلموا تسلیما۔ کی طرف توجہ دلائی

ثالث کا فیصلہ ماننے سے ہمارا انکار اور اس کی وجہ: ان شرائط میں ہماری پیش کردہ اصول ثلاثہ میں سے کسی ایک اصل کو بھی مدنظر نہیں رکھا گیا تھا تاہم نے ثالث کے فیصلہ کو تو رد کر دیا مگر باقی تمام شرائط مختصر ترمیم کے بعد منظور کر لیں فیصلہ ثالث کے متعلق جواب دیا کہ نص قرآنی اس کی مانع ہے چنانچہ وارد تنزیل ہے الم تر الی الذین یز عمو ن انّھم آ منوا بما انز ل الیك و ما انز ل من قبلك یر یدو ن ان یتحاکموا الی الطّا غوت و قد امروا ان یّکفروا به و یر ید الشّیطا ن ان یّضلّھم ضلا لا بعیدا۔ ( النساء : ٦٠)

اس کھلے حکم ربانی کے ہوتے ہوئے مولوی صاحب کا مباحثہ ولدھیانہ کو ہمارے لئے بطور سند پیش کرنا کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔ بلکہ انہی مباحثوں نے ہمیں اس بات پر مضبوطی سے قائم کر دیا ہے کہ ہم کسی غیر کے فیصلہ پر اعتماد نہیں کرتے۔ اسی لئے مباحثہ لدھیانہ کے متعلق دوبارہ فیصلہ کے واسطے ثالثوں کے لئے حلف موکد بعذاب کی شرط پیش جا چکی ہے۔

حضرت مرزا صاحب وحضرت میاں محمود احمد صاحب کا طرز عمل بے شک ہمارے واسطے حجت

ہے۔سو حضرت مرزا صاحب نے جو انعامی کتابیں اور رسالے لکھے، ان میں چونکہ مکمل دلائل جمع کر دیئے ہیں، اس لئے ان کے لئے تو بے شک ثالث مانے، مگر مباحثات میں کبھی ثالث کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کیا ۔حضرت میاں صاحب نے بھی آج تک کسی مباحثہ میں ثالث کے فیصلہ کو قابل تسلیم قرار نہیں دیا۔ مولوی محمد علی سے جو معاملہ پیش آیا وہ اول تو ہمارا آپس کا معاملہ ہے ۔اور دوئم جو طرز فیصلہ قرار دی ہے وہ بالکل مختلف ہے ۔قرآنی حکم جس کی طرف اشارہ کیا ہے یہ ہے فلاو ربك لا يؤمنو ن حتى يحكّمو ك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا فی انفسهم حر جا مما قضيت و يسلّموا تسليما

یہ حکم حضرت نبی کریم کے متعلق ہے۔اس کے ماتحت ہم حضور کے کسی نائب مامور من اللہ کے فیصلہ کو تو ناطق سمجھتے ہیں، کیونکہ ایسے نائب کا حکم ماننا خود حضور ہی کی تابعداری ہے۔اور پھر ایسے مامور کا خلیفہ بھی چونکہ اصل کا حکم رکھتا ہے اس لئے ہم اس کا حکم بھی مانتے ہیں مگر کسی کے قیاس یا فعل کو حجت نہیں سمجھتے

تصفیہ شرائط کمیٹی :

اس پر مولوی ثناء اللہ نے پھر لکھا کہ تصفیہ شرائط سب کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔ہم نے جواب دیا کہ اگر ہمارے پیش کردہ اصول تسلیم کرلو، تو باقی ماندہ شرائط کمیٹی کے سپرد ہو سکتی ہیں ۔وہ رضامند نہ ہوئے لہذا خط و کتابت بند کر دی گئی ۔

مگر بعد میں بعض دوستوں نے کہا کہ آج کل مختلف مذاہب میں مباحثے ہوتے رہتے ہیں عام طور پر لوگوں کو معلوم ہے کہ ان میں ثالث کے فیصلے نہیں ہوتے آریوں اور دوسرے مسلمانوں اور عیسائیوں کے ہمارے ساتھ مباحثے ہوئے ہیں خود مولوی ثناء اللہ نے آریوں سے بحث کی ہے جس میں ثالث کی رائے کا دخل نہ تھا اس لئے اگر کمیٹی مقرر کر لی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں چنانچہ ہم رضامند ہو گئے جو ممبر مقرر ہوئے ان میں ایک صاحب لالہ کانشی رام صاحب سکرٹری برہمو سماج تھے۔ان کا نام ہماری طرف سے تجویز کیا گیا تھا یہ صاحب معمر فہیم تجربہ کار ہیں اور ہمیں امید تھی کہ ان کی وجہ ے نہایت اعلی شرائط طے پائیں گی ۔مگر دوسرے دن مولوی ثناءاللہ اور ان کے ہمراہیوں نے آپس میں مشورہ کر کے انکار کر دیا کہ ہمیں ان کا ممبر رہنا منظور نہیں، حالانکہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ پہلے منظور کر کے بعد میں ان کو رد کیا جاتا۔ہم چونکہ چاہتے تھے کہ مباحثہ ضرور ہو جائے اس لئے ہم نے سادگی کے طور پر ایک اور صاحب کا نام تجویز کر دیا۔

سب کمیٹی کے تین ممبر تھے۔ دو ہندو آریہ اور ایک مسلمان غیر احمدی۔ ہم نے کمیٹی کے سامنے بھی بدلائل قرآنی کہا کہ ثالث کا فیصلہ ہم نہیں مان سکتے اور اس پر بہت زور دیا مگر انہوں نے فیصلہ کیا کہ مباحثہ حضرت صاحب کے الہامات کے بارہ میں ہو۔ مولوی ثناء اللہ مدعی تکذیب اور ہم مدعی تصدیق ہوں۔ جو شروع کرے وہی ختم کرے۔ تین ثالث غیر مذاہب کے فیصلہ دیں کہ کون سا فریق غالب رہا وغیرہ وغیرہ۔

ممبران کمیٹی کی نیت کی نسبت ہم کچھ نہیں کہہ سکتے مگر جیسا کہ ان کے طے کردہ شرائط سے ظاہر ہے ہر سہ اصحاب بوجہ اصول اسلام سے ناواقف ہونے کے غلطی کر گئے اور اس سے ہمیں اور یقین ہو گیا کہ دین کے کسی معاملہ میں غیر پر اعتماد کرنا بڑا مشکل ہے۔ وہ اچھی طرح ہماری پوزیشن نہیں سمجھ سکتے۔ ہم چونکہ بحیثیت جماعت ایک امام واجب الاطاعت کے ماتحت ہیں اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح کی منظوری حاصل کرنی ضروری تھی ہم نے تمام کاغذات حضرت میاں صاحب کو بھیج دیئے۔

خلیفہ کا فیصلہ:

اور مولوی ثناء اللہ کو لکھ دیا کہ جب تک منظوری نہ آئے ہم کچھ فیصلہ نہیں کر سکتے اور خود مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی اہل حدیث میں اس امر کا اعتراف کیا ہے اور ہمارے اس بیان کی تصدیق کی ہے حضرت میاں صاحب نے لکھا کہ حضرت صاحب کے الہاموں کے متعلق غیروں سے فیصلہ چاہنا خلاف اسلام اور خلاف ایمان ہے چنانچہ یہی جواب ہم نے مولوی ثناء اللہ کو دے دیا اور لکھ دیا کہ باقی ماندہ شرائط پر ہم ہر وقت بحث کرنے کو طیار ہیں جب چاہو بحث کر لو

ایک عقلی دلیل:

مولوی صاحب قرآن کی دلیل کا جسے ہم بار بار پیش کرتے ہیں عمداً نہ انکار کرتے تھے نہ اقرار اس لئے ہم نے انہیں سمجھانے کے لئے یہ بھی لکھا کہ ثالث کا فیصلہ بہر حال یا صحیح ہو گا یا غلط۔ اگر غلط ہوا تو لوگوں کے لئے ٹھوکر کا باعث ہو گا اور اس کے ذمہ وار ہر دو فریق ہوں گے اور دونوں پر اس کا وبال پڑے گا۔ سو ہم تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور یہ عذاب لینے کے لئے تیار نہیں۔ امید ہے آپ بھی پرہیز کریں گے کیونکہ فرضاً آپ کے ساتھ کوئی شخص صداقت نبی کریم ﷺ کے متعلق اس شرط پر بحث کرنی چاہے کہ کسی غیر مسلم سے فیصلہ لیا جائے تو آپ ہرگز پسند نہیں کریں اور نہ آج تک کسی نے ایسا کیا ہے۔

اس خط کا جواب مولوی ثناء اللہ کی طرف سے کوئی نہیں آیا۔ مگر شملہ میں ان کے طرف داروں نے لکھ بھیجا کہ بغیر فیصلہ ثالث مباحثہ لا حاصل ہے۔

غرض یہ ہے امر واقعہ جس پر شور مچایا جاتا ہے کہ ہم بھاگ گئے۔ ہم پر اگر الزام دیا جاتا ہے تو صرف اتنا کہ ہم ثالث کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتے جو نص قرآنی کے خلاف ہے، مگر مولوی ثناء اللہ اور ان کے ہمراہیوں نے لالہ کانشی رام صاحب کا تقرر منظور کر کے بعد میں جو انکار کر دیا اس کے واسطے ان کے پاس کوئی حجت شرعی نہیں۔ لیکن ہم نے پھر بھی درگذر کی اور خواہ نخواہ ضد نہ کی تاکہ کسی طرح بحث ہو جائے۔ مگر افسوس مولوی ثناء اللہ اور ان کے ہم خیالوں نے قرآن کے حکم کے خلاف ضد کو نہ چھوڑا، اور خواہ مخواہ یہ مشہور کر رہے ہیں کہ گویا ہم بھاگ گئے۔ اگر خدا کے حکم کی تعمیل کا نام ہی بھاگ جانا ہے تو ہمارے مخالفوں کو نہ بھاگنا مبارک ہو۔ ہم ایسی جھوٹی فتح کو ایک لعنت سمجھتے ہیں۔ ہم خدا کے فضل سے معقول اور شائستہ طرز پر ہر وقت بحث کے لئے تیار ہیں۔ ہم ریا ونمود پسند نہیں کرتے اور نہ ہمیں لوگوں کی حمد وثنا سے سروکار ہے۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ عوام الناس کو طرفین کے دلائل معلوم ہو جائیں، تاکہ وہ اندازہ کر سکیں کہ حق کس طرف ہے اور یہی غرض ہر مومن کی ہونی چاہیے جن مباحثات میں یہ غرض مدنظر نہیں رکھی جاتی بلکہ محض ہار جیت اور لوگوں کی تعریف حاصل کرنا پیش نظر ہوتی ہے ہم ان کو فضول اور لغو سمجھتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے جھگڑوں سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ایماندار کون ہے اور شیطان کون۔ ہم ایسی بے ہودہ گوئیوں کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتے۔ البتہ ہمارے پیر و مرشد کے حق میں جو بدزبانی کی گئی ہے اس کے متعلق حضرت مسیح موعود کے الفاظ میں جواب دے دیتے ہیں

اے عجب از سیرتت اے پر غضب
از حقیقت بے خبر دور از ادب
نیستی گرگ بیابانی نہ مار
ترک کن این خود از حق شرم دار
از سر تقوی ہمیں باید جدال
تا کجا دشنام ہا اے بد خصال
دل شوود از بد زبانیہا سیاہ

بد زباناں را در آنجا نیست راہ

مسیح موعود کی صداقت:

باقی رہا یہ امر کہ، اگر کسی مرزائی صاحب میں ہمت ہو، اور وہ اپنے رسول قادیانی کو سچا ثابت کر سکتا ہو، تو میدان میں آئے۔

سو جو شخص نیک نیتی اور ایمان داری سے تحقیق حق کرنا چاہے ہم اس کے ساتھ ہر وقت گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں اور بفضل خدا تعالی دلائل فرقانی سے صداقت کا ثبوت دے سکتے ہیں بلکہ حقیقتاً دیکھا جائے تو اللہ تعالی نے اپنے رسول کی رسالت کو کسی کی وکالت کا محتاج نہیں رکھا۔

آسماں بارد نشان الوقت میگو ید زمین
باز بغض و کینہ و انکار ایناں را بہ بین

......

۱۔ و ما کنّا معذّ بین حتّی نبعث رسو لا

۲۔ عا لم الغیب فلا یظہر علی غیبہ ا حد ا لا من ار تضی من رسو ل.. الخ

۳۔ و من ا ظلم ممن افتری علی اللہ کذ با او کذ ب بآ یا تہ انّہ لا یفلح الظا لمو ن

٤۔ او لم یروا انا نأتی ا لا ر ض ننقصہا من اطرا فہا

ان آیات ربانی کی طرف غور کرو کہ دنیا پر طرح طرح کے عذابوں کا مستولی ہونا حضرت مرزا صاحب کا ان عذابوں کے متعلق قبل از وقت دنیا کو مطلع کرنا اور صدہا دوسری پیش گوئیوں کا پورا ہونا اور باوجود مخالفوں کی سخت معاندانہ کوششوں کے لاکھوں سعید روحوں کا آپ کی طرف کھنچے چلے آنا، کیا یہ نشانات آپ کی رسالت ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں۔ مفتری علی اللہ کے ہلاک کرنے کو تو وہ ذات قہار ہی کافی ہے مگر یہاں تو تمام مخالفوں کے منصوبے جو اس کے قتل کے لئے تھے مٹ گئے اور وعدہ الٰہی و اللہ یعصمک من الناس.. الخ، پورا ہو (حج پر کیوں نہیں گئے۔ بتایا جاتا ہے کہ قتل وایذاء کا ڈر تھا اس لئے نہیں گئے۔ یعنی یا تو یہ الہام ہی نہیں تھا یا مرزا صاحب کو خود بھی اس الہام کی صداقت میں شک تھا۔ بہاء) بے شک یہ نشانات کافی ہیں مگر انکے واسطے جو چشم بینا اور قلب سلیم رکھتے ہوں ورنہ جن کو نور ایمان حاصل نہیں ہوتا تو یہی حال ہوتا ہے کہ: صد نشان بیند و غافل بگزرند

و ما تأ تیہم من آ یۃ من آ یات ر بہم ا لا کا نوا عنہا معر ضین۔ ہم دلائل دے سکتے ہیں کسی کو منوانا ہمارے اختیار میں نہیں و اللہ یہدی من یشا ء الی صرا ط مستقیم۔ اللہ تعالی جسے چاہتا ہے

ہدایت دیتا ہے.... برکت علی سکرٹری انجمن احمدیہ شملہ۔ (الفضل قادیان ۲۷۔اگست ۱۹۱۸ء ص ۱۰۔۱۱)

## لاہوری پارٹی سے دو باتیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ مرزائی مشن کی دونوں جماعتوں میں ہمارا ذاتی فیصلہ یہ ہے کہ ان کی قادیانی پارٹی تو اپنے پرانے خیالات پر منجمد ہے، اس کی تو بس یہی روش ہے: آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گوئیم

ہاں لاہوری پارٹی کی بابت ہماری رائے ان لوگوں کے برخلاف ہے جو ان کو مرزائی نہیں جانتے یا مرزائیت میں سست کہتے ہیں۔

نہیں ہرگز نہیں یہ لوگ مرزائیت میں پختہ ہیں۔فرق صرف یہ ہے کہ جن مسائل میں یہ قادیانی پارٹی سے مختلف ہیں ان کو یہ لوگ قرآن وحدیث سے بہت دور جان کر ان کا قائل ہونا اپنے سر بلا لینا جانتے ہیں اس لئے ان سے انکاری ہیں۔ ورنہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں قادیانیوں سے کم معتقد نہیں البتہ حوصلے اور جرأت میں ان سے بڑھ کر ہیں مگر ہوا کا رخ دیکھ کر۔

اسی لئے نبوت مرزا وغیرہ مسائل سے انکاری ہیں جس کی بابت ہم ان کی جرأت کے قائل ہیں۔اسی بنا پر آج ایک اور بات ان کے سامنے پیش کر کے انکی جرأت کو مزید ظاہر کرانا چاہتے ہیں۔

ہم نے انہی کی پارٹی کے ایک جوشیلے ممبر سے سنا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے صدر انجمن لاہوری پارٹی کہا کرتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کو ان کی پیشگوئیوں کی وجہ سے مجدد نہیں مانتے بلکہ ان کی خدمات اسلام کی وجہ سے مانتے ہیں۔ پیشگوئی کسی مجدد کی نہ ہو، تو کوئی حرج نہیں۔ پیش گوئی کی غلطی نبوت کے مناقض ہے مجددیت کے مناقض نہیں (بہت خوب) اس لئے ہم لاہوری جماعت اور ان کے سرگروہ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ جہاں آپ لوگوں نے دیگر مسائل سے انکار کر کے اپنی جرأت اور دلیری کا ثبوت دیا ہے یہ جرأت بھی دکھا دیں کہ علی الاعلان اشتہار دے دیں کہ ہم

مرزا صاحب کی الہامی پیش گوئیوں کے ذمہ دار نہیں۔ پس اتنا کہنے سے آپ لوگ بالکل بے غل وغش امن چین میں ہو جاویں گے۔ کسی کی مجال نہیں کہ آپ لوگوں پر کوئی مخالف اعتراض کر جائے۔

اڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور سے امید ہے کہ ہماری یہ تجویز اپنے ممبروں تک پہنچا کر ان کا جواب بھی شائع کر دیں گے

## خلیفہ قادیان سے ایک سوال:

شملہ میں بابو عبدالحق ممبر لاہوری پارٹی نے مجھ سے بیان کیا کہ منشی عمر الدین جالندھری ممبر قادیانی پارٹی نے مجھ (عبدالحق) سے بیان کیا تھا کہ میاں صاحب (محمود احمد خلیفہ قادیان) نے پیش گوئی کی کہ لاہوری پارٹی اور مولوی ثناء اللہ تین سال کے عرصہ میں تباہ اور برباد ہو جاویں گے۔ یہ بھی کہا کہ اس پیش گوئی کی میعاد جنوری گذشتہ میں پوری ہو چکی ہے۔

میں نے جلسہ وعظ شملہ میں بموجودگی سینکڑوں حاضرین جن میں بابو عبدالحق اور منشی عمر الدین مذکورین بھی تھے اس روایت کا ذکر کیا تو دونوں میں سے کسی نے انکار نہیں کیا مگر مزید تشفی کے لئے میاں محمود خلیفہ قادیان سے استفسار کرتا ہوں کہ اس روایت کی بابت اخباری طور پر اطلاع دیں

جواب دینے سے منصب خلافت مانع ہو، تو یہ خیال کر لیں کہ پوچھنے والا آپ کے والد ماجد سے بھی پوچھا کرتا تھا اور وہ جواب دیا کرتے تھے جن کی ذریت ہونے سے آپ ان کے قائم مقام ہیں۔

## مولوی غلام رسول صاحب راجیکی جواب دیں:

لاہوری پارٹی کے ممبر اور ان کے مدرسہ کے استاد بابو ثناء اللہ سیالکوٹی نے شملہ میں مجھ سے بیان کیا کہ مولوی غلام رسول نے مجھ سے کہا تھا کہ تو (بابو ثناء اللہ) لاہوری پارٹی میں جا ملا ہے اتنے عرصہ میں تو ہلاک نہ ہو تو میں ... ہوں گا۔ یہ بھی کہا کہ میعاد مقررہ گذر گئی۔ یہ بھی کہا کہ میرا نام ثناء اللہ سن کر (مولوی غلام رسول صاحب نے) مجھے فہمایا کہ یہ نام تبدیل کر دو۔ اس لئے آپ سے سوال ہے کہ کیا ایسا ہوا۔ مہربانی کر کے صحیح اخباری طور پر جواب دیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جولائی ۱۹۱۸ء مطابق ۱۷ شوال ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۸ ص ۶)

## مولوی ثناء اللہ شیرِ پنجاب کا ورودِ شملہ اور لطفِ صحبت

مولانا ممدوح معہ اپنے رفیق سفر مولوی محمد داؤد صاحب غزنوی رمضان شریف میں قریباً ایک ماہ تک شملہ میں ٹھہرے اور ۳ جولائی ۱۹۱۸ء کو مراجعت فرما ہوئے آپ کا قیام مسلمانان شملہ کے لئے موجب برکت و فلاح تھا۔

جامع مسجد شملہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے متعدد صحبتوں میں توحید و سنت واتحاد و اخوت اور مرزا صاحب قادیانی کے دعاوی کے متعلق بے نظیر مواعظ سے اہالی شملہ کو فیض بخشا۔ علاوہ اسکے آپ کے قیام گاہ پر صبح اور شام خواص کی مجلس ہوتی اور ہر مذاق کے احباب آپ کے معارف علمیہ اور دلایل فلسفیانہ سے مستفید ہوتے۔

مولانا کا خاص انداز بیان اور موزوں وحسب حال اشعار سے مرصع تقریر مدتوں لوگوں کے کانوں میں گونجتی رہے گی۔ تبحر علم کے علاوہ خوش خلقی اور خوش طبعی سے آپ کو قدرت نے حصہ وافر بخشا ہے ذلك فضل الله يو تيه من يشاء ۔ یہ آپ کا خاص اثر تھا کہ مقلد اور غیر مقلد مشترک امور میں خدمت دین کے لئے شیر و شکر تھے یعنی مخالفین نے کئی بار رخنہ انگیزی کی کوشش کی مگر نہ صرف ناکام بلکہ بدنام ہوئے۔

مرزائیوں کے ساتھ تحریک مباحثہ کے سلسلہ میں ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب نے ایک اشتہار نکالا جسکا متوقع نتیجہ اسکے الفاظ سے ظاہر ہے۔ مسلمانان شملہ نے جامع مسجد ہال کے بھرے جلسے میں اس کا جو جواب دیا اس سے مولانا ممدوح کی ہردلعزیزی اور اثر کا ثبوت ملتا ہے

قادیانی پارٹی کے ساتھ بھی مباحثہ کی تجویز ٹھہری اور فریقین کی مسلمہ سب کمیٹی نے جو شرائط اور مبحث کے فیصلہ کیلئے مقرر کی گئی تھی الہامی صداقت مرزا پر بحث منظور کی۔ مسلمانان شملہ خوش تھے کہ انشاء اللہ یہ بحث فیصلہ کن ہوگی مگر افسوس کی کئی روز کے انتظار کے باوجود فریق ثانی سامنے نہ آئے اور مولانا موصوف ۳۔ جولائی کو خاموش فاتحانہ تشریف لے گئے۔

مولانا ثناء اللہ کی روانگی کی اطلاع عام نہ تھی، تاہم اسٹیشن شملہ پر احباب کی ایک بڑی جماعت الوداع کے لئے موجود تھی۔ مولانا کی شخصیت کا اغیار پر بھی ایسا اثر تھا کہ وہ بصد شوق درخواست کرتے کہ انہیں مولانا ممدوح کو پنکھا کرنے کی اجازت ہو۔ ٹرین کی روانگی کے وقت احباب نے مولانا پر پھول برسائے اور مصافحہ کے بعد یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے

ایک نامہ نگار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جولائی ۱۹۱۸ء مطابق ۱۷ شوال ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۸ ص ۶۔۷)

# ہندوستان کے دو ہیرو

(ہیرو سے مراد لیڈر ہے)

## سوامی دیانند سرسوتی اور مرزا صاحب قادیانی

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہندوستانیوں کی قسمت کا ستارہ عرصہ سے غروب ہے، اس لئے ان کو مصلح ملتے ہیں تو ان کی اصلاح کا نقشہ بھی وہی ہوتا ہے جو مندرجہ عنوان شعر میں بتایا گیا ہے کہ بدقسمتوں کو خضر جیسا رہبر بھی آب حیات سے محروم واپس لاتا ہے۔ بلکہ یوں کہیے کہ بجائے آب حیات پلانے کے دریائے ظلمات میں پھنسا دیتا ہے۔ آجکل احمدی (مرزائی) اور آرین اخبارات میں یہ بحث چل رہی ہے جس کے محرک آریہ اخبار ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی کتاب درثمین سرکاری طور پر بند کی جائے کیونکہ اس میں آریوں کے بزرگوں کو برا کہا گیا ہے چنانچہ پنڈت لیکھ رام کو توہین سے لیکھو لکھا ہے۔ وغیرہ

اس کے جواب میں احمدی اخبارات اپنا جواب دیتے ہوئے مدعی ہیں کہ سوامی دیانند جی کی ستیارتھ پرکاش ضبط ہونی چاہیے جس میں تمام مذاہب کے عموماً

اور مسلمانوں کے خصوصاً بزرگوں اور کتابوں کو برا کہا ہوا ہے۔

ہم بذات خود اصولاً اس بات کے مخالف ہیں کہ کسی کتاب کی ضبطی پر گورنمنٹ کو توجہ دلاویں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ گورنمنٹ کے وسائل معلومات ہم سے بہت زیادہ ہیں اور اس کی مصلحت کو بھی ہم نہیں پہنچ سکتے۔ علاوہ اس کے ان دونوں مذہبوں (مرزائی اور آریہ) کی کتابیں ضبط ہونے میں ہمارے ذاتی اور مذہبی نقصان بھی بہت ہیں۔ ذاتی تو یہ ہے کہ ہم نے بہت سی قیمت خرچ کر کے ان دونوں مذہبوں (مرزائی اور آریہ) کی کتابیں خریدی ہوئی ہیں۔ ان کے ضبط ہونے کی صورت میں ہماری رقم ضائع ہوگی۔ مذہبی نقصان یہ کہ ہم عندالمقابلہ ان دونوں پیشواؤں (سوامی جی اور مرزا جی) کی تحریروں کا حوالہ دیا کرتے ہیں اگر وہ کتابیں ضبط ہوگئیں تو ہم حوالہ کاہے کا دیں گے اور کیا دکھائیں گے۔

مثال کے طور پر ایک واقعہ یاد آیا۔ شملہ میں سنا کہ مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے امیر مولوی محمد علی صاحب ایم اے شملہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر کسوٹی میں مع ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب مقیم ہیں۔ ہم نے کہا چلو اصلی امیر المومنین سے تو کبھی ملاقات نہیں ہوئی مصنوعی امیر ہی سے ملیں تاکہ

گندم اگر بہم نہ رسد بھس غنیمت است

کی مثال صحیح ہو سکے۔ بعد علیک سلیک کے گفتگو شروع ہوئی تو جناب نے بطور طعن کے فرمایا کہ آپ گفتگو اصول پر نہیں کرتے بلکہ استہزاء اور تمسخر کیا کرتے ہیں اور یہ ہم کو پسند نہیں۔ گفتگو اصول پر ہونی چاہیے۔ میں نے کہا جو شخص مصلح اعظم ہو کر علمائے اسلام سے یوں مخاطب ہو:

اے بد ذات فرقہ مولویاں جس بے ایمانی کا پیالہ تم نے خود پیا وہی عوام کالانعام کو پلایا (انجام آتھم۔ص ۲۱)

یہ اصول ہے یا فروع؟ تو اس کے جواب میں درحقیقت تو وہ تنگ آ رہے تھے مگر بات کہنے سے نہ رکے، اس لئے جواب دیا کہ مرزا صاحب نے جو یہ کہا ہے تو تنگ آ کر کہا ہے۔

میں نے کہا بہت خوب! علماء اسلام بھی جو مرزا صاحب کی ذات تک پہنچتے ہیں وہ بھی

تنگ آکر پہنچتے ہیں جو آپ کے نزدیک بھی جائز ہے۔

بس امیر صاحب میری طرف لگے تاکنے کالمغشی علیہ من الموت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ میری غرض اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ اگر کتاب ضبط ہوئی ہوتی ،تو میں اس کا ثبوت کہاں سے دیتا۔

اسی طرح دھرم پال (حال غازی محمود) نے جب ترک اسلام لکھا اور مسلمانوں نے حسب مذاق خود متعدد جواب اس کے دیئے جن میں کوئی سست تو کوئی سخت کوئی نرم تو کوئی گرم بھی تھا آریوں نے شور مچایا کہ مسلمانوں کی طرف سے دھرم کی ہتک کی جاتی ہے وغیرہ ،تو اس کے جواب میں رسالہ تغلیب الاسلام کی دوسری جلد کے دیباچہ میں ہم نے دکھایا کہ آریہ سماج کا وجود سوامی دیانند سے پہلے نہ تھا اس لئے کسی مسلمان عالم نے سوامی جی سے پہلے آریوں کی تردید میں کوئی کتاب نہ لکھی تھی۔ آریہ سماج بحیثیت ایک مذہبی سوسائٹی کے سوامی جی سے ہمارے سامنے آئی ہے، اس لئے سوامی جی کی تحریرات کی ذمہ داری آریہ سماج پر ہوگی۔ اس کے بعد ہم نے چند اقتباس سوامی جی کی مستند کتاب ستیارتھ پرکاش سے دکھائے تھے جو مع حوالہ صفحہ درج ذیل ہیں

یہ (قرآن) شیطان سے بڑھ کر شیطنت ہے (ص ۶۷۴)

جنگلی لوگوں سے پاکھنڈ چلایا (ص ۶۷۵)

خدا نے یہ باتیں شیطان سے سیکھی ہوں گی دیکھئے خدا کی بے علمی (ص ۶۷۶)

یہ تحریر (قرآن کی) کسی عالم کی نہیں معجزے کی باتیں سب فضول اور سادہ لوحوں کو بہکانے کیلئے گھڑی گئی ہیں (ص ۶۷۹)

یہ قرآن بے انصافی کی بات جاہل اور خود غرض لاعلم آدمی کی ہے خدا مسلمانوں کو فساد پر آمادہ کیوں کرتا ہے (ص ۶۸۵)

قرآن نہ خدا کا نہ کسی دیندار عالم کا ہے (ص ۶۸۶)

دیکھئے لاعلمی کی بات قرآن کے مصنف کو علم ہیئت اور جغرافیہ نہیں آتا تھا واہ واہ دیکھو جی مسلمانوں کا خدا شعبدہ بازوں کی طرح کھیل رہا ہے (ص ۶۸۷)

بہشت کیا ہے طوائف خانہ ہے (ص ۶۸۸)

خدا دھوکا اور فریب کرتا ہے خدا بھی مسلمانوں کے ساتھ جھوٹی محبت میں پھنسا ہوا ہے (ص ۶۹۰)

ایسی تعلیم (یعنی قرآنی تعلیم) کنویں میں ڈالنی چاہیے ایسے جاہلانہ مذہب (ص ۶۹۲)

واہ جی واہ مسلمانوں کا خدا بھی شیطان کا کام کرتا ہے نہ خدا کا کلام ہے نہ کسی عالم کی تصنیف (ص ۶۹۵)

تمہارا خدا بہرہ ہے (ص ۶۹۶) ...... وغیرہ وغیرہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ حوالہ جات صرف مسلمانوں کے حق میں ہیں ابھی عیسائیوں اور ہندوؤں اور دیگر اقوام کے متعلق مزید ہیں

سوال: پنڈت لیکھ رام کو لیکھو لکھنا ان سب حوالہ جات سے کچھ زیادہ دل شکن ہے؟ اس کا جواب دینا آریہ سماج کا کام ہے۔ عرب کا ایک شاعر محبت کا فلسفہ بتاتا ہے واہ کس قدر خوبی سے لکھتا ہے

تفرد بالاحکام فی اھله الھوی
فانت جمیل الوجه مستحسن الکذب

(یعنی محبت کا اثر عجیب ہے کہ حسین محبوب کا جھوٹ بھی اچھا معلوم ہوتا ہے)

یہی حال کسی مذہبی پیشوا کی محبت اور عقیدت کا ہے جو اسکے معتقدین کے دل میں ہوتی ہے۔ سوامی جی کی تیز زبانی اور اس پر انکے چیلوں کی مدح خوانی کا واقعہ سوامی جی کی سوانح عمری سے ہم سناتے ہیں۔ سوامی کی تعریف میں لکھا ہے

ایک روز اناء دیا کھیان (وعظ) میں شری سوامی (دیانند) جی مہاراج پورانوں کی اسمبھو (ناممکن باتوں کارد) باتوں کا کھنڈن کرتے کرتے ان کی اخلاقی تعلیم ... لگے اس وقت پادری سکاٹ مسٹر ریڈ کلکٹر ضلع صاحب کمشنر قسمت مع پندرہ بیس صاحبان انگریز کے رونق افروز تھے سوامی جی نے پورانکوں کی پنچ کنواریوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک ایک کے وصف بیان کرنا شروع کئے اور پورانکوں کی عقل پر افسوس کیا کہ ..کو پنچ خصم کرا کے اسے کماری قرار دینا اور اسی طرح کنتی تارا مندودری وغیرہ کو کماری کہنا پورانکوں کی اخلاقی تعلیم کو

ناقص ثابت کرتا ہے سوامی جی کا طرز بیان ایسا پر مذاق تھا کہ سامعین تھکنے کا نام نہیں جانتے تھے اس پر صاحب کلکٹر اور صاحب کمشنر وغیرہ انگریز ہنستے اور اظہار خوشی کرتے رہے لیکن اس مضمون کو ختم کر کے سوامی جی مہاراج بولے، پورانیوں کی تو یہ لیلا ہے اب کرانیوں کی لیلا سنو۔ یہ ایسے بھرشت ہیں کہ کماری کے بیٹا پیدا ہونا بتلاتے اور پھر دوش سر دگیہ شدہ سوروپر ماترما پر لگاتے اور ایسا گھور پاپ کرتے ہوئے تِنک بھی لجت نہیں ہوتے۔ اتنا کہنا ہی تھا کہ صاحب کلکٹر اور صاحب کمشنر کے چہرے مارے غصے کے سرخ ہو گئے لیکن سوامی جی کا دکھیان اسی زور شور سے جاری رہا اس روز عیسائی مت کا دیا کھیان کے خاتمہ تک کھنڈن کر تیر ہے دوسرے روز صبح کو ہی خزانچی لکشمی نرائن کی صاحب کمشنر بہادر کی کوٹھی پر طلبی ہوئی۔ صاحب بہادر نے فرمایا کہ اپنے پنڈت صاحب کو کہدو کہ بہت سختی سے کام نہ لیا کریں۔ ہم عیسائی لوگ تو مہذب ہیں ہم تو بحث مباحثہ میں سختی سے نہیں گھبراتے، لیکن اگر جاہل ہندو اور مسلمان برافروختہ ہوئے تو تمہارے سوامی پنڈت کے دیا کھیان بند ہو جائیں گے۔ خزانچی صاحب یہ پیغام سوامی جی کے پاس پہنچانے کا وعدہ کر کے واپس چلے آئے لیکن سوامی جی تک یہ پیغام پہچانے والا بہادر کہاں سے ملتا کئی ایک ڈیوڑھی برداروں سے خزانچی نے استدعا کی لیکن کوئی بھی آگے بڑھنے کی ہمت نہ کر سکا۔ آخر کار ایک چٹھی ایک ناستک پر پڑی اور کا ذمہ ٹھہرایا گیا کہ وہ معاملہ پیش کر دیوے خزانچی صاحب معاس ناستک اور چند ایک دیگر آدمیوں کے اندر کمرے میں پہنچے جس پر ناستک نے صرف یہ کہہ کر کہ (خزانچی صاحب کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں کیونکہ انہیں صاحب کمشنر نے بلایا تھا) کنارہ کیا اور کل مصیبت گویا خزانچی صاحب کے سر پر ٹوٹ پڑی اب خزانچی صاحب کہیں سر کھجاتے ہےن کہیں گلا صاف کرتے ہیں آخر کار پانچ منٹ تک حیرت سے دیکھتے ہوئے سوامی جی نے فرمایا بھئی تمہارا تو کوئی کام کرنے کا سمہ ہی نہیں ہے اس لئے تم سمہ کی قیمت نہیں سمجھ سکتے میرا سمہ امولیہ ہے جو کچھ کہنا ہے کہدو اس پر خزانچی صاحب بولے مہاراج اگر سختی

نہ کی جائے تو کیا ہرج ہے اس پر بھی اثھا اثر پڑتا ہے اور انگریزوں کو ناراض کرنا بھی اچھا نہیں وغیرہ وغیرہ

یہ باتیں اٹک اٹک کر اور بڑی مشکل سے خزانچی صاحب کے منہ سے نکلیں اس پر مہا راج ہنسے اور فرمایا ارے بات کیا تھی جس کیلئے گڑگڑا تا ہے اور ہمارا اتنا سمہ خراب کیا صاحب نے کہا ہوگا کہ تمہارا پنڈت سخت بولتا ہے دیان کھیان بند ہو جائیں گے یہ ہوگا وہ ہوگا ارے بھائی میں ہوّا تو نہیں کہ تجھے کھا لوں گا۔ اس نے تجھ سے کہا تو مجھ سے سیدھا کہہ دیتا دیرتھ اتنا سمہ کیوں گنوایا۔ (دیباچہ ص۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس حوالہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سوامی جی کی تیز زبانی ایسی مشہور عالم تھی کہ انگریز حکام بھی اس سے باخبر اور متنفر تھے۔ مقام مسرت ہے کہ ہمارے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی سوامی جی سے کچھ کم درجہ پر پاس نہیں تھے انہوں نے بھی جدھر رخ کیا صفایا ہی کر دیا۔ گویا مندرجہ ذیل شعر آپ کے ہی حق میں تھا

قاتل نے کوئی صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

عیسائیوں کی طرف رخ کیا تو عیسائیوں کے سب سے بڑے قابل عزت بزرگ بلکہ معبود یسوع مسیح کو بے نقط سنائیں جو ہم نقل بھی نہیں کر سکتے ملاحظہ ہو ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵ تا ۷۔

مسلمانوں کی طرف خیال متوجہ ہوا تو خیریت سے یہ القاب دیئے:

بے ایمانو، دجالو، نیم عیسائیو، دجال کے ہمراہیو، بدذات فرقہ مولویاں وغیرہ اشتہار انعامی، (رسالہ انجام آتھم۔ص ۲۱ وغیرہ)

مگر ان دونوں ہندوستانی ہیرووں میں ایک فرق ضرور تھا کہ سوامی دیانند تو اپنی تیز کلامی اور بدزبانی کو دشنام دہی مانتے مگر جوش راستی قرار دیتے تھے لیکن مرزا صاحب قادیانی دشنام دہی کی تعریف ہی الگ کرتے تھے جس سے ان کی ساری دشنام دہی اس تعریف سے خارج ہو کر حق گوئی کے تحت میں آجائے

مرزا صاحب پر دشنام دہی کا اعتراض ہوا تو آپ نے اس کا جواب دیا

معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کئے ہیں اور درحقیقت سبّ و شتم میں داخل ہیں میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی استعمال نہیں کیا جسکو دشنام دہی کہا جائے بڑے دھوکا کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو در اصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کے کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام دہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سبّ اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جاوے

(ازالہ اوہام۔ص ۱۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ اصول ہے کہ امر واقعہ کا اظہار کرنا دشنام اور سخت کلامی نہیں۔ رہا یہ سوال کہ امر واقعہ کیا ہوتا ہے، اس کا جواب غالباً یہی ہے کہ ہر ایک کا اپنا اپنا خیال امر واقعہ ہے، ورنہ ہر ایک امر واقعہ میں دوسرے کی تردید کرنے کا حق رکھتا ہے۔

## مرزائیوں سے ایک ضمنی سوال:

جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ بعد رسالت محمدیہ کے دعوی نبوت کرنے والا دجال ہے اور اس کے خیال میں یہ بھی ہے کہ آج کل کوئی شخص ایسا ہے جو نبوت کا مدعی ہے وہ ایسے شخص مدعی نبوت کو دجال سمجھے تو یہ امر واقعہ کا اظہار ہے دشنام دہی تو نہیں؟

مختصر یہ کہ ہندوستان کے یہ دو ہیرو اپنی تیز زبانی میں ایک دوسرے سے کم نہیں۔ ان کی تصنیفات دیکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ ان کا قلم کیسا تھا۔ حجاج بن یوسف کی تلوار تھی جسکی شان میں یہ کہنا بجا ہے

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی

مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

مگرہم اپنی رائے پر مضبوطی سے مصر ہیں کہ انکی کتابوں کوتلف نہ کیا جائے تا کہ آئندہ نسلوں کوبھی ان کی عادات اوراصلاحات سے واقفیت ہوسکے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔اگست ۱۹۱۸ءمطابق ۲۴ شوال ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۹ ص ۱۔۴)

## مدراس کانفرنس میں خطاب ابراہیم۔ا

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی نے جلسہ اہل حدیث کانفرنس مدراس میں تقریر فرماتے ہوئے بیان کیا:

ا۔اللہ تعالی کا بے شمار شکر ہے کہ بہت عرصہ کے بعد آپ صاحبان کی ملاقات کی خوشی حاصل کرتا ہوں۔خداتعالی ہماری اس مجلس کو اپنی رضا کے لئے مخصوص کرے اور اسے ہمارے لئے زادآخرت بنادے۔آمین

۲۔صاحبان میرے متعلق یہ مضمون کیا گیا: قادیانی مشن:

ہمارے ملک پنجاب میں گورداسپور ایک ضلع ہے جس میں قادیان ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ وہاں ایک صاحب مرزا غلام احمد ہوئے ہیں۔انہوں نے تدریجاً یکے بعد دیگرے مجددیت، مسیحیت ومہدویت، نبوت ورسالت اور بالآخرمثال الوہیت کے دعاوی کیئے۔اوراپنے مخالفین کی نسبت فتوی صادر فرمایا کہ اگر چہ وہ جمیع ارکان اسلام کو پورے طور پر بجالائیں، اورعقاید واعمال میں اسلام کے کتنے ہی متبع ہوں،لیکن جب تک میرے دعوی کی تصدیق نہ کریں،ان کا کیادھراسب کچھ اکارت کیا جائے گا۔

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے دعوی کو اس طرح پیش کیا کہ حضرت مسیح فوت ہوچکے ہیں اوراحادیث میں جوحضرت مسیح کا دنیا میں آنا مذکور ہے،اس سے عین مسیح کا آنا مرادنہیں بلکہ کسی اور شخص کا مسیحی صفات سے موصوف ہوکرآنا مراد ہے جوخود جناب مرزاصاحب قادیانی ہیں۔یہی دوامرقادیانی مشن کی روح رواں ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ جناب مرزاصاحب اپنے اس زمانہ میں بھی جب آپ کو شرف الہام ومکالمہ الہیہ کادعوی تھا، بہت عرصہ تک حضرت مسیح کے نزول عینی کو

اسی طرح مانتے رہے جس طرح ہم مانتے ہیں (دیکھو براہین احمدیہ۔ص ۴۹۹)

بہت زمانہ بعد مرزا صاحب، حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے قائل ہوئے اور خود مثیل مسیح اور پھر مسیح موعود بنے اور پھر رفتہ رفتہ بادعائے خود نبوت کے تخت پر جابراجے

ہم اس تھوڑے سے وقت میں اپنے مضمون، قادیانی مشن، کو ایسے مختصر و جامع طریق سے بیان کرنا چاہتے ہیں جس میں حیات مسیح کا مسئلہ بھی ثابت ہو جائے اور مرزا صاحب کے دعوی میسحیت و نبوت کی تردید بھی ہو جائے و ان ارید الا الاصلاح ما استطعت و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

مرزا صاحب نے دعوی میسحیت سے پیشتر ۱۸۸۶ء میں وحی ربانی کے اس زمانہ تک جاری رہنے اور اپنے شرف مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہونے کے ثبوت میں ایک پیش گوئی فرمائی تھی کہ خدا تعالی نے مجھے خبر دی ہے کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی، چنانچہ اس کی نسبت الہام بھی ہو چکا ہے

زوّجناکھا (یعنی ہم نے اس عورت کو تیری زوجہ بنا دیا)

مرزا صاحب قادیانی نے اس پیش گوئی کو نہایت اہمیت دی اور بہت شہرت سے شائع کیا۔ حتی کہ اس کے پورا کرنے میں ہر طرح کی کوششیں بھی کیں۔ اپنے رشتہ داروں کو اس میں واسطہ بننے کی سفارشیں بھی لکھیں۔ اپنی چھوٹی بہو مسمات عزت بی بی سے خط بھی لکھوائے اور ڈراوے بھی دیئے کہ اگر تم محمدی بیگم کو میرے نکاح میں نہ دو گے تو میں تمہاری بیٹی عزت بی بی کو اپنے بیٹے فضل احمد سے طلاق دلا دوں گا اور اگر فضل احمد طلاق نہ دے گا تو اسکو عاق قرار دے کر اپنی جائیداد سے محروم کر دوں گا۔ اس کے علاوہ ان کو امیدیں بھی دلائیں کہ محمدی بیگم کے بطن سے جو میری اولاد ہوگی وہ میری وارث ہوگی اور میرا سب کچھ ان کا ہوگا۔

لیکن خدا جانے مرزا شیر علی اور مرزا احمد بیگ کیسی سخت مٹی کے بنے ہوئے تھے کہ ان کو تو نہ ڈرانے دھمکانے کا اثر ہوا، اور نہ مرزا صاحب کی جائداد کا لالچ ہوا۔ آخر انہوں نے اپنی قوم کے ایک شخص مسمی سلطان محمد ساکن پٹی سے اس لڑکی کا نکاح کر ہی دیا۔ چنانچہ آج تک میاں بیوی میں خوب بنی ہوئی ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کو اس بات کا سخت رنج ہوا۔ غضب الٰہی ٹوٹ پڑ نیکی

دھمکی دی اور کہا کہ یہ لڑکا یوم نکاح سے ڈھائی سال کے عرصہ تک مر جائے گا۔ اور وہ لڑکی بیوہ ہوکر میرے نکاح میں آئے گی۔ لیکن وہ دونوں آج تک آباد ہیں۔ (اس ہفتہ ایک تقریب پر یہ خاتون ہمارے محلّہ میں آئی تھی۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ساری عمر اس ہوس میں رہے اور بہت تدابیر کرتے رہے۔ لیکن آخری عمر میں جب قوی کمزور ہو گئے اور دانت دنیا کی حرص سے کھٹے ہو گئے اور نکاح کی طرف سے یاس پر یاس ہوتی گئی، تو اپنی وفات سے ایک سال پیشتر لکھ دیا کہ نکاح مشروط تھا یعنی ہم نے پہلے ہی کہہ دیا تھا

ایّتھا المرأۃ توبی توبی فانّ البلاء علی عقبک

پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا تاخیر میں پڑ گیا (تتمہ حقیقۃ الوحی)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب قادیانی خود اقرار کرتے ہیں کہ جس امر کو ہم نے اتنے زور سے شائع کیا تھا وہ پورا نہیں ہوا۔ یہ الگ بات ہے کہ مرزا صاحب اس کے پورا نہ ہونے کی ایک خاص وجہ بیان کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت ہمیں صرف یہ دکھانا ہے کہ خود مرزا صاحب قادیانی بھی اسے تمام شد نہیں کہتے کیونکہ نشان جس سے منکرین پر حجت ہو سکے تو ہی ہو سکتا ہے جب پورا ہو جائے، ورنہ ہر ایک کاذب ومفتری نہایت شدومد سے کوئی افتراء باندھ کر اور پیش گوئی کر کے پیچھے کہہ سکتا ہے کہ اس کے پورا نہ ہونے کی یہ وجہ ہے۔ بات بنا لینے کو کوئی نہ کوئی وجہ تراش لینی کوئی مشکل امر نہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس پیش گوئی کے پورا نہ ہونے کے عذر میں جو وجہ بیان کی ہے، اس پر تو ہم آگے چل کر بیان کریں گے لیکن اس موقعہ پر ایک نہایت زبردست دلیل ذکر کرتے ہیں جو مرزا صاحب قادیانی نے اس پیش گوئی کے ضرور واقعہ ہو جانے کے بارے میں بیان کی ہے۔

مرزا صاحب اپنی کتاب تتمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں

اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوّج و یولد لہ یعنی مسیح موعود بیوی

کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خرابی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔

اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب قادیانی لوگوں میں بھی ظاہر کرتے ہیں کہ مجھے نکاح کا قوی یقین ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک کو دخل نہیں کیونکہ ایک تو خود مرزا صاحب قادیانی کا الہام اور اس پر حدیث نبوی کی تصدیق اسکو یقین کے اعلی رتبے پر پہنچا دیتی ہے چنانچہ مرزا صاحب قادیانی اس بارے میں حدیث کا حوالہ بھی دیتے ہیں اور اسے اپنی مسیحیت کا نشان قرار دیتے ہیں جس سے صاف عیاں ہے کہ اس پیش گوئی کا واقع ہونا نہایت ضروری ہے۔

پیش گوئی کا انجام تو سب کو معلوم ہے کہ کس صفائی سے غلط ہوئی۔ مرزا صاحب اس کا اقرار کر کے فوت ہوئے۔ مولوی حکیم نورالدین صاحب بھی اسی اقرار کی تائید کرتے سدھارے۔ مولوی محمد احسن صاحب امروہی بھی اسی کی تائید کر رہے ہیں۔ لیکن اس مقام پر ہم مرزا صاحب قادیانی کی حدیث محولہ پر کچھ مزید بحث کرنی چاہتے ہیں تاکہ مرزا صاحب قادیانی کے دعوی مسیحیت کا ابطال اور حضرت مسیح کی حیات قبل النزول کا اثبات بھی ظاہر کر دیں،

چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار

حدیث کے الفاظ کو زیر نظر امور مندرجہ کو یکے بعد دیگرے سنکر انصاف سے گواہی دیں کہ مرزا صاحب کا حال اپنی ہی پیش کردہ حدیث کی رو سے کیا ہے

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

حدیث محولہ بالا کے الفاظ یہ ہیں:

عن عبد الله بن عمر و قال قال رسو ل الله ﷺ ینزل عیسی بن مر یم الی الارض فیتز و ج و یولد له و یمکث خمسا و اربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر( رواه ابن الجوزی فی کتاب الوفاء مشکوۃ ص۴۷۲) (حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ عیسی بن مریم زمین پر اتریں گے پھر نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی اور (زمین پر) ۴۵ سال تک رہیں گے پھر مریں گے اور میرے قبرستان میں میرے پہلو میں دفن ہو، پھر (قیامت کو) میں اور عیسی بن مریم ایک ہی قبرستان سے اٹھیں گے)۔

اس حدیث میں اول تو ینزل الی الارض ہے جس سے بتائیدا حادیث ثابت ہے کہ وہ نزول سے پیشتر زمین پر نہیں جیسا کہ کتاب الاسماء و الصفات کی حدیث میں تصریح ہے کہ حضرت عیسی آسمان سے اتریں گے (ص۳۰۱)

دوم یہ کہ اس حدیث میں حضرت مسیح کی مدت اقامت ۴۵ سال فرمائی ہے یا کم از کم دعوی مسیحیت کے بعد کی زندگی ۴۵ سال ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا مرزا صاحب قادیانی کی تمام عمر ۴۵ سال ہوئی یا دعوی مسیحیت یا دعوی الہام کے بعد وہ ۴۵ سال تک زندہ رہے۔ ہر دو کا جواب نفی میں ہے چنانچہ ہم یہ امر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اپنی تحریرات سے دکھاتے ہیں۔ آپ تریاق القلوب کے صفحہ ۶۸ پر فرماتے ہیں

ابتدائے چودھویں صدی ہجری میں میری عمر چالیس سال تھی اس میں میں ماموروملہم ہوا۔

سب جانتے ہیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۱۳۲۶ھ میں فوت ہوئے ۔ ۲۶ جمع ۴۰ مساوی ۶۶ ۔ لہذا وفات تک ان کی عمر ۶۶ سال کی ہوتی ہے جو حدیث کے مطابق نہیں۔

اس کے متعلق ایک یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اسی کتاب تریاق القلوب صفحہ ۱۳ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۸۰ سال کی عمر کا الہام شائع کرتے ہیں۔

اچھا اگر کل عمر حدیث کے مطابق نہیں ہوئی، تو کیا دعوی مسیحیت یا دعوی الہام

کے بعد کی عمر ہی حدیث کے مطابق ہو۔ اس کا جواب بھی نفی میں ہے۔ اسکے لئے بھی اسی حوالہ پر نظر کرنی چاہیے کہ بقول خود دعوی الہام کے بعد کل ۲۶ سال زندہ رہے اور دعوی مسیحیت کے بعد تو اس سے بھی کم۔

سوم یہ کہ اس حدیث میں حضرت عیسی کا مدفن مدینہ طیبہ داخل حجرہ نبو یہ بتایا گیا ہے، تو کیا مرزا غلام احمد صاحب مدینہ طیبہ میں فوت ہوئے۔ یا کم از کم انہوں نے مدینہ طیبہ کی خاک پاک وحرم محترم میں قدم ہی رکھا۔

آہ! کیا بتاؤں اس دن کی کیفیت جب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو قریباً چھ گھنٹے کی بیماری سے دن کے ۱۰ بجے لاہور میں فوت ہوئے اور ہمیشہ کے لئے اپنے مریدوں کے سینے پر داغ جدائی لگا گئے اور پھر ریل گاڑی پر لیجائے گئے جس کو دجال کا گدھا فرمایا کرتے تھے (ازالہ اوہام۔ ص ۱۳۷)

یہ خاکسار (محمد ابراہیم میر) اس موقعہ پر لاہور میں آپ کے مقام احمدیہ بلڈنگس کے قریب مجالس وعظ گرم کئے ہوئے تھا۔

غرض اس حدیث نے صاف اور بین طور پر فیصلہ کر دیا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی مسیحیت میں صادق نہ تھے کیونکہ ان کی خود پیش کردہ دلیل کے مطابق ان کا دعوی ثابت نہیں ہوا۔ جب کہ اس حدیث سے جناب مرزا صاحب قادیانی کا دعوی غلط ہو گیا۔

اب حضرت عیسیٰؑ کی حیات الی الآن کے ثبوت میں بھی یہی حدیث کافی ہے۔ اس حدیث نے حضرت عیسیٰؑ کی کشمیری قبر کا بھی ابطال کر دیا کیونکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ میرے پہلو میں میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔ معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کا روضہ اطہر مدینہ طیبہ مں ہے، تو اب عیسی کی قبر کشمیر میں کیسے ہو سکتی ہے۔ دیگر یہ کہ آنحضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ میرے مقبرہ میں میرے پہلو میں دفن کئے جائیں گے، اور یہ نہیں فرمایا کہ میں عیسیٰؑ کے پہلو میں دفن کیا جاؤں گا کیونکہ جسکو کسی کے پاس دفن کرتے ہیں وہ پیچھے فوت ہوتا ہے اور جس کے پاس دفن کرتے ہیں وہ پہلے فوت شدہ ہوتا ہے۔ پس اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات تک تو حضرت عیسیٰؑ فوت نہیں ہوئے۔ اب آنحضرت ﷺ

کے بعد کس نے کہاں سے خبر دے دی کہ وہ آنحضرت ﷺ کے پہلے فوت ہو چکے ہیں۔ اس حدیث کے ہوتے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ مرزا صاحب قادیانی کی خود پیش کردہ ہے۔ باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔ اگست ۱۹۱۸ء مطابق ۲۴ شوال ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۳۹ ص ۶۔۸)

## مدراس کانفرنس میں خطاب ابراہیم ۔۲

(بقیہ مضمون مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی جو اہل حدیث کانفرنس مدراس میں آپ نے پڑھا گذشتہ پرچہ میں یہ مضمون یہاں تک پہنچا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے محمدی بیگم سے نکاح ہونا اپنا نشان صداقت بتایا تھا بلکہ اوس رحدیث نبوی سے استشہاد کیا تھا۔ مولانا ابراہیم صاحب نے اوس حدیث کو نقل کر کے مرزا صاحب کی تکذیب اور حضرت عیسیٰ کی حیات ثابت کی تھی۔ اس سے آگے وہ لکھتے ہیں۔ اڈیٹر اہل حدیث)

اب ہم اس عذر کی طرف توجہ کرتے ہیں جو مرزا صاحب قادیانی نے محمدی بیگم کے نکاح میں نہ آنے کی نسبت کیا ہے کہ وہ کہاں تک درست ہے۔ اور ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کا یہ عذر بھی بمنزلہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یہ عذر کرتے ہیں کہ الہام یہ بھی تھا

ایّتها المرأة توبی فانّ البلاء علی عقبك۔

جسکا ترجمہ خود مرزا صاحب ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۱۴ پر فرماتے ہیں:

یعنی اے عورت (عورت سے مراد احمد بیگ ہوشیار پوری کی بیوی کی والدہ ہے) توبہ کر، توبہ کر، کہ تیری دختر اور دخترِ دختر پر بلا نازل ہونے والی ہے۔

پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

سو ایک بلا تو نازل ہو گئی کہ احمد بیگ فوت ہو گیا اور بنت البنت کی بلا باقی ہے جسکو خدا تعالیٰ نہیں چھوڑے گا جب تک پورا نہ کرے۔

صاحبان! اس جگہ دو باتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ بات ٹل جائے یعنی پوری نہ ہو، دوسری یہ کہ کہ اس کی میعاد بڑھ جائے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اس پیش گوئی کو قسم اول میں رکھتے ہیں یا قسم دوم میں۔

مرزا صاحب قادیانی پیش گوئی کرنے کے دن سے حقیقۃ الوحی میں عذر کرنے تک برابر اس کے وقوع کے منتظر رہے، اور لوگوں کو انتظار کراتے رہے۔ انہوں نے کبھی بھی نہیں لکھا کہ یہ پیش گوئی واقع ہونے سے رہ جائے گی، بلکہ یہی سمجھتے رہے کہ ضرور ضرور واقع ہو کر رہے گی۔ خواہ بزودی خواہ بدیر۔ ملاحظہ ہوں عبارات ذیل

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۴:

مگر اس پیش گوئی کا دوسرا حصہ جو اسکے داماد کی موت کا ہے وہ الہامی شرط کی وجہ سے دوسرے وقت پر جا پڑا۔

پھر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اگر کوئی بھی شرط نہ ہوتی تاہم وعید میں سنت اللہ یہی تھی جیسا کہ یونس کے دنوں میں ہوا۔ پس اس کا داماد تمام کنبہ کے خوف کی وجہ سے اور ان کی توبہ اور رجوع کے باعث اس وقت فوت نہ ہوا مگر یاد رکھو کہ خدا کے فرمودہ میں تخلف نہیں اور انجام وہی ہے جو ہم کئی مرتبہ لکھ چکے ہیں خدا کا وعدہ ہرگز ٹل نہیں سکتا۔،

پھر صفحہ ۱۴ پر مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

میں نے ہوشیار پور میں یہ بھی الہام سنایا تھا

ایّتها المر أة تو بی تو بی فانّ البلا ء علی عقبك ۔

یعنی اے عورت (عورت سے مراد احمد بیگ ہوشیار پوری کی بیوی کی والدہ ہے) توبہ کر، توبہ کر کہ تیری دختر اور دخترِ دختر پر بلا نازل ہونے والی ہے۔

سو ایک بلا تو نازل ہوگئی کہ احمد بیگ فوت ہو گیا اور بنت البنت کی بلا باقی ہے جس کو خدا تعالیٰ نہیں چھوڑے گا جب تک پورا نہ کر لے۔،

پھر فرماتے ہیں (ص ۱۴)

اس لئے احمد بیگ کے داماد کی موت میں سنت اللہ کے موافق تاخیر ہوگئی

پھر صفحہ ۱۴ پر ہی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو یاد کراتے ہیں کہ میں نے تم کو.. یہ الہام سنایا تھا

بکر و ثیّب ۔ یعنی مقدر یوں ہے کہ ایک بکر سے شادی ہوگی اور پھر بعدہ

ایک بیوہ سے ۔۔ایک حصہ ( بکر یعنی نصرت جہان سے نکاح ) اس نے دیکھ لیا اور دوسرا حصہ جو ثیّب یعنی بیوہ کے متعلق ہے، دوسرے وقت میں دیکھ لے گا۔

اس حوالہ میں ہم یہ بھی جتانا چاہتے ہیں کہ زمانہ تصنیف ضمیمہ انجام آتھم تک مرزا صاحب کو اس نکاح ثیبہ سے یاس نہیں ہوئی تھی نظر برابر لگی تھی۔ بس موقع کے منتظر تھے ۔ نیز یہ کہ الہام توبی توبی کے یہ معنی نہیں تھے کہ ان بلاؤں اور مصیبتوں سے نکاح فسخ ہو جائے گا۔ کیونکہ احمد بیگ اور اس کے داماد کے قصے کی اصل جان تو محمدی بیگم اور اس کا نکاح ہے۔ احمد بیگ پڑا مرے اس کا داماد مرزا سلطان احمد دنیا پر نہ رہے ۔لیکن اگر محمدی بیگم نکاح میں نہ آئے تو سب سعی بیکار اور سب آرزوئیں خاک ۔اس امر کو آپ اس طرح بھی سمجھ سکتے ہیں کہ اگر احمد بیگ اور اس کے داماد میں سے کوئی بھی نہ مرے اور محمدی بیگم مرزا صاحب کے نکاح میں آ جائے تو کیا مرزا صاحب ان کے مرنے مارنے کی طرف رخ کریں گے؟ ہرگز نہیں کیونکہ گوہر مقصود ہاتھ آ گیا باقی سب زوائد تھے۔ ہوئے تو کیا ، نہ ہوئے تو کیا۔مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب دنیا سے کوچ کر گئے لیکن نہ اون کا رقیب مرا، نہ محمدی بیگم ہاتھ آئی۔

پھر اسی ضمیمہ کے صفحہ ۵۲ پر بھی اس دوسرے حصے میں تاخیر ہو جانے کی بابت لکھا ہے ۔ اور صفحہ ۵۳ پر نہایت شدومد اور تہذیب سے گھورتے ہیں کہ

> چاہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے ۔ اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت سے سیاہ داغ اون کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے۔

اس عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے مخالفین کو جس طرح یاد کیا ہے اس سے رنجیدہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ آنجناب کی عادت ہی ایسی تھی کہ جب کسی نے اعتراض کیا تو آپ نے گالیوں سے اس کی ایسی خبر لی کہ پھر مارے شرم کے

سر نہ اٹھائے۔ خیر اس کے بعد صفحہ ۵۴ میں فرماتے ہیں

یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جز و پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔

یہ حوالہ سب سے زور دار ہے۔ اور مرزا صاحب قادیانی اس پیش گوئی کو اپنے صدق و کذب کا معیار قرار دیتے ہیں۔ باقی باقی،

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ اگست ۱۹۱۸ء مطابق یکم ذی قعد ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۰ ص ۳۔۴)

## قادیان میں عذاب آنے والا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مخالف تو عذاب قادیان کے منتظر تھے، مگر جب سے اونہوں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی کو انتقال کرتے دیکھا اور سنا، اب اون کی خواہش اور تمنا قادیان میں عذاب کی نہیں رہی کیونکہ جس سے اون کو ملال تھا وہ ہی نہیں رہا۔ اب کس سے لڑیں

آں قدح بشکست و آن ساقی نماند

اس لئے اب جو عذاب آنے والا ہے سب مخالفوں کی تمناؤں کا نتیجہ نہیں بلکہ خود قادیانی امام (انچارج خلافت) کو خوف لگ رہا ہے۔ ناظرین کو معلوم رہے کہ خلیفہ قادیان آج کل بوجہ علالت قادیان چھوڑے ہوئے ہیں، پہلے بمبئی میں تھے۔ اب ڈلہوزی پہاڑ پر ہیں۔ اون کے بعد مولوی سید سرور شاہ امامت اور امور خلافت کا انصرام کرتے ہیں۔ گویا قائم مقام خلیفہ ہیں۔ آپ اپنے ایک خطبے میں عذاب قادیان کا خوف سناتے ہیں۔ جسکے الفاظ یہ ہیں:

میں قسم کھاتا ہوں کہ جب سے حضرت خلیفۃ المسیح (مرزا محمود احمد) بیمار ہوئے ہیں، تب سے میرے دل میں یہ خیال بڑی مضبوطی کے ساتھ جم گیا ہے کہ

حضور کی یہ بیماری ہماری غفلتوں کا نتیجہ ہے اندیشہ رہتا ہے کہ ہم پر کوئی عذاب نہ آجائے ۔ یہ بات میں ملہم ہونے کی حیثیت سے نہیں کہتا کیونکہ مجھ کو ملہم ہونے کا دعویٰ نہیں مگر میرا ایک خیال اور ذوق ہے۔ جنگ احد میں رسول کریم ﷺ نے ایک گھاٹی پر ایک دستہ کھڑا کیا اور سمجھایا کہ ہم خواہ کسی حالت میں ہوں، تم ہرگز یہاں سے نہ ٹلنا۔ جب تک کہ میں تم کو نہ بلاؤں ۔ جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہوگئی تو مسلمان غنیمت کا مال جمع کرنے لگے نبی کریم ﷺ نے جن کو پہاڑی پر کھڑا کیا تھا ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم بھی نیچے اترتے ہیں۔ افسر نے روکا لیکن نہ رکے۔ صرف چند شخص وہاں رہ گئے ... جب سے حضرت خلیفۃ المسیح بیمار ہوئے ہیں میرے دل میں یہ بات کھٹکتی ہے کہ یہ ہماری بد اعمالی کا نتیجہ ہے۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح قادیان سے باہر ہیں۔ آپ رسول نہیں، رسول کے جانشین ہیں۔ تاہم مجھے یہ خوف لگا رہتا ہے کہ جیسا کہ گذشتہ نبیوں کے چلے جانے کے بعد شہروں پر عذاب آیا ہم پر بھی کوئی تنبیہ نہ آجائے ۔ قادیان میں اکثر دوستوں کو منذر خوابیں بھی اس قسم کی آئی ہیں۔ میں کسی کی مذمت نہیں کرتا لیکن غور کا مقام ہے کہ ماہ رمضان میں اگر قادیان کی یہی حالت رہے جیسی امرتسر لاہور میں عام طور سے دیکھی جاتی ہے اور کوئی نمایاں فرق نہ ہو، لڑائی جھگڑے وغیرہ مکروہات سے پورے طور سے بچتے رہیں تو پھر ہمارا اصل مقصد کیوں کر پورا ہوسکتا ہے ۔(الفضل قادیان ۳۔ اگست ص ۱۰ کالم ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیان میں مہاجرین ہاں اصحاب رسول قادیان ہاں حواریان مسیح نے روزوں کی پرواہ نہیں کی ہوگی تو جناب امام صاحب کو اون پر غیظ وغضب ہوا۔ مگر سوال یہ ہے کہ آپ لوگ جو دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت اور صحبت سے آوارہ سے آوارہ آدمی کو بھی کیمیاوی اثر ہوتا ہے، کیا یہی وہ اثر ہے جس کی شکایت امام جی کر رہے ہیں۔ آہ

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا

تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

مگر ہم دل سے چاہتے ہیں کہ قادیان میں عذاب نازل نہ ہو بلکہ عذاب سے پہلے ہی ان لوگوں کو ہدایت نصیب ہو جائے

بخش دے اوس بت سفاک کو اے داور حشر

خون خود مجھ میں نہ تھا خون کا دعوی کیسا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ١٦۔ اگست ١٩١٨ء مطابق ٨ ذی قعد ١٣٣٦ھ جلد ١٥ نمبر ٤١ ص ٥)

(لاہوری پارٹی کے اخبار پیغام صلح میں مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی علالت کے بارے میں خبریں شائع ہوتی رہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

<u>میاں صاحب کی علالت:</u>

میاں محمود احمد صاحب کی طبیعت جیسا کہ الفضل سے معلوم ہوتا ہے پچھلے دنوں بہت زیادہ ناساز رہی۔ کچھ پیچش وغیرہ کے ساتھ خون بھی آتا رہا۔ اور ضعف اور غشی کی حالت طاری رہی۔ قادیان میں انکے مریدوں نے ایک دن دو نفل بھی اکٹھے مل کر پڑھے اور دعا کی اور پھر پونے دو سو روپیہ کے قریب چندہ کر کے دس بکرے صدقہ بھی کئے۔ اس کے ایک دو دن بعد خبر آئی کہ میاں صاحب لاہور آتے ہیں۔ یہاں آ کر احمدیہ ہوسٹل میں اترے۔ مگر طبیعت جیسا کہ اصحاب قادیان کے بیانات سے معلوم ہوا، پہلے سے نسبتاً اچھی تھی یہاں گلے کا اپریشن بھی کرایا۔ پھر ڈاکٹری مشورہ کے مطابق ٨ مئی ١٩١٨ء کی شام کو سمندر کے کنارہ پر (یعنی بمبئی) تبدیلی آب و ہوا کے لئے چلے گئے ...(پیغام صلح لاہور یکم مئی ١٩١٨ء ص ٣)

نیز لکھا ہے:

<u>میاں صاحب کی علالت مریدوں کی غلطیوں کا نتیجہ ہے:</u>

کسی گذشتہ اشاعت میں ہم میاں (محمود احمد) صاحب کی علالت کی خبر سنا چکے ہیں جس پر ہمیں ان کے ساتھ دلی ہمدردی ہے اور ان کی صحت کے لئے ہم دست بدعا ہیں لیکن ہمارے ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ میاں (محمود احمد) صاحب کی یہ علالت بھی عام انسانی

بیماریوں کی طرح حفظ ما تقدم کے اسباب سے تجاوز کرنے یا اور کسی معمولی سبب کا نتیجہ نہیں بلکہ یہ دراصل نتیجہ ہے ان کے مریدین کی غلطیوں اور کمزوریوں کا جیسا کہ قادیانی حلقوں سے متعدد مرتبہ اس کا اعلان بھی ہو چکا ہے چنانچہ مولوی سرور شاہ صاحب اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۶۔اپریل ۱۹۱۸ء میں صاف الفاظ میں یہ اعلان کرتے ہیں کہ:

میرا اعتقاد ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح (مرزا محمود احمد قادیانی) کی مسلسل علالت اور ہمارا آپ کے فیوضات سے محروم رہنا ہماری غلطیوں ہی کا نتیجہ ہے۔اس لئے ہمیں اپنی اصلاح کی طرف بہت جلدی توجہ کرنی چاہیے۔الفضل ۱۱مئی ۱۹۱۸ء

ایسے ہی الفاظ ایڈیٹر الحکم نے بھی لکھے ہیں۔اور ہم بھی ان الفاظ کی بزور تائید کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔گو مولوی سرور شاہ اور دیگر مریدین میں میاں صاحب کی طرح کفارہ کے ہم معتقد نہیں کہ دوسروں کی غلطیوں اور کمزوریوں کا نتیجہ بجائے ان کے میاں صاحب پر وارد ہونے کے قائل ہوں۔مگر بہر حال اس کے تو قائل ہیں کہ یہ جتنی بیماریاں اور دکھ میاں صاحب کو پہنچ رہے ہیں یہ ان غالی مریدوں کی غلطیوں ہی کا نتیجہ ہے جنہوں نے ان کی ہر ایک نا جائز سے نا جائز بات پر بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانا ضروری سمجھا اور واللہ باللہ ثم باللہ کی قسموں سے ایک جہان کو گمراہ کرنا چاہا۔انہی لوگوں نے درحقیقت میاں (محمود احمد) صاحب کو معصومیت کے اس بلند مینار پر چڑھانے کی کوشش کی جہاں سوائے انبیاء کے اور کسی کی بھی مجال نہیں کہ قدم رکھ سکے۔یہی وجہ ہے کہ جب مریدوں نے بڑا بنایا اور ہز ہولی نیس کے دل خوش کن الفاظ سے انہیں پاک اور معصوم بتانا شروع کیا تو اس روحانی بداعتقادی کا اثر ان کے جسم پر بھی پڑا اور وہ ایسے بیمار ہوئے کہ کبھی صحت ہی ہونے میں نہیں آتی۔

بہر حال اب جب کہ مولوی سرور شاہ صاحب اور دیگر محمودیوں کو اس کا احساس ہو چکا ہے انہیں چاہیے کہ اب بھی راہ ضلالت سے جس کی طرف وہ میاں (محمود احمد) صاحب کو لے جا رہے ہیں قدموں ہٹا کر ان کا منہ صراط مستقیم کی طرف پھیرنے کی کوشش کریں تا افضال الٰہی کا ان پر نزول ہو اور ان کی روحانی وجسمانی صحت بحال ہو

(پیغام صلح لاہور ۱۹۱۸ء۔۱۹،۲۲مئی۔ص۳)

# اصولی بحث کو ہم تیار ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۶ جولائی ۱۹۱۸ء میں ہم نے لاہوری پارٹی کو اون کی بہتری کی رائے دی تھی کہ چونکہ تم لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں سے طرح دیتے ہو (جیسا کہ بابو عبدالحق ملازم شملہ سے کئی بار سنا گیا) اس لئے اعلان کر دو کہ ہم اونکی پیش گوئیوں کے ذمہ دار ہیں۔

اس مخلصانہ مشورہ کا جواب لاہوری جماعت کے آرگن پیغام صلح نے یوں دیا ہے کہ مولوی ثناء اللہ سلسلہ عالیہ مرزائیہ کا اشد ترین دشمن ہے، یہ ہے وہ ہے، اس لئے وہ ہمیشہ ایسی باتیں کرتا رہتا ہے وغیرہ۔

اس اظہار خفگی کے بعد لکھتا ہے کہ

> مولوی ثناء اللہ اصولی بحث سے روگردانی کرتا ہے اور ادھر اودھر کی باتیں کرتا رہتا ہے۔،

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں، اس لئے آج ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم ان لوگوں سے اصولی بحث کرنے کو ہر وقت تیار ہیں۔ پس اڈیٹر پیغام صلح بتلاویں کہ کون سے اصول پر بحث کریں گے۔

اون کے بتانے سے پہلے ہم بھی بتائے دیتے ہیں کہ ایک ہمارا اصول ہے، ایک تمہارا۔ اور ایک دونوں کا مشترک۔ غالباً نہ تم ہمارے اصول کے پابند ہو گے، نہ ہم تمہارے کے۔ اس لئے سب سے مقدم یہ اصولی بحث ہوگی اور ہونی چاہیے جو ہم میں اور تم میں مشترک طور پر مسلم ہو وہ یہ ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے رسالہ شہادۃ القرآن میں خود لکھتے ہیں:

> کہ الہامی کے صدق و کذب کی پہچان اوسکی پیشین گوئیوں سے ہوتی ہے

اس اصول کی چونکہ قرآن شریف تائید کرتا ہے اسلئے ہم میں اور تم میں اصولی بحث یہ ہونی چاہیے کہ مرزا صاحب کی الہامی پیشین گوئیاں سچی ہوئیں یا نہیں۔

اس بحث کا اول سرا آسمانی نکاح سے شروع ہوگا۔

اگر منظور ہو تو بسم اللہ کر کے بغیر کسی ذاتی غیر ذاتی ذکر کے اتنا بتا دیجئے کہ یہ نکاح جس کی بابت جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اظہار کیا تھا کہ سید الانبیاء پیغمبر خدا ﷺ نے بھی میرے اس نکاح کی خبر دی ہوئی ہے۔

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۳)

وہ نکاح ہو گیا تھا۔

دیکھیں اصولی بحث کے شائق اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ یا اصولی بحث کے معنی کچھ اور بتاتے ہیں۔

نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔ اگست ۱۹۱۸ء ص ۵۔۶)

## شیر پنجاب بار کے مرزائی کیمپ میں

جناب محمد رمضان قاضی گرو اور صدر گوگیرہ لکھتے ہیں:

پنجاب میں علاقہ بار (نو آبادی ہا) ضلع لائلپور ایک آباد اور سرسبز علاقہ ہے۔ اوس ضلع میں تحصیل جڑانوالہ کے مواضعات میں ایک موضع عینوانہ ہے جہاں ایک مُلّانا اور ایک آدھ اور شخص مرزائی ہوگیا۔ تو حسب عادت مرزائیاں اونہوں نے دیہاتی مسلمانوں کو چھیڑ چھاڑ شروع کی۔ ارد گرد کے علماء کو قادیانی مذہب سے ناواقف پا کر اہالی دِہ نے فیصلہ کیا کہ شیر پنجاب (مولانا ثناء اللہ) کو تکلیف دی جائے۔ چنانچہ اُن مرزائیوں سے باہمی عہد و پیمان متضمن حرجانہ وغیرہ لکھ کر تاریخ مباحثہ کی ۵/ ذیقعدہ مقرر ہوئی۔ ایک آدمی اہالی دِہ کی طرف سے مولانا کی خدمت میں گیا۔ آپ نے اپنی عدیم الفرصتی کا عذر کیا۔ تو مولوی محمد داؤد صاحب غزنوی کو سفارشی بنا کر قاصد نے بمشکل منظوری حاصل کی۔ اس اطراف کے دیہاتی لوگ آپ کے دیکھنے اور تقریر سننے کے از حد مشتاق تھے۔ منظوری کی خبر بجلی کی طرح پھیل گئی اس لئے لوگ چشم براہ تھے کہ بحکم

طلع البدر علینا من ثنیة الوداع

۴ ذیقعدہ مطابق ۱۲؍اگست کو آپ مع دو ساتھیوں کے وارد دِہ ہوئے۔ آتے ہی فرمایا کہ کل مقررہ پانچ ذیقعدہ ہے۔ آج شرائط کا تصفیہ ہو جائے تو کل مباحثہ شروع ہو سکے گا۔ مرزائیوں کی طرف سے ایک صاحب لائلپور کے مبلغ آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے ضد کی کہ آج ۳ ذیقعدہ ہے۔ مولانا نے کہا کہ آج ۴ تاریخ ہے ہمارا اعتبار نہو تو قادیاں کا اخبار الفضل منگا کر دیکھ لو۔ مگر وہ کسی طرح نہ مانے۔ بعد میں قادیانی اخبار دیکھا۔ تو اس پر ۵ ذی قعدہ مطابق ۱۳؍اگست لکھی پائی۔ جس سے ثابت ہوا کہ مرزائیوں نے ناحق کی ضد اس لئے کی تھی کہ مولانا اور دیگر مسلمانوں کا ناحق نقصان ہو۔ آخر خدا خدا کر کے شرائط طے ہوئیں۔ کہ ایک گھنٹہ حیات و وفات مسیح پر اور دو گھنٹے صداقت مرزا پر بحث ہوگی۔

مرزائی چند مولوی آئے تھے جن میں سے مولوی غلام رسول راجیکی والے مناظر مقرر ہوئے۔

دوسرے روز یعنی ۱۴ اگست کو علی الصباح مباحثہ شروع ہوا۔ مباحثہ کی کیفیت کیا بیان کی جائے نتیجہ یہ ہوا کہ دیہات کا بچہ بچہ مولانا کو دعائیں دیتا تھا اور مرزائیوں کی شکست کا اعلان کرتا تھا۔ الحمدللہ

حیات مسیح کے متعلق آپ نے چند حدیثیں مشکوٰۃ شریف سے اور ایک حدیث تفسیر خازن سے پیش کی۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ دنیا میں آکر فوت ہونگے۔

ان کا جواب مرزائی مناظر نے دیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں ہیں چنانچہ وہ دنیا میں آکر فوت ہوئے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ نجران کے پادری آنحضرت ﷺ کے سامنے بغرض مباحثہ آئے تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ حضرت عیسی اللہ کے بیٹے ہیں۔ اون کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے ہمیشہ زندہ رہے گا اور حضرت عیسیٰ پر موت آوے گی۔ پھر وہ اللہ کے بیٹے کیسے ہوئے۔

یہ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ یہ عیسیٰ وہ ہے جن کو عیسائی لوگ خدا کا بیٹا کہتے

ہیں کیا مرزا غلام احمد قادیانی کو عیسائی خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور آج کل بھی کہتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بس اس جواب سے حاضرین کی تسلی ہوگئی۔

دوسرے مضمون میں آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ رسولوں سے جو وعدہ کروں، اس کی بابت ہرگز خیال بھی مت کرو کہ کبھی غلط ہوگا۔ فلا تحسبنّ اللہ مخلف وعدہ رسلہ۔

اس اصول مقررہ کے بعد آپ نے فرمایا:

مرزا صاحب قادیانی نے چند وعدہ ہائے خداوندی کا اعلان کیا تھا جو پورے نہ ہوئے۔ اول مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی سے نکاح کی بابت لکھا تھا کہ خدا نے مجھے الہام کیا ہے کہ اس لڑکی سے تیرا نکاح ضرور ہو جائے گا۔ باکرہ کی حالت میں ہو، یا بیوہ کی۔ یہ بھی پورا نہ ہوا۔

دوسرا یہ کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں مرے گا۔ یہ بھی پورا نہ ہوا۔

تیسرا الہام تھا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی میرے سامنے مریگا۔ وہ بھی نہ مرا۔ وغیرہ (چشمہ معرفت)

ان سب کے جواب میں مرزائی مناظر نے عجیب عجیب حرکات دکھائیں۔ نکاح کی بابت کہا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری خود مر گیا۔ ایک حصہ پورا ہوگیا۔ یہ دونوں (ثناء اللہ اور عبدالحکیم) اگر زندہ رہے تو کیا زندگی۔ کیا اون (ثناء اللہ اور عبدالحکیم) کو بھی کسی جماعت نے امام مانا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو تو آج ۸-۹ لاکھ آدمی امام مانتے ہیں۔ وغیرہ۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فرمایا کہ نکاح کی پیشگوئی میں اصل مقصود عقد نکاح اور وصال محبوب تھا۔ مرزا احمد بیگ کا مرنا طفیلی تھی۔ اس لئے صرف مرزا احمد بیگ کے مرنے سے پیشگوئی پوری نہیں ہوسکتی۔

مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کے داماد کی بابت مرزا صاحب قادیانی صاف لکھا ہے کہ:

یوم نکاح سے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو جائے گا۔

مگر وہ آج تک باوجود جنگ فرانس میں جانے کے بھی زندہ ہے۔

رہا ہمارا زندہ رہنا اور اس پر آپ کا عذر کرنا کہ کسی قوم کے امام نہیں، بالکل غلط ہے۔ امامت کی شرط نہ تھی۔ بلکہ صاف لکھا ہے کہ اگر یہ زندہ رہیں تو میں جھوٹا۔

دوم اگر آپ میری امامت آزمانا چاہتے ہیں تو اپنی جماعت میں بڑے سے بڑے معزز کو ہندوستان کے مختلف صوبوں میں میرے ساتھ بھیج دیں۔ پھر دیکھیں کہ ہاتھوں کے سائے کس پر ہوتے ہیں، اور پتھر کس پر پڑتے ہیں۔

اس جواب سے حاضرین کو کافی تسلی ہوگئی۔ آخر جلسہ قریبا دس بجے ختم ہوا۔ مسلمان خوش وخرم مولانا کو دعائیں دیتے ہوئے آئے۔

الحمدللہ۔ اس مباحثہ کا اثر یہ ہوگا کہ اس نواح میں دور دور تک مرزائی خیالات کی بیخ کنی ہوجائے گی۔ انشاءاللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اگست ۱۹۱۸ء۔ مطابق ۱۵ ذی قعد ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۲ ص ۴۔ ۵)

## پیغام صلح لاہور کو جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ایام قیام شملہ کے دوران مرزائیوں کی دونوں پارٹیوں نے مباحثہ کے لئے سر اٹھایا مگر آخر دونوں خاموش ہو گئے۔

قادیانی پارٹی نے فیصلہ شرائط کے لئے کمیٹی کا تقرر مانا۔ کمیٹی بیٹھی، شرائط کا تصفیہ بھی کر دیا۔ مگر بعد ان سب مراتب کے خلاف فیصلہ کمیٹی۔ اوس نے انکار کر دیا کہ منصف کا تقرر ہم نہیں مانتے۔ حالانکہ کمیٹی کے فیصلہ کو مان چکے تھے مگر قادیان سے جب انکار آیا تو انکار کر گئے۔

اتنا ان سے نہ ہوسکا کہ قادیان والوں کو جواب لکھتے کہ جس صورت میں خود مرزا صاحب آنجہانی اور خود خلیفہ ثانی قادیانی نے اپنے مباحثات میں منصف تجویز کئے تھے، تو اب کیوں انکار ہے۔

مگر ایسا تو وہ کہے جو اپنی باگ اپنے ہاتھ میں رکھتا ہو۔ لیکن جن لوگوں کا قول ہو کہ

رشتہ در گردنم افگند دوست

مے برد ہر جا کہ خاطر خواہ دوست

وہ کیوں ایسا جواب دینے لگے۔ یہی معنی ہیں

اتّخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا مّن دون الله

اپنے پیروں اور درویشوں کو اللہ کے ورے ورے خدا بنا رکھا ہے (کہ اون کی کسی بات پر اعتراض نہیں کرتے)

دوسری پارٹی جو نسبتاً لبرل کہلاتی ہے یعنی لاہوری جماعت، انہوں نے تو کمیٹی کے بٹھانے میں بھی عذر کیا کہ ہم منصف کا تقرر کسی حال میں نہیں مانیں گے۔ جب اون کو دکھایا گیا کہ مرزا صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ میں مخالفین اسلام کے سامنے منصفوں کے فیصلے پر دس ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا ہوا ہے، تو ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب سکرٹری انجمن نے، جو ان دنوں مع اپنے صدر کے شملہ پر تھے، جواب دیا کہ روپیہ کا معاملہ اور ہے تبدیل عقیدہ اور ہے۔ یعنی منصف اگر فیصلہ دیں تو تاوان دے دینا جائز ہے مگر عقیدہ کا بدلنا جائز نہیں۔

ہم نے ان کا اصرار دیکھا تو بذریعہ خط ان کو مطلع کیا کہ ہم بھی تبدیل عقیدہ پر زور نہیں دیتے، صرف تاوان قبول کریں کہ جس کے خلاف فیصلہ ہو وہ نمازیان جامع مسجد کو روزہ افطار کرائے۔

باوجود اقرار کے لاہوری پارٹی نے یہ بھی تسلیم نہ کیا۔ چنانچہ میرے آنے کے بعد مسلمانان شملہ نے ایک اشتہار دیا جو یہ ہے:

## اے لو وہ بھاگ گئے

قصہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ چوہوں نے کمیٹی کی کہ اپنی دشمن جان بلی کو کسی نہ کسی طرح پکڑنا چاہیے۔ کسی نے کہا میں اس کی ٹانگ پکڑوں گا۔ کسی نے کہا میں اس کا ہاتھ پکڑوں گا۔ کسی نے کہا اور کچھ نہیں تو مونچھ تو ضرور ہی پکڑوں گا۔ ایک بوڑھا تجربہ کار چوہا ان میں خاموش بیٹھا تھا، اس نے کہا تم یہ تو سب کچھ پکڑو گے مگر اس کی موں (یعنی آواز) کو کون پکڑے گا۔

یہ قصہ صحیح ہو یا غلط، مگر شملہ میں اس کی ایک نظیر قائم ہو چکی ہے۔

شملہ کے مرزائی صاحبان نے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کو عرصہ سے تنگ کر رکھا تھا اتفاق سے مولانا ثناء اللہ امرتسری شیر پنجاب فاتح قادیان ماہ جون میں شملہ پر کسی ضروری کام کے لئے تشریف لے آئے آپ نے اہل اسلام کی خواہش پر قادیانی ہیرو کے حالات سنانے شروع کئے تو دونوں مرزائی کمپوں (لاہوری اور قادیانی) جماعتوں میں مشورے ہونے لگے کہ شیر پنجاب کو کس طرح پکڑنا چاہیے کوئی کہے اس کی ٹانگ پکڑو کوئی کہے ان کی مونچھ پکڑو مگر قادیان سے ایک بڑے گرگ باراں دیدہ نے خط بھیج دیا کہ جو کچھ لکھتے ہو مانا مگر شیر کی بھیک کو کون پکڑے گا اس لئے سب خاموش ہو گئے قارئین کرام کی خاطر ہم اس پہیلی کو ذرا صاف لفظوں میں بیان کرنا چاہتے ہیں مرزائی صاحبان کی پرانی عادت ہے کہ وہ فریق مخالف پر ابتداء میں مباحثہ کے لئے بہت زور ڈالا کرتے ہیں مگر جب انہیں نظر آتا ہے کہ اب مباحثہ ضرور ہو کے رہے گا تو پھر یا تو خاموش ہو جاتے ہیں یا کوئی عذر لنگ تراش کر پہلو بچا جاتے ہیں اسی طرح فاتح قادیان کی شکل دیکھتے ہی تین طرف سے اون پر وار شروع ہوئے ایک ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب لاہوری نے مسئلہ نبوت مرزا صاحب پر مباحثہ کیلئے خط و کتابت شروع کی دوسرے بابو برکت علی صاحب سکرٹری انجمن مرزائیہ شملہ نے بھی چند مسائل لکھے تیسرے منشی عمرالدین صاحب جالندھری نے بھی شیر پنجاب کو اپنی طرف مشغول کرنے کی کوشش کی ان تیسرے نمبر کا یہ مطلب تھا کہ لدھیانے والے انعامی مضمون پر دوبارہ مجھ سے بحث کرلو۔ مگر واہ رے شیر تیرا دل گردہ کیسا مضبوط ہے کہ تو ان سب کو دھتکارتا اور ہر ایک کو معقول جواب دیتا رہا۔ کیا مجال کہ ماتھے پر ذرا بل آجاوے یا دل گھبرا جاوے۔

شیر پنجاب نے مرزائی صاحبان کی تمام شرائط مباحثہ کو بخوشی قبول کر لیا اور جب میدان میں نکلنے کیلئے خم ٹھوک کر کھڑا ہو گیا تو مرزائی صاحبان نے حسب عادت راہ فرار اختیار کی۔

آخر یہ ہوا کہ تینوں محرک گیدڑوں کی طرح اپنے اپنے بلوں میں جا چھپے اور کوئی سامنے نہ آیا۔ فاتح قادیان کی جرأت ملاحظہ ہو کہ کئی دنوں تک انتظار کر کے ۳ جولائی کو جاتے ہوئے لکھ کر دے گئے کہ جب کبھی مرزائی صاحبان سر اٹھائیں تو فوراً اطلاع دو میں حاضر ہو جاؤنگا ہم نے بھی اس بات کا اندازہ کیا ہے کہ مرزائی صاحبان کے مقابلے میں فاتح قادیان کے نام میں وہ تاثیر ہے جو شیطان کے مقابلے میں لاحول کو۔ یہاں مرزائی صاحبان کہ یہ حالت تھی کہ منتیں مانتے تھے کہ شیر پنجاب شملہ سے کیا سارے پنجاب سے نکل جائے، خدا جانے فاتح قادیان کا رعب اتنا کیوں ہے کہ خود مرزا صاحب آنجہانی بھی اس شیر سے ایسے ڈرتے تھے کہ جب وہ ان سے بحث کرنے کی غرض سے قادیان پہنچا تو مرزا صاحب آنجہانی باہر نہ نکلے اور آخر شیر پنجاب یہ شعر پڑھتا ہوا واپس آیا

جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی
ایک بھی ان سے ملاقات نہ ہونے پائی

شملہ کے مرزائی صاحبان نے تصفیہ شرائط کے لئے خود ہی کمیٹی مقرر کی جسکے ممبر تین تھے بابو گنگا رام صاحب، بابو گوری شنکر صاحب و مسٹر محمد حسین خان صاحب۔

ہر سہ صاحبان نے مل کر شرائط کا تصفیہ کیا۔

بعد تصفیہ بھی فاتح قادیان شملہ میں کئی روز تک مباحثہ کیلئے ٹھہرے رہے لیکن کوئی سامنے نہ آیا، اور مرزائی صاحبان ادھر اودھر کی باتوں میں وقت ٹالتے آخر جاتے ہوئے بھی بابو برکت علی صاحب وغیرہ کو خط لکھ کر دے گئے۔ ان کے جانے کے بعد جب مرزائی صاحبان سے تقاضے پر تقاضا کیا گیا تو آخر بڑی مشکل سے ۲۲ جولائی کو ان کے سکرٹری صاحب کا خط آیا کہ ہم کو سب کمیٹی کی مقرر کردہ شرط فیصلہ بتقرر ثالث منظور نہیں کیونکہ یہ ناجائز ہے حالانکہ یہیں شملہ میں تھوڑا عرصہ ہوا کہ مرزائی صاحبان آپس میں (یعنی لاہوری وقادیانی جماعت میں) مسئلہ نبوت مرزا صاحب پر بذریعہ ثالث مسٹر محمد عمر

صاحب وکیل فیصلہ کر چکے ہیں اوران کے فیصلہ کو بڑی اہمیت دیتے ہیں پھر کیا وجہ ہے کہ جو بات مرزائی صاحب آپس میں جائز سمجھتے ہیں مسلمانوں کے مقابلہ میں اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔اس دورخی چال کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ شیر کے مقابلہ کی طاقت نہیں اور حیلہ سازی سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کی جارہی ہے اگر کسی مرزائی صاحب میں ہمت ہو اور وہ اپنے رسول قادیانی کوسچا ثابت کرسکتا ہوں تو میدان میں آئے ورنہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان کے نبی و مسیح وکرشن (قادیانی) کا دعوی غلط ہے

اخیر میں ہماری دعا ہے کہ خدا ہمارے شیر کو بہت دنوں تک سلامت رکھے اور ہرجگہ مظفر ومنصور فرمائے

این دعا ازمن واز جملہ جہاں آمین باد

المشتہر: خاکسار غلام محمد پھیری والا کوہ شملہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ اس اشتہار کے اس فقرہ پر کہ:

شیر پنجاب نے تمام شرائط قبول کرلیں،

پیغام صلح لاہور سوال کرتا ہے کہ:

مولوی ثناءاللہ صاحب کیا ان الفاظ کو صحیح سمجھتے ہیں۔اگر نہیں تو کیا ان کی تردید کے لئے وہ تیار ہیں۔(۱۴۔اگست ۱۹۱۸ء)

جواب: میں ان الفاظ کو بتشریح مذکورہ بالا صحیح سمجھتا ہوں اس لئے ان کی تردید کرنا تردید حق جانتا ہوں۔ ہاں یہ سوال ڈاکٹر یعقوب صاحب سے ہونا چاہیے کہ اون کو میرا خط پہنچا تھا یانہیں کہ ہم تبدیل عقیدہ پر زور نہیں دیتے بلکہ تاوان جنگ پر قناعت کرتے ہیں۔اس کا جواب آنے پر بات آگے چلے گی۔

اصل بات یہ ہے کہ ہماری طرف سے بے شک یہ شرط پیش ہوئی تھی کہ مسئلہ نبوت پر ہماری آپ کی گفتگو ہوگی تو منصف جو فیصلہ کریں آئندہ کو فریقین بھی اپنا وہی مذہب ظاہر کیا کریں گے یعنی اگر اونہوں نے فیصلہ کردیا کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوی کیا ہے تو ہم دونوں آئندہ کو یہی خیال ظاہر کیا کریں گے کہ واقعی مرزا صاحب

نے دعوی نبوت کیا ہے۔اور اگر فیصلہ ہو کہ دعوی نبوت نہیں کیا تو یہی ظاہر کریں گے کہ نہیں کیا اس میں یہ ذکر نہ تھا کہ فیصلہ کے ماتحت فریق منکر مرزا پر ایمان لے آئے گا اور قائل مرزا کو چھوڑ دے۔مگر چونکہ یہ ایک محض تجویز رہی اس لئے جب فریق ثانی نے اس کے انکار پر زور دیا اور اپنے اشتہار میں نقدی تاوان دینے کو جائز اظہار کیا تو ہم نے بھی اپنا مطالبہ تبدیل کر دیا یعنی بجائے اس کے کہ اظہار عقیدہ میں فیصلہ کا اثر ہو۔ نقدی تاوان پر کفایت کرنے کا اظہار کر دیا جس پر اب بھی ہم قائم ہیں مگر ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب وغیر ممبران لاہوری جماعت اس سے بھی پھر گئے تو پھر راہ فرار کس نے اختیار کی: پس

ذرہ انصاف سے کہیے نکالا کس نے شر پہلے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔اگست ۱۹۱۸ء۔مطابق ۲۲ ذی قعد ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۳ ص ۳۔۵)

## انجمن احمدیہ اور امداد جنگ

قادیان کا پرانا مگر بوڑھا کمزور اخبار الحکم اپنی ۷۔اگست ۱۹۱۸ء کی اشاعت میں خبر دیتا ہے کہ خلیفہ قادیان نے حکم دیا ہے کہ ایک کمیٹی بغرض امداد جنگ بنائی جائے جس کا کام امداد جنگ ہوگا۔

ہم خلیفہ قادیان کے اس ارادے کی تائید کرتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب آنجہانی تو لکھا کرتے تھے اور اس پر ہمیشہ فخر کیا کرتے تھے کہ میرے دادا نے ایام غدر دہلی میں انگریزوں کو پچاس گھوڑے مع سواروں کے دیئے تھے آج ہم دیکھتے ہیں کہ بقول مرزا صاحب ۴ لاکھ اور بقول مولوی غلام رسول راجیکی ۹ لاکھ مریدان مرزا کی جماعت ہے مگر پچاس کی بجائے پانچ گھوڑ کے سوار بھی نہیں دیئے گئے۔اس کی کیا کیا وجہ ہے آج چار سال کے بعد خیریت سے کمیٹی بنانے کی تجویز سوجھی ہے ابھی دیکھیں عمل میں کب آتی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔اگست ۱۹۱۸ء۔مطابق ۲۲ ذی قعد ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۳ ص ۵)

# مرزا صاحب قادیانی اور کسر صلیب

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

لوگ عموماً اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کا دعوی تھا کہ وہ مسیح جس کے آنے کے مسلمان منتظر ہیں وہ تو فوت ہو کر گلیل میں، نہ تو یہ، کشمیر میں مدفون ہو گیا اور اوس کی جگہ میں آ گیا ہوں جو ہر شان میں اس اصل مسیح سے بہتر ہوں۔ اور جو اس کا فرض تھا یعنی کسر صلیب کرنا اگر میں اپنی زندگی میں پورا نہ کروں تو لوگو گواہ رہو کہ میں جھوٹا۔ مطلب یہ کہ میں اپنی زندگی میں تثلیث کے ماننے والوں کو موحد مسلمان بنا دوں گا اور چونکہ مرزا جی نے کروڑواں حصہ بھی تثلیث کے ماننے والوں کا مسلمان نہ بنایا، بلکہ مسلمان عیسائی ہوتے رہے اور ایک خصوصیت ان کے زمانہ کو یہ ہوئی کہ اس میں مسلمان آریہ ہوئے لہذا مرزا جی اپنے دعوی میں اپنے ہی قول کے بموجب جھوٹے اور اس لئے کاذب مسیح تھے۔

میں کہتا ہوں کہ ایسا اعتراض کرنے والے کسر و شکست کے معنی ہی نہیں سمجھے کسر و شکست کے معنی ہیں بے وقعت کر دینا۔

کہتے ہیں اکبر بادشاہ نے بیربل کے سامنے ایک تنکا رکھ دیا اور کہا کہ اسکو بغیر توڑنے یا کاٹنے کے چھوٹا کر دیا جائے۔ بیربل سوچ سوچ کر اٹھ کر باہر چلا گیا اور ایک اس سے لمبا تنکا اٹھا لایا اور اسکو بادشاہ کے تنکے کے برابر رکھ کر کہا لیجئے بادشاہ سلامت آپ کا تنکا بغیر کاٹے اور توڑے چھوٹا ہو گیا۔

پنجابی میں ایک مثل ہے کہ

سو سیانے اکّو مت مورکھاں آپو آپنی

یعنی عقل مند سو ہوں گے تو ان کی عقل ایک ہی ہو گی، اور بے وقوف جتنے ہوں گے ان کی اپنی اپنی رائے ہو گی۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دیکھا کہ اس تثلیث کے تنکے کے توڑ نے کی اجازت ہے، نہ طاقت اس لئے وہ بیربل کی چال چلے۔ یعنی تثلیث کو شکست

دینے کے واسطے انہوں نے اپنی ذات شریف میں ایک مجموعہ علاوہ اقانیم کے پیش کیا جس کو زمین سہے نہ آسمان۔ یعنی کوئی ہستی اپنی ذات سے باہر نہ چھوڑی۔ بیربل بے چارے نے تو بادشاہ کے تنکے سے انگل دو انگل بڑا تنکا رکھ کر اسے چھوٹا گردانا تھا، مرزا صاحب نے تو تثلیث کے تنکے کے سامنے ایک شہتیر ہی رکھ دیا۔ اب صاحبِ انصاف غور فرماویں کہ اگر یہ کسر صلیب نہیں ہے تو کیا ہے۔ مرزا جی نے صلیب کو ضرور توڑ دیا، ضرور توڑ دیا، ضرور توڑ دیا، زمین و آسمان ٹلے مگر مرزا جی کی بات نہیں ٹلی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔ اگست ۱۹۱۸ء۔ مطابق ۲۲ ذی قعد ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۳ ص ۵)

## دس ہزار کا انعام

۱۹ جولائی ۱۹۱۸ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ایک حیدر آبادی مرزائی کی تصنیف کا ذکر تھا جس نے باتباع مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، جواب پر دس ہزار روپیہ کے انعام کا اعلان کیا۔

اس کے متعلق ہم نے لکھا تھا کہ دس ہزار روپیہ حیدر آباد میں مہاراجہ سرکشن پرشاد کے پاس امانت رکھوا کر ہم سے منصف مقرر کریں۔ اس کے جواب میں مصنف موصوف کا ایک خط آیا ہے جو درج ذیل ہے

محترم بندہ جناب اڈیٹر صاحب اخبار اہل حدیث

السّلام علی من اتّبع الھدی

اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۰ شوال ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۹ جولائی ۱۹۱۸ء ہماری نظروں سے گذرا۔ اس کے دیکھنے سے ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے انعامی چیلنج دس ہزار کے متعلق غور و تدبر سے کام نہیں لیا گیا، جس کا ہم کو بہت ہی افسوس ہے۔ جناب والا! ہم تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ رسالہ محولہ کے صفحات ۳۳۔ ۳۴ کے مطابق اگر کوئی شخص بصورت انکار حضرت میرزا صاحب کسی دوسرے صادق مدعی کو پیش کر دے تو اوس کو دس ہزار روپیہ دیئے جا سکیں گے نہ کہ جناب کو۔

کیونکہ ہمیں تو صرف ایسے امام الزمان ومجدد وقت کی ضرورت ہے کہ جو حسب منہاج نبوی ﷺ من جانب اللہ ہدایت خلق کے لئے بفرمان خداوندی مبعوث کیا گیا ہو جیسے کہ ہماری نظروں میں حضرت میرزا صاحب کی ذات والا صفات ہے نہ کہ جناب کے جواب کی۔

ہم امید کرتے ہیں کہ حسب شرائط صفحات ۳۳، ۳۴ رسالہ مذکورہ ایسے شخص کو پبلک کے سامنے آپ پیش کر دیں گے جو زمانہ وقت کے امام یا مجدد ہونے کا مدعی ہو یا فی زمانا کم از کم اس کا جانشین یا قائم مقام ہو کہ جس نے حسب اعلانات مشتہرہ رسالہ زیر بحث اپنے آپ کو تمام دنیا کے سامنے پیش کیا ہو اور اپنی صداقت منوا دی ہو

اب جناب وکالت کی زیادہ تکلیف گوارا نہ فرمائیں بلکہ اس مدعی کو پیش کر دیں تاکہ مدعی سست گواہ چست والا نقشہ نہ ہو

رہا روپئہ کا معاملہ تو اس کا بھی ہم نے اپنے چیلنج میں بخوبی فیصلہ کر دیا ہے، ملاحظہ ہو صفحہ ۳۴۔ اب تو یقین ہے کہ ہمارے مدعا کو آپ بخوبی سمجھ گے ہوں گے۔

امید ہے کہ اپنے اخبار کے ناظرین کو مزید انتظار میں نہ رکھ کر ہمارا جواب بھی اپنے اخبار میں جلد شائع فرما دیں گے۔

عبداللہ الہ دین۔ الہ دین۔ آکسفورڈ سٹریٹ سکندر آباد دکن۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

صفحات مذکورہ ہم نے دیکھ لئے ہیں ہم حسب منشاء آپ کے جواب دینے کو تیار ہیں۔ مگر آپ اپنی اقرار کردہ رقم مہاراجہ صاحب موصوف کے پاس امانت رکھوا کر ہم سے منصف مقرر کریں۔ یہ ہماری درخواست کوئی ایسی نہیں جو آپ رد کریں کیونکہ مرزا صاحب کی تجویز کردہ ہے۔ براہین احمدیہ جلد اول ملاحظہ ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ ستمبر ۱۹۱۸ء۔ ۲۹ ذی قعد ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۴ ص ۴۔ ۵)

# کٹک میں محمدیوں کی نمایاں کامیابی

سید محمد فضل رب عفی عنہ عازم خان بازار کٹک لکھتے ہیں

عبدالحکیم کٹکی نے کٹک میں احمدیوں کی کامیابی اور حکام کا شکریہ کی سرخی سے ۲۸ جون ۱۹۱۸ء، اخبار الحکم قادیان کے ایک کالم کو سیاہ فرمایا ہے الزام فوجداری سے نہ معلوم کس غلطی سے خلاصی پا کر کہیں اڑیسہ کے سب سے بڑے وکیل اور کہیں سب سے بڑے مسلمان متمول اور معاملہ بازوں وغیرہ پر آوازے کسے ہیں لیکن دیکھنے والے دیکھیں کہ خداوند تعالی ... کی حمایت فرماتا ہے اور جھوٹوں کو منزل تک پہنچاتا ہے جناب معلیٰ القاب مجسٹریٹ ضلع کٹک ۱۳۔ اگست ۱۹۱۸ء کو فائنل آرڈر پاس کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

> ہم احمدیوں کی التجا کے مطابق کماحقہ تدارک کے بعد صاف حکم صادر کرتے ہیں کہ قادیانی لوگ رسول پور کسمبی محی الدین پور دھواں ساہی کی چاروں مسجدوں میں (یعنی قادیانی جن مسجدوں میں اپنا دخل اور حق جتا کر دعویدار ہوئے تھے نیز اپنے آباء واجداد کا تیار کیے رہنے کا دم بھرتے تھے) قدم نہیں رکھ سکتے کیونکہ ان مسجدوں کے تیار کنندگان سنت جماعت میں سے تھے۔ اگر یہ اپنی دانست میں کوئی استحقاق رکھتے ہیں تو صاف عدالت دیوانی کی طرف رجوع کریں۔ اور کسی مسجد کی جانب منہ نہ کریں، کی تو فوجداری آئین دفعہ ۱۰۴، انہوں نے خلاف عمل درآمد ہوں گے، اب اس سے زیادہ صاف حکم ہم نفاذ نہیں کر سکتے۔،

یہ ہے قادیانیوں کے بڑے بول کی سرنگونی اور اس کے فضل عمر کی دعاؤں کی برکت۔ قادیانی مرزاجی کی دعاؤں کی بھی یہی کیفیت تھی اثر الٹا ہوتا تھا۔ چنانچہ فاضل اڈیٹر اہل حدیث کی موت کی ہر وقت مانگا گئی اور جب آئی تو انہیں کو لقمہ کر گئی اور

وہ ہنوز دندناتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ ستمبر ۱۹۱۸ء۔ ۲۹ ذی قعد ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۴ ص ۶)

# مرزائی زیارت

(مولانا ثناء اللہ نے سفر کشمیر سے واپسی پر اپنا سفر نامہ کشمیر شائع کیا جس میں بتایا):

سری نگر میں جہاں اور زیارات ہیں ایک مرزائی زیارت بھی ہے جسکی تفصیل یہ ہے:

سری نگر میں ایک مزار ہے جس کی بابت یہاں کی روایات یہ ہیں کہ کوئی صاحب شاہزادہ یوز آسف تھے اون کا مزار ہے۔ یہ مزار بھی میں نے دیکھا بھلا کیوں نہ دیکھتا جب کہ قادیان کی آواز میرے کان میں تھی کہ حضرت عیسی کی قبر سری نگر میں ہے۔ مزار بالکل معمولی حالت میں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس کی کچھ اتنی وقعت نہیں صرف ایک نابینا بڑھیا عورت بیٹھی تھی دریافت کیا کہ یہ کس کا مزار ہے ایک شخص بولا حضرت عیسی کا۔ دوسرے شخص نے جو اسی محلّہ کا تھا، جواب دیا کیا کہتے ہو جن دنوں عیسی تھے ان دنوں تو اس محلّہ میں پانی تھا۔ اوس پہلے شخص نے کہا میں تو جانتا نہیں قادیان کے لوگ یہاں آتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ زیارت حضرت عیسی کی ہے۔

سری نگر اور کشمیر کے لوگ اپنے تواتر کی بنا پر خیال رکھتے ہیں کہ یہ قبر کسی شاہزادہ کی ہے جو نیک آدمی تھا دگر ہیچ۔ چنانچہ علماء شہر اور معززین نے اس مضمون کی تحریری شہادت بھی دی ہے جزاھم اللہ

مزار مذکور کی خستہ حالی پر نظر کر کے ایک ظریف طبع نے کہا تھا یہاں تو اس کا کوئی مجاور نہیں بنتا کیونکہ لوگوں کا رجوع نہیں تو آمدنی کہاں سے ہو، اس لئے قادیان والوں کو اس مزار کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے کر ایک مجاور یہاں رکھنا چاہیے۔ حاضرین نے اس رائے کی تائید کی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء مطابق ۱۳ ذی الحج ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۶ ص ۳)

# اصولی بحث

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لاہوری پارٹی کے اخبار پیغام صلح نے بات اٹھائی تھی کہ اہل حدیث روز کی چھیڑ چھاڑ کو اصولی بحث کرے تو نتیجہ بہتر ہو اور اوس کے جواب کے لئے ہم بھی تیار ہوں، اوس کے جواب میں اہل حدیث مورخہ ۱۶۔ اگست میں اس درخواست کو قبول کر کے لکھا تھا کہ ہم اصولی بحث کو تیار ہیں۔

مگر اصولی بحث کیا ہوتی ہے، یہ ایک غور طلب سوال ہے۔ ہم نے اسکا جواب یہ دیا تھا کہ اصولی بحث وہ ہوتی ہے جس سے سب فروعی مراتب طے ہوسکیں اس قاعدے کے مطابق قادیانی مشن میں اصولی بحث یہ ہے کہ مرزا صاحب کی اون پیش گوئیوں کو جانچا جائے جن پر اونہوں نے اپنی صداقت کا معیار رکھا ہے۔ چنانچہ اسی مضمون میں ہم نے مرزا صاحب قادیانی کی عبارات نقل کر کے بتایا تھا کہ فلاں فلاں پیش گوئی کی صداقت پر مرزا صاحب کا صدق موقوف ہے۔ چونکہ اس رستے پر چلنا ذرا ٹیڑھی کھیر ہے اس لئے بہانہ جوئی کرتے ہوئے پیغام صلح لکھتا ہے:

> ہم کہتے ہیں یہ بے شک صحیح ہے کہ پیشگوئیاں مامور من اللہ کی تصدیق میں ایک زبردست تائیدی گواہ کا کام دیتی ہیں خود نبیوں کو بھی ان سے اپنی صداقت کے ثبوت میں بہت بڑی مدد ملتی ہے اور حضرت مسیح موعود (مرزا) کی پیش گوئیاں بھی بفضلہ تعالی اپنے اپنے رنگ میں پوری ہوئیں اگرچہ مولوی ثناء اللہ کو بوجہ اندرونی تعصب کے کچھ بھی نظر نہ آئے لیکن اس مرحلے پر پہنچنے اور اس پر بحث کرنے سے پہلے ابھی بعض اور بھی بنیادی باتیں ہیں جن کا اصولاً طے ہوجانا ضروری ہے۔ مثلاً سلسلہ عالیہ کا سب سے بڑا اصول یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے جب تک اس اصول کا فیصلہ نہ ہوجائے

حضرت مسیح موعود کی صداقت کو پرکھنا اور آپ کی پیش گوئیوں پر بحث کرنا ایک لاحاصل امر ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۲۸۔ اگست ۱۹۱۸ء ص ۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارا پیش کردہ اصول آپ کو اور آپ کے پیرومرشد کو منظور ہے۔ اور جو اصول (حیات ووفات مسیح) آپ پیش کررہے ہیں وہ نہ اصول ہے، نہ معقول، نہ آپ کے پیر ومرشد کا پیش کردہ ہے۔

سنئے! وفات مسیح کا مسئلہ اگر مرزائی مباحث کے لئے اصولی بحث ہے، تو جو لوگ وفات مسیح کے قائل ہیں اون سے کیوں آپ لوگوں کا اختلاف ہے۔ مثلاً سرسید احمد خان کے ہم خیال جو وفات مسیح کے موجد اور مروج ہیں۔ یا ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پٹیالوی وغیرہ۔ یہ لوگ باوجود قائل وفات ہونے کے کیوں مرزا صاحب کے قائل نہیں۔ معلوم ہوا کہ وفات وحیات مسیح کو بحث مرزا میں کچھ بھی دخل نہیں۔

ہاں اڈیٹر پیغام صلح ہم سے ایک بات پوچھتا ہے جو قابل جواب ہے وہ یہ ہے:

اگر مولوی ثناء اللہ پیش گوئیوں پر بحث کرنے کے بعد بفرض محال اپنی ضدی طبیعت کیخلاف یہ مان لینے پر مجبور ہوئے کہ حضرت میرزا صاحب کی تمام پیش گوئیاں صحیح تھیں تو اس صورت میں وہ وفات مسیح کے خود بخود ہی قائل ہو جائیں گے اور وہ تمام دلائل قرآنی جن پر ان کے عقیدہ حیات مسیح کا مدار ہے خود بخود ہی غت ربود ہو جائیں گے اگر ایسا ہی ہے تو اون کے عقیدہ حیات مسیح کی حقیقت معلوم، (صفحہ مذکور کالم ۲)۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بے شک ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب کی متحدیانہ پیش گوئیاں سچی ثابت ہوئیں، تو ہم اپنے سابقہ خیالات مخالفہ سب چھوڑ کر مرزا صاحب کے معتقد ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالی

وفات مسیح پر آپ کو بحث کرنے کا بہت شوق ہے تو جب مولوی ابراہیم صاحب فاضل سیالکوٹی نے آپ کے بڑے عالم مولوی محمد احسن صاحب امروہی کو نوٹس دیا تھا کہ عالمانہ رنگ میں اس مسئلہ پر ہم سے بحث کریں ہم تیار ہیں (ملاحظہ ہو اہل حدیث مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۷ء) تو کیا وجہ ہے کہ آپ کی طرف سے اسپر ہاں ہوں سے کوئی جواب نہ آیا۔

مختصر یہ کہ ہم وفات وحیات مسیح کو ایک علمی اور مذہبی مسئلہ جانتے ہیں جو بے شک قابل بحث ہے، مگر مرزائی صداقت کو اس پر توقف نہیں۔ توقف وہاں ہوتا ہے جہاں بحث کرتے ہوئے کسی چیز کا اثباتاً ونفیاً ذکر آئے۔ جہاں یہ نہ ہو وہاں توقف کا دعوی کرنا اہل علم کا کام نہیں

آؤ ہم سے صداقت مرزا پر بحث کر کے آزمالو کہ حیات یا وفات مسیح کا ذکر آتا ہے اگر آوے تو ہم توقف کے قائل ہو جائیں گے پس آپ اجازت دیں کہ ہم حسب تجویز حضرت مرزا صاحب اصولی بحث شروع کریں۔ کیا یہ کریں گے؟

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اون سے
وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء مطابق ۱۳ ذی الحج ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۶ ص ۴۔۵)

## مرزائیوں سے مباحثہ اور اسکا نتیجہ

مولانا محمد یونس پرتاپ گڈھ ڈاک خانہ ہنومان گنج موضع کٹھار سے لکھتے ہیں

ناظرین! عرصہ ایک سال سے مولوی محمد حنیف صاحب سلطان پوری مرزائی ہو گئے تھے اس اثنا میں انہوں نے بہت سے خطوط میرے پاس و نیز مرشدی الی اللہ جناب مولوی احمد اللہ صاحب کے پاس روانہ کئے جس میں انہوں نے بار بار اس بات کو تحریر کیا تھا کہ مجھ سے مباحثہ کرلو۔ لیکن چونکہ جب سے وہ مرزائی ہوئے تھے قادیان

مفرور ہو گئے تھے اس لئے ان سے مناظرہ نہ ہوا۔ اتفاقاً ان دنوں وہ قادیان سے اپنے مکان پرتشریف لائے اپنے مکان سے ایک تحریر میرے پاس روانہ کی ، بابت وفات وحیات مسیح نبوت مرزا کے ۔، اور بڑے شد و مد سے لکھا کہ اگر آپ میں ہمت ہے تو میری تحریر کا جواب دیں میں نے دیکھا کہ کاغذ کی ناؤ سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوتا اسلئے ۱۵ ذی قعد کو میں میں و مسٹر امانت اللہ و نیز چند احباب میرے ہمراہ موضع اسراپور گئے وہاں پر ان کو بلایا گیا بعد نماز جمعہ ان سے گفتگو ہوئی انہوں نے کہا کہ میں آپ سے حضرت عیسی کی وفات وحیات میں گفتگو کروں گا میں نے کہا کیا آپ کو حضرت عیسی کی میراث لینی ہے ۔گفتگو اس بات پر ہونی چاہیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی جسکی نبوت کی آپ لوگوں کو دعوت دیتے پھرتے ہیں وہ مسلمان تھے یا نہیں ۔ میں مرزا کے اقوال سے یہ ثابت کر دوں گا کہ الفاظ ناشائستہ انبیاء وصلحاء کی شان میں کہنے والا ایک ادنی درجہ کا مسلمان بھی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ مہدی وعیسی ۔آخر اس بات پر وہ بھی راضی ہو گئے گفتگو ہونا شروع ہوگئی میں نے ضمیمہ انجام آتھم سے چند سطریں سنائیں جہاں کہ مرزا نے حضرت مسیح کو بہت سے برے الفاظ و گالیوں سے یاد کیا ہے میں نے کہا کہ مرزا ،حضرت مسیح علیہ السلام کی کس طرح توہین وتحقیر کر رہے ہیں ۔انہوں نے جواب دیا کہ مرزا نے عیسائیوں کے مسیح کو کہا ہے میں نے کہا کیا عیسائیوں ومسلمانوں کے علیحدہ علیحدہ مسیح ہیں ایک ہی ہیں ۔عیسائی اون کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں جسکی تکفیر قرآن مجید میں جابجا موجود ہے انہیں مسیح کو مسلمان خدا کا برگزیدہ نبی مانتے ہیں لیکن مرزا صاحب ایسے نبی معصوم کو...کالقب دیتے ہیں ۔

دوسرا اعتراض میں نے مرزا صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی سے کیا مرزا صاحب فرماتے ہیں ر أیتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت التی ھو یعنی میں خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو اللہ ہوں میں نے کہا کہ لیجئے حضرت آپ لوگ تو مرزا کو نبی مانتے ہیں لیکن مرزا صاحب کو نبوت کا عہدہ پسند نہیں وہ تو اللہ بنے جاتے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ

تو مرزا صاحب کا خواب ہے اور خواب کی تعبیر برعکس ہوتی ہے،
میں نے کہا مرزا صاحب کا خواب ہے کہ میں ہو بہو اللہ ہوں اگر اس کا برعکس مانئے تو یہ تعبیر ہوئی کہ مرزا صاحب ہو بہو شیطان ہیں۔
اگر برعکس مانئے تو یہ مانئے۔ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ میں نے کہا جس شخص کے ایسے برے الفاظ ہوں وہ تو ایک ادنی درجہ کا مسلمان بھی نہیں چہ جائیکہ مسیح و مہدی موعود۔

اتنے میں نماز عصر کی اذان ہوئی مولوی محمد حنیف صاحب اپنے گھر کو چلے گئے بعد نماز عصر کے ایک مرزائی بنام محمد یوسف نے مرزائیت سے توبہ کی۔ اور مجلس برخواست ہوئی۔

۱۶ ذی قعد کو صبح کے وقت میں و نیز چند احباب میرے ساتھ موضع اسراپور سے موضع کھجوری گئے جہاں پر اون کا مکان ہے ان کے مکان پر میں نے جا کر آواز دی اور کہا کہ میں آپ سے مناظرہ کرنے کی غرض سے آیا ہوں آپ باہر تشریف لائیے۔ انہوں نے مکان کے اندر ہی سے جواب دیا کہ میں مناظرہ نہیں کروں گا آخر چند لوگوں کے کہنے سے وہ مکان سے باہر نکل آئے کیونکہ جب سے وہ مرزائی ہوئے تھے ان کی برادری میں کھلبلی مچی ہوئی تھی اس لئے ان کی برادری کے لوگوں نے کہا کہ یا تو آپ مذہب مرزائی سے توبہ کریں یا آپ مناظرہ کریں آخر وہ پھر مناظرہ کیلئے مستعد ہوئے اور کہنے لگے کہ مرزا صاحب کا نبی ہونا قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہے میں نے کہا پڑھو انہوں نے سورہ الحاقہ کی آیت

و لوتقوّل علینا بعض الا قاویل لاخذ ناہ بالیمین ثمّ لقطعنا منہ الو تین

کو پڑھ کر فرمانے لگے کہ اگر حقیقت میں مرزا صاحب مفتری و کذاب ہوتے تو دنیا میں وہ مہلت نہ پاتے اور ہلاک ہو جاتے حالانکہ اس وقت مرزائی دنیا میں کئی ہزار ہیں اور اللہ پاک نے مفتریوں کیلئے فرمایا ہے کہ وہ دنیا میں ہلاک کئے جاویں گے اور ان کا

عروج نہیں ہوگا۔

میں نے کہ کہا آیت میں اللہ پاک نے رسول اللہﷺ کومخاطب کیا ہے کہ اگر بالفرض رسول اللہﷺ، اللہ پاک کے اوپر بعض باتوں کو منسوب کرتے جس کو اللہ پاک نے انہیں تعلیم نہیں کیا، تو اللہ پاک ان کی رگ جان کو کاٹ دیتا اور وہ ہلاک ہوجاتے۔ دنیا میں جتنے بھی کفار ہیں سب کے سب مفتری وکذاب ہیں مگر سب کو کچھ نہ کچھ عروج دنیا میں ہے اسی طرح چند دنوں تک مرزا صاحب کا بھی عروج رہا بعد ازاں ذلت کی موت سے مرگئے۔ اسکے بعد انہوں نے سوہ صف کی آیت و مبشرابرسول یأتی من بعدی اسمه احمد کو پڑھا اور کہا کہ مرزا صاحب حضرت عیسی کی پیش گوئی کے مطابق دنیا میں تشریف لائے۔ اس آیت میں حضرت عیسی نے مرزا قادیانی کے آنیکی پیشگوئی فرمائی ہے۔

میں نے کہا کہ آیت میں احمد کا لفظ ہے اور مرزا کا نام غلام احمد ہے دونوں میں فرق ہے۔ آیت مذکور میں جو حضرت عیسی نے رسول اللہﷺ کے متعلق خوش خبری دی ہے جیسا کہ فرمایا آپ نے انا بشارة عیسی۔ اور رسول اللہﷺ کا نام احمد بھی ہے جیسا کہ وارد ہوا حدیث شریف میں فرمایا آنحضرتﷺ نے میرے پانچ نام ہیں محمد، احمد، ماحی، حاشر، عاقب۔

یہ سنکر مولوی محمد حنیف صاحب بالکل لاجواب ہوکر کہنے لگے کہ آؤ ہم مباہلہ کرلیں۔ میں نے کہا کہ پہلے آپ اپنے مباہلہ سے مرزا صاحب کا مباہلہ سن لیں چنانچہ میں نے مرزا صاحب کا وہ اشتہار جس کا عنوان ہے مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ، اول سے آخر تک سنایا اور کہا کہ مرزا صاحب تو خود ہی دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ اگر حقیقت میں میں مفتری وکذاب ہوں تو مجھ کو مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں ہلاک کر کے مولوی ثناء اللہ کو خوش کردے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مرزا صاحب چند ہی روز میں دنیا سے کوچ کرگئے اور مولوی ثناء اللہ صاحب اسی طرح خوش وخوم دنیا میں زندہ

قائم ہیں۔

جب اشتہار سنایا گیا تو خاموش ہو کر پھر گھر میں داخل ہو گئے ان کے گھر کے سامنے ایک باغ ہے اس میں جلسہ ہوا۔ مرزائیوں کی خوب تردید کی گئی مولوی محمد حنیف صاحب کے والد بھی مرزائی ہو گئے تھے انہوں نے بھی جلسہ میں مرزائیت سے توبہ کی بعد اس کے جلسہ برخواست ہو گیا میں اپنے مکان چلا آیا۔

۱۸ ذی قعد کو بوقت صبح موضع مندرہ میں مولوی محمد حنیف صاحب کو پھر بلایا گیا مولوی عبدالرحمٰن صاحب سے حیات مسیح پر کچھ گفتگو ہوئی بعد اس کے مولوی محمد حنیف صاحب بھی مرزائیت سے توبہ کر کے داخل اسلام ہوئے اور مجلس نہایت خیر و برکت سے برخاست ہوئی ناظرین سے استدعا ہے کہ دعا کریں کہ اللہ پاک مولوی صاحب موصوف کو ثابت قدم رکھے آمین یا الہ العالمین۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ ستمبر ۱۹۱۸ء مطابق ۱۳ ذی الحج ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۶ ص ۱۱-۱۲)

## ترکوں کی شکست اور فتح

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے رسالہ ریویو آف ریلیجنز بابت اگست میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں ترکوں کی شکست اور فتح کی بابت مرزا صاحب آنجہانی کی پیش گوئیاں نکالی ہیں۔ اسکے جواب میں ہمارا روئے سخن اس امر کی طرف نہ ہو گا کہ واقعہ میں ترکوں کو شکست ہوئی یا فتح بلکہ ہمیں صرف اس امر کا واضح کرنا مقصود ہے کہ مرزائی لوگ مرزا صاحب آنجہانی کی پیش گوئیوں کو بگاڑتے ہیں ایک تو وہ قدرتی طور پر روپیہ پیسہ کی طرح گول مول ہوتی ہیں جن کی شان میں یہ کہا گیا ہے:

بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

دوم، یہ لوگ حسب تقاضائے وقت ان کو نئے قالب میں ڈھالتے ہیں۔

حقیقت میں یہ لوگ اس کارستانی میں بھی آنجہانی کے پکے پیرو ہیں اون کو بھی یہ کمال حاصل تھا کہ ایک بات ایسی کہہ دیتے تھے جسکو ہر زمانہ کے مطابق بنا لیتے۔ مثال کے طور پر ہم ایک ایسی پیشگوئی آنجناب کی ذکر کرتے ہیں آپ کا الہام ہے

شا تا ن تذ بحان (دو بکریاں ذبح کی جائیں گی)۔

اس الہام کو آنجہانی نے رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں مرزا احمد بیگ (آسمانی خسر خود) اور اس کے داماد (رقیب خود) پر لگایا ہے کہ یہ دو بکریاں ہیں جو مر جائیں گے لیکن جوں ہی زمانہ نے اس دعوی کی تردید کی اور رقیب اب تک زندہ سلامت ہے جس کی بابت آنجناب بزبان حال یہ کہتے کہتے دنیا سے سدھارے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

تو رسالہ تذکرۃ الشہادتین میں اسی پیش گوئی کو عبداللطیف کابلی اور اس کے شاگرد پر جو (بقول مرزا) کابل میں مرزائی ہونے کی وجہ سے بحکم امیر صاحب کابل قتل کرائے گئے، چسپاں کر دی۔

واقع میں اس پیش گوئی کی گولائی بھی ایسی ہی ہے کہ جدھر چاہو لگا لو۔ جس پیش گوئی کو ریویو مذکور کے اڈیٹر نے پیش کیا ہے وہ بھی ازیں قبیل ہے

جناب موصوف کی پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں:

غلبت الرّوم فی ادنی الا رض و ھم من بعد غلبھم سیغلبو ن

مندرجہ ریویو آف ریلی جنز بابت جنوری ۱۹۰۴ء

یہی الہام دوسری بار جناب مرزا صاحب نے ان لفظوں میں شائع کیا:

و ھم من بعد غلبھم سیغلبون

اس مکرر الہام کا حوالہ اڈیٹر ریویو زیر بحث نے جنوری ۵ کا دیا ہے مگر درحقیقت وہ فروری ۱۹۰۸ء کے ریویو آف ریلی جنز میں ہے

یہ الہام دراصل قرآنی آیت ہے جو سورہ روم کے شروع میں ہے یہ اوس وقت نازل ہوئی تھی جب رومیوں وسلطنت قسطنطنیہ اور شام وغیرہ، نیز فارسیوں (ایرانیوں) سے جنگ جاری تھی نزول قرآن کے وقت دنیا میں یہ بڑی سلطنتیں تھیں ان کے خاتمہ جنگ کے متعلق یہ آیت بطور پیش گوئی کے نازل ہوئی جسکا ترجمہ یہ ہے:

سلطنت روم اپنے قریب کے علاقہ میں مغلوب ہوگی بعد مغلوب ہونے کے پھر غالب ہوگی۔

مرزا صاحب نے اپنے اس الہام کی کوئی تشریح نہیں کی بلکہ صرف یہ الفاظ ہی بیان کردیئے ہیں بوقت نزول الہام نہیں کی بلکہ ساری عمر میں ان کی کسی تصنیف میں اس کی تشریح نہیں ملتی اب اڈیٹر ریویو نے اس کی تشریح یوں کی ہے:

اس پیش گوئی کو ترکوں پر چسپاں کیا اور اس کی ابتداء جنگ بلقان سے بتائی ہے بلغاریہ کی جنگ میں ترکوں کا پہلے مغلوب ہونا اون کی مغلوبی بتایا پھر اڈریانوپل پر قبضہ کرلینا اون کا غلبہ مگر اسی پر قناعت نہیں کی بلکہ موجود جنگ پر بھی اسکو چسپاں کیا عراق عرب میں انگریزی فوج کو (جو جنرل ٹون دشنڈ کے ماتحت تھی) ترکوں نے قید کرلیا اون کی فتح بتائی پھر عراق اور فلسطین میں ترکوں کے پیچھے ہٹ جانے کو اون کی شکست کہا

ریویو کے اصل الفاظ میں مضمون بہت دل چسپ معلوم ہوتا ہے اسلئے بحذف زائد درج ذیل ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

ان نشانوں میں جو اقوال عالم خاص کر مسلمانوں اور عیسائیوں کی عبرت اور چشم بصیرت کھولنے کے لئے ظاہر ہوئے حضرت احمد (مرزا صاحب کا نام غلام احمد تھا مگر پیش گوئی یاتی من بعدی اسمہ احمد پر قبضہ کرنے کو آپ کبھی کبھی اپنا نام صرف احمد لکھا کرتے تھے حمامۃ البشری۔ اسی سنت کے مطابق مرزائی بھی غلام احمد کی بجائے صرف احمد لکھتے ہیں سچ ہے: غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو۔ رسول حق باستحکام مرزا۔ اڈیٹر) (یعنی مرزا) کی وہ پیش گوئیاں ہیں جو آپ نے ترکی سلطنت کے متعلق فرمائیں اور جو پوری

بھی ہو چکی ہیں غلبت الرو م فی اد نی الا ر ض و ھم من بعد غلبھم سیغلبو ن ترجمہ: رومی سلطنت والے ایک قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو جائیں گے مگر پھر اپنی شکست کے بعد جلد ہی غالب آجائینگے )

اس سے ٹھیک چار سال بعد احمد (مرزا غلام احمد قادیانی) نے ایک اور پیش گوئی بتاریخ ۲ جنوری ۱۹۰۸ء شائع فرمائی جو حسب ذیل ہے:

و ھم من بعد غلبھم سیغلبون،، ترجمہ: اور وہ غلبہ پانیکے بعد جلد ہی مغلوب ہو جائیں گے۔

یہ آخرالذکر پیشگوئی رسالہ ہذا کے پرچہ جنوری ۱۹۰۸ء میں شائع کی گئی تھی آخرالذکر پیش گوئی کے الفاظ صاف طور پر پتہ دیتے ہیں کہ یہ اسی ملک کے متعلق تھی جس کے بارہ میں وہ پہلی پیشگوئی بیان کی گئی ہے یعنی ٹرکی۔ اور ان دونوں پیشگوئیوں کا چار سال کے وقفہ سے جدا جدا معرض بیان میں آنا اور شائع کیا جانا بڑی صراحت سے ظاہر کرتا ہے کہ گو ہر دو پیش گوئیوں میں ایک ہی ملک کا ذکر ہے لیکن ان کا تعلق بالیقین دو جدا جدا جنگوں سے ہے۔ نیز یہ کہ اول الذکر پیشگوئی کے پورا ہونے سے چار سال بعد دوسری پیشگوئی پوری ہونی تھی علاوہ ازیں پہلی پیش گوئی سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ٹرکی کو مغلوب ہونے کے بعد، قریب کی زمین میں غلبہ پانا تھا اور دوسری سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اسے (ٹرکی کو) غلبہ پانے کے بعد مغلوب ہونا تھا اور اس طرح محولہ بالا ہر دو الہامات پر یکجائی نظر ڈالنے سے ہم مفصلہ ذیل نتائج پر پہنچتے ہیں۔

۱۔ ایک لڑائی ٹرکی اور اس کی کسی ہمسایہ سلطنت کے مابین ایک قریب کی سر زمین میں چھڑنی تھی..

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۷ ستمبر ۱۹۱۸ء مطابق ۲۰ ذی الحج ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۷ ص ۵۔۶ نامکمل)

# مرزا قادیانی اور ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت ستمبر سنہ رواں میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پٹیالوی کے متعلق مفصل بحث ہے جسکا خلاصہ حسب ذیل ہے:

مرزا صاحب کو خدا نے الہام کیا تھا تیری عمر اسّی (۸۰) سال کی یا کم یا زیادہ کروں گا۔

راقم مضمون نے بہت کوشش کر کے ادھر اودھر سے (بقول ڈوبتے کو تنکے کا سہارا) اقوال نقل کر کے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی عمر مطابق اس الہام کے اسّی (۸۰) سال سے زیادہ ہوئی ہے۔

افسوس یہ لوگ اپنی ضد میں یہاں تک ترقی کر جاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی تحریرات کی بھی پرواہ نہیں کرتے۔ نہ کریں ان کی مرضی، مگر اون کو یہ تو یاد رکھنا چاہیے کہ ملک میں ایک ایسا شخص بھی ہے جس کا دعوی ہے کہ میں مرزائیوں سے زیادہ مرزا صاحب کی تحریرات کا ماہر ہوں۔ اسلیئے اوسکا لقب فاتح قادیان ہے۔

جس حال میں مرزا صاحب قادیانی خود بخود معمولی طریق سے بلکہ محل استدلال میں اپنی عمر بتاتے ہیں تو پھر کسی ایرے غیرے کی شہادت یا بیان کا کیا اثر؟

سنئے جناب مرزا صاحب موصوف لکھتے ہیں:

یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا۔ تب خدا نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے (تریاق القلوب)

یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چودھویں

صدی کے شروع میں چالیس سال کے تھے اور انتقال آپ کا ۱۳۲۶ھ میں ہوا تو ساری عمر کتنی ہوئی۔ کوئی احمدی دوست حساب جانتا ہو تو جمع کرے ۴۰ جمع ۲۶ بتائے کہ ۶۶ ہوتے ہیں یا اسّی (۸۰)۔

دوسرا حصہ مضمون کا ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کی موت کے متعلق ہے۔ میری طرح ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کی زندگی مرزائیوں کے لئے سوہان روح ہے۔ اس لئے مضمون نگار نے اس طرف بھی توجہ کی ہے جو لکھتا ہے:

اب اگر سوال کیا جائے کہ کیا باعث ہے کہ عبدالحکیم (پٹیالوی)، مرزا صاحب کی زندگی میں ہلاک نہ ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مرزا (غلام احمد) صاحب کی کوئی الہامی پیش گوئی ایسی نہیں تھی کہ عبدالحکیم میرے سامنے ہلاک ہوگا۔ (ریویونذکور۔ص ۳۴۵)

اس مضمون کا راقم عمر الدین لکھا ہے۔ اگر یہ وہی عمر الدین ہے جو شملہ میں نوکر ہے، تو اس کی ناواقفی پر افسوس ہے۔ کیونکہ اس کا خیال ہے کہ میں مرزائی کتب کا فاتح قادیان سے بھی زیادہ ماہر ہوں۔ مگر آج یہی تحریر اوس کی فیصلہ کن ہوگی انشاء اللہ کہ کون ماہر ہے۔ پس سنئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ڈاکٹر عبدالحکیم نے یہ پیشگوئی کی کہ میں (قادیانی) اوسکی زندگی میں ۴ اگست ۱۹۰۸ء تک اوس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا مگر خدا نے اسکی پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی ہے کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جاوے گا اور خدا اوس کو ہلاک کر دے گا اور میں اوس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔

یہ عبارت کیا کہہ رہی ہے؟ چونکہ اردو ہے جو ملک کی عام زبان ہے اس لئے کسی تشریح یا تفسیر کی حاجت نہیں کیا کوئی منصف مزاج اس عبارت کو دیکھ کر کہہ سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ پیش گوئی نہیں کی تھی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم خان اون کی زندگی میں نہ مریں گے؟

اس سوال کا جواب ہم ناظرین کے انصاف پر چھوڑتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء مطابق ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۸۔ص ۲۔۳)

## عراق میں مرزائیت اور اس کی تردید

جناب بابو محمد قاسم کلرک بیس پوسٹ بصرہ لکھتے ہیں:

یہاں بیس پوسٹ آفس (جنگی ڈاکخانوں) میں مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد ہے چنانچہ ہمارے ڈاکخانوں کے حاکم مسٹر لفٹننٹ کرنل اے اے سمسن آئی سی ایس نے اپنی فیاضی سے بیس کے کل مسلمانوں کو نماز پڑھنے کیلئے ایک خیمہ کبیر عطا فرمایا ہے جس میں ہم سب مل کر نماز پڑھتے ہیں چونکہ یہاں حنفی مذہب کے بھی بہت سے مسلمان ہیں عراق عرب بصرہ کی مسجدوں میں وہ نماز پڑھ کر بالکل غیر متعصب ہو گئے ہیں چنانچہ ہماری جماعت اون کے ساتھ ہوتی ہے اور آمین بالجہر رفعیدین آزادی کے ساتھ ہوتی ہیے اور ایسا ہی یہاں کی مسجدوں میں قاعدہ ہے کہ آمین سے مسجدیں گونجتی ہیں مگر بعض بعض ایسے متعصب ہیں کہ اہل حدیث پرچہ کا دیکھنا وہ پسند نہیں کرتے مگر ہم کبھی کبھی بعض مسائل لکھ کر خیمہ پر جو ہماری مسجد ہے بغرض آگاہی مسلمانان لگا دیا کرتے ہیں مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا مضمون متعلق وہ قادیانی مشن مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۲۔ اگست ۱۹۱۸ء پسند آیا تھا۔ یہ وہ مضمون ہے جو مولوی صاحب موصوف نے کانفرنس مدراس میں قادیانی مشن پر پڑھا تھا جس میں مرزا صاحب قادیانی کے دعوی کی تکذیب بایں طور کی تھی کہ اونکی پیش گوئی متعلقہ موت احمد بیگ اور داماد احمد بیگ اور نکاح محمدی بیگم پوری نہ ہوئی۔ نیز حضرت عیسی کی زندگی کا ثبوت حدیث سے دیا تھا کہ حضرت عیسی بعد نزول ۴۵ سال زندہ رہیں گے۔

چنانچہ ہم نے اوس کی بھی ایک نقل کر کے بغرض آگاہی اپنے برادران خیمہ میں لٹکا دیا۔ منشی عبدالرحیم صاحب قادیانی نے بھی اس پرچہ کو دیکھا۔ انہوں نے اپنی

جماعت میں جا کر اصلاحیں اور مشورے کیئے۔ غرض پندرہ روز کے بعد یا ڈیڑھ ہفتہ کے بعد یہ مضمون لکھ کر ہمارے خیمہ میں لٹکا دیا جس کا خلاصہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

برادران۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ کسی صاحب نے مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا مضمون اخبار اہل حدیث سے نقل کر کے مسجد میں لٹکا دیا کہ اس کا اشتہار عام ہو جاوے یہ مضمون سیدنا حضرت مسیح موعود کی مخالفت میں لکھا گیا ہے اسلیئے میں آپ لوگوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ کیا ہم احمدی لوگ ان اعتراضات سے ناواقف ہیں، اور خود نقل کرنے والے صاحب بھی اس سے بے خبر نہیں۔

خلاصہ جواب:

احمد بیگ تو پیش گوئی کے مطابق میعاد کے اندر مر گیا، اوس کے مرنے پر جب اوسکے متعلقین نے گریہ وزاری کی، تو اوسکے داماد سے موت کی پیش گوئی ٹل گئی کیونکہ عذاب کی پیش گوئی رجوع کرنے سے ٹل جایا کرتی ہے۔ اور نکاح کی تو حاجت نہ تھی حضرت عیسیٰ کی حیات کے متعلق بھی مولوی صاحب سیالکوٹی نے حدیث کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ وغیرہ۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

حیرانی ہے یہ لوگ ایک مذہبی معاملے میں جس کا فیصلہ عالم الغیب خدا کے ہاتھ میں ہے کیوں ایسی پیچیدگیاں کرتے ہیں۔ سارا مدار کار نکاح تھا اور احمد بیگ اور داماد احمد بیگ کی زندگی چونکہ نکاح کے لئے روک تھی، اسلیئے اون کی موت کو بھی جز و الہام بنایا۔ ان دونوں کی زندگی میں یہ فرق تھا کہ احمد بیگ کی زندگی اتنی مانع نکاح نہ تھی جتنی اوس کے داماد کی کیونکہ اوسکی زندگی میں تو نکاح جائز نہیں ہوسکتا تھا اسلیئے مرزا صاحب نے داماد احمد بیگ کی موت کو قضاء مبرم لکھا ہے یعنی اٹل ہے جو کسی طرح نہیں

ٹل سکتی خواہ ایک توبہ نہیں، سوتوبہ کرے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔ (رسالہ انجام آتھم۔ص ۳۱)

اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کا داماد (سلطان محمد) ضرور مرے گا اوس کے مرنے کی تقدیر مبرم یعنی اٹل ہے۔

نکاح آسمانی کی بابت مرزا صاحب قادیانی یوں الہام لکھا ہے:

خداتعالی ہر طرح اوس لڑکی کو تمہارے (یعنی مرزا قادیانی کی) طرف لائے گا باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھادے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا کوئی نہیں جو اوس کو روک سکے۔

(ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۲۹۶)

یہ عبارت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ نکاح ضرور ہوگا اور داماد احمد بیگ بھی ضرور مرجائے گا۔ مگر آخرکار دونوں کام نہ ہوئے حالانکہ جناب مرزا صاحب نے ان کا موں کی بابت صاف لکھا تھا کہ اگر یہ نہ ہوں تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴) جس کا ہمیں بھی افسوس ہے۔

باوجود ان اعلانات اور اقرارات کے معلوم نہیں یہ لوگ کیوں ضد کرتے ہیں

الا یظنّ اولٓئك انّهم مبعوثون لیوم عظیم

باقی رہی حدیث نزول مسیح اور اوس کا ترجمہ سو کوئی مشکل نہیں وہ حدیث مشکوۃ باب نزول مسیح کی تیسری فصل میں بروائت عبداللہ بن عمرو موجود ہے اسکو دیکھ لیں اور اسکا ترجمہ بھی دیکھ لیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔اکتوبر ۱۹۱۸ء مطابق ۲۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۸۔ص ۳۔۴)

# مرزا کی اسلامی خدمات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ سے یہ سوال پبلک کے سامنے ہے کہ مرزا صاحب قادیانی آنجہانی نے باوجود دعوی مہدویت ومسیحیت اسلام کی خدمات کیا کیں۔

کاش ہمیں معلوم ہو سکے تو ہم بوجہ عدم ثبوت اون کو مہدی اور مسیح نہ مانیں تو خیر، امام غزالی اور رازی کی طرح ایک خادم اسلام تو مان جائیں۔

ہم نے جہاں تک غور کیا آپ کی خدمات کو ایک عالمانہ حیثیت میں بھی نہیں پایا۔ آپ کے سارے علم کلام کا اختصار دو بلکہ ایک ہی فقرے میں آسکتا ہے وہ یہ

کہ اسلام ایک ایسا دین ہے کہ اس کے اتباع سے میرے جیسے با کمال آدمی پیدا ہو سکتے ہیں۔

آپ کیسے با کمال آدمی تھے؟ ہم اپنے لفظوں میں کیوں کہیں، مرزا جی کے جو شیلے مریدوں کی زبانی اور قلمی دکھائے دیتے ہیں۔

ہمارے اس سوال پر ایک مرزائی ڈاکٹر (بشارت احمد) نے متوجہ ہو کر پیغام صلح میں جواب دینے کی کوشش کی ہے، افسوس ہم ان حضرت کو نہیں جانتے۔ نہ ان کی پبلک زندگی، نہ علمی مرتبت سے واقف ہیں۔ ہاں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیت میں بہت پکے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح بات کا بتنگڑ بنانے میں کمال رکھتے ہیں۔

آپ نے مرزا صاحب قادیانی کی اسلامی خدمات کے مضمون کا سلسلہ نمبرا لکھا جو ہم نے کشمیر میں دیکھا تھا۔ ہم منتظر تھے کہ اور نمبر بھی نکلیں تو جواب دیا جائے۔ مگر ڈاکٹر صاحب چونکہ پکے مرزائی بلکہ فنا فی المرزا ہیں اسلئے آپ کے بقایا نمبر بھی براہین احمدیہ اور اربعین کی بقیہ جلدوں کی طرح عدم آباد میں برائے طبع بھیجے گئے، جہاں سے واپس لانا کسی آدمی کا کام نہیں۔

آپ نے اپنے مضمون کی سرخی ہی میں خاکسار (ثناءاللہ) کا نام لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون خاص میرے جواب میں لکھا گیا ہے۔ آپ نے

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی خدمات میں چیدہ نمبر آپ کی دعاء کا لکھا ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے:

آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے فیض نے آپ سے مستفیض ہونے والوں کو جہاں ایک تازہ ایمان بفضلہٖ عطا کیا، وہاں ان میں سے کوئی بھی نہ ہوگا جس نے معرفت کے چشمہ سے کوئی جام نہ پیا ہو۔ دعاؤں اور ان کی قبولیت کا رنگ اور دیگر عالم باطن کے اسرار وغوامض سے بقدر استعداد ہر ایک نے کچھ نہ کچھ مزہ چکھا جس سے مری ہوئی روح کو ایک نئی زندگی نصیب ہوئی۔

(پیغام صلح لاہور ۲۸۔ اگست ص ۲ کالم ۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ ایک ایسا دعوی ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی ہی میں اعلان کیا گیا تھا۔ ہم بھی اس دعوی کی قدر کر کے تنقید کرتے ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی دعاؤں کے متعلق کوئی صاحب ہم سے فیصلہ کرلیں۔

چونکہ اس مضمون میں خاص کر ہم کو مخاطب کیا گیا ہے اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم ایک ایسی دعا پیش کریں جو نہ صرف دعا ہو، بلکہ خاص ہمارے متعلق ہو، تاکہ دونوں طرح سے وہ ہماری مداخلت کے لائق ہو۔ پس سنئے جناب مرزا غلام احمد صاحب دعا کرتے ہیں، کس الحاح اور عاجزی سے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔

اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے، اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے تو میں نہایت عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو میری زندگی میں مجھے ہلاک کر...

میں تیری رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ جو تیری نگاہ میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی ہی میں دنیا سے اٹھالے

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین،

عبداللہ الصمد مرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ واید۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارا خیال تو یہ ہے کہ یہ دعا ضرور قبول ہوئی۔مگر مرزا صاحب قادیانی کے مریدوں سے سوال ہے کیا یہ دعا قبول ہوگئی؟

اگر وہ ہوگئی کہیں،تو کوئی نزاع نہیں۔

اور اگر وہ عدم قبول کہیں تو پھر بتائیں کہ اون کا دعوی قبولیت دعا کا کہاں تک صحیح ہے جب کہ ایک فیصلہ کن دعا ہی قبول نہ ہوئی،تو اور کا کیا اعتبار۔

اس کے جواب کا انتظار کر کے،آگے بحث چلے گی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اکتوبر ۱۹۱۸ء۔۵محرم ۱۳۳۷ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۹ ص ۳)

# مولوی ظفر علی خان پر عتاب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولوی ظفر علی خان سابق اڈیٹر زمین دار اور ستارہ صبح کی بابت تازہ واقعہ یہ ہوا کہ وہ حیدر آباد میں بلائے گئے اور واپس کیئے گئے۔کیوں؟ اسکی تفصیل سے ہمیں مطلب نہیں۔اس پر مرزائی اخبار الفضل مارے خوشی کے جامے سے باہر ہوکر لکھتا ہے کہ چونکہ ظفر علی خان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی توہین کرتا تھا،اس لئے اوس کی یہ گت ہوئی کہ وہ مرزا جی کے الہامی گولہ انی مهین من اراد اهانتك کی زد میں آ گیا۔اس الہام کا ترجمہ یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے اے مرزا جو تیری توہین کا ارادہ کرے گا میں اوس کی توہین کروں گا۔(الفضل قادیان ۱۴ستمبر ۱۹۱۸ء)

بس یہی ایک الہام ہے جو وقتاً فوقتاً ضرورت کے وقت کام آجاتا ہے مگر افسوس ہے کہ اس کا نشانہ خطا سے بہت کم ہوتا ہے۔اے کاش یہ الہام ہمیشہ کے لئے کارآمد ہوتا تو آج مرزائی مشن اور اسکے مخالفوں میں فیصلہ ہو چکا ہوتا۔

سب سے بڑے مخالف اور توہین کا ارادہ نہیں،بلکہ توہین کرنے والے ضیاء الملت والدین امیر حبیب اللہ خان صاحب بادشاہ سلطنت افغانستان ہیں،جنہوں نے (بقول مرزا قادیانی) مرزا صاحب کے دو مرید عبداللطیف اور اس کا ایک شاگرد مرزائی

ہونے کے جرم میں فتوی ارتداد پر قتل کرا دیئے ۔مگر افسوس الہام مذکور نے وہاں اپنا اثر نہ دکھایا۔ کیوں؟ افغانستان کی سرحد بڑی سخت ہے۔

دوسرا سب سے بڑا مخالف بقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی وہ شخص ہے جسکو کتاب حقیقۃ الوحی میں اشد ترین دشمن لکھا ہے، جس کی موت کیلئے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ءکو بد دعا شائع کی تھی۔

جانتے ہو وہ کون ہے؟ وہی ہے جس کو پبلک فاتح قادیان کہتی ہے۔

اوسکے حق میں بھی الہام نے کبھی اثر نہ دکھایا بلکہ ہمیشہ اس کے برعکس ہوتا رہا ۔اعتبار نہ ہو تو رام پور اور لدہانہ کے واقعات یاد کرلو۔

ہاں کام دیا تو بے چارے ظفر علی خان کے مقابلے میں جس کو حیدر آباد کی خدمت سے سبک دوش کر کے گھر میں بیٹھے تنخواہ ملنے کا فیصلہ ہوا۔کیا اچھی ذلت ہے اور کیا ہی توہین ہے ۔مگر مرزا صاحب کی مخالفت میں یہ توہین کوئی پہلی نہیں پیشتر بھی آپ کے مخالفوں کی ایسی توہین ہو چکی ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مخالفت مرزا میں اسی قسم کی توہین سے حصہ پایا ہے۔جن دنوں آپ مرزا کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے،تو قادیانی مرزا جی نے اشتہار دیا کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک مولوی محمد حسین پر ذلت آمیز عذاب نازل ہوگا۔

جب یہ میعاد گذر گئی تو قادیانی مرزا جی نے اس عذاب کی یوں تشریح کی کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو مسئلہ جہاد کی مخالفت کرنے کے صلے میں سرکار نے جو چار مربعے زمین دی ہے بس یہی اس کی ذلت ہے۔ جو میرے اشتہار کے مطابق اوس پر وارد ہوئی۔

مولوی ظفر علی خان کی توہین بھی اسی قسم کی ہے کیا سچ ہے:

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اکتوبر ۱۹۱۸ء مطابق ۵ محرم ۱۳۳۷ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۹ ص ۳،۴)

# چیستان مرزا پر ریویو

رسالہ چیستان مرزا جو دفتر اہل حدیث امرتسر سے شائع شدہ ہے اوس میں مرزا صاحب قادیانی کے الہامات کی گولائی دکھائی گئی ہے۔ ایک زندہ دل ظریف مزاج ریویو نگار نے اوس پر نظم میں ریویو کیا ہے جس کے چند ابیات یہ ہیں

آپ کو سننی اگر ہو داستان میرزا
دیکھنے ہوں اپنی آنکھوں سے نشان میرزا
قادیان میں جا کے چڑھنا ہو اگر مینار پر
اور کرنی ہو وہاں سیر جہان میرزا
وہ جہاں ہے آسماں جسکا جواب ہے ریسماں
جسکے اندر جلوہ گر ہیں قدسیان میرزا
اس نبوت کے پرخچے گر ہوں اڑتے دیکھنے
جس کے قائل میں ابھی تک پیروان میرزا
الغرض پڑھنی اگر ہو قادیانیت کی شرح
مول لے لیجئے ٹکے میں چیستان میرزا
جس میں مولانا ثناء اللہ کا رنگین قلم
لوٹے لیتا ہے بہارِ بوستان میرزا
کوئی مولانا سے پوچھے بندہ پرور کس لئے
آپ نے چھینا ہے انداز بیان میرزا
گرمیٔ بازار پنجاب از طفیل میرزا ست
مہیں چہ آتش مے زنی اندر دکان میرزا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اکتوبر ۱۹۱۸ء مطابق ۵ محرم ۱۳۳۷ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۹ ص ۱۱)

مرزائیت سے توبہ :اطلاع بنام میاں محمود قادیانی

میں آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ میں اپنی نادانی اور جہالت کے باعث آپ کے چند مریدوں کے پھندے میں پھنس گیا اور آپ کو بیعت کا خط لکھ دیا مزید تحقیقات کے بعد مرزا صاحب کا دعوی غلط پایا اس لئے میں اعتقادات مرزائیہ سے صدق دل کے ساتھ توبہ کرتا ہوں اور اپنی بیعت کو توڑتا ہوں خدا میرے دوسرے بھٹکے ہوئے بھائیوں کو بھی سیدھے راستے پر لائے اور وہ میری طرح اپنے باطل عقیدے سے توبہ کریں۔

دستخط۔ ماسٹر شیر علی مشن سکول شملہ۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء ص ۱۳)

# قادیانیوں سے چند سوال و جواب۔ ا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کے مشن، مذہب، مشرب اور دین کی تحقیق تو صرف اِس طرح سے ہوسکتی ہے۔ کہ ان کی روحانی علامت کی تنقید کی جائے یعنی جن امور کو انہوں نے اپنے روحانی مراتب کی علامت قرار دیا ہے، اون کو جانچا جائے۔ مثلا ان کی الہامی پیشگوئیوں کی پڑتال کی جائے وہ صحیح ہیں تو دعوی صحیح۔ وہ غلط ہیں تو دعویٰ غلط۔ مگر قادیانی امت بھی کچھ کم ہوشیار نہیں وہ جانتے ہیں کہ یہاں پانی مرتا ہے۔ اس لئے وہ بڑی ہوشیاری سے اپنی کشتی کو بھنور سے نکال کر الگ لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور ہمارے سیدھے سادھے نیک دل احباب اون کی اس روش میں تعاقب کرتے کرتے اونہی کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔ ہماری کوشش ابتداء سے یہی رہی کہ ہم قادیانی مشن کے متعلق پبلک کو تحقیقات کی سیدھی راہ بتادیں۔ الحمد للہ بہت سے حصے میں ہم کامیاب ہوگئے ہیں۔ چنانچہ اب یہ حال ہے کہ جہاں کہیں قادیانی اُمت نے وفات مسیح وغیرہ اِدھر اودھر کی باتیں پیش کیں تو حاضرین نے جواب دیا: مرزا صاحب کی حقانیت بتاؤ۔

ہم یہ نہیں سنتے کون مرا اور کون جیا ہنر بنما اگر داری نہ جوہر

مگر سارے انسان ایک ہی طبیعت کے نہیں ہوتے۔ بعض اطراف میں ہنوز ان کا وار چل جاتا ہے۔ یعنی کہ لوگ دعاوی مرزا کو غلط جانتے ہیں۔ مگر بغرض تحقیق ان کے سوالات کے جوابات سننا چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایسے ہی چند سوالات کا مجموعہ ہمارے

پاس آیا ہوا ہے جو مع جواب درج ذیل ہے:

**سوال نمبر۱:** ۱۳ صدیوں کے ۱۳ مجدد آ گئے ہوں تو اب یہ بتلا دیا جائے کہ اس صدی چہاردہم کا مجدد کون آیا۔ حسب ارشاد رسول اکرمؐ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے۔ حالانکہ آغاز صدی ہو کر ۳۶ سال ہوتے ہیں پھر کون مجدّد آیا۔ ہم کو اس مجدّد زمانہ حال کی شناخت ضروری ہے۔ ورنہ بفحوائے حدیث شریف جو شخص اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کرے، وہ بیشک جاہلیت کی موت سے مرا صادق آئیگی۔"

**جواب:** پہلے حدیث مجدّد کے الفاظ دیکھنے ضروری ہیں تاکہ اوس کے معنی سمجھنے میں غلطی نہ ہو کیوں کہ سائل نے جو عبارت مرزائی معترض کی نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ اصل معترض نے حدیث کے الفاظ دیکھے ہیں، نہ سائل نے پڑھا ہے۔ پس وہ الفاظ یہ ہیں:

انّ اللّٰه یبعث لھذہ الأمة علی رأس کل مأة من یجدد لھا دینھا

(مشکوٰۃ کتاب العلم) اللہ تعالیٰ اس امت کی اصلاح کے لئے ہر صدی پر ایسے لوگ پیدا کرے گا جو امت کو ٹھیٹھ دین سکھاوینگے۔"

اس حدیث کا ترجمہ جو ہم نے کیا ہے اس کی شہادت میں مندرجہ ذیل حوالہ ہم مرقاۃ شرح مشکوٰۃ سے نقل کرتے ہیں۔ ملا علی قاری اس حدیث کی شرح لکھتے ہیں:

المراد بمن یجدد لیس شخصا واحدا بل المراد به جماعة یجدد کل واحد فی بلد فی فن او فنون من العلوم الشرعیة ما تیسر له من الامور التقریریة اوالتحریریة (مرقاۃ جلد اول ص:۲٤۸) مجدد سے مراد ایک شخص نہیں بلکہ بہت سے لوگوں کی جماعت مراد ہے جن میں سے ہر ایک اپنے اپنے مقام میں شرعی علوم میں سے کسی ایک علم کی یا بہت سے علوم کی جو کچھ اوس سے ہو سکے اشاعت کرے گا خواہ تقریر سے یا تحریر سے۔"

اِس تشریح کی مزید تائید نحوی (لٹریری) طور پر قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں ارشاد ہے:

ومن النّاس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وماھم بمؤمنین

(پ ۱۔ ع ۱) بعض لوگ کہتے ہیں ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے ہیں حالانکہ وہ

مومن نہیں ہیں۔''

اس آیت میں مَنْ کی طرف ھُمْ کی ضمیر پھیرنے میں اشارہ ہے۔ کہ مَنْ مفرد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ پس حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ سے ہر صدی کے شروع میں تمام اسلامی دنیا میں چند لوگ ایسے پیدا ہوتے ہیں جو اپنے اپنے مقام پر شہر ہو، یا گاؤں، اپنی اپنی وسعت اور مقدرت کے مطابق توحید و سنت کی اشاعت کرتے ہیں اور شرک و بدعت کو مٹانے میں کوشاں ہوتے ہیں۔

ہاں اس جماعت کی تعیین کرنے میں ہر فرقہ اپنی اپنی سمجھ سے کام لیتا رہا۔ شافعیہ اپنے علماء کو پیش کرتے رہے۔ حنفیہ اپنے کو۔ اہلحدیث محدثین کو۔

چنانچہ ملا علی قاری مرحوم اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

قد تکلّم العلماء فی تأویله وکل واحد اشار الیٰ العالم الّذی هو فی مذهبه وحمل الحدیث علیه (مرقات جلد اول، صفحہ ۲۴۷) (علماء نے جو اس حدیث کی شرح یوں کی ہے۔ ہر ایک نے اپنے ہم مذہب عالم کی طرف اشارہ کیا اور حدیث کو اوسی پر چسپاں کیا ہے۔'')

کیوں کہ مجددین کے لئے کوئی نشان کرامت یا معجزہ نہیں ہوتا بلکہ محض اون کی اپنی خدمات سے لوگ ان کی نسبت حسن ظن کر لیتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک فرقہ اپنے نزدیک جو دین جانتا ہے، اوسی کو ترقی دینے والے عالم کو مجدد کہہ دیتا ہے۔ مثلاً شیعہ کے نزدیک ایام محرم میں ماتم داری کرنا ایک دینی کام ہے۔ تو ان کا جو عالم اوس کی زیادہ اشاعت اور اہتمام کرے گا، جس کی کوشش سے مرثیہ خوانی اور ماتم داری کو زیادہ فروغ ہو وہ اسی کو مجدد سمجھیں گے۔ برخلاف اس کے اہل سنت ایام محرم کی رسموں کو بدعت جانتے ہیں، جو ظالم ان رسوم کے مٹانے پر کمربستہ ہوگا وہ اسی کو مجدد کہیں گے۔ غرض ہر فرقہ اور ہر آدمی تعیین مجدد میں اپنے مذاق کا تابع ہوگا۔

### مولوی ابراہیم صاحب کی رائے:

آپ نے اسی بنا پر ایک دفعہ لاہوری جلسہ میں دورانِ تقریر میں یہ کہا تھا کہ مجدد کی پہچان یہ ہوتی ہے کہ جو بدعت کسی زمانہ میں زور پر ہو۔ اوس سے اسلام اور اہل

اسلام کو بچانے اور اوس کے رد کرنے میں جو کوئی جتنا حصہ لے گا اوسی قدر مجددیت میں اس کا حصہ ہوگا۔ جو سب سے زیادہ اوس کی تردید اور ازالہ میں توغل کریگا اوس کو زیادہ حصہ ہوگا۔ خود اس کا دعویٰ کرنا شرطِ مجددیت نہیں۔ اس تمہید کے بعد فاضل سیالکوٹی نے قادیانی بدعت کی طرف اشارہ کرکے کہا تھا کہ اس بدعت کو مٹانے میں جس نے بہت زیادہ حصہ لیا یہاں تک کہ قوم کی طرف سے اوس کو ''فاتح قادیان'' کا خطاب ملا۔ پس وہ اس صدی کا مجدد ہے۔ (یہ بھی مولوی صاحب کا اپنا خیال ہے)

غرض ہر کوئی تعیین مجدد کرنے میں اپنے خیالات کا پابند ہے۔ اسی لئے سابقین مجددین کی تعیین مثل انبیاء اور مرسلین کے نہیں۔ بلکہ اس شعر کے مصداق ہے۔

کسے شکستہ خواند کسے نوشتہ خواند
ہر کس بثبوت خویش حدیثے دارد

ہمارے نزدیک صاحب اور صحیح بات وہی ہے جو ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ سے ہم نقل کر چکے ہیں۔ خادمانِ سنت مطہرہ کا درجہ مجدّدیّت ہے دگر ہیچ۔

پس ہر کوئی اپنے گردونواح میں دیکھ لے کون عالم لوگوں اصل توحید وسنت کی طرف بلاتا ہے اور کون بدعات اور ظلمات میں ڈالتا ہے۔ اس کی تمیز کرنا چنداں مشکل نہیں۔

**حیرانی** ہے کہ قادیانیوں کو اس بحث سے کیا فائدہ۔ لے دے کر اِس بحث کا انجام یہی ہوگا۔ کہ جو کوئی اصل دین کی خدمت کرے وہ مجدد ہے۔ مگر یہ سوال تو باقی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اصل دین کی خدمت کی یا اپنی شخصیت پیش کرکے دین کو ذلیل اور بدنام کرنا چاہا۔ اگر علمائے اسلام پر وقت خبردار نہوتے تو مرزا صاحب کی ذمہ داری میں اسلام کی وہی گت ہوتی جو بلغاری جرنیل کے ہتھیار رکھنے سے آج کل بلغاریہ کی ہو رہی ہے۔ ہاں ہم خوش ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی اسلامی خدمات ہم کو دکھا کر اوس کی مجددیت منوانے کے لئے ہم پر زور ڈالا جائے۔ مگر دکھائیں کیا، یہی کہ حضرت عیسیٰ فوت ہوگئے اور میں ان کی جگہ آگیا۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ کی وفات بتانے سے عیسائی مذہب کے کفارہ مسیح کو قوت پہونچتی ہے جسکی تفصیل ہم کئی دفعہ کر چکے ہیں۔ دوسری خدمت یہ ہے کہ مَیں نبی ہوں۔ جو مجھ کو نہیں مانتا وہ کافر ہے۔ نتیجہ یہ کہ دنیا کے

سب مسلمان کافر ہیں۔ یہ ہے وہ ترقی جو اس مجدد سے اسلام کی ہوئی۔ سچ ہے ؎

تہی دستانِ قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

مختصر یہ ہے کہ مجددین کی شناخت پہلے قیاسی اور خیالی ہوتی رہی، اب بھی ویسا ہی ہورہا ہے۔ اس کے فیصلے کے لئے نہ پہلے خدا ورسول کی طرف سے کوئی سٹرفکیٹ ہوتا تھا، نہ اب ہے۔ بلکہ جس نے اپنے خیال میں کسی کو خادم دین اور مروّج سنت سید المرسلین (جس کو وہ خود سنت اور دین جانتا ہو) سمجھا اوسی کو مجددین کہہ دیا۔ ورنہ مجددین نے دعویٰ کیا نہ خدا نے اون کے دعویٰ کی تصدیق فرمائی

ان ھی الا اسماء سمّیتموھا انتم واٰباء کم (باقی باقی)۔

(اہل حدیث امرتسر جلد ۱۵۔ نمبر ۴۹ مورخہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۸-اکتوبر ۱۹۱۸ء ص: ۴-۵)

## علمی تحقیقات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم کہہ چکے ہیں کہ قادیانی امت بڑی ہوشیار ہے، لائق تجربہ کار جرنیل کی طرح اپنے قلعہ کو بچانے کے لئے دشمن کو دُور دور ہی مشغول پیکار رکھنا چاہتے ہیں۔ یعنی مرزا صاحب کی خاص شخصیت کی پہچان تک نہیں آنے دیتے۔ جس کی سخت ضرورت ہے۔ کیوں کہ اون کو علم ہے کہ یہ قلعہ ایک ہی زد میں فنا ہو جائے گا اس لئے وہ مخالفین کو ادھر اودھر گھمانا چاہتے ہیں انہی چالوں میں سے ایک چال مسئلہ وفات مسیح ہے۔

ہم ان کی اس چال سے بے خبر نہیں ہم نے اس چال کا جواب دو طرح سے دیا ہوا ہے۔ ایک تو تفسیر ثنائی جلد دوم میں زیر آیت انّی متوفیك مرزا صاحب کی تمام آیات متعلقہ وفات مسیح کا جواب اور مسئلہ حیات مسیح کا ثبوت دیا۔ دوم مولوی ابرہیم صاحب سحبان ہند نے بذریعہ رسالہ شہادۃ القرآن اس مسئلہ کو مفصل بیان کیا۔ چاہے تھا کہ اس کے بعد مرزا صاحب قادیانی کی شخصیت پر بحث ہوتی، لیکن قادیانی امت بڑی ہوشیار ہے کہ وہ اپنے کمزور قلعہ کو محفوظ رکھنے کے لیے جی توڑ کوشش کرتی ہے کہ جس

طرح بھی ہوسکیاس پر حملہ نہو۔ چنانچہ اسی کوشش میں سے ایک ٹریکٹ ہے جس کا نام ہے ''علمی تحقیقات'' یہ ٹریکٹ دہلی کے کسی اسسٹنٹ انجینئر مرزائی نے شائع کیا ہے۔ اس میں کیا ہے؟ وہی

آنچہ استاذ ازل گفت ہماں میگوئیم

مرزا جی کی تصنیفات سے اخذ کر کے یہ بتایا کہ توفی کے لفظ کے معنی موت کے ہیں۔ پس تحقیقات مجددیہ قادیانیہ ختم۔ مگر ان صاحب نے شائد تفسیر ثنائی جلد دوم نہیں دیکھی ہوگی جس میں ہم نے ان کے سارے مضمون کو تسلیم کیا ہوا ہے یعنی ہم نے بھی توفی کے معنی موت ہی کے کئے ہیں۔ باوجود اِس کے وفات مسیح کا ثبوت نہیں۔ مصنف رسالہ ہماری تفسیر کو دیکھ کر اپنی نئی تحقیقات کو پرانی سمجھیں۔ اور اصل مبحث پر کچھ بولیں کہ مرزا صاحب کون تھے۔ آہ!

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسیٰ سے سوا ہو
جب جانیں کہ دردِ دل عاشق کی دوا ہو

(اہل حدیث امرتسر جلد ۱۵۔ نمبر ۴۹ مورخہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۱۸ء ص: ۵-۶)

# قادیانیوں سے چند سوال و جواب۔۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ پرچہ میں قادیانی مشن کے متعلق چند سوالوں کا ذکر کر کے ایک سوال متعلقہ مجدد کا جواب دیا تھا جس کے اخیر حصہ کا جواب رہ گیا جو امام الزمان کے متعلق ہے جس کو سائل نے ان لفظوں میں لکھا تھا:

ہم کو مجدد دین و زمانہ کی شناخت ضروری ہے ورنہ بفحوائے حدیث جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا، وہ بے شک جاہلیت کی موت سے مرا، صادق آئے گی۔

اس حدیث میں امام کا لفظ جو آیا ہے اس سے مراد نہ سمجھنے سے غلطی لگتی ہے اس سے امیر المومنین یعنی بادشاہ اسلام مراد ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس زمانہ میں اور جس ملک میں کوئی بادشاہ اسلام ہو، اوس ملک کے رہنے والے کسی مسلمان کو اس

سے علیحدہ رہنا یعنی اس کی اطاعت نہ کرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی ایسا ہوگا تو اس حدیث کے مطابق جہالت یعنی کفر کی موت مرے گا۔ لیکن اگر کسی ملک میں اسلامی بادشاہ نہ ہو، تو اوس صورت کا حکم خاص الگ ہے۔ چنانچہ امام بخاری نے ایسے وقت کے لئے خاص باب تجویز کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کیف الا مر اذا لم تکن جماعۃ یعنی جب کسی ملک میں مسلمانوں کا کوئی بادشاہ نہ ہو، اور بادشاہ کی وجہ سے جو جماعت منتظم ہوتی ہے نہ ہو جیسا کہ ہندوستان کا ملک ہے تو اس صورت کا حکم امام بخاری اس حدیث سے نکالتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

فان لم تکن جماعۃ و لا امام قال فاعتزل تلك الفرق کلھا۔

(بخاری۔ص ۱۰۴۹)۔ یعنی جب کسی ملک میں مسلمانوں کا امیر نہ ہو اور نہ جماعت ہو تو اوس حالت میں تم ان سب سیاسی جماعتوں سے علیحدہ ہو کر زندگی گذارو

اس حدیث سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ ایک سیاسی حکم ہے جسکے ماننے میں کسی کو شک و شبہ نہیں (صدق رسول اللہ ﷺ) اس حدیث کو مرزا صاحب قادیانی سے تعلق پیدا کرنے والے پہلے مرزا صاحب کو سیاسی امام بنالیں پھر یہ دعوی پیش کریں۔ بغیر اس کے اون کا اس حدیث پر دعوی کرنا بے مطلب ہے۔

ہاں اس حدیث کو حدیث مجدد سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ وہ ایک مذہبی امام ہے۔ اور اس حدیث میں سیاسی امام مراد ہے۔ مجدد کی یہ شان نہیں کہ جو اوس کو نہ پہچانے وہ جہالت یا کفر میں مرے گا کیونکہ جیسا ہم پہلے نمبر میں بتا آئے ہیں، مجدد کی تعیین شخصی نہ کبھی ہوئی، نہ اوس کا منکر کافر ہوا، نہ اوس پر کسی نے فتوی کفر یا بغاوت کا لگایا۔ یہ سب فروعات سیاسی امام کے ہیں۔

**دوسرا سوال**: آیت شریفہ و الّذین یدعون من دون اللہ سے حضرت مسیح کیوں علیحدہ ہیں حالانکہ عیسائیوں نے بھی اون کو معبود بنالیا ہے۔ اگر واقعی یسوع مسیح علیہ السلام من دون اللہ میں داخل ہیں تو اون کی موت حسب منشاء آیت کریمہ کیوں کر صادق آئے گی۔

**جواب**: بے شک حضرت مسیح اس آیت میں داخل ہیں مگر اس سے نتیجہ کیا ہے؟ اس کا جواب ساری آیت کے دیکھنے پر موقوف ہے، جو یہ ہے:

و اللہ یعلم ما تسرون و ما تعلنو ن و الذین ید عو ن من دو ن اللہ لا یخلقو ن شیئا و ھم یخلقو ن امواتٌ غیرا حیاء و ما یشعرو ن ایّا ن یبعثو ن (النحل: ۲۰۔۲۱) (ترجمہ: جو کچھ تم لوگ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے اور جن کو یہ لوگ اللہ سے ورے ورے پکارتے ہیں وہ تو کچھ بھی پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں وہ محل موت ہیں نہ دائم الحیات اون کو یہ بھی خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے)۔

اس آیت کو مرزا صاحب قادیانی نے بھی ازالہ اوہام میں پیش کیا ہے اس آیت کے سارے لفظوں میں صرف ایک لفظ ہے جس سے مرزا صاحب اور اون کی امت کا استدلال ہے، یعنی اموات، جسکا ترجمہ وہ کرتے ہیں (مردے) اور اس مردے سے نتیجہ نکالتے ہیں مر چکے۔ ہم نے اس کا ترجمہ کیا ہے محل موت، جس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو صرف یہ کہ تمام معبودان باطلہ پر موت آسکتی ہے۔ بس یہ دیکھنا ہے کہ از روئے قواعد عربیہ کون سا ترجمہ صحیح ہے۔

کچھ شک نہیں کہ اموات جمع میت کی ہے اور میت صفت مشتق کا صیغہ ہے جو ایسے وقت بھی کسی شخص پر بولا جا سکتا ہے جس وقت یقیناً وہ زندہ ہے۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کے حق میں اور مخالفین اسلام کے حق میں یہ لفظ حالت زندگی میں یوں آیا ہے انّك میّت و انّھم میّتو ن یعنی اے نبی تو بھی میت ہے اور یہ تیرے مخالف بھی میت ہیں۔ کیا جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی یعنی جس وقت آنحضرت ﷺ کو میت کہ گیا تھا اوس وقت حضور پر نور کی روح مبارک خاکی قالب سے جدا ہو چکی تھی؟ یا کفار مکہ سب مر چکے تھے یعنی اون پر موت وارد ہو چکی تھی؟ اگر ہو چکی تھی تو اس آیت کے بعد کی آیات بلکہ سارا قرآن کس پر نازل ہوا؟ (شائد مرزا قادیانی پر) ہرگز نہیں بلکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اوس وقت آنحضرت ﷺ زندہ تھے اور دیر تک زندہ رہے۔ علی ہذا القیاس مخالفین بھی عرصہ تک زندہ رہے۔

پھر اس آیت کے معنی کیا ہوئے؟ یہی کہ اے نبی تو بھی محل موت ہے اور یہ بھی محل موت ہیں۔ یعنی تجھ پر بھی موت آئے گی اور ان پر بھی آئے گی۔

نتیجہ صاف ہے کہ میت یا اموات کا لفظ کسی شخص یا اشخاص پر بولے جانے

سے یہ ثابت نہیں کرتا کہ عین اوس وقت میں وہ مردہ ہیں۔ بلکہ غایت سے غایت یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ شخص یا اشخاص ایسے ہیں کہ موت اون پر وارد ہوسکتی ہے۔اس سے وفات مسیح کیسے ثابت ہوئی ..(مسودہ میں اگلا صفحہ نمبر۳ موجود نہیں اسلئے مضمون نامکمل ہے۔ بہاء)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔اکتوبر ۱۹۱۸ء مطابق ۱۹ محرم ۱۳۳۷ھ جلد ۱۵ نمبر ۱۵ ص ۲)

## قادیانیوں سے چند سوال وجواب۔۳

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ پرچوں میں دوسوالوں کے جوابات ہوچکے ہیں۔ایک مجدد کے متعلق دوسرا آیت والّذین یدعون کے متعلق۔آج تیسرا سوال درج ہے جو یہ ہے:

**سوال نمبر۳:** آیت فلمّا توفّیتنی کا ترجمہ جناب نے تفسیر ثنائی میں موت کا کیوں کیا۔جس کی وجہ سے آپ کی تحریر وفات مسیح میں مصدّقہ ہوئی۔ ورنہ اس کا کیا جواب۔

نیز احمدیوں نے ایک رسالہ مسمی ''نبی کی شناخت'' میں مصنف نے یہ ثابت کیا ہے کہ علماء غیر احمدیوں نے بھی اپنی تحریرات میں وفات مسیح کو تسلیم کرلیا ہے۔ چنانچہ رسالہ موصوفہ بھی مرسل خدمت ہے۔ امید کہ جناب اس کے متعلق جواب عطا فرما کر ہماری خلش کو دور فرماوینگے۔ چونکہ اس قدر علماء نے اپنی تحریرات میں مسیح کی موت کا اقرار کیا ہے۔تو ہم جیسے اَن پڑھ لوگوں کی تسلیم موت میں کیا تامل ہے۔

**جواب:** مجھے مرزا اور مرزائی مشن سے جن وجوہ سے اختلاف اور نفرت تھی۔ اور ہے۔ اون میں سے بڑی وجہ یہ ہے ۔ کہ خود بدولت بڑے حضرت سے لے کر چھوٹوں تک یہ عادت ہے۔ کہ مخالف کے کلام کو ایسا بگاڑ کر نقل کیا کرتے ہیں کہ اس کے خواب وخیال میں بھی نہ ہو۔حقیقت میں یہی ایک کمال تھا جس نے مرزا کو معراج قبولیت پر پہنچایا تھا۔

اگر ہم اس دعویٰ کا ثبوت نہ دیں تو پھر ہم میں اور ان میں کیا فرق۔اس لئے ہم ایک دو مثالیں بتاتے ہیں:

(ا) بڑے حضرت نے لکھا کہ مولوی اسمٰعیل مرحوم علیگڈھی نے اور مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری نے یہ لکھا تھا کہ ہم (مرزا قادیانی اوران علماء) میں جو خدا کے ہاں جھوٹا ہوگا، وہ سچے سے پہلے مرجائے گا۔ چونکہ وہ دونوں جھوٹے تھے۔ لہذا وہ مرگئے (اشتہار انعامی پانچسو وغیرہ)۔ بارہا سوال کیا گیا کہ کہاں کہا؟ جواب ندارد۔

میری بابت لکھا کہ تیرا (ثناءاللہ کا) گذارہ کفن فروشی پر ہے۔ (اعجاز احمدی)

سوال کیا گیا ثابت کرو؟ تاموت سکوت۔

تیسرا واقعہ مثالیہ یہ ہے۔ جو سائل نے بھیجا ہے۔ اور رسالہ ''نبی کی شناخت'' کے مصنف نے کمال جرأت سے لکھا ہے۔ سب سے پہلے یہ جلسہ میرٹھ میں پیش ہوا تھا جس کے جواب میں، میں نے برسر اجلاس کہا تھا کہ میری تفسیر ثنائی نکالو۔ اگر اوس سے وفات مسیح ثابت ہوجائے تو میں بھی مان جاؤنگا۔ مگر مرزائیوں کو باوجود سامنے موجود ہونے کے جرأت نہوئی۔

دوسری مرتبہ کلکتہ میں ہوا۔ وہاں تو میں نے یہ بھی کہا کہ اگر تم میری تفسیر ثنائی میں وفات مسیح کا مسئلہ نکال دو تو میں علاوہ تسلیم کرنے کے لودہانوی انعام مبلغ تین سو واپس کردونگا۔ کسی کو جرأت نہوئی۔

جن لوگوں کے پاس تفسیر ثنائی ہے وہ تو ایسے دھوکوں میں نہیں آسکتے۔ مگر جن کے پاس نہیں ہے، اون کے لئے اوس کی اصل عبارت نقل کی جاتی ہے۔

تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

**اصل بات** یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے وفات مسیح کا مسئلہ سرسید احمد خان سے استفادہ کرکے اس پر بہت کچھ حاشیہ افزائی کی۔ مرزائیت کا سارا زور اس پر ہے کہ توفی کے معنی موت کے ہیں۔ ہماری جماعت نے اس کا جواب دو طرح سے دیا۔ جناب مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی سلمہ نے اِن معنی کے انکار سے دیا یعنی اونہوں نے بدلائل اور بقرائن لغویہ ثابت کیا کہ توفی کے اصل معنی وفات کے نہیں۔ یہ بھی ایک طریق ہے جواب کا، لیکن میں نے جواب دوسری طرح سے دیا کہ توفی کے معنی وفات کے تسلیم کرکے موت مسیح سے انکار کیا۔ یعنی یہ ثابت کیا کہ توفی کا لفظ جہاں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت آیا ہے، وہاں پر معنی وفات کے لے کر بھی

موت ثابت نہیں ہوتی۔ اونہی مقامات میں سے ایک مقام یہ بھی ہے جس کو سائل نے لکھا ہے، اور ہم اوس کو نقل کرتے ہیں جو یوں ہے:

''مسیح کو قیامت کے دن جب خدا کہے گا۔

اے عیسیٰ مریم صدیقہ کے بیٹے تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا سے وَرے وَرے مجھے اور میری ماں کو بھی معبود سمجھو اور ہماری عبادت کرو،

تو وہ سنتے ہی گھبرائیگا۔ اور کہے گا۔ الٰہی! تو شائبہ شرک سے ہمیشہ سے پاک ہے۔ مجھ سے نہیں ہوسکتا کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں۔ اگر فرضا میں نے یہ بات کہی ہوگی، تو تو خوب جانتا ہے۔ کیوں کہ تو میرے دل کی چھپی ہوئی بات بھی جانتا ہے۔ اور میں تیری پوشیدہ بات نہیں جان سکتا۔ غیب کی بات تو ہی خوب جانتا ہے۔ میں نے تو ان لوگوں سے یہی بات کہی تھی اور یہی تعلیم دی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے، عبادت کرو اور اس کے ساتھ کبھی کو ساجھی نہ بناؤ۔ اور علاوہ تعلیم جب تک میں اون میں رہا اون کی اس بات پر خبر گیری کرتا رہا۔ پھر جب تو نے مجھے فوت کرلیا، تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ تو سب کچھ جانتا ہے اور تو ہر ایک چیز سے مطلع ہے۔ واقع تو یہ ہے، اب آگے تو اون کو عذاب کرے تو تیرے بندے ہیں کسی کو چوں چرا کی مجال نہیں۔ اور اگر تو باوجود ان کی اس نالائقی کے بخش بھی دے، تو بے تو ہی سب پر غالب بڑی حکمت والا ہے۔ کوئی کام تیرا بغیر حکمت کے نہیں۔

خدا کہے گا، جو کچھ تو نے کہا سچ کہا۔ آج راست گوؤں کو راست گوئی نفع دے گی۔ ان میں سے بھی جن لوگوں نے راستی اختیار کی ہوگی، اون کے لئے باغ ہونگے۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی۔'' (تفسیر ثنائی جلد۳، ص:۵۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ عبارت اپنا مطلب صاف بتارہی ہے کہ یہ گفتگو قیامت کے روز کی ہے۔ اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے ضرور فوت ہو چکے ہونگے۔ اس سے ہم کو بھی انکار نہیں۔ انکار ہے تو اِس وقت کی موت سے ہے۔ پھر

بتائیے۔ تفسیر ثنائی کی عبارت سے آج کل کی موت کا ثبوت دینا خود غرضی نہیں تو کیا ہے۔ (باقی دارد)۔

**(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۱۔ مورخہ ۳ رصفر المظفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۸۔ نومبر ۱۹۱۸ء ص ۳۔۴)**

# مرزا صاحب بحیثیت شاعر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

محبت اور حسن عقیدت ایک ایسی چیز ہے کہ محبوب کو مجموعہ کمالات بنا کر دکھاتی ہے اور مُنہ سے نکلوا دیتی ہے۔

حسین ہو، مہ جبیں ہو، دلنشیں ہو
لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

ٹھیک اسی طرح مرزائی امت اپنے نبی رسول مہدی اور مسیح موعود کو مجموعہ کمالات دکھانا چاہتی ہے۔ آج کل کی لٹریری پبلک (زبان دان لوگوں) میں فن شاعری بھی ایک کمال ہے۔ اس لئے مرزائی چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو اس فن میں بھی باکمال دکھاویں۔ ہمارے خیال میں بھی مرزا صاحب کو یہ کمال اوس بنگالی طالب علم سے زیادہ حاصل تھا جو بنگالہ سے ہندوستان پڑھنے آیا۔ اور فن شاعری کے مذاق میں یہاں تک ترقی کر گیا کہ اپنے باپ کو جو خط لکھتا تو وہ بھی نظم میں لکھتا۔ چنانچہ بروایت صحیحہ اون اشعار میں سے ایک شعر ہم کو بھی یاد ہے۔ جو یہ ہے:

او باپ ری اس دیش میں جو گُرمی ہے گرتا
یاں پنکھا دن رات قلی لوگ کئے ہیں

مرزا صاحب قادیانی کے اشعار اس بنگالی کے بافصاحت کلام سے بہت بڑھ کر ہوتے تھے۔ چنانچہ عربی کا ایک شعر جو اعجازی قصیدے کا ہے، یوں ہے

أ آخیت ذئبا عایثا او ابا الوفا
أ وافیت مُدًا او رأیت امرتسرٗ

نحومیر کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ امرتسر یہاں رأیت کا مفعول بہ ہے۔ جو

منصوب ہونا چاہئے۔ مگر مرزا صاحب بنگالی طالب علم کی طرح نہ منصوب کی پرواہ کی نہ مرفوع کی کیوں کہ آپ شرعیات میں مجدد تھے تو شاعری میں بھی استاد کامل تھے۔ اس لئے کسی نئی یا پرانی اصطلاح اور قواعد کی پابندی اون پر واجب نہ تھی۔ خیر ہمیں اس سے مطلب نہیں۔ ہم مانتے ہیں کہ مرزا صاحب بڑے شاعر تھے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اون کا تو دعویٰ ہے کہ میں نے جو کمال حاصل کیا ہے۔ وہ اتباع رسول اللہ ﷺ میں کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ ہی میری نبوت اور رسالت کے واسطے ہیں۔ آپ ہی میرے جملہ کمالات کے ذریعہ ہیں۔ اس لئے سوال ہے کہ فن شاعری تو رسالت محمدیہ میں نہیں ملتی، بلکہ وہاں تو اس کی نفی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وما علّمناه الشّعر وما ینبغی له

(ہم (خدا) نے اس نبی کو شعر گوئی نہیں سکھائی، نہ اسے لائق ہے)

اِس آیت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ شعر گوئی منصب رسالت کے مخالف اور منافی ہے مگر مرزا صاحب قادیانی باوجود دعویٰ نبوت ظلیہ شاعری میں کمال رکھتے تھے

این چہ بوالعجبی ست۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۱۔ مورخہ ۳ ربیع صفر المظفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۸۔ نومبر ۱۹۱۸ء ص ۴)

## مرزا صاحب کا ایک فیصلہ

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی آنجہانی توفی کے معنی موت ہی کے لینے کے واسطے صفحہ ۱۹۴۔ ازالہ حصہ دوم پر ایک لمبا چوڑا فیصلہ لکھتے ہیں۔ جس کا اقتباس یہ ہے:

جن لفظوں کو قرآن شریف اصطلاحی طور پر بعض معانی کے لئے خاص کر لیتا ہے... اس معنی سے اُس لفظ کو صرف اس خیال سے پھیرنا کہ کسی لغت کی کتاب میں اوس کے اَور معنی بھی آئے ہیں۔ صریح الحاد ہے۔

بات سمجھنے والے جانتے ہیں کہ ہر ایک فن ایک اصطلاح کا محتاج ہوتا ہے۔

مرزا صاحب قادیانی تمام عمر اپنے آپ کو نبی اور رسول اور اپنے نشانات کو

معجزہ کہتے رہے۔ ملاحظہ ہو:

''میں اس کا رسول یعنی فرستادہ ہوں۔'' (صفحہ ۶، نزول المسیح)

یہ سہولیت کامل پہلے کسی نبی یا رسول کو نہیں ہوئی۔ (صفحہ ۲۳ نزول المسیح)

نوٹ: مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ کسی نبی یا رسول کو بھی نہیں ہوئی بلکہ لفظ پہلے کا استعمال کیا جو صاف بتا رہا ہے کہ مرزا صاحب کو نبوت اور رسالت کا دعویٰ ہے۔

لا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول

(صفحہ ۱۳۶ نزول المسیح)

یہاں تو صرف رسول ہی نہیں بلکہ برگزیدہ رسول بن گئے۔

هو الّذی ارسل رسوله بالهدی مراد از رسول دریں مقام ایں بندہ عاجز است۔ (صفحہ ۷۵۔ ایام الصلح)

قادیاں کے لوگوں سے تکلیف پانے کا ذکر کر کے یہی بندۂ عاجز صاحب فرماتے ہیں:

''میرے روحانی بھائی مسیح کا قول مجھے یاد آتا ہے کہ نبی بے عزت نہیں۔ مگر اپنے وطن میں۔ (صفحہ ۷۵۔ ازالہ اوہام۔ حصہ اول)

اب معجزہ کا حال سن لیجئے

''اِس جگہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت بہت زیادہ معجزات اور پیشگوئیاں موجود ہیں۔ بلکہ بعض گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کو ان معجزات سے کچھ نسبت ہی نہیں۔'' (صفحہ ۸۲، نزول المسیح)

''پھر جس حالت میں صدہا نبیوں کی نسبت ہمارے معجزات سبقت لے گئے ہیں۔'' (صفحہ ۸۴، نزول المسیح)

''ایک جلسہ کرو ہمارے معجزات سنو۔'' (صفحہ ۸۴، نزول المسیح)

''چونکہ میرے ساتھ آسمانی نشان اور خدا کے معجزات تھے'' (صفحہ ۲۰ ستارۂ قیصرہ)

اب مرزائی صاحبان سے سوال ہے کہ مرزا جی نے یہ شرعی اصطلاحی الفاظ نبی، رسول، معجزہ جو اپنے واسطے استعمال کئے۔ اگر وہ شرعی اصطلاع میں استعمال کئے گئے تو پادری آتھم کے معجزہ طلب کرنے پر مرزا جی نے جھوٹ بولا کہ میرا نبوت کا دعویٰ نہیں ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانات کا نام کرامات ہے ملاحظہ ہو جنگ مقدس صفحہ ۶۷

اور اگر مرزا صاحب قادیانی نے ان الفاظ نبی، رسول، معجزہ سے شرعی اصطلاح کے معنی نہیں لئے بلکہ کسی لغت کی کتاب کی رو سے کوئی اور معنی لئے۔ تو فیصلہ مذکورہ بالا کی رُو سے صریح ملحد ہوئے۔

مرزائی صاحبان! اسی مجدد اور نبی پر اتراتے پھرتے ہوئے اور اسی کی تعلیم وتکریم پھیلانے کے واسطے لاکھوں روپیہ غریب مسلمانوں سے وصول کر رہے ہو۔ خدا کے واسطے ان پر رحم کرو۔ ایک دن مرنا ہے۔ خدا کو جان دینا ہے۔ اور حساب وکتاب کا دن بھی پیش آنا ہے۔ سارہ کے روپیہ کا کیا جواب دو گے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہر آدمی اپنا کوئی نہ کوئی اصول رکھتا ہے۔ ایک پارسا اگر ''راستی موجب رضائے خدا است'' کا پابند ہے، دوسرا اس کے برخلاف خودغرضی کا اصول صحیح جانتا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کا اصول قسم ثانی سے تھا۔ اس لئے جہاں جو چلتا چلا لیتے۔ لہذا اون پر کوئی اعتراض نہیں۔

کسے نوشتہ خواند کسے شکستہ خواند
ہر کس بثبوت خویش حدیثے دارد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۱۔ مورخہ ۳ ر صفر المظفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۸۔ نومبر ۱۹۱۸ء ص ۴۔۵)

## کیا مرزا قادیانی مسیح موعود تھے؟

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں؛

مرزا صاحب قادیانی اس سوال کے جواب میں کہ آپ نے باوجود استطاعت فریضہ حج کیوں ادا نہیں کیا، صفحہ ۱۳۵، ایام الصلح میں فرماتے ہیں۔ کہ

یہ سوال شریعت سے ناواقفیت اور کوتاہ فہمی پر دلالت کرتا ہے۔

دور بعدش اشجع الناس صاحب عذرات خرابی راہ وخوف جان وغیرہ وغیرہ بیان فرما کر فرماتے ہیں کہ

چونکہ میرا اول اور اقدم فرض فتنۂ دجالیہ کی بیخ کنی ہے۔ جب تک مَیں اس

کام سے فارغ نہ ہو جاؤں میرا حج کرنا رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے خلاف ہوگا۔ کیوں کہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا تھا۔ کہ دجال اور مسیح موعود آنِ واحد میں طواف کعبہ کر رہے ہیں۔ حقیقت میں میرے واسطے وہ وقت حج کرنے کا راست اور زیبا ہوگا۔ کہ دجال کفر امہ دجل سے باز آ کر خلوص ایمان سے کعبہ کا طواف کرے۔ خلاصہ یہ کہ جب دجال کو ایمان کی تمنا اور حج کی خواہش پیدا ہوگی۔ وہی زمانہ میرے حج کا ہوگا۔ اب اس زمانہ میں جب میری توجہ دجالیت کی آتش فرو کرنے میں مصرف ہے کیا مقدور ہے۔ کہ اپنے آقا کے اشارہ کے برخلاف ایک قدم بھی اٹھاؤں۔

مرزا صاحب اُن کی اپنی تحریرات کے مطابق خدا تعالیٰ سے مکالمہ کرتے تھے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ سے سوال کے بعد جواب، پھر سوال کے بعد جواب، پھر سوال کے بعد جواب پاتے تھے۔ آپ نے کئی دفعہ آنحضرت ﷺ کو اِسی بیداری میں دیکھا۔ باتیں کیں اور مسائل دریافت کئے۔ (صفحہ ۱۲۹۔ جنگ مقدس) علم غیب عطا کئے گئے تھے۔ اور اس پر ایسا قبضہ رکھتے تھے جیسے چابک سوار گھوڑے پر۔ حقائق ومعارف کے سمندر تھے۔ روح القدس سے بولتے تھے۔ قرآن اُن کی منہ کی باتیں تھیں۔ امام زمان ہونے کا خم ٹھونک کر لوگوں کو قرآن وحدیث سکھانے کے لئے تشریف لائے تھے۔ فوت ہو گئے اور بلا حج کرنے کے فوت ہوئے۔

اب معاملہ بالکل صاف ہے اور اس کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ کوئی تیسری نہیں ہوسکتی۔ یعنی یا تو حدیث غلط ہے یا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مسیح موعود نہ تھے۔ ہوتے تو حج کرتے۔

افسوس! ہماری اس صدی کے مجدد نے تفاسیر اور احادیث کی نسبت بہت موشگافی کی، مگر اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھئے۔ کہ ذخیرہ رطب ویابس نے اپنا بدلہ نہ چھوڑا۔ جس حدیث کو انہوں نے اپنے مطلب میں پیش کیا اسی نے انہیں شرمایا۔ اور ان کے خودساختہ کمالات پر پانی پھیر دیا۔ مثلاً آسمانی نکاح کے ثبوت میں یتزوج ویولد لہ (مشکوٰۃ) کو پیش کیا۔ تو اس نے آپ کا فضیحت کرایا۔ حج کے بارہ میں یہ حدیث مسلم پیش کی تو اس نے کشف الغطاء ہی کر دیا اور ازالہ اوہام کی باعث ہوگئی۔

اس معاملہ سے ایک بات اور بھی مستنبط ہوئی۔ یعنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا حج موقوف تھا، ان کے مشن کی تکمیل پر۔ اور حج کی نوبت نہ پہونچی تو پایا گیا کہ ان کے مشن کی تکمیل نہوئی۔ اب ماننے والوں کا اختیار ہے۔ خواہ انہیں سچا جانیں یا کسی اور قسم کا۔ سچ تو یہ ہے کہ

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو ایک قطرہ خون نہ نکلا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۱۔ مورخہ ۳ رصفر المظفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۸۔ نومبر ۱۹۱۸ء ص ۵۔۶)

## مرزائی خدماتِ اسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ سے یہ سوال پیش ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیح موعود ومہدی مسعود نے اسلامی خدمات کیا کیں جن کی وجہ سے اون کو دیگر علماء پر مزیت حاصل ہو۔ ہمارا دعویٰ ہے جس کے دلائل بھی ہم رکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے بحیثیت مسیح اور مہدی معجزہ یا کرامت تو کیا دکھائی ہوتی بحیثیت ایک عالم اور مناظر کے بھی کوئی ایسی خدمت نہیں کی۔ جس کی وجہ ہم اونکو امام مناظرہ یا مناظر بھی کہہ سکیں۔ اون کا سرمایۂ ناز صرف اپنی ذات شریف تھی۔ دگر ہیچ۔ اون کے سارے علم کلام کا خلاصہ یہ تھا:

> کہ اسلام ایسا سچا مذہب ہے۔ کہ اوس کی پیروی سے میرے جیسے کامل انسان پیدا ہوسکتے ہیں۔

سچ تو یہ کہ اگر آپ کامل ہیں، تو میں اکمل ہوں۔ جس کے مقابلہ میں خدا نے آپ کو فیل کیا۔ خیر اس سے ہمیں سوال نہیں۔ آج جو سوال ہے وہ مرزا صاحب کی خدمت اسلامی کا ہے۔ عرصہ سے یہ سوال مرزائیوں کے لئے سوہان روح ہورہا ہے۔ غنیمت ہے کہ لاہوری پارٹی کے اخبار پیغام صلح نے اس سوال کا جواب دیا ہے۔ اوس جواب کو دیکھ کر ہمیں وہ مثال یاد آئی جو مشہور ہے۔ کسی دانا نے سونٹھ کی گرہ کہیں سے پائی تو ایک ہی گرہ سے پنساری کا دعویٰ کرنے لگا۔ بلکہ اشتہار بھی دے دیا کہ میرے جیسا

کوئی پنساری نہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عیسائیوں کی ٹریکٹ حقائقِ قرآن کو بہت بڑا بھاری حملہ اسلام پر ایک پہاڑ کی شکل میں دکھا کر بتایا ہے کہ دیکھو اس کا جواب ہم نے دیا ہے اور کسی نے نہیں دیا۔ مولوی ثناء اللہ بتاوے کہ وہ جو مرزا صاحب قادیانی کی خدماتِ اسلام سے سوال کیا کرتا ہے، اوس نے بھی جواب کیوں نہیں دیا۔ دیا تو لاہوری پارٹی کے سرگروہ مولوی محمد علی نے دیا (پیغام صلح لاہور ۲۳ را اکتوبر ۱۹۱۸ء)۔

سوال ہوسکتا تھا کہ مولوی محمد علی لاہوری کے جواب کو مرزا صاحب قادیانی سے کیا تعلق ہے۔ ہوشیار اڈیٹر اس کا جواب دیتا ہے کہ مولوی محمد علی کا جواب دینا گویا مرزا صاحب کا جواب دینا ہے۔ کیوں کہ مولوی محمد علی، مرزا صاحب کے پیرو ہیں۔

کیا اچھا جواب ہے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ عیسائیوں کا یہ چو ورقہ ٹریکٹ جس کی حقیقت صرف یہ ہے کہ پادری صاحب نے ازروئے قرآن مجید مسیح کو افضل بتایا ہے اسلام کو زیادہ مضر ہے یا سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش اسلام کے حق میں زیادہ مہلک اور مضر ہے۔ یاد رہے کہ ستیارتھ پرکاش وہ کتاب ہے کہ آریہ سماج کے ہاتھ میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے ایک مشین گن کا کام دیتی ہے جس سے کسی مرزائی کو بھی انکار نہوگا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس کا جواب مرزا صاحب قادیانی نے نہ دیا۔ ہاں آپ کے خلیفہ نورالدین اعظم نے بھی نہ دیا۔ ہاں احسن المناظرین (محمد احسن امروہی) کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ ہاں امیر قوم (محمد علی لاہوری) کیوں سو رہے۔ ہاں خلیفہ قادیاں (مرزا محمود احمد) کو کیوں فرصت نہ ملی۔ ہاں دیگر چھوٹے بڑے کسی احمدی کو کیوں اوس کے جواب کی توفیق نہ ملی۔ ملی تو اوسی کو ملی جس کو خدا نے اس کام (مدافعت کفار) کے لئے پیدا کیا ہے۔ جس نے ستیارتھ پرکاش کا جواب حق پرکاش لکھ کر برسوں سے شائع کرکے آرین حملے کو پوری طرح روک دیا۔ جانتے ہو وہ کون ہے؟ وہی ہے جس کو پبلک شیر پنجاب اور فاتح قادیاں وغیرہ کہا کرتی ہے۔

اگر یہی رسالہ (حقائق قرآن) تمہاری کائنات ہے تو لیجئے اس کا جواب بھی آج کے اسی پرچہ میں پڑھ لو۔

کیا اِسی خدمت سے کوئی شخص مسیح موعود اور مہدی مسعود بننے کا مستحق ہوسکتا

ہے؟ وہ بھی آریوں کے مسئلہ نیوگ کی طرح دوسروں کی مدد سے۔
کیا اڈیٹر پیغام اس خدمت کے علاوہ اور بھی کوئی خدمت بتاویگا۔
(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر جلد ۱۶۔ نمبر ۲۔ مورخہ ۱۰ ر صفر المظفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۵- نومبر ۱۹۱۸ء ص: ۵-۶)

## تنقید بر رسالہ قادیانی حیدر آبادی

جناب مولانا ابو نعیم عبدالعظیم صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں:

انجمن احمدیہ واقع زیر تالاب میر جملہ حیدر آباد دکن سے سیٹھ عبداللہ صاحب اللہ دین سکندر آبادی کا مصنفہ رسالہ دس ہزار روپیہ انعام کے چیلنج کے ساتھ شائع ہوا ہے۔ یہ رسالہ پہلے انسان کی غرض وغایت سے شروع کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعد (۱) مصلح دین کے آنے کی غرض وغایت اور (۲) مجدد و مصلح کی ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے پھر اپنے مطلب اور مقصد کی بات یہ ظاہر کی گئی ہے کہ اس صدی کے مجدد اعظم مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ اس رسالہ کو دیکھنے اور غور کرنے سے معلوم ہوگا۔ کہ اس میں ایک پیرایہ سے عوام کو دھوکہ دینے کی تدبیر نکالی گئی ہے۔ جس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کو مرزا صاحب سے وجہ مخالفت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا غلط ہے۔ کیوں کہ حضور اکرم ﷺ کے یہ صریح اور صاف الفاظ کہ لا نبی بعدی یعنی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اس ادعا کی تکذیب کرتے ہیں۔ پس مخالفت کا لب لباب یہی ہے مگر اس رسالہ میں جس طرح مرزا صاحب نے اپنی تصانیف میں دوطرفہ کہے یا چورخی الہامات پیش کرکے اپنے الہامات کی تصدیق کی کوشش کرتے رہے۔ اور اسی طرح چند الفاظ عجیب وغریب طریقہ سے برتے گئے ہیں۔

(۱) مصلح (۲) مجدد (۳) مسیح موعود۔

مصلح کی ضرورت بیان کی گئی ہے۔ پھر مجدد کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اور چند ائمہ وعلماء عظام مثلاً امام غزالی، خواجہ معین الدین چشتی، سید عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ وغیرہ کے نام مجددین کے ثبوت میں پیش کئے گئے۔ یہاں تک مطلب صاف تھا۔ کہ ہر وقت دین کے احکام کی تبلیغ وتوثیق کے لئے خداوند کریم اپنے نیک بندوں کو قائم کرتا رہا اور کرتا

رہیگا۔ چنانچہ تمام مسلمانوں کو یہ مبارک مقولہ یاد ہے کہ العلماء ورثۃالانبیاء علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور ارشاد خداوندی بھی مسلمانوں کے دل سے محو نہیں ہوا ہے کہ: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون. پس اس لحاظ سے اس سے کس کو انکار ہے کہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں علماء وائمہ دین سے دین کی اصلاح ہوتی رہی۔ مگر بحث یہ ہے کہ ان علماء کرام اور ائمہ دین نے جن کے نام کو مصنف رسالہ نے پیش کیا ہے۔ کبھی اون الفاظ میں دعویٰ کیئے ہیں جن الفاظ میں مرزا صاحب نے نبوت و مسیح موعود و کرشن ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر مصنف رسالہ اس کو ثابت کردے تو سمجھا جائے گا کہ ہر وقت اور ہر زمانہ میں مدعی نبوت ہوتے رہے اور مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت بھی سچا ہے۔

پس ظاہر ہے کہ مذہب اسلام کے ائمہ کبار و مجتہدین عظام نے کبھی کوئی ادعاء نبوت نہیں کیا۔ بلکہ وہ اس کو کفر والحاد کا زینہ سمجھتے رہے پھر ایسی حالت میں کسی اَور شخص کا یہ ادعاء کس طرح جائز تسلیم کرلیا جاسکتا ہے۔ بہر حال مصلح ومجدد کی ضروریات بیان کرتے کرتے مرزا صاحب کی نبوت و مسیح موعود کی بحث پر لے جانا مسلمانوں کو صریح دھوکہ دینا ہے۔ مصنف نے کوئی ثبوت اس امر کا پیش نہیں کیا۔ کہ ہر صدی پر نبی ہوتا رہے گا۔ مصلح اور مجدد وامام کے الفاظ سے نبوت کا استخراج یقیناً دھوکہ دہی پر مبنی ہے۔ مصنف کا فرض ہے کہ وہ اس تنقید کو دیکھنے کے بعد قرآنی آیات یا احادیث سے صاف صاف الفاظ میں یہ بتلاوے کہ ہر صدی پر نبی ہوتا رہے گا۔ آخر رسالہ میں دس ہزار کے انعام کا چیلنج اس شرط سے مقرر کیا گیا ہے کہ کوئی شخص یہ ثابت کردے کہ دنیا میں ایسا کون شخص ہے جس نے مرزا صاحب کے دعاوی کے مثل اعلان کیا ہو۔ مصنف کی یہ ہوشیاری بھی قابل غور وخوض ہے۔ چونکہ متقدمین میں کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا۔ اور نہ کوئی مسلمان بوجہ کفر والحاد ایسا دعویٰ کرسکتا ہے۔ اس لئے انعام کی رقم محفوظ کی محفوظ رہی۔ اور اپنا مقصود بھی حاصل ہوگیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ محدثین فقہاء ائمہ دین کے گروہ سے کسی نے آج تک اس قسم کا دعویٰ نہیں کیا۔ پھر تعجب ہے کہ ان دعاوی پر ناز کر کے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایسا شخص پیش کیا جائے جو مرزا صاحب قادیانی کے دعاوی کے مثل اعلان کیا ہو۔ یہ بھی ایک دھوکہ دینے کی بات ہے کہ کسی نے ایسا شخص نہ پیش کیا اور نہ انعام پایا۔ مگر ہم منصف رسالہ کی خاطر اس تنقید میں جناب مرزا صاحب قادیانی کے مثیلوں کا

ذکر بھی کرتے ہیں۔

بفحوائے ارشاد خاتم النبیین ﷺ

لاتقوم السّاعة حتی ینُبعث دجّالون کذّابون قریبا من ثلاثین کلّهم یزعم انّه رسول اللّٰه (مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ) یعنی قیامت قائم نہ ہوگی۔ جب تک کہ قریب (۳۰) کے جھوٹے مدعی رسالت پیدا نہوں۔

سنین ماضیہ میں حسب ذیل اشخاص نے بھی ادعائے نبوت کیا تھا۔

(۱) اسود عنسی صنعا میں ظاہر ہوا تھا۔

(۲) مسیلمہ کذاب یہ یمامہ میں تھا۔

(۳) متنبّی شاعر نے بھی دعویٰ نبوت کا کیا تھا۔ اسی لئے اس کو متنبّی کہا جاتا ہے۔

(۴) ایک شخص نے اپنا نام لا رکھ کر دعویٰ نبوت کا کیا۔ اور اپنی نبوت کی صدات میں یہ حدیث پیش کیا کرتا تھا "لانبی بعدی" جو لا ہے وہ لا نبی میں ہی ہوں۔ حالانکہ اس لا نفی سے نبوت کی نفی کی گئی ہے۔

المختصر ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کی مثل کسی مسلمان نے دعویٰ نہیں کیا۔ اور اسی وجہ سے ہم مرزا صاحب کے ادعاء کو غلط جان کر یہ عرض کرتے ہیں۔ کہ مرزا صاحب کے دعاوی قابل تسلیم نہیں ہیں۔ بقول مصنف رسالہ اگر ہم مرزا صاحب کے مصلح ہونے پر غور کرتے ہیں تو ہم کو یہی نظر آتا ہے۔ کہ اس ذات سے مذہب اسلام کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا۔ بلکہ تفرقۂ عظیم مذہب اسلام میں بپا ہوا اور اس ذات سے دیگر مذاہب میں کوئی اسلامی ترقی نمایاں نہیں ہوئی۔ بلکہ دیگر مذاہب کے تبلیغی دائرے اور بہت زیادہ وسیع ہوگئے ہیں۔

چونکہ قرآن کھلے الفاظ میں یہ جتلا رہا ہے کہ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

اس لئے اب اس مکمل دین میں اَور کسی نبی کے آکر تجدید کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ یہ ایک مختصر تنقید ہے جو اس رسالہ کے ناظرین کے حفاظت مذہب کی غرض سے شائع کرائی جاتی ہے۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق.

اب ہم منتظر ہیں کہ مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب وفاتح قادیان کے شائع کردہ اعلان کے مصنف رسالہ کیا جواب دیتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر جلد ۱۶۔نمبر ۲۔مورخہ ۱۰ر صفر المظفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۵-نومبر ۱۹۱۸ء ص:۶۔۷)

## جنگی بخار کی وجہ مرزا صاحب

؎ تیری چتون کیا پھری، سارا زمانہ پھر گیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حضرت مرزا صاحب آنجہانی کی غضب کی تلوار اون کی زندگی میں برابر وار کرتی تھی۔اب ان کے انتقال کے بعد بھی بدستور جاری ہے۔ یہ عام اصول ہے کہ دنیا میں جو بھی مصیبت آتی ہے۔خواہ وہ قحط کی صورت میں ہو یا وبا کی شکل میں۔ جنگ کی صورت میں ہو یا کسی اور آفت کی شکل میں۔ یہ سب اس لئے آتی ہیں کہ لوگ مرزا صاحب قادیانی کونہیں مانتے۔غرض ان سب آفات کے سبب بلکہ مصدرِ عنایت مرزا صاحب قادیانی کی ذات بابرکات ہے۔ یہ سوال فضول ہے کہ آفات کے سوا آپ کی طفیل سے کبھی برکات بھی نازل ہوئیں۔اس سوال کا جواب بس یہی ہے کہ قدرت نے تقسیم کار کے اصول سے مرزا صاحب قادیانی کی حصے میں بھی وے رکھا ہے۔

گر تو مے پسند تغییر کن قضا را

اس جنگی بخار کی بابت بھی قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں نے اظہار مسرت کیا کہ مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے منکروں پر عذاب نازل ہوئے۔

خاکسار کی حالت پر نظر عنایت کر کے مولوی غلام رسول صاحب احمدی مناظر ساکن راجیکی نے خاص خط لکھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

”مولوی صاحب!

آپ نے موجودہ بخار کو اہلحدیث میں عذاب قرار دیا ہے۔سیدنا ومولانا مسیحنا ومہدینا حضرت احمد القادیانی نے بطور پیشگوئی اس وبا اور عالمگیر عذاب کے متعلق مفصل تحریر فرمادیا ہے۔میرے دل میں آیا کہ اس نے مولوی ثناء اللہ

صاحب کے دل پر بھی کسی موثرانہ لہجے سے کوئی انقلاب پیدا کیا جس سے آپ نے سیدنا حضرت مرزا صاحب کے تمام نشانوں کے لئے نہیں تو کم ازکم محکم نشانوں اور اونمیں سے اس تازہ نشان کی تصدیق کے لئے تو ضروری ہی تیاری کی ہوگی۔''

خاکسار (ثناءاللہ) جناب کی توجہ کا شکریہ ادا کرتا ہوا عرض کرتا ہے۔

نہ کریں میرے لئے حضرتِ ناصح تکلیف
خود طبیعت دل بیتاب کو سمجھا لے گی

ہم ان اخباری مضامین کے متعلق کچھ لکھنا چاہتے تھے کہ اتنے میں اخبار الحکم وغیرہ پہونچ گئے۔ خدا بھلا کرے اڈیٹر الحکم کا جس نے ہمیں جواب سے سبکدوش کیا۔ آپ نے جنگی بخاری پر اظہار مسرت تو کیا۔ مگر قادیاں کے حالات بیان کرکے وقائع نگاری کا حق بھی ادا کردیا۔

اڈیٹر صاحب الحکم قادیان لکھتے ہیں:

## ''قادیاں پر پُراسرار بیماری کا حملہ:

یہ پُراسرار بیماری (جنگی بخار) کی جو خدا تعالیٰ کی زبردست حملوں میں سے ایک حملہ ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تائیدی نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ اس کا حملہ قادیان پر بھی ہوا اور یہ حملہ بغتۃً تھا۔ اور مجھے صاف الفاظ میں کہہ دینا چاہئے کہ بہت شدید تھا۔

## پُراسرار بیماری کا حملہ:

جیسا کہ قدیم سنت ہے وہ لوگ جو ہمیشہ کجروی کو پسند کرتے ہیں۔ جن کی طبیعتوں میں استہزاء اور انکار ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر بھی خدا تعالیٰ کے اس قہری نشان کی تکذیب کے لئے سینکڑوں حیلے اور عذر تراش لیں گے، اور حق وباطل کو ملتبس کرنے کی پوری کوشش کرینگے۔ مگر حق ہے اور وہ اپنی صداقت وتاثیر پیدا کئے بغیر نہ رہیگا خصوصا اس لئے کہ اس قسم کے زور آور حملوں کو خدا تعالیٰ نے اپنے نذیر کی سچائی ثابت کرنے کے لیے پہلے سے مقدر کیا ہے۔

قادیاں میں اس پراسرار بیماری کا جب حملہ ہوا تو خاکسار اڈیٹر الحکم بھی اس کے پہلے حملے کی لپیٹ میں آیا اور پھر یکے بعد دیگر اس کا کنبہ مبتلا ہو گیا۔ اور قادیاں کی آبادی پر اس کا پورا تسلط ہو گیا۔ احمدی جماعت اور دوسرے مسلمان خصوصیت سے اس میں مبتلا ہوئے اس کے حملوں کی یہ صورت تھی کہ کوئی خوش قسمت خاندان اور گھرانا ہوگا جو اس سے بچا ہوگا ورنہ جس گھر میں داخل ہوئی سب کے سب اس میں مبتلا ہو گئے۔

## ایوان خلافت:

حضرت خلیفۃ المسیح پر پہلے سے ضعف قلب اور برد اطراف کے وہی حملے ہورہے تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ہوتے تھے اور بعض بعض اوقات حالت نازک اور اندیشناک ہو ہو جاتے تھے۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح اپنی بیماری اور علالت کی حالت میں جب آپ کی طبیعت میں ذرا افاقہ ہوتا۔ تو اُسی فکر میں لگ جاتے۔ اسی حالت میں آپ نے قادیاں میں پراسرار بیماری کے حملے کے متعلق انسدادی تدابیر کی ایک اسکیم تیار فرمائی۔

## بیماری کا حملہ سکول پر:

پراسرار بیماری آنا فانا پھیل گئی۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول کے بورڈنگ پر بھی حملہ ہوا۔ اور یکے بعد دیگر پچاس سے متجاوز تعداد مریض طالب علموں کی ہوگئی۔ لیکن ان کے علاج میں خدا کے فضل سے پوری سرگرمی اور تندہی سے کام لیا گیا۔

## مدرسہ احمدیہ پر حملہ:

مدرسہ احمدیہ بورڈنگ میں بھی کچھ بچے بیمار ہوئے اور خدا کے فضل سے ایک سوا سب شفایاب ہو گئے۔ مولوی عبدالجلیل صاحب ہزاروی جو اس سال مولوی فاضل کے امتحان میں جانے والے تھے۔ جان بر نہ ہو سکے مرحوم نہایت قابل اور ذہین نوجوان تھا۔ اور یقین کیا جاسکتا تھا کہ وہ ایک مفید نوجوان

ثابت ہوگا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ایسی ہی تھی۔ اسے بھی مقبرہ بہشتی کی زمین میں حوالہ خاک کردیا گیا۔

## دو قابل رشک موتیں:

ماریشس سے جو نوجوان بغرض تعلیم یہاں آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے وہ دو فوت ہوگئے۔ جن میں سے ایک کا نام پیر محمد اور دوسرے کا محمد الیاس تھا۔ یہ طالب علم محض تعلیم دین کے لئے آئے تھے۔ تاکہ فارغ ہوکر تبلیغ کا کام کریں۔ یہ پانچ نوجوان کا ایک قافلہ ہے جن میں سے تین خدا کے فضل سے تندرست ہیں۔ اگرچہ بیمار ہوئے مگر خدا تعالیٰ نے اون کو شفادی اور دو کو بلالیا۔ (کیوں جانے دیا؟ اڈیٹر اہلحدیث) (الحکم قادیان ۷-نومبر ۱۹۱۸ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

الحکم کے علاوہ الفضل کو بھی ہم اس دعا میں شریک کرتے ہیں جس نے قادیاں کے احمدی مُردوں (اموات) کی فہرست بھی لکھی۔

اس دعا میں ہم اڈیٹر صاحب پیغام صلح کو شریک کرنا بھی اپنا فرض جانتے ہیں۔ خدا ان کا بھی بھلا کرے۔ جنھوں نے اپنی جماعت پر جنگی حملہ کا ذکر کرکے ہم کو اس درد میں شریک کیا جو خواجہ کمال الدین صاحب کے نوجوان لڑکے اور اس کی بیوی کی ایک وقت میں فوت ہونے سے تمام جماعت کو محسوس ہوا۔

ان واقعات کو ہم کسی مسرت یا شماتت سے نہیں بیان کرتے بلکہ اس غرض سے ظاہر کرتے ہیں کہ ابتداء سے اس فرقہ کے ساتھ خدا کا قانون جاری ہے کہ جہاں اونھوں نے کسی واقعہ کو تائیدی بیان کرکے پبلک کو توجہ دلائی فوراً اوس میں خود بھی شریک کئے گئے۔ سابقہ سنین میں کیا ہوتا رہا۔ خود بدولت بڑے حضرت مرزا صاحب نے طاعون کو اپنا معجزہ قرار دیا تو ان کی امت بھی اس کی شکار ہوئی۔ زلزلہ کو اپنی کرامت بتایا۔ تو ان کی امت ہم سے زیادہ خائف ہوئی۔ اب جنگی بخار کو اپنا نشان بنایا تو اس کمبخت نے ذرہ بھی لحاظ نہ کیا۔ جس طرح قیصر جرمنی نہ آبادی کو دیکھتا نہ ویرانہ کو۔ نہ ہسپتالوں نہ گرجوں کو سب پر گولہ برساتا۔ اسی طرح یہ جنگی بخاری بھی ایسا منہ زور ہے

کہ جنگی بدولت جن کی صداقت میں جن کی خاطر سے دنیا میں اس کو وجود ملا اون کو بھی اوس نے نہ چھوڑا۔ تو کیا ایسے کمبخت کی شان میں یہ شعر نامناسب ہے؟

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

حالانکہ اس کمبخت کو یقیناً معلوم ہوگا یا ہونا چاہئے کہ امرتسر لاہور اور سیالکوٹ وغیرہ مقامات میں (بقول مرزا صاحب قادیانی) بہت سے ائمۃ الکفر رہتے ہیں جو بالکل تندرست ہیں۔ اس کمبخت کی مثال تو وہی ہوئی جو گذشتہ زمانہ میں راجہ لوگ بوقت جنگ ہاتھیوں کو مست کر کے دشمن کی فوج کُشی کے لئے لے جاتے، مگر بسا اوقات وہ کمبخت مست ہاتھی اپنی مستی میں اُلٹے پیر پھیر کر اپنی ہی فوج کو روند ڈالتے۔ کیا سچ ہے

نوش دارو نے کیا اثرِ سم پیدا

بہرحال ہم اس واقعہ کی صداقت سے انکار نہیں کرتے کہ جنگی بخاری آنے کی اصل وجہ مرزا صاحب کی ذات شریف ہوگی لیکن خود مرزائیوں پر اس کا حملہ اس (جنگی بخاری) کی ناتجربہ کاری کی وجہ سے ہے۔

ہاں یاد آیا کہ مرزا صاحب آنجہانی نے طاعون کو جب اپنی صداقت کی علامت ٹھیرایا تھا تو یہ بھی لکھا تھا کہ

جہاں ایک بھی راست باز ہوگا۔ اوس جگہ کو خدا تعالیٰ اس مشعل غضب (طاعون) سے بچالیگا۔ (الحکم قادیان ۱۰-اپریل ۱۹۰۲ء)

سوال یہ ہے کہ اب جو قادیاں اور لاہور پر اس جنگی یا اعجازی بخار نے حملہ کیا۔ تو ان دونوں مقاموں میں کوئی ایک بھی راست باز نہیں۔ ہم تو اس سالبہ کلیہ کے قائل نہیں ہوسکتے۔ جب تک اڈیٹر الفضل، الحکم اور پیغام صلح ان کا جواب نہ دیں کہ میاں محمود اور مولوی محمد علی وغیرہ بھی اس سالبہ میں شامل ہیں۔

## عجیب سوال:

مقام داتہ ضلع ہزارہ پنجاب سے ایک خط آیا جس میں سوال ہے کہ:

''یہاں ایک محمودی قادیانی اور اہلحدیث کے درمیان گفتگو ہوئی۔ قادیانی نے

کہا اس بیماری سے تمہارے اہلحدیث ثناء اللہ کا بیڑا غرق ہوگیا۔ وہ بستر مرگ پر پڑا ہوا ہے۔ اور قادیاں دارالامان میں خیرت ہے۔ اہلحدیث نے انکار کیا۔ مگر کچھ فیصلہ نہو۔ اس لئے آپ اطلاع دیں کہ آپ بیماری سے محفوظ اور تندرست ہیں تاکہ اس تنازعہ کا فیصلہ ہوسکے۔

(عبدالمنان معرفت مولوی عبداللطیف)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے جب میری موت کے لئے دعا کی تھی تو اون کی زندگی ہی میں موضع تھہ غلام نبی قریب قادیاں کا رہنے والا ایک شخص میرے پاس آکر عرصہ تک بیٹھا رہا۔ جب پوچھا بھائی تم کیوں بیٹھے ہو بولا کہ بس جی جس مراد کو آیا تھا پالی۔ وہ کیا تھی؟ بولا ہمارے گاؤں میں مرزائیوں نے مشہور کیا تھا کہ ثناء اللہ مرگیا اس لئے میں حضور کو دیکھنے آیا تھا۔ الحمدللہ زندہ دیکھ لیا۔ اوسوقت مجھے یاد آیا

شور بختاں بہ آرزو خواہند
مقبلاں را زوالِ نعمت و جاہ

میں خود حیران تھا کہ اس بیماری بلکہ گذشتہ سال کی بیماری میں بھی میں تندرست یہ مہربانی میرے حال پر کیسی ہے۔ اب معلوم ہوا کہ یہ بھی مرزا صاحب کی کرامت ہے کہ جیسا اونکی دعا سے میں زندہ رہا۔ اونکے مریدوں کی دعا سے ایسی وباؤں میں اچھا رہا۔ الحمدللہ۔ باوجود اس زندگی کے میں دنیا سے سردمہر ہوگیا ہوں کہ زندگی کی مجھے مطلق ہوس نہیں بلکہ میں بحکم حدیث شریف

عد نفسك من اصحاب القبور

اپنے آپ کو مردہ سمجھتا ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ باوجود مردگی کے زندہ ہوں کیوں؟

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶۔ نمبر ۳۔ مورخہ ۱۷ صفر المظفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۲۔ نومبر ۱۹۱۸ء ص ۵۔۶)

# مجددین امت اوران کا دعوی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۱ محرم ۱۳۴۷ھ میں ایک سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا کہ مجدد والی حدیث کے مطابق ایک صدی میں ایک ہی مجدد آنا ضروری نہیں بلکہ بکثرت بھی آسکتے ہیں۔ یہ بھی لکھا تھا کہ آجکل بھی ایسے لوگ ہیں جو بلاریاء و سمعہ (بغیر دکھانے اور سنانے کے) دینی خلافت کرتے ہیں وہی مجدد ہیں اس پر مرزائی اخبار پیغام صلح لاہور نے یہ بات اٹھائی ہے کہ

مجدد کے لئے دعوی کرنا شرط ہے پس بتایئے اس زمانہ میں کس کے دعوی کیا۔ (پیغام صلح لاہور ۲۷۔ اکتوبر)

ہمارے خیال میں کوئی ایسا شخص جس نے حدیث مجدد کو سمجھا ہوگا یہ لفظ منہ سے نکال سکے گا کہ مجدد کیلئے دعوی کرنا شرط ہے کیونکہ حدیث میں صرف یہ لفظ ہیں من یجدد لھا دینھا جومٹی ہوئی رسوم دینیہ کو جاری کرے گا وہی مجدد ہوگا۔

محض فعل (تجدید) پر اوس کو مجدد کہا گیا ہے نہ کہ دعوی پر۔ لیکن یہ لوگ جانتے ہیں کہ اول تو ایسی جرأت والا کوئی نہیں جو مرزا صاحب قادیانی کی طرح دعوی کر بیٹھے کیونکہ جو لوگ دین کے خادم ہوتے ہیں وہ بلاضرورت دعوی نہیں کیا کرتے ۔اور اگر کوئی کرے بھی تو ممکن ہے اوسکے مخالف فریق اوس کو نہ مانیں تو یہی اون کو بہانہ مل جائے ۔ اس لئے ہم واقعات تاریخیہ پیش کرکے ان سے ایک سوال پیش کرتے ہیں جو دراصل اون کے سوال کیلئے جواب ہوگا۔

پہلی صدی کے خلیفہ عمر بن عبد العزیز ،دوسرے کے امام شافعی کو، علی ہذاالقیاس تیسرے کے چوتھے کے جن اماماں بزرگان دین کو مجدد کہا گیا ہے جن کو آپ کے امیر مولوی محمد علی صاحب نے بھی رسالہ مسیح موعود میں تسلیم کیا ہے کیا ان بزرگوں نے خود دعوی تجدید کیا تھا۔ اگر کیا تھا تو ثبوت پیش کریں ۔اور اگر نہیں کیا تھا تو بغیر دعوی مجدد کیسے بنے۔ اور لوگوں نے بلکہ آپ کے امیر صاحب نے ان کو مجدد کیسے مانا۔

اصل بات یہ ہے کہ دعوی کرنا صرف نبی اور رسول کا فرض ہے کیونکہ لوگوں کو اوس پر ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ اور کسی کا یہ رتبہ نہیں کہ اوس پر ایمان لانا ضروری ہو۔ اسلئے نہ کوئی ولی دعوی کرتا ہے نہ کسی مجدد کو دعوی کرنا ضروری اور شرط ہے۔

ہاں جن بزرگوں نے کسی مصلحت سے اپنی مجددیت کا اظہار کیا ہے یہ اون کی ذاتی رائے کسی مصلحت پر مبنی ہوگی۔ ایسا کرنے میں گفتگو نہیں۔ گفتگو دعوی کی شرطیت میں ہے۔ فریق ثانی اس کا مدعی ہے ہم اس سے منکر ہیں۔ اس لئے اوس پر فرض ہے کہ کل سابقہ مجددین کا دعوی اون کے اپنے الفاظ میں بتاوے۔ اگر نہ بتا سکے تو اپنے دعوی شرطیت کو واپس لے۔

مجددین زمانہ ہم بارہا کہہ چکے ہیں کہ آج کل بھی جو لوگ جس قسم کی کوئی دینی خدمت کر رہے ہیں وہ مجدد ہیں۔ ہاں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مجدد کلی مشکک ہے اس میں کمی بیشی مراتب کی ممکن ہے۔ یعنی ہوسکتا ہے کہ کوئی مجدد اعلی درجہ کی خدمت کرے، یا کسی کی خدمت کا دائرہ بہت وسیع ہو، اور کوئی کم کرے، یا اوس کی خدمت کا دائرہ بہت محدود ہو۔ ہم صاف دلی سے کہتے ہیں کہ یہ زمانہ بھی مجدد سے خالی نہیں، لیکن تعیین ہر ایک فرقہ اور ہر ایک شخص کی اپنی اپنی پسندیدگی سے ہے۔ بقول

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی ۔ نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

ہم نہیں جان سکتے کہ باوجود ان تصریحات اور توضیحات اور تاریخیہ شہادات کے کس جرأت سے کہا جاتا ہے کہ آج کل کا مجدد کون ہے، کہاں ہے، کوٹھڑی میں چھپ رہا ہے، یہ ہے، وہ ہے۔ ہم کہتے ہیں سب کچھ آپ کے سامنے ہے۔ ہر عالم کا دم توحید و سنت مجدد ہے۔ پس جس عالم کو دیکھو کہ وہ امت کو شرک و بدعت سے ہٹاتا اور نئے نئے فتنوں سے امت محمدیہ کو پاک صاف کرنیکی کوشش کرتا ہے بس وہ مجدد ہے۔ دعوی کرے یا نہ کرے۔ بلکہ کرنے سے نہ کرنا اچھا ہے۔ کیونکہ دعوی کرنے والے اکثر اوقات ڈھول کے پول ہی ثابت ہوئے ہیں۔ ہمارے دعوی کی تصدیق کیلئے قادیانی مجدد کے حالات کافی ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو اتنا نقصان پہنچایا کہ حجاج اور یزید نے بھی نہ پہنچایا ہوگا۔ والی اللہ المشتکی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ نومبر ۱۹۱۸ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۳۷ھ جلد ۱۶ نمبر ۴۔ ص ۴)

# قادیانیوں سے چند سوال و جواب۔۴

(سلسلہ کیلئے دیکھئے اہل حدیث مورخہ ۱۹ محرم ۱۳۳۷ھ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

**سوال نمبر ۶**۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ کوئی جاندار آج سے سو برس تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر واقعی اسکا یہی مطلب ہے تو عیسی ارشاد نبوی کے بعد اب تک کیوں کر زندہ رہ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ہم نے بہت سارے لوگوں کو دیکھا ہے جن کی عمریں سو سال سے زائد کی ہیں، وہ ابھی تک زندہ ہیں۔

**جواب**: یہ حدیث صحیح ہے مگر اس کو حضرت عیسیٰؑ کی وفات سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ اس میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے، جو جاندار آج کے دن زمین پر زندہ ہے، وہ آج سے سو سال تک زندہ نہ رہے گا۔

اس حدیث میں، زمین پر، کا لفظ موجود ہے اور حضرت عیسیٰؑ تو زمین پر نہیں اسلئے وہ اس میں نہ آئیں گے۔ اور نہ آئندہ کے لئے عام قانون ہے کہ کوئی شخص سو سال سے زیادہ زندگی نہ پاوے گا۔ جس روز حضور ﷺ نے فرمایا اس روز سے سو سال تک یہ حکم ہے چنانچہ... یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔

**سوال نمبر ۷**۔ یہ کیا ثابت ہے کہ کتب نازلہ میں حضرت الیاسؑ کی دوبارہ تشریف آوری از آسمان کی پیش گوئی تھی جسکی انتظاری یہود کو سخت تھی، تو ایسے وقت میں حضرت عیسیٰؑ کی بعثت ہوئی۔ بعد میں یہودیوں کے اس انتظار کی تردید فرما کر انہیں یہ سمجھا دیا کہ الیاس کی تاویل کرنی چاہیے، چنانچہ اون کا مثیل میں آ گیا ہوں لہذا مجھ کو مانو اور اپنے خیال کی تردید کرو۔

اس واقعہ ماضیہ سے یہ پورا پورا ثابت ہو رہا ہے کہ جیسا انتظار یہود کو تھا، اوسی طرح عیسی کے نزول کا ہم کو انتظار ہے۔ اور جیسا کہ عیسی نے صرف ایک عورت کے بطن سے مبعوث ہو کر حضرت الیاسؑ کے آسمان سے آنے کی تاویل کی اسی طرح غلام احمد قادیانی سمجھتا ہے۔

حالانکہ یہ دونوں واقعات ایک ہیں پھر واقعہ ماضیہ سے تاویل ممکن قرار دی گئی تو پھر اس کی تاویل کیوں گیر ممکن ہے لہذا التماس ہے کہ براہ کرم بصراحت جواب دیں۔

**جواب:** حضرت الیاسؑ کے انتظار کا ثبوت قرآن و حدیث میں تو کہیں نہیں، محض قادیانی ایجاد ہے۔ ورنہ کوئی آیت حدیث پیش کریں۔

نوٹ: ایک کاغذ گم ہو گیا ہے کوئی سوال رہ گیا ہو تو دوبارہ بھیج دیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ نومبر ۱۹۱۸ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۳۷ھ جلد ۱۶ نمبر ۴۔ ص ۴۔ ۵)

## اصولی بحث سے کون فراری ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ملک میں بازی گروں کا ایک گروہ بڑا کھلاڑی مشہور ہے۔ بڑی بڑی کھیلیں دکھایا کرتے ہیں۔ اون کا طریق یہ ہے کہ اون کے نوجوان کھیل دکھاتے ہیں بوڑھوں میں ایک بڑا میاں ہوتا ہے جو کہتا جاتا ہے میں نہ مانوں پھر سہی، اسی طرح ہمارے احمدی دوست ہیں ایک دفعہ گریں، نہیں مانوں۔ د دو دفعہ نہیں مانوں۔ غرض ہر دفعہ نہیں مانوں، یہاں تک کہ خدائی فیصلہ ہوا تو بھی نہیں مانوں۔

مرزا صاحب آنجہانی اپنی زندگی میں جو اصول مقرر کر گئے ہیں چونکہ وہ محض ہوائی قلعے تھے اس لئے اب ان کی نسبت بھی میں نہ مانوں کی گردان پڑھی جاتی ہے

وہ کہتے تھے مجھے میری پیش گوئیوں سے جانچو، یہی میری صداقت بطالت معلوم کرنے کا معیار ہے (رسالہ شہادۃ القرآن۔ص ۸۰) آج کہا جاتا ہے میں نہیں مانوں، بلکہ ہمارا اصول اور ہے۔ وہ کیا؟ حضرت مسیح کی موت وحیات۔ کیوں؟ اس لئے کہ اگر مسیح زندہ ہے تو جھگڑا ہی ختم۔ مرزا قادیانی کی پیش گوئیاں چاہے کتنی سچی ہوں تاہم وہ جھوٹا، اور اگر مسیح فوت ہے تو مرزا صاحب سچا....

پھر یہ بھی ناراضگی سے عتاب کرتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیاں دراصل اسلام کی تصدیق کے لئے ہیں جو لوگ مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ درحقیقت اسلام کی تکذیب کرتے ہیں جل جلالہ

(پیغام صلح لاہور ۲۴ نومبر ۱۹۱۸ء)

تسلیم:

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز ! آپ کسی کے خدا نہیں

وفات مسیح کا مسئلہ اصولی ہے تو جو لوگ وفات کے قائل ہیں وہ کیوں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعود نہیں مان لیتے۔ جیسے سرسید احمد خان وغیرہ اور اون کے اتباع۔ اس کا جواب ایک صاحب (ڈاکٹر بشارت احمد) نے پیغام صلح ۲۴ نومبر ۱۹۱۸ء میں دیا ہے۔ ماشاء اللہ

ان حضرت سے ہم کو ملاقات نہیں مگر اتنا ہم مانتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اصل مرید آپ ہی ہیں جو بالکل مرزا کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ مضمون نگاری میں بھی فنا فی الشیخ کا درجہ آپ کو نصیب ہے۔ یعنی جس طرح مرزا صاحب اتنا لمبا لکھتے تھے کہ اون کے کلمات طیبہ کو چھلنی سے چھان کر مطلب نکالنا پڑتا تھا، اوسی طرح یہ حضرت ہیں کہ امیر حمزہ کی داستان چلی جا رہی ہے مگر مطلب کی بات کہیں نہیں ملتی۔ استاد غالب کا شعر گویا آپ ہی کے حق میں ہے

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لئے

آپ نے بہت لمبی چوڑی تقریر کے بعد ہمارے اس سوال کا جواب دیا ہے جس میں حسب عادت پیر روشن ضمیر (مرزا غلام احمد قادیانی) بہت کچھ برا بھلا کہہ کر دل ٹھنڈا کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

اسلام اور برہمو ازم میں اگر توحید مشترک ہے تو کیا توحید اسلام کا اصول نہیں خدا کی ہستی اگر آریہ دھرم اور اسلام وغیرہ میں مشترک ہے تو خدا کی ہستی اسلام کا اصول نہیں؟ اسی طرح اگر مسئلہ وفات مسیح نیچریوں اور ہم احمدیوں میں مشترک ہے تو بھی ہمارا اصول ہے پھر اہل حدیث کیوں کہتا ہے کہ وفات مسیح احمدیوں اور محمدیوں کی بحث کا اصول نہیں۔

اس مطلب کو جن شوریدہ لفظوں میں جلے دل سے لکھا ہے اوسکے اظہار

کرنے کو ہمارے پاس الفاظ نہیں اسلئے ہم ڈاکٹر صاحب ہی کے الفاظ شریفہ نقل کرتے ہیں جو یہ ہیں ۔آپ لکھتے ہیں :

دنیا میں اس قدر بڑی فاش غلطی مذہبی بحث میں کسی نے نہ کھائی ہوگی اور یا اگر مولوی صاحب نے دانستہ ایسا کیا ہے، تو پھر اتنا بڑا دھوکہ کسی نے نہ دیا ہوگا۔

بقول مولوی صاحب اگر کسی اصول پر دو مذہب یا دو فرقے متفق ہو جائیں تو وہ ان میں سے کسی مذہب کا بھی اصول نہیں رہتا۔ اور اس اصول کے منکر سے وہ مذہب کبھی بحث نہیں کرسکتا۔ مثلاً اسلام اور برہمو سماج توحید پر متفق ہیں، تو اب بقول مولوی صاحب ثابت ہوا کہ اسلام کا اصول توحید نہیں ورنہ بقول مولوی صاحب پھر برہمو سماج اور اسلام میں اختلاف کیوں ہے۔ وہ باوجود توحید کے قائل ہونے کے چونکہ مسلمان نہیں اس لئے ثنائی منطق سے ثابت ہوا کہ توحید اسلام کا اصول نہیں اور جب اصول نہیں تو کسی توحید کے منکر عیسائی مشرک سے کوئی مسلمان توحید پر بحث نہیں کرسکتا کیونکہ توحید اسلام کا اصول نہیں۔ اگر اصول ہے تو برہمو سماج توحید مان کر مسلمان کیوں نہیں؟ ذرا اس فلسفہ کو غور سے ملاحظہ فرماویں۔ امید ہے افلاطون اور ارسطو کی روحوں نے بھی شرما کر اپنا منہ اخبار اہل حدیث کے پرچوں سے چھپا لیا ہوگا۔

اور لیجئے اسلام بھی خدا کو مانتا ہے عیسائیت آریہ سماج وغیرہ تمام مذاہب خدا کو مانتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ اسلام کا اصول خدا کو ماننا نہیں۔

اگر خدا کو ماننا اسلام کا اصول ہے تو پھر یہ تمام مذاہب خدا کو مان کر اسلام سے اختلاف کیوں رکھتے ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ خدا کو ماننا اسلام کا اصول نہیں۔ اور جب اسلام کا اصول نہیں تو کوئی مسلمان کسی دہریہ خدا کے منکر سے خدا کے ماننے پر بحث نہیں کرسکتا کیونکہ خدا کا ماننا اسلام کا اصول نہیں۔

یہ منطق ہے حضرت مولوی ثناء اللہ کی ۔ جو کہتے ہیں کہ وفات مسیح احمدی بھی مانتے ہیں اور سید احمد خان کے ہم خیال بھی۔ لہذا ثابت ہوا کہ وفات مسیح احمدیت کا اصول نہیں ورنہ سید احمد خان کے ہم خیالوں اور احمدیوں میں

اختلاف کیوں ہے۔ لہذا کوئی احمدی کبھی بھی کسی منکر وفات مسیح سے وفات مسیح پر بحث نہیں کرسکتا کیونکہ وفات مسیح احمدیت کا اصول نہیں اگر اصول ہے تو نیچری احمدی کیوں نہیں؟ قربان جایئے اس منطق کے۔

ارے واہ رے میرے شیر! وفات مسیح سے بچنے کی خوب راہ نکالی۔ مگر یاد رہے کہ ان روباہ بازیوں سے کچھ نہیں ملتا اگر آپ کی اس منطق پر عمل ہو تو اسلام کا تختہ الٹ جائے جس اصول میں دورا کوئی مذہب اسلام سے مشترک ہوا وہی اسلام کا اصول نہ رہا، تو غضب آجائے گا۔ اسلام کے بہت سے اصول یکے بعد دیگرے رخصت ہو جائیں گے۔ مہربانی فرما کر یہ اپنی منطق اپنے تک ہی محدود رکھئے گا اگر دوسرے مذاہب کے جلسوں میں آپ کی یہی منطق چلی تو آپ مفت میں اسلام کی تذلیل کرائیں گے۔ آپ کی اشاعت اسلام کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی۔ میرے خیال میں تو ایسی فاضلانہ منطق کے موجد سے بحث اگر تضیع اوقات نہیں تو اور کیا ہے۔ مفت میں ہمارے اڈیٹر صاحب اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کو یا تو حق پرستی مدنظر نہیں، محض زبان کی چالاکی سے کام لینا ہے جیسا کہ غالباً یہاں کام لیا گیا ہے یا پھر حق کی مخالفت نے دماگ کو مختل کردیا ہے ورنہ مولوی فاضل شیر پنجاب اور یہ منطق۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بس یہی غصہ ہے نہ، اور تو نہیں؟ سنئے! اب میں آپ کو بتاؤں کہ آپ باوجود ڈاکٹر کہلانے کے پنشن کے قابل ہو چکے ہیں۔ مجھے امید ہے اگر میرا جواب پیغام پارٹی کے امیر سکرٹری یا اڈیٹر کی سمجھ میں آ گیا تو آئندہ کو آپ کے ایسے شوریدہ مضامین درج کرنے کی اجازت نہ دیں گے۔ نہ سمجھیں تو اون کا اختیار ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ سمجھنے کی امید بھی کم ہے کیوں؟ مالھؤلاء القوم لایکادون یفقھون حدیثاً ان سے تو ہمیں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء سے امید منقطع ہے جس روز حسب فیصلہ خداوندی مرزا صاحب کا انتقال ہوا مگر ان لوگوں نے اوس الٰہی فیصلہ کو بھی نہ مانا بہت اچھا

سیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون

مگر فائدہ عامہ کے لئے جواب لکھتے ہیں۔

اے جناب! سنئے۔ ایک ہے اصول مذہب، ایک ہوتا ہے اصولی بحث۔ اصول مذہب کے یہ معنی ہیں کہ وہ اوس مذہب میں بنیادی پتھر ہے ہوسکتا ہے کہ یہ اصول اور مذہب میں بھی یہی حیثیت رکھتا ہو جیسے خدا کی ہستی کا اقرار توحید وغیرہ بہت سے مذاہب میں مشترک ہیں۔ اصولی بحث کے یہ معنی ہیں کہ اوس اصول کے فیصلہ ہونے سے بحث کا فیصلہ ہوجائے، پھر آگے گفتگو کی ضرورت نہ ہو۔ جیسے نبوت محمدیہ ﷺ اسلام اور کفر میں اصولی بحث ہے۔ اگر ثابت ہے تو اسلام کی حقانیت پر بحث ختم، اگر معاذ اللہ دگرگوں ہے تو بھی بحث ختم۔ اسی طرح محمدیوں اور احمدیوں کے مابین مرزا صاحب قادیانی کے دعوی الہام پر گفتگو ایک اصولی بحث ہے اور اگر وہ قرآن وحدیث اور منہاج نبوت کی رو سے صادق ہوئے، تو اونکی بابت دیگر امور میں بحث ختم اور اگر وہ کاذب ثابت ہوئے تو خس کم جہاں پاک۔ یہ ہے اصولی بحث اور تفصیل جسکو آپ جیسے صحیح الدماغ ڈاکٹر کا دماغ سمجھنے سے عاری ہے۔

ڈاکٹر صاحب! کہیے اب بھی سمجھے یا نہیں۔ سمجھے ہیں تو ہمارے سوال کا جواب دیجئے۔

وفات مسیح اگر اصولی بحث ہے تو جو لوگ وفات مسیح کے قائل ہیں وہ باوجود وفات تسلیم کرنے کے مرزا صاحب قادیانی سے کیوں منکر ہیں۔

اس سوال کا جواب آپ اکیلے نہیں دے سکتے۔ اپنے امیر بلکہ امیر گروں کو بھی ساتھ لے لیجیے۔

ہاں اس ضرورت کیلئے قادیان بلکہ بہشتی مقبرے میں بھی جانا پڑے تو عار نہ کیجئے گا۔ لیکن جو جواب ملے اوسے سوچ سمجھ کر پیش کیجئے گا۔ کیوں؟

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

حقیقت یہ ہے کہ منطق کا نام لینا یا لکھ دینا تو آسان ہے مگر اوسکا سمجھنا اور سمجھ کر استعمال کرنا کارے دارد

## وفات مسیح پر چیلنج:

حیرانی ہے کہ وفات وفات کا سبق حسب تعلیم پیر و مرشد رٹتے جاتے ہیں مگر جب للکارا جاتا ہے تو سامنے نہیں آتے۔ اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۴ دسمبر ۱۹۱۷ء میں ان کو جناب مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی طرف سے نوٹس دیا گیا کہ وفات مسیح پر بحث کر لو، تو صدائے برنخواست۔ بلکہ: چناں خفتہ اند کہ گویا مردہ اند

بتایئے! اس چیلنج کا جواب آپ لوگوں کی طرف سے کب نکلا۔ پھر یہ کہتے ہوئے کوئی امر تم کو مانع نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مخالف وفات مسیح پر بحث نہیں کر سکتے۔ کیا سچ ہے

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں
کیسا پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

## قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں سے سوال:

آپ کے احسن المناظرین (محمد احسن امروہی) جو بقول مرزا صاحب آنجہانی حدیثوں کا تھیلہ ہیں، مولوی محمد احسن امروہی شہادت دے سکتے ہیں کہ محدثین کا سنہرہ اصول ہے کہ حدیث کی سند ضروری ہے۔ بلکہ اونکی اصطلاح میں حدیث سند ہی کا نام ہے۔ اگر سند کی پرواہ نہ ہو، تو ہر ملحد اور بدعتی جو چاہے بنا لے۔ اس لئے ہر حدیث کیلئے سند کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ آپ مرزائی لوگوں میں دو حدیثیں بڑی مشہور ہیں جو یہ ہیں

۱۔ لوكان موسى وعيسى حيين ما وسعهما الا اتباعي
یعنی موسیٰ اور عیسیٰ اگر زندہ ہوتے تو میری (آنحضرت ﷺ کی) پیروی اون پر بھی ضرور ہوتی۔

۲۔ دوسری حدیث یہ ہے ان عيسى عاش مأة وعشرين سنة اوكما قال یعنی حضرت عیسیٰ ایک سو بیس برس زندہ رہے

مہربانی کر کے ان حدیثوں کی سند پیش کیجئے
تا سیاہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

یاد رہے ہمارا سوال ان کتابوں سے نہیں ہے جن میں یہ روایات درج ہیں بلکہ ہمارا سوال ان کی سند الرجال سے ہے۔ مزید اطلاع کے لئے بتائے دیتے ہیں کہ

ہر حدیث کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک الفاظ حدیث جن کو متن حدیث کہا جاتا ہے دوسرا سند حدیث جو اس طرح ہوتی ہے حد ثنا فلان قال حد ثنا فلا ن عن فلا ن عن النّبی ﷺ ۔ یہ سلسلہ سند جس حدیث کا نہ ہو، وہ قابل اعتبار نہیں ہوتی۔ اس سلسلہ سند کے راویوں کو دیکھا اور پرکھا جاتا ہے۔ حدیث کے مقبول یا مردود ہونے کا سارا مدار اون راویوں پر ہوتا ہے۔ اس لئے اون کا دیکھنا ضروری ہے۔ خدا بخشے مولانا ذوالفقار علی مرحوم دیوبندی نے کیا خوب کہا ہے

العلم ما کان فیه قال حدثنا
و ما سواء ك وسواس الشیاطین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ دسمبر ۱۹۱۸ء یکم ربیع الاول ۱۳۳۷ھ جلد ۱۶ نمبر ۵ ص ۲؟)

## قادیان میں جلسہ بند

قادیان اور اردگرد کے مسلمانوں نے گذشتہ سال قادیان میں جلسہ کیا تھا جس میں مسلمانوں کو دین اسلام، اور قادیانی مشن کی حقیقت سے علماء نے آگاہ کیا ۔سب انسپکٹر، انسپکٹر پولیس نائب تحصیل دار اور تحصیل دار وغیرہ سب شریک تھے۔ کسی قسم کی دست اندازی کی اون کو ضرورت محسوس نہ ہوئی، نہ کسی قسم کی شکایت۔ یہاں تک کہ خلیفہ قادیان کی طرف سے علماء اسلام کو دعوت پیش کی گئی جو کہ شکریہ کے ساتھ واپس کی گئی۔ لیکن احمدیوں کی طرف سے اصرار رہا۔ خاکسار اڈیٹر اہل حدیث سے تو خاص اجلاس میں جملہ ممبران احمدیہ نے احمدیہ مدرسہ میں عزت سے ملاقات کی۔ باہمی خوش مزاجی اور بے تکلفی سے ملے۔ اخیر میں بڑے خلوص سے دعاء خیر کی گئی۔ لیکن بعد جلسہ کے جب نواح قادیان میں اس جلسہ کا اثر خلاف توقع ہوا، کیونکہ اطراف و جوانب کے مسلمان مرزاصاحب آنجہانی کے دعووں سے واقف ہو کر صحیح رائے قائم کر سکے، اس لئے قادیان کے اہلکاران دربار خلاف نے صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے پاس درخواست دی کہ مسلمانوں کے جلسہ میں ہماری سخت ہتک کی گئی۔ ہمارے ہیرو (نبی) کی توہین کر کے ہمارے دلوں کو صدمہ پہنچایا گیا وغیرہ وغیرہ، اور آئندہ کے لئے یہ

جلسہ بند کیا جائے۔

صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے بغیر پوچھے فریق ثانی کے اور بغیر دریافت کئے حالات کے بندش جلسہ کا حکم دے دیا۔ حالانکہ آریہ سماج قادیان کا جلسہ بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اسلامی جلسہ ابھی تک بند ہے۔ قادیان اور قرب وجوار کے مسلمان کوشاں ہیں، خدا کرے اون کی کوشش بار آور ہو۔ مگر دنیاوی عدالتوں کے علاوہ بالاتر بھی کوئی عدالت ہے جس کے پاس اپیل کے لئے صرف یہ کہنا کافی ہے

یا غیاث المستغیثین اغثنا

جن مسلمانوں کا اس جلسہ کی بندش سے دل دکھا، غالباً اونہوں نے اوسی بالا دست عدالت میں کوئی اپیل کی ہوگی۔ وہاں سے جواب ملا کہ تمہارا جلسہ تو صاحب ڈپٹی کمشنر نے بند کیا ہے جس کے کھل جانیکی بھی امید ہے، مگر مرزائیوں کا جلسہ ہم بند کرتے ہیں۔ ہم ہی کھولیں گے تو کھلے گا۔ ہمارے سوا کسی دنیاوی حاکم کا کام نہیں کہ اس کو کھول سکے۔ دیکھو اون کا خلیفہ محمود ایسا بیمار ہوگا کہ اخیر دسمبر میں جو جلسہ کیا کرتے ہیں اوس کے التوا کا خود ہی اعلان کریں گے۔

چنانچہ قادیان کے اخبار الفضل نے جلسہ دسمبر کے التوا کا اعلان کر دیا اس پر ان دردرسیدہ مسلمانوں کے منہ سے نکلا

ہماری خاک کو کیوں چھیڑتی ہے باد صبا
کہ اس میں آگ بھی شائد کہیں دبی ہوگی

قادیان کے اخبار درخواست دعا کرتے ہیں اس لئے ہم بھی اپنے ناظرین سے التماس کرتے ہیں کہ خلیفہ قادیان کے حق میں دعا کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۳ دسمبر ۱۹۱۸ء مطابق ۸ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ جلد ۱۶ نمبر ۶ ص ۱۰۔۱۱)

# مرزا قادیانی کے اقوال متخالفہ

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کا فرمان ہے:

ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں کیونکہ ایسے طریق

سے انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق (ست بچن۔ص ۳۱)

اب میں ذیل کی چند نظائر مرزا صاحب قادیانی کے اقوال کی بیان کر کے مسلمانوں سے عام طور پر اور جماعت احمدیہ سے خاص طور پر دریافت کرتا ہوں کہ مرزا صاحب کیا تھے۔

قول مرزا: یہ مثال صحیح نہیں ہو سکتی بلکہ ایسی مثال دینے والا ایک سادہ لوح آدمی ٹھہرتا ہے جس کو یہ بھی خبر نہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت تامہ ضروری ہے۔(ص ۱۶۴ ست بچن)

تشبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنی مماثلت کی وجہ سے الخ (ازالہ اوہام۔ص ۳۰)

☆ مسیح کا یہ کہنا سچ ہے کہ میں نیک نہیں ہوں نیک ایک ہے یعنی خدا (ازالہ۔ص ۵)

بالخصوص ایسا آدمی جو انجیل میں خود اقرار کرتا ہے جو میں نیک نہیں وہ کیونکہ اپنے اقتدار سے دوسروں کو نیک بنا سکتا ہے۔(ست بچن)

...

یوں ہی کہا ہے نانک بندے پاک خدا اور سب گندے کہو نانک ہم نیچ کرا سرن پڑے کی راکھو سرما

تو یہ سخت جہالت اور تعصب ہے کیونکہ یہ مقولہ ان کا مقام انکسار میں اللہ جل شانہ کے سامنے ہے۔ ایسا ہی یہ مقولہ ان کا کہ بجز خدا کے تمام مخلوق گندی ہے مقام انکسار میں ہو گا۔(ست بچن۔ص ۸۷)

° اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جز و یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو (ازالہ اوہام ص ۶۰)

سو تم نہ اہل سنت ہو، نہ اہل قرآن جب تک عیسی کی موت کے قائل نہ ہو (کشتی نوح ۔ص ۱۶)

☆ یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا (ازالہ اوہام۔ص ۱۹۷)

جو شخص (مسیح) کشمیر سری نگر محلّہ خان یار میں مدفون ہے اس کو ناحق آسمان پر اٹھایا گیا کس قدر ظلم ہے (دافع البلاء۔ص ۱۵)

مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالی نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۹)

اصل بات یہ ہے کہ کشمیر میں ایک مشہور قبر ہے جسکو یوز آسف نبی کی قبر کہتے ہیں ...ایک عمیق نظر کے بعد نہایت تسلی بخش طریق سے کھل جاوے گا کہ دراصل یہ لفظ یسوع آسف ہے ...؛ چونکہ حضرت مسیح نہایت غمگین ہو کر اپنے وطن سے نکلے تھے اس لئے اپنے نام کے ساتھ آصف (ا) ملالیا (ست بچن۔ص ۱۰۲)

نوٹ: یعنی جب حضرت عیسی کی یسوع کے نام سے نانیاں اور دادیاں پنیں (یعنی اون کو گالیاں دیں) تو کہدیا کہ مسلمانو! یسوع کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں اور حضرت حضرت عیسی کی قبر کشمیر میں قائم کرنی منظور خاطر عالی ہوئی تو یوز سے یسوع بنایا اور یسوع حضرت مسیح ہی تھے اور کوئی نہ تھا یہاں قرآن مجید بالائے طاق رکھدیا

قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ۔(ازالہ اوہام۔ص ۳۱۰)

سچا (سہو کاتب معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ لفظ جھوٹا چاہیے تاکہ قرآن معاذ اللہ جھوٹا نہ ٹھہرے) خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس سے پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے (دافع البلاء ص ۱۳)۔ باقی دارد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۱۸ء مطابق ۸ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ جلد ۱۶ نمبر ۶ ص ۱۱)

## پیغام صلح لاہور بہت خفا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے ساری عمر میں مرکر اسلام کی خدمت یہی ایک کی تھی کہ سرسید احمد خان سے سیکھ کر حضرت عیسی کی وفات کا اعلان پر زور دیا اور اس کی وجہ یہ بتاتے تھے کہ اس کے بغیر عیسائیوں کا حملہ اسلام پر رکتا نہیں۔ پچھلے دنوں عیسائیوں نے ایک رسالہ حقائق قرآن لکھا جس میں از روئے مسلمات اہل اسلام حضرت عیسی کو آنحضرت ﷺ سے افضل ثابت کرنا چاہا اوس کا جواب اہل حدیث ۱۵

نومبر ۱۹۱۸ء میں بعنوان معارف قرآن بجواب حقائق قرآن دیا گیا۔

عیسائی پادری نے منجملہ فضائل مسیح کے ان کی حیات بھی لکھی تھی جس کا جواب دیا گیا کہ زندہ کو مردہ پر فضیلت کا ہونا ضروری نہیں، حضرت عیسیٰ بن مریم جو زندہ رکھے گئے ہیں یہ دراصل نبوت محمدیہ کی خدمت کیلئے ہیں جو قریب قیامت دنیا میں آکر خدمت اسلام بجالاویں گے۔ ہم نے اپنے اعتقاد کے مطابق حضرت مسیح کو زندہ مان کر جواب دیئے تھے۔

قادیانی کیمپ میں خواہ مخواہ کھل بل پڑ گئی کہ ہیں! ہمارے نبی اور رسول نے تو ساری عمر میں یہی ایک خدمت کی تھی۔ اسی سے وہ مجدد اور کیا کیا نہیں بنتے تھے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے۔ یہ آج کیا غضب ہے کہ اہل حدیث نے بغیر وفات تسلیم کئے بھی اون اعتراضات کو ہباءً منثوراً کر دیا۔ اسلئے اخبار پیغام صلح سیخ پا ہو کر لامذہبوں کی طرح اہل حدیث کو کوسنے لگا اوراس کے جوابات پر چند اعتراضات جما کر اپنی ہمدردی اسلامی کا ثبوت دیا۔

اسی عیسائی رسالہ کا ایک جواب مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کی طرف سے بھی نکلا تھا جس میں سارا زور حضرت عیسیٰ کی وفات پر تھا جو اون کے پیر و مرشد آنجہانی مرزا لکھ گئے ہیں بحکم: آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گوئیم

ہمارا اصول ہے کہ جس مقام پر دشمن حملہ کرے اوس مقام کے رہنے والے اپنی طاقت کے مطابق اوس حملے کو روکیں۔ جس کے پاس بندوق ہے وہ بندوق سے، جس کے پاس تلوار ہے وہ تلوار سے، جس کے پاس اینٹ پتھر ہے وہ اینٹ پتھر سے، جس کے پاس مٹی کا ڈلا ہے وہ اسی سے۔ اوس موقعہ پر تلوار بندوق والا، اینٹ پتھر والے کو طعنہ نہ دے۔

اسی طرح اسلام اور قرآن مجید پر دشمن کا حملہ ہو، تو ہر مذہب والا اپنے اپنے خیال اور تحقیق سے اوس حملے کو دفع کرے۔ چنانچہ مہاشہ دہرم پال بی اے سابق نو آریہ (حال مسلم) نے اپنے رسالہ ترک اسلام میں جب قرآن پر حملہ کیا تو ہر ایک مذہب کے علماء نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق جواب دیئے۔ گو سب سے پہلے اہل حدیث ہی نے دیا، تاہم سب نے دیئے جزاہم اللہ، اس میں کسی پر احسان نہیں۔ جب ایمان

سب کا ہے، تو کام بھی سب کو کرنا چاہیے۔ اسلئے ہم نے نہ اون دنوں، نہ اوس کے بعد کبھی اس قسم کے موقع پر اپنے حریفوں پر نکتہ چینی کی۔ بحمد اللہ اب بھی اپنے اصول پر کاربند ہیں۔ اسی لئے ہم نے ان مرزائیوں کے جواب پر ایک حرف بھی نہیں لکھا، ورنہ:

در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

کیونکہ ہم نے اپنے اصول کی پابندی میں سمجھا کہ جو کسی کے پاس ہے، دشمن کے مقابلہ میں استعمال کرے۔ یہ موقع طعن تشنیع کا نہیں۔ جس صورت میں مرزائی مصنف کا مذہب ہی یہ ہے کہ حضرت مسیح فوت ہیں، تو وہ اپنے جواب میں کیوں اس پر بنا کرے گا۔ مگر مرزائی صاحبان اسلام کا یہ اصول نہیں۔ وہ عین جنگ میں بھی اپنی کدورت اور شرارت نفس سے باز نہیں رہتے۔ لیکن ہم تو اپنے اصول کے پابند ہیں اس لئے اس موقعہ پر اون کے جوابات کی تنقیح نہ کریں

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

ہاں ہم اپنے جواب کی تصحیح کے بے شک ذمہ دار ہیں۔ اس لئے پیغام صلح کا ایک بڑا اعتراض بطور نمونہ دکھا کر جواب عرض کیا جاتا ہے

پادری صاحب کا سوال تھا

**سوال نمبر ۶**۔ مسیح کا جسم باوجود حاجت بشریہ کے آج تک محفوظ ہے حالانکہ اور کسی کا نہیں۔ ثابت ہوا کہ مسیح افضل ہیں۔

اس کا جواب یوں دیا گیا

**جواب نمبر ۶**۔ اس میں بھی وہی غلطی ہے جو پادری صاحب کو ہر بات میں پیش آتی ہے۔ جسم مسیح کا محفوظ رہنا دلیل قدرت خداوندی ہے جو باوجود اسباب فنا کے کسی چیز کو فنا نہ ہونے دے۔ اس سے اس چیز کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی۔

حضرت مسیح تو ایک نبی اور رسول ہیں۔ دنیا میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو محض جماد ہیں مگر اون کی زندگی حضرت مسیح سے بلکہ جہان کی کل چیزوں سے بڑی ہے۔ مثلاً پہاڑ، چاند، سورج اور ستارے وغیرہ، تو کیا ان کو بھی حضرات انبیاء پر فضیلت ہوگی۔ ہرگز نہیں۔ فضیلت تو ذاتی خوبی اور خدمت گزاری سے حاصل ہوتی ہے۔،

اس جواب کو ادھورا سا نقل کر کے اڈیٹر پیغام لکھتا ہے ناظرین غور سے پڑھیں:

باوجود اسباب فنا کے مسیح کا فنا سے بچے رہنا اور دو ہزار سال سے باوجود حاجت بشریہ کے محفوظ چلے آنا بتایئے اس کی ہر قسم کے تاثرات سے خدائی کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے مولوی فاضل بہتر ہوتا کہ اس رسالہ کا جواب نہ لکھتے جو اولوہیت مسیح کو رد کرنے کی بجائے اس کا اثبات کرنے والا ہے پادری کہتا ہے کہ مسیح باوجود اسباب فنا کے آج تک محفوظ ہے مولوی فاضل فرماتے ہیں ہاں بے شک محفوظ ہے۔ اور اس قانون سے جو لوگوں کے لئے قرآن نے بیان کیا ہے کہ وہ کھائے پیئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور نہ ان کا جسم حوائج بشریہ اور تغیرات سے بچ سکتا ہے، مستثنیٰ ہے۔

ہم حیران رہ جاتے ہیں جب قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کے سامنے مولوی فاضل کے ان الفاظ کو رکھتے ہیں:

حضرت مسیح تو ایک نبی اور رسول ہیں، دنیا میں ایسی چیزیں بھی ہیں جو محض جماد بے جان ہیں، مگر ان کی زندگی حضرت مسیح سے بلکہ جہان کی کل چیزوں سے بڑی ہے مثلاً پہاڑ، چاند، سورج اور ستارے وغیرہ۔

مولوی فاضل کو شائد معلوم نہیں کہ یہ پہاڑ چاند سورج وغیرہ بھی تغیرات اور حوادث زمانہ سے محفوظ نہیں۔ ان پر بھی آئے دن تغیرات واقع ہوتے ہیں اور سورج وغیرہ کی روشنی بھی از روئے سائنس معرض زوال میں ہے۔ دعویٰ تو مولوی فاضل کو علمیت کا بہت ہے یہاں تک کہ جیالوجی کا نام بھی کبھی کبھی لیا کرتے ہیں، لیکن ان الفاظ نے تو ان کے سارے علم جیالوجی پر پانی پھیر دیا اور اس کے ساتھ ہی علم ہیئت کو بھی لے ڈوبے (پیغام صلح یکم دسمبر ص ۲ کالم ۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خاکسار کو نہ علم کا دعویٰ ہے، نہ گھمنڈ۔ ہاں اتنا دعویٰ بے شک ہے کہ رسول خدا ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ صحیح ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے،

جو کوئی کسی کو غلط الزام لگاوے وہ مرنے سے پہلے ضرور اس الزام سے ملزم ہوتا ہے۔،

قابل اڈیٹر پیغام صلح خاکسار کو بے علمی بے سمجھی کا الزام لگاتا ہے مگر ناظرین بغور دیکھیں کہ اوس کی تحریر سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ میرا جواب ہے کہ پہاڑ چاند سورج وغیرہ بہت مدت سے موجود ہیں۔ اڈیٹر صاحب اس کی تردید فرماتے ہیں کہ ازروئے سائنس ان میں بھی تغیر ہے۔ تغیر کا کس نے انکار کیا؟ اے کاش! صاف کہد یا ہوتا کہ ازروئے سائنس دنیا میں کئی ایک سورج فنا ہوکر دوسرے سورج پیدا ہو چکے ہیں۔ کئی پہاڑ پہلے فنا ہوکر نئے بن چکے ہیں۔ اے جناب تغیر کا نہ ہمیں انکار ہے نہ آپ کو یہ مفید

اب سنئیے! آپ کی دوسری منطق کہ دو ہزار برس سے مسیح کا موجود چلے آنا اوس کی الوہیت کا ثبوت ہے ماشاءاللہ چشم بددور کیا سچ ہے

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا

الا یا ایّھا السّاقی ادر کأسا و ناولھا

اے جناب! یہ پہاڑ، یہ چاند، یہ سورج، جن میں آپ تغیر کے قائل ہیں کتنے ہزار، کتنے لاکھ برس سے ہیں۔ یہ تو ضروری ہے خدا بن گئے ہوں گے (یقیناً) اسی لئے تو حکم ہے لاتسجدوا للشّمس و لا للقمر آپ کی جانے بلا کہ متکلمین نے موجودات کو کتنی قسموں میں تقسیم کیا ہے: سنئیے

۱۔ موجود حقیقی جو بغیر کسی دوسرے کے حکم یا واسطہ سے موجود ہو (جیسے الہ واحد)۔

۲۔ دوسری موجود بالغیر جو بواسطہ یا بحکم خالق موجود ہو جیسے تمام مخلوق۔

یہ قسم اپنی ہستی میں خالق کائنات کی ہر آن محتاج ہے اوس کے اذن اور سہارے بغیر ایک آن بھی موجود نہیں رہ سکتی۔ اس محتاجی میں گھڑی اور لاکھ کروڑ سال برابر ہیں.. جتنا عرصہ موجود حقیقی سے ان کو تعلق رہے، یہ موجود رہتی ہے جب تعلق ہٹے تو فنا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دنیا میں انسانوں کی زندگیوں کا اختلاف ہم کو یہی بتا رہا ہے۔ غور سے سنئے

فلبث فیھم الف سنة الا خمسین عاما

حضرت نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو برس رہے

یہ اون کی اوس زندگی کا ذکر ہے جو طوفان نوح سے پہلے کی تھی۔ بعد طوفان بھی کچھ ہوگی۔ جسکو ملاکر ہزار سال تو یقیناً ہوتے ہیں جو آج کل کی عمر کے لحاظ سے یقیناً

اتنی زیادہ ہے کہ قادیانی اصطلاح میں پورا خدا بننے کو کافی ہے۔ شائد اسی لئے مرزا صاحب قادیانی کو خواب میں دکھائی دیا کہ میں ہو بہو اللہ ہوں۔ چنانچہ فرماتے ہیں

رأیتنی فی المنام عین الله وتیقنت اننی هو

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۶۴)۔(یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ ہوں اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں)

سچ ہے:

سپنے اندر راجہ بھوج جاگت بھئیو کنگال

(ہفت روزہ اہلحدیث ۲۰ دسمبر ۱۹۱۸ء مطابق ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ جلد ۱۶ نمبر ۷ ص ۳۔۵)

## خدائی فیصلہ : سہارنپوری اشتہار

اشتہار مطبوعہ از انجمن ہدایت الرشید سہارن پور مدرسہ مظاہر العلوم

### جھوٹا مر گیا سچا زندہ ہے

حیا و شرم و ندامت اگر کہیں بکتیں
تو ہم بھی لیتے کسی اپنے مہربان کیلئے

عبدالواحد خان قادیانی میرٹھی کا اشتہار ہماری نظر سے گذرا جس کا مضمون اخبار الفضل قادیان ۱۰ استمبر ۱۹۱۸ء سے ماخوذ تھا۔جس میں نہایت جوش کے ساتھ، مگر انجام سے بے خبر ہوکر مناظرہ ومباہلہ کی دعوت دی گئی ہے۔ ہمارے خیال میں، اگر وہ گزشتہ واقعات پر نظر کرتے ،تو ہرگز یہ الفاظ ان کی قلم سے نہ نکل سکتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زخموں کا منہ بند ہو گیا ،اس لئے اب شگاف کی ضرورت ہے۔لہذا یہ ضروری ہے کہ پچھلے واقعات کی یاد دہانی بھی کرا دی جائے اور اس وقت اگر وہ مقابلہ پر آنے کے لئے تیار ہوں، تو ہمیشہ کیلئے ان سے ایک قطعی فیصلہ کرلیا جائے تا کہ یہ روز کا ناسور بہنا بند ہو، اور حق دنیا پر روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائے۔آپ کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد

صاحب قادیانی مقابلہ کی بدولت کس نتیجہ پر پہنچے؟
آیئے ہم آپ کو مرزا صاحب کی شکستوں کا کچھ نمونہ دکھلائیں

## مرزا صاحب کی پہلی شکست:

جب کہ مرزا صاحب نے کمال بے باکی کے ساتھ ۱۶۔ اگست ۱۹۰۶ء کو ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کے مقابلہ میں یہ مضمون شائع کیا کہ:

میں سلامتی کا شہزادہ ہوں۔ کوئی مجھ پر غالب نہیں آ سکتا۔ بلکہ خود عبدالحکیم خان میرے سامنے آسمانی عذاب سے ہلاک ہو جائے گا۔ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ میں ایسی ذلت اور لعنت کی موت مروں کہ عبدالحکیم کی پیشگوئی کی میعاد میں ہلاک ہو جاؤں۔

تو اب ملاحظہ کیجئے کہ مرزا صاحب ذلت اور لعنت کی موت سے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کی پیشین گوئی کی میعاد میں اپنے مقابلہ کی بدولت دنیا سے چل بسے یا نہیں؟ جب مرزا صاحب کا یہ حال ہوا تو پھر نہ معلوم آپ ہم سے مقابلہ کر کے کیا گل کھلائیں گے۔

## مرزا صاحب کی دوسری شکست:

مرزا صاحب، مولانا ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان کے مقابلہ سے ہر طرح عاجز ہو کر زندگی سے تنگ آ گئے تو خداوند عالم کی جناب میں اس طرح دست بدعا ہوتے ہیں:

اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفتری اور کذاب ہوں، تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین،

اب اس قادر مطلق کی قدرت کا تماشا دیکھئے کہ فی الواقعہ اس نے ایسا ہی کیا کہ مرزا صاحب کی موت سے مولانا ثناء اللہ صاحب اور ان کی جماعت کو خوش کر دیا اور مرزا صاحب کا مفتری ہونا خود انہیں کی زبان سے ثابت ہو گیا
مرزا صاحب کی دوسری دعا ملاحظہ ہو کہ:

اے میرے آقا! میرے بھیجنے والے! اب میں تیرے تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور مولوی ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما، اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے، اوس کو صادق کی زندگی میں ہی اٹھالے۔ اے میرے مالک! تو ایسا ہی کر۔ آمین

مرزا صاحب کو تو خدا سے بھی جھوٹے فیصلہ کا اندیشہ تھا اس لئے سچے فیصلہ کی قید لگائی۔ لیکن اس ذات پاک نے حقیقت میں جو مفسد اور کذب تھا، اوس کو صادق کی زندگی میں ہی اٹھا کر ٹھکانے پر پہنچا دیا اور بفضلہٖ مولوی ثناء اللہ صاحب آج تک (یعنی بوقت اشتہار ہذا) مرزا صاحب کا جھوٹ زندہ رکھنے کیلئے موجود ہیں۔

اے مرزائیو! خدا سے ڈرو اور آنکھ کھول کر دیکھو کہ مرزا صاحب اس دعا میں کس قدر عاجزی کے ساتھ خداوند عالم سے سچا فیصلہ طلب فرماتے ہیں اور خداوند عالم حق کو کس طرح ظاہر فرماتا ہے۔ لہذا جس جماعت نے حق پوشی کا بیڑا اٹھا رکھا ہو، اس کو یہ خدائی فیصلے کیا مفید ہو سکتے ہیں اور وہ کب راہ راست پر آسکتے ہیں۔

اس دوسری دعا نے کس قدر صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی زبان سے پہلے مرنے والے کے حق میں مفسد اور کذاب ہونے پر مہر لگا دی اس لئے اب مرزائیوں کو ہمارے مقابلہ پر مناظرہ یا مباہلہ کے لئے آنا علاوہ شرم ناک ہونے کے خود مرزا صاحب کی مخالفت پر آمادہ ہونا ہے کیونکہ وہ اپنے واقعات سے اپنا کاذب ہونا تمام دنیا پر ظاہر کر چکے ہیں۔

کیا مرزا صاحب کی موت نے قادیانیوں کے دل میں اہل اسلام کی صداقت کا سکہ نہیں جمایا، یا مرزا صاحب کا مفتری ہونا ثابت نہیں کیا؟

بے شک اس عادل ومنصف حقیقی نے اسلام کی حقانیت اور مرزا صاحب کے افتراء کو ان کی عبرت ناک موت سے مخلوق پر روشن کر دیا۔ لیکن افسوس انصاف سے بے بہرہ جماعت نے اس خدائی فیصلہ کو جس نے مرزا صاحب ہی کا فیصلہ کر دیا، ذرا بھی عبرت کی نگاہ سے نہ دیکھا اور طرفہ یہ کہ مرزا

صاحب ہی کی بددعا اور مخالفت کا نتیجہ قرار دیا گیا

اب مرزائی جماعت کے مناظروں کا نمونہ بھی ملاحظہ ہو

### پہلی شکست:

تمام عالم پر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ قادیانیوں کے مایہ ناز اور شرطی مناظرہ میں مولانا ثناء اللہ صاحب نے غیر مذہبی حکم کے فیصلہ سے تین سو روپیہ فتح یاب ہوکر حاصل کیا اور وہ مردنی جو مرزائی مناظر کے چہرہ پر خصوصاً اور باقی جماعت قادیانی پر عموماً چھائی ہوئی تھی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی روپیہ قبضہ سے نکلتا تھا اور کچھ بس نہ چلتا تھا۔

### دوسری شکست:

ریاست رام پور میں نواب صاحب کے سامنے مولانا ثناء اللہ صاحب نے مرزائیوں کو وہ شکست فاش دی کہ ریاست رام پور سے فرار ہو گئے۔

### تیسری شکست:

مولانا عبدالشکور صاحب مدیر النجم لکھنو و مولانا مرتضی حسن صاحب نے مونگیر میں ایک زبردست مناظرہ کر کے مرزائیوں کو ایسی زبردست شکست دی جس نے تمام علاقہ بہار کو گویا ان کے مذہب کے اثر سے بالکل پاک صاف کر کے مرزائیوں کی دوازدہ سالہ کوشش کو خاک میں ملا دیا۔

### چوتھی شکست:

مولانا عبدالشکور مدیر النجم اور مولانا عبدالماجد صاحب قادیانی کی گفتگو کا جو یہ نتیجہ ہوا، اس سے حاضرین ہی بخوبی واقف ہیں یا مولوی عبدالماجد صاحب نے غالباً قسم کھالی ہوگی کہ اب کسی شیر کے مقابلہ کا حوصلہ نہ کروں گا۔

### پانچویں شکست:

خود سہارنپور کا واقعہ ہے کہ قادیان سے چیدہ چیدہ مبلغوں کی جو مشن مختلف مقامات پر ہوتی ہوئی سہارن پور میں پہنچی، تو ہماری انجمن کے نونہال و کم سن مقرر کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر ایک روز صرف بیس منٹ کی گفتگو کے بعد دوسرے روز کسی طرح آمادہ نہ ہوئے۔ اور مسلمانان سہارن پور کے اصرار

پر قیام کا وعدہ کرنے کے باوجود بھی سوائے فرار کے اور کوئی صورت نظر نہ آئی اور سہارن پور سے چلتے بنے۔

چھٹی شکست:

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی نے دو مرتبہ ایک ایک ہزار روپیہ کا اشتہار دے کر نہایت استقلال و دلیری کے ساتھ مرزائی جماعت کو للکارا لیکن صدائے برنخواست کا مضمون رہا۔

یہ تو اہل حق ہی کا حوصلہ ہے کہ اشارہ پایا اور فوراً آستیں چڑھا کر میدان میں آپہنچے۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ صاحب ہی کی ایک نظیر کافی ہے کہ مرزا صاحب نے جب یہ مضمون شائع کیا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میری پیشگوئی کے جانچنے کے لئے قادیان نہیں آئیں گے، تو مولانا موصوف اس اعلان کے دیکھتے ہی مرزا صاحب کا اقراری جھوٹ ثابت کرنے کے لئے قادیان پہنچ گئے۔ لیکن مرزا صاحب ایسے خوف زدہ ہوئے کہ مکان سے باہر بھی نہ نکلے مولوی صاحب کی زبان حال سے یہ شعر نکلتا ہوگا

آرزوئے دید مرزا قادیان لائی مجھے
قادیان سے آرزوئے دید مرزا لے چلا

گو ہم کو گذشتہ واقعات پر نظر کرتے ہوئے یقین ہے کہ قادیانی اپنی قدیم عادت کے مطابق ہرگز ہرگز ہمارے مقابلہ پر مناظرہ ومباہلہ کے لئے آمادہ نہ ہوں گے اور خلاف عقل ونقل شرائط پیش کر کے فرار کے راستے ڈھونڈیں گے، لیکن ہم اپنے فرض مذہبی اور منصبی کے ادا کرنے کیلئے بآواز بلند یہ اعلان کرتے ہیں کہ مرزائی جماعت کے تمام نفوس اپنی یک جائی اور متفقہ قوت کے ساتھ عموماً اور مرزا محمود احمد صاحب خصوصاً ہمارے مقابلہ میں آویں اور تقریری مناظرہ کے بعد بھی کچھ طے نہ ہو، تو حسب تحریر خود مباہلہ کرلیں

ناظرین کی خدمت میں التماس ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب کو ضرور ہمارے مقابلہ پر آمادہ کریں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ یوں تبصرہ کناں ہیں:

آج کل تو ان کا مناظرہ مرض شدید سے شدید تر ہو رہا ہے۔ لاہوری پارٹی کے ساتھ آپ بھی دعا کریں فرصت ملی تو آپ کی درخواست پر غور ہوگی۔

اس اشتہار کے جواب میں قادیانی اخبار الفضل مورخہ ۱۰ دسمبر علماء دیو بند کو مباہلہ کی دعوت دیتا ہے۔ مگر سوال یہ ہے جس کا جواب دینا الفضل کا فرض ہے کہ مرزا صاحب بانی فرقہ کی زندگی میں جو مباہلہ مولوی عبدالحق غزنوی کے ساتھ ہوا تھا ،اوس کا نتیجہ کیا ہوا تھا؟ یہی کہ مرزا صاحب قادیانی، مولوی عبدالحق غزنوی کی زندگی میں مر گئے۔ تو کیا آپ لوگوں نے مان لیا کہ مرزا صاحب قادیانی جھوٹے تھے؟ کیا اب مرزا زادہ (مرزا محمود احمد) کو مرزا (غلام احمد) سے روحانی قوت زیادہ ہے جو اس مباہلہ کے بعد پھر مباہلہ کی دعوت دیتے ہو۔

(ہفت روزہ اہلحدیث ۲۰ دسمبر ۱۹۱۸ء مطابق ۱۵ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ جلد ۱۶ نمبر ۷ ص ۵، ۸)

## خدا کی نسبت قادیانی الہامات خلاف ادب وخلاف آیات

جناب منشی اللہ دتا صاحب جھنگوی لکھتے ہیں:

صاحبان! میں اپنے عنوانی دعوی کے ثبوت میں قادیانی مرزا جی کی چند کتب سے اصل عبارات نقل کرتا ہوں تاکہ کسی مخالف کو انکار کی گنجائش نہ ہو اور طالبان حق کی تسلی کا باعث ہو۔

۱: اربعین نمبر ۳۔ نیز البشری جلد دوم صفحہ پر ۶۳ مرزا جی کا الہام ہے

و انت اسمی الاعلی۔ (تو میرا وہ اسم ہے جو سب سے بڑا ہے)

اللہ تعالی کا ذاتی نام تو اللہ ہے، اور مرزا جی کا سب بڑا نام خدا جانے اللہ ہو یا کوئی اور ہوگا۔ فرعون مصر نے بھی کہا تھا انا ربّکم الا علی

۲۔ اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۰۔ نیز البشری جلد اول صفحہ ۲۷ میں مرزا کا الہام ہے:

يحمدك الله ويمشى اليك (خدا تیری تعریف کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے)

۳۔ اربعین نمبر۲ میں الہام ہے:

يحمدك اللّه من عر شه۔ ترجمہ خدا تیری عرش پر سے حمد کرتا ہے یا کر رہا ہے

قادیانی مرزاجی کے یہ دو الہام بھی قرآن مجید کی چند آیات کے خلاف ہیں

و ان من شیء ا لا یسبّح بحمده

(اور نہیں کوئی شئے مگر حمد کرتی ہے ساتھ تعریف اوس کی کے)

اور اللہ تعالی نے اپنے حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کو فرماتا ہے

فسبّح بحمد ر بّك وكن من السّا جد ين

(پس پا کی بیان کر ساتھ حمد رب اپنے کے اور ہو سجدہ کرنے والوں میں سے)

۴، اور دیکھو بشری جلد دوم صفحہ ۱۷ میں الہام ہے

انت معی و انا معك انّى بايعتك ...(ترجمہ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ اور میں نے تیری بیعت کی ہے اے میرے رب تو میری بیعت قبول کر)

بقول مرزا صاحب اس الہام سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ خداوند تعالی نے مرزاجی سے بیعت کی۔

۵۔ اور دیکھو ازالہ اوہام طبع شدہ بار سوم صفحہ ۶۷۔

خدا تعالی نے ایک قطعی اور یقینی پیش گوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ہی ذریت سے اے شخص پیدا ہوگا جسکو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی۔ وہ آسمان سے اترے گا....وہ اسیروں کو دستگیری بخشے گا،....فرزند دلبند گرامی وارجمند مظهر الحقّ و العلا كأنّ اللّه نزل من السّماء

۶۔ بشری جلد دوم صفحہ ۲۰ میں قادیانی الہام ہے:

فرزند دلبند گرامی ارجمند مظهر الحقّ و العلا ء كأ نّ الله نزل من السّما ء (ترجمہ: حق اور علو کا مظہر اسکا ظہور ہوگا گویا اللہ تعالی بلندی سے نازل ہوگا)

اس الہام کا بقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مطلب ظاہر ہے کہ مرزاجی کے گھر مرزاجی کی ذریت سے ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا گویا آسمان سے خدا ہی اتر کر پیدا ہوگا۔ معاذ اللہ من ہذا

۷۔ بشری جلد اول صفحہ ۴۸ سطر ۹ میں قادیانی الہام ہے:

اسمع ولدی (ترجمہ اے بیٹے سن)

۸۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۶ پر قادیانی الہام ہے:

انت منّی بمنزلة ولدی ترجمہ تو مجھ سے بمنزلہ فرزند میرے کے ہے

مرزا جی کے یہ دونوں الہام قرآن مجید کی چند آیات کے خلاف ہیں۔ مرزا جی سے تو جن بھی عقاید میں بہتر ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ نے قرآن سن کر اپنی قوم کو جا کر کہا تھا

و انّه تعا لی جدّ ر بنا ماتّخذ صاحبة ولاولدا ۔ و انّه کان یقول سفیهنا علی الله شططا ۔ (الجن: ۳۔۴) (ترجمہ اور یہ کہ بہت بلند ہے عزت رب ہمارے کی نہیں پکڑی اوس نے بی بی اور نہ اولاد اور یہ کہ کہا کرتے تھے بیوقوف ہمارے اوپر اللہ کے زیادتی)

نیز

قل الحمد للّه الّذی لم یتّخذ ولدا

(کہہ سب حمد واسطے اللہ کے ہے جس نے نہیں پکڑی اولاد)

افسوس مرزا جی نے لم یلد ولم یو لد کا بھی خلاف کیا

۹۔ تجلیات الہیہ صفحہ ۴،

یا قمر یا شمس انت منّی و انا منك

(ترجمہ: اے چاند اور سورج تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے)

اس وحی الٰہی میں ایک دفعہ خدا تعالی نے مجھے چاند قرار دیا اور اپنا نام سورج رکھا۔

بقول مرزا جی ظاہر ہے کہ خدا نے مرزا جی کا نام قمر اور شمس رکھا اور یہ بھی کہا کہ اے مرزا میں تجھ میں سے ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ تیرا نام قمر اور میرا نام سورج ہے

۱۰: البشری جلد دوم صفحہ ۷۶

انّی انا الصّا عقة (میں صاعقہ ہوں)۔ نوٹ: یہ اللہ تعالی کا نیا نام ہے

کتب لغت میں صاعقہ جلا دینے والی بجلی کو کہتے ہیں

۱۱: براہین احمدیہ صفحہ ۵۵٦

ربّنا عاج (ہمارا رب عاجی ہے)

مرزاجی نے عاج کا ترجمہ عاجی کیا ہے یعنی حرف یائے نسبتی اپنی طرف سے لگا دی اور کتب لغت مین عاج کے معنی ہاتھی دانت اور گوبر کے ہیں

مرزاجی نے خداوندتعالی کے نام سورج اور عاج بیان کئے جوقرآن مجید کی آیات ذیل کے خلاف ہیں

و لله الا سماء الحسنی فادعوه بها و ذرا الذین یلحدو ن فی اسماء ہ سیجزون ما کا نوا یعلمون (اور واسطے اللہ کے ہیں نام اچھے پس پکارواوس کو ساتھ اوس لے اور چھوڑ دواون کو جو کجراہی کرتے ہیں بیچ ناموں اوسکے کے البتہ جزا دیئے جاویں گے جو کچھ کہ تھے کرتے)

۱۲۔ توضیح المرام صفحہ ٦۵۔

خداتعالی نے انسان کے نفس کو ناقۃ اللہ سے مشابہت دینے کے لئے اس جگہ لکھی ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کا نفس بھی درحقیقت اسی غرض کیلئے پیدا کیا گیاہے کہ وہ ناقۃ اللہ کا کام دیوے اوسکی فنا فی اللہ ہونے کی حالت میں خداتعالی اپی پاک تجلی کے ساتھ اوس پر سوار ہو جیسے کوئی اونٹنی پر سوار ہوتا ہے

مطلب صاف ظاہر ہے۔

۱۳۔ توضیح المرام صفحہ ۷۵:

اس بیان مذکورہ بالا کی تصویر دکھلانے کے لئے تخیلی طور پر ہم فرض کر سکتے ہیں کہ قیوم العالمین ایک ایساوجود اعظم ہے جس کے بے شمار ہاتھ، بے شمار پیر اور ہرایک عضواس کثرت سے ہے کہ تعداد سے خارج، لاانتہا عرض اورطول رکھتا ہے۔ اور تندوے کی طرح اس وجود اعظم کی تاریں بھی ہیں، جو صفحہ ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں اور کشش کا کام دے رہی ہیں۔ اور یہ وہی اعضا ہیں جن کا دوسرے لفظوں میں عالم نام ہے، جب قیوم عالم کوئی حرکت جزوی اور کلی کرے گا تو اوس کی حرکت کے ساتھ اوس کے اعضا میں حرکت کا پیدا ہوجانا لازمی امر ہوگا۔

۱۴۔ توضیح المرام صفحہ ۷۶

پس درحقیقت یہی سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ یہ تمام عالم اوس وجود اعظم کیلئے بطور اعضاء کے واقع ہے۔

مرزا جی کے یہ خیالات بھی چند آیات قرآنی کے خلاف ہیں

قو له تعالى: انّما امره اذا اراد شيئا ان يّقول له كن فيكو ن

اور آیت ليس كمثله شيء

اور نیز آیت و جعلوا من عباده جزءً کے خلاف ہے

۱۵۔ البشریٰ جلد دوم صفحہ ۷۵

اصلّی و صوم و اسهر و انام

(ترجمہ: میں نماز پڑھونگا اور روزہ رکھونگا، جاگتا ہوں اور سوتا ہوں)

مرزا جی کا یہ الہام بھی آیت ذیل کے خلاف ہے

لا تأخذه سنة ولا نوم (نہیں پکڑتی اوس کو اونگھ اور نیند)

خدا کے روزہ رکھنے کا حال مرزا جی نے خود بیان کیا ہے جو نیچے لکھا جاوگا

۱۶۔ دافع البلاء صفحہ ۶۔۷۔

افطر و اصوم

میں اپنے وقتوں کو تقسیم کرونگا کہ کچھ عرصہ برس کا میں افطار کرونگا یعنی طاعون سے لوگوں کو ہلاک کروں گا اور کچھ حصہ برس کا میں روزہ رکھوں گا یعنی امن رہے گا اور طاعون ختم ہو جاوے یا بالکل نہیں رہے گی۔

بقول مرزا صاحب قادیانی صاف ظاہر ہو گیا کہ لوگوں کا طاعون سے ہلاک ہونا گویا خدا تعالیٰ کا روزہ کھول دینا ہے، اور جب لوگ طاعون سے ہلاک نہ ہوں یعنی امن رہے یا طاعون کم یا بالکل نہ ہو، تب خدا نے روزہ رکھا ہوا ہے۔

۱۷: البشریٰ جلد دوم صفحہ ۷۷

انّی مع الرسول اقوم و من يلومه انوم افطر و اصوم

میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اس کی مدد کروں گا اور جو اسکو ملامت کرے گا روزہ افطار کروں گا اور روزہ کروں گا یعنی کبھی طاعون بند ہو جائے

اور کبھی زور کرے گی (الحکم قادیان ۱۸۔اپریل ۱۹۰۲ء)

مرزا جی کے اس الہام سے بھی خدا کے روزہ رکھنے اور کھولنے کا حال سب پر ظاہر ہو گیا ہو گا۔

۱۸: البشری جلد دوم صفحہ ۱۲۷۔

كل لك و لامر ك۔ (ترجمہ: سب تیرے لئے اور تیرے حکم کے لئے ہیں)

اور البشری جلد ۲ صفحہ ۸۴ میں الہام ہے

انّما امر ك اذا ار د ت شيئا ان يقو ل له كن فيكو ن

(ترجمہ: تحقیق تیرا ہی حکم ہے جب تو کسی شئے کا ارادہ کرے تو اسے کہہ دیتا ہے پس ہو جاتی ہے

(البدر ج ۴ نمبر ۷ ص ۳)

ان ہر دو الہام بالا مرقومہ سے بقول مرزا جی، اللہ تعالی نے مرزا جی کو کہا کہ سب تیرے لئے تیرے حکم کے لئے ہے۔ یہاں تک بقول مرزا جی، خدا نے مرزا جی کو اختیار دے دیا کہ جس وقت تو کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرے وہ تیری کن کہنے سے ہو جاوے گی۔

آپ ہی مدعی اور آپ ہی گواہ۔ کیا عمدہ ثبوت ہے۔ مگر افسوس ہے ایسے بیجا فخر پر کہ ایسے اختیار ملنے پر منکوحہ آسمانی واپس نہ آسکی۔ بے شک یہ ہر دو الہام بھی قرآن مجید کی چند آیات کے خلاف ہیں

ولم يكن له شر يك فى الملك (نہیں شریک کرتا بیچ حکم اپنے کے کس کو)

ان الحكم ا لا لله (نہیں حکم مگر واسطے اللہ کے)

انّما امر ه اذا اراد شيئا ان يّقو ل له كن فيكون (سوئے اسکے نہیں کہ حکم اوس کا جب چاہے پیدا کرنا کسی چیز کا یہ کہ کہتا ہو واسطے اس کے ہو بس ہو جاتی ہے)۔

۱۹۔ ازالہ اوہام۔ قادیانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۱۶۔

کسی خاص آدمی کا نام لے کر یا اشارہ کے طور پر اوس کو نشانہ بنا کر گالی دینا زمانہ حال کی تہذیب کے برخلاف ہے، لیکن خدا تعالی نے قرآن شریف میں بعض کا نام ابولہب اور بعض کا نام کلب اور خنزیر کہا، ابوجہل تو خود مشہور ہے۔ ایسا ہی ولید (بن) مغیرہ کی نسبت نہایت درجہ کے سخت الفاظ جو

بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں، استعمال کئے ہیں۔

مرزا جی نے بڑی دلیری سے خداوند قہار کا خوف دل سے دور کر کے خداوند تعالی کی احسن کلام کی نسبت لکھ دیا کہ اس میں ایسے سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو بصورت ظاہر گندی گالیاں معلوم ہوتی ہیں۔ افسوس مرزا صاحب قادیانی نے مسلمان کہلا کر قرآن پر یا خدا تعالی پر اعتراض کر دیا اور اللہ تعالی خود قرآن کی تعریف میں یوں ارشاد فرماتا ہے

اللہ نزّل احسن الحدیث کتابا

(اللہ نے اوتاری بہتر کتاب احسن بمعنی بہت خوب)

اللہ تعالی تو قرآن مجید کو احسن الحدیث فرماوے اور مرزا جی اوس کو گندی گالیاں دینے والا بیان کریں۔

اگر یہاں یہ سوال ہو کہ مرزا جی نے.. ایسا کیوں لکھا ہے تو جواب یہ ہے کہ لوگوں نے مرزا جی پر سخت الفاظ اپنی تالیفات میں تحریر کرنے کے لئے باعث اعتراض کہا تھا تو مرزا جی نے اپنی سخت زبانی کے الزام دور کرنے کے لئے یہ لکھ دیا بجہت ثبوت اصل عبارت نقل کرتا ہوں

ازالہ اوہام۔ قادیانی خزائن جلد۳ صفحہ ۱۰۸ پر ہے:

پہلی نکتہ چینی جو اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جل شانہ اور اوس کے رسول کریم کی بے ادبی کی اور پر دشنام تالیفات شائع کر دیں۔

مگر کجا خدا کی کلام اور کجا مرزا جی کی تالیفات۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

بیشک قادیانی مرزا جی اپنی سخت زبانی کے باعث عنداللہ وعندالناس ملزم ہیں اور خداوند تعالی کا معاملہ جو مخلوق کے ساتھ ہے، وہ واقعی اور ٹھیک طور پر ہے کیونکہ خداوند تعالی اکیلا ہی تمام اشیاء کا خالق اور مالک ہے اوسکو ہر طرح سے اپنی مخلوق اور مملوک میں کرنے اور کہنے کا حق ہے سوائے مرزا جی کے کسی شخص کی کیا مجال ہے اس پر اعتراض

کرے یا اوس سے پوچھے کہ آپ نے یہ کیوں کیا یا ایسا کیوں کہا۔

اب میں مریدان مرزا سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر کوئی اور شخص بھی مرزا جی کی مانند کہد یوے کہ قرآن میں گندی گالیاں موجود ہیں، تو تم اس کو مسلمان کہوگے یا کچھ اور۔ جو کہنا خدا سے ڈر کر کہنا کیونکہ وہ قہر ہے

۲۰۔ البشریٰ جلد ۲ صفحہ ۷۹۔ الہام:

انّی مع ا لا سباب آ تیك بغتة اجیب ا خطی اصیب

(میں اسباب کے ساتھ اچانک تیرے پاس آؤں گا خطا کروں گا اور بھلائی کروں گا)

بقول مرزا قادیانی اس الہام سے ظاہر ہے کہ مرزا جی کا ملہم خطا کرنے کا خود اقرار کرتا ہے، تو پھر عقل مندوں کے نزدیک ایسے ملہم کے الہاموں کا کیا اعتبار رہے

مرزا جی کا یہ الہام بھی قرآن مجید کی آیت ذیل کے خلاف ہے

لا یضلّ ر بّی و لا ینسی (میرا رب نہ بے راہ ہوتا ہے نہ بھولتا ہے)

میں تمام اہل اسلام بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہوں کہ جس مدعی کے الہام خداوندتعالیٰ کی نسبت قرآن مجید کی آیات کے صریحاً خلاف ہوں جن کا خلاصہ میں دوبارہ درج ذیل کرتا ہوں:

۱۔ میں خدا کا وہ اسم ہوں جو سب سے بڑا ہے۔

۲۔ خدا میری حمد کرتا ہے۔

۳۔ خداتعالیٰ میری طرف چلا آتا ہے۔

۴۔ خدا نے میری بیعت کی۔

۵۔ خدا نے بطور پیش گوئی مجھے خبر دی ہے کہ تیری ذریت میں ایک لڑکا ہوگا گویا آسمان سے خدا اتر کر پیدا ہوگا۔

۶۔ اور میں خدا کے بیٹے کی مانند ہوں۔

۷۔ خدا نے مجھے اپنا بیٹا کر کے پکارا۔

۸۔ اور میں خدا میں سے ہوں اور خدا مجھ سے ہے۔

۹۔ خدا کا نام سورج ہے اور میرا نام چاند ہے۔

۱۹۔ خدا کا نام عاج ہے۔

۱۱۔خدا کا نام صاعقہ ہے۔

۱۲۔ انسان کے فنا فی اللہ ہونے کی حالت میں خداتعالی اوس پر سوار ہوتا ہے جیسے کوئی اونٹنی پر سوار۔

۱۳۔ خدا ایک ایسا وجود اعظم ہے کی جس کی تاریں تندوے کی طرح ہستی کے تمام کناروں تک پھیل رہی ہیں۔

۱۴۔ درحقیقت یہ بات سچ ہے کہ یہ تمام عالم اللہ تعالی کیلئے بطور اعضاء کے واقعہ ہے۔

۱۵۔خدا سوتا ہے اور جاگتا ہے۔

۱۶۔ خداتعالی روزہ رکھتا ہے اور روزہ کھولتا ہے جس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب طاعون سے لوگ مرنے لگیں، تو خدا نے روزہ کھول دیا جب طاعون سے لوگ نہ مریں تو خدا نے روزہ رکھ لیا۔

۱۷۔قرآن مجید نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو بصورت ظاہر گندی گالیاں ہیں۔

۱۸۔ اور جن کا ملہم اپنے الہام میں خطا کرنے کا خود اقراری ہے، اور وہ ان الہامی دعاوی کے مرزا جی کے مدعی الہام نے حسب ذیل دعاوی کئے ہیں۔

۱۹۔ میں مجدد ہوں۔

۲۰۔ میں امام الزمان ہوں۔

۲۱۔ میں مثیل مسیح اور مثیل تمام انبیاء کے بھی ہوں۔

۲۲۔اور میں آنحضرت ﷺ کا بھی مثیل ہوں۔

۲۳۔اور میں زندہ علی ہوں۔

۲۴۔ میں حسنین سے افضل ہوں۔

۲۵۔ میں بعض انبیاء اور حضرت عیسی سے بھی افضل ہوں۔

۲۶۔ میں مہدی معہود ہوں۔

۲۷۔ میں مسیح موعود ہوں۔

۲۸۔ میں نبی اللہ اور رسول خدا ہوں۔

اے عقل مند بھائی مسلمانو! خدا سے ڈر کر ایماناً سچ کہو کہ مرزا جی کے دعاوی مرقومہ بالا کو سچ تسلیم کیا جاوے یا مرزا جی کو آیت ذیل کا مصداق سمجھا جاوے اور یقین

کیا جائے

و من اظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذ باً او کذّب بآ یا تہ انہ لا یفلح الظّا لمو ن ۔(الانعام:۲۱) ترجمہ: اور کون بہت ظالم ہے اوس سے شخص کہ باندھ لیوے او پر اللہ کے جھوٹ یا جھٹلا وے اس کی آیتوں کو تحقیق نہیں چھٹکارا پائے گا ظالم۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۷ دسمبر ۱۹۱۸ء۔ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۳۷ء جلد ۱۶ نمبر ۸ ص ۸۔۱۰)

# مرزائی خدمات اسلامیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ سے یہ سوال پبلک کے سامنے پیش ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے بحیثیت ملہم اسلام کی کیا خدمات کی ہیں اور بحیثیت عالم کیا۔ علماء سلف میں بہت سے لوگ ایسے گذرے ہیں جنہوں نے فن مناظرہ میں خاص خاص قواعد بنائے جن کی وجہ سے مخالفین پر اہل اسلام کو فتح ہوتی رہی۔ مرزا صاحب کو بحیثیت علم مناظرہ بھی یہ امتیاز نہ تھا، ملہم ہونیکی حیثیت سے تو کیا ہوگا۔ بہر حال یہ سوال چونکہ درپیش ہے اس لئے مرزائی مشن کی دونوں پارٹیاں اس سوال کا جواب دینے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر اہل حدیث کا سوال چونکہ علی وجہ البصیرت ہوتا ہے اس لئے سوال کا اٹھنا کوئی آسان کام نہیں۔ لاہوری پارٹی کا پیغام تو پیغام صلح دے کر خاموش ہوگیا، اب قادیانی پارٹی کا آرگن الفضل آگے آیا ہے۔ پہلے بھی اس نے ایک جواب دیا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ماشاء اللہ ہمارے سوال کو سمجھا ہی نہیں۔ اب پھر اس نے وہی جواب دہرا کر اس جواب پر ناز کیا ہے۔ اس لئے ہم بھی وہ جواب ناظرین تک پہنچاتے ہیں اور الفضل کے لئے داد چاہتے ہیں۔ پس غور سے سنئے: الفضل لکھتا ہے:

> چونکہ ہم حضرت مرزا صاحب کو خدا کا نبی سمجھتے ہیں اسلئے آپ پہلے انبیاء کی کوئی ایسی خصوصیت بتایئے جو آپ میں اور ان انبیاء میں فرق کرنے والی ہو ہم وہی خصوصیت حضرت مسیح موعود میں ثابت کر کے دکھلائیں گے۔ ایسی صورت میں آپ کے لئے کوئی حیلہ بازی کا موقعہ نہ رہے گا۔ کیونکہ جب

آپ خود ایک ایسا معیار ثابت کر دیں گے جس کے مطابق انبیاء کو آپ پر فضیلت ثابت ہو گی اور اسی معیار کے مطابق ہم حضرت مسیح موعود (مرزا) کی فضیلت ثابت کر دیں گے، تو آپ کو مجبوراً اول تو ماننا ورنہ کم از کم خاموش رہنا پڑے گا۔ کیا آپ میں جرأت ہے کہ آپ اس نہایت آسان اور عمدہ طریق پر فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ گھر بیٹھ کے بڑیں مارنا آسان اور نہایت آسان ہے لیکن مقابلہ میں آنا بہت مشکل کام ہے۔ اور کسی میں طاقت نہیں کہ حضرت مسیح موعود کے مقابلہ پر اپنے آپ کو پیش کر سکے۔

(الفضل قادیان ۱۷ دسمبر ۱۹۱۸ء ص ۳)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بس یہی جواب ہے نا؟ افسوس لاہوری پیغام صلح نے الفضل کے اس جواب کی تائید نہیں کی، جو اس کا فرض تھا۔ خیر ہمیں اس سے مطلب نہیں، وہ جانیں اور ان کا فرض جانے۔ ہمارا روئے سخن الفضل کی طرف ہے۔ پس غور سے سنئے!

حضرات انبیاء علیہم السلام کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ مخالفوں کے سامنے جو بات الہام جتا کر بطور تحدی کے پیش کرتے تھے، وہ بعینہ پوری ہوتی تھی۔ ایک مثال بھی اس امر کی نہیں ملتی کہ انبیاء کے فرمودہ کا ظہور اونہی معنی میں نہ ہوا ہو، جو ان کے کلام کے اصلی معنی تھے۔ مرزا صاحب کی زندگی کے حالات بالکل اسکے برخلاف ہیں۔ آپ نے جب کبھی کسی مخالف کے سامنے تحدی اور مقابلہ سے کوئی بات کہی، وہ ان معانی مفہومہ کے بالکل خلاف ہوئی۔ کیا اڈیٹر الفضل ہم کو انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں مرزا صاحب کی مثال دکھا سکتے ہیں۔ آپ میرا مطلب نہ سمجھے ہوں تو سنئے!

حدیث میں آیا ہے رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں مجھے خواب میں عائشہ کی تصویر دکھا کر کہا گیا کہ یہ تیری بیوی ہے۔ بیداری میں، میں نے کہا اچھا اگر یہ خواب اللہ کی طرف سے ہے، تو خود بخود پورا ہو جائے گا۔

چنانچہ وہ ایسا پورا ہوا کہ اپنے بیگانے سب گواہ ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی نے ایک بار نہیں، کئی ایک بار کہا کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے۔ یہ بھی کہا کہ یہ منکوحہ میرے پاس ضرور آئے گی۔ بلکہ یہ بھی

کہا کہ اس کے آنے کی خبر آنحضرت ﷺ نے بھی دی ہوئی ہے (ضمیمہ انجام آتھم) پھر کیا یہ منکوحہ مرزا صاحب کے پاس آئی۔ اس کا جواب دینا الفضل کا فرض ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جنوری ۱۹۱۹ء جلد ۱۶ نمبر ۹ ص ۲۔۳)

## چودھویں صدی کے مسیح کی حقیقت

جناب منشی عبدالحی صاحب کو ہاٹی لکھتے ہیں:

اگر کسی مرزائی سے پوچھا جاوے کہ تمہارے مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ بروزی طور پر وہی آیا جو خاتم الانبیاء تھا (نزول المسیح ص ۲۰؟؟) اور یہ تناسخ مان بھی لیا جائے تو یہ بتاؤ کہ آنحضرت ﷺ نے قادیان میں جنم لے کر اپنی وہ پہلی صفات کیوں گم کر دیں، تو جواب ملتا ہے کہ

مرزا صاحب نے صلیب توڑ دی۔ یعنی عیسائیوں کو لاجواب کر دیا۔

آریوں کا منہ بند کر دیا (حالانکہ کھول دیا)

سکھوں کے مذہب کی بیخ نکال دی۔

حالانکہ یہ تینوں گروہ نہ صرف یہ کہ اپنے مذہب پر مضبوطی سے قائم ہیں بلکہ ترقی کر رہے ہیں۔

میں پوچھتا ہوں کہ اگر دو شخص گتکا کھیلیں اور شرط یہ ہو کہ انہیں میں سے جو کوئی دوسرے کی پگڑی پر گتکے سے نشان لا دے وہ غالب متصور ہوگا، اور گتکا کھیلنے کے وقت ایک ان میں سے اپنی پگڑی اتار ڈالے، تو کیا وہ یہ کہنے کا حق رکھے گا کہ میری پگڑی پر داغ نہیں لگا، اس لئے میں غالب ہوں۔

مرزا جی کے زمانہ میں کسی عیسائی نے یہ نہ مانا کہ

حضرت عیسیٰ خدا کا بیٹا نہیں یا تثلیث غلط ہے

کسی سکھ نے یہ نہ مانا کہ باوا نانک مسلمان تھے

کسی آریہ نے یہ تسلیم نہ کیا کہ تناسخ باطل ہے یا روح اور مادہ حادث ہیں

اسلام کے کسی اصول کے مان لینے کا تو کیا ذکر۔

غرض ہر ایک مذہب والا اپنے اپنے مذہب کے اصولوں پر بڑے شد و مد سے قائم رہا۔ مگر ہمارے مجدد صاحب جن کی تعلیاں زمین و آسمان کو پھاڑے ڈالتی تھیں کہ میں یہ ہوں اور میں وہ ہوں، ان کی حقیقت ملاحظہ ہو کہ مذاہب مخالفہ کے ڈر کے مارے نہ صرف یہ کہ اسلامی عقاید سے رجوع کیا۔ مثلاً:

معجزات انبیاء کو مسمریزم کہدیا

فرشتوں کے وجود سے منکر ہو کر ان کو ارواح کواکب سے موسوم کیا

شق القمر کو ایک قسم کا خسوف (نزول المسیح)

معراج کو کشف وغیرہ۔

بلکہ ان کے سامنے وہ کمزوری دکھائی کہ ان کے مسلّمات قبول کر لئے:

تناسخ کو بروز کہہ کر مان لیا

ویدوں کو آسمانی کتاب تسلیم کیا

اہل ہنود کے اوتاروں کو پیغمبر مان لیا

تثلیث کی جگہ ایک پاک تثلیث قائم کی

خدا کے بیٹے ہونے میں مسیح کے ساتھ اپنے آپ کو بھی شریک کیا

باوانانک صاحب پر ایمان لے آئے

ان کے چولہ کو آسمان سے اترا ہوا اور اسکے حرفوں کو خدا کے ہاتھ سے لکھا ہوا تسلیم کیا اور ان کی نعش کا غائب ہو کر بہشت میں داخل ہونا تسلیم کر لیا

انگد کی ساکھی پر قرآن و حدیث سے زیادہ ایمان لائے

انہیں نہ تو قرآن کی طرح نئے نئے اعجاز کھلنے ضروری ہوئے نہ حدیثوں کی طرح... ان میں کچھ نظر آیا۔

چودھویں صدی میں ہوا ہی یہ چلی کہ انسان وہی ہے جو روپیہ کماوے، چھوٹی بڑی قوم کا لیڈر بن جاوے، اور سرکار سے اسے کوئی خطاب مل جائے۔ مرزا جی نے آنحضرت ﷺ کی تعریفات میں بڑے بڑے فقرہ لگا کر اور ظاہری طور پر اسلام کا پہلوان بن کر مسلمانوں کو دھوکہ دیکر لاکھوں روپیہ ان کی پسینہ کی کمائی کا ان سے حاصل کیا، اور اس فرقہ کا نام اپنے نام پر رکھ کر ان کے لیڈر بن گئے۔ خطاب کے

واسطے جیسے کہ ایک طرف وہ مسلمانوں کو کہتے تھے کہ میں اسلام کی خدمت کر رہا ہوں، ملکہ معظّمہ کی خدمت میں عرض داشتیں بھجیں کہ میں اتنی مدت سے گورنمنٹ کی خدمت کر رہا ہوں، اور میں نے مسئلہ جہاد کو منسوخ کر دیا ہے، اور الہام بھی اتار لیا کہ لك خطاب العزة مگر افسوس اور سخت افسوس کہ اس ہوس کو دوسری ہوسوں کے ساتھ ہی گور میں لے گئے۔

اس مجدد کی نسبت مرزائیوں کے چند اقوال یہاں بیان کر دینے بے جا نہ ہوں گے لیکن اگر کوئی نہیں مانتا؟ بے ادبی میں داخل ہوگا

تو مظہر نور کبریا ہے۔

تو محمد کا مظہر ہے۔

تو نے صلیب کو توڑ دیا،

تو نے نیچریوں اور آریوں اور برہموں کی گردن توڑ دی،

تجھ سے شر وکفر کافور ہو گئے،

تجھ سے اسلام تازہ ہو گیا،

تو نے عیسائیوں کے خدا کو مردہ ثابت کر دیا۔

حالانکہ یوں ہونا چاہیے تھا:

تو دس بیس نہیں تیس انبیاء کا مظہر ہے

تو نے تثلیث پاک کو قبول کر لیا

تو نے اپنی اور حضرت عیسیٰ کی ابنیت کو قائم کیا

تو نے نیچریوں کی طرح فرشتوں کے وجود سے انکار کر دیا

تو نے تناسخ کو بروز کے قالب میں ڈھال دیا۔

تو نے ویدوں کو آسمانی کتب مان لیا۔

تو نے ہندوؤں کے اوتاروں کو پیغمبر مان لیا۔

تجھ سے مشرک وکافر مقبول خدا بن گئے۔

مسلمان آپس میں دست وگریبان ہو گئے۔

تجھ سے اسلام میں خاص کر تیری امت میں سر پھٹول ہوئی

تو نے چالیس کروڑ امت محمدیہ کو کافر کہہ کر ثابت کر دیا کہ تو واقعی بروزی طور پر محمد ﷺ ہے بلکہ اس میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔

تو نے نبی اور رسول اور غیب مصفی کے بیان کرنے والے کا دعوی کر کے جو آسمان پر نکاح پڑھوا یا وہ تیرے رسول اور برگزیدہ رسول ہونے کی کافی دلیل ہے

تو نے ہزاروں جگہ لاکھوں عیسائیوں یہودیوں سکھوں آریوں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا۔

آفرین آفرین! یہ تیرے سوا کس کا کام تھا یہ محض تیرے نفس مسیحائی کا معجزہ تھا۔ اور بس۔

تو نے آنحضرت ﷺ کی امت کے علماء کی انبیاء کی طرح عزت کی اور ثابت کر دیا کہ یہ حدیث کہ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرا ئیل پہلے جنم میں تیرے ہی منہ سے نکلی تھی۔

فن فوٹوگرافی یعنی مصوری کی تو نے نظر ثانی منظور کی بلا کسی خودغرضی کے۔

خلق محمدی تجھ پر ختم ہو گیا (عصائے موسیٰ اس پر گواہ ہے)

تیری ساری پیش گوئیاں صحیح نکلیں اور ایک سرمو تفاوت نہ نکلا۔

تو نے اپنی وحی کے بالکل مطابق عمر پائی

اور اپنے الہام کے مطابق تو از سر نو جوان ہوا۔

ہاتھ ٹوٹیں اس کے جس نے تیرا اشتہار تبصرہ چاک کیا ہو۔

تیرے مقابلے پر جو آیا ذلت سے ہلاک ہوا۔

اور کھچی ہوئی تلواروں سے فرشتوں نے اس کا بھرکس نکال دیا۔

سب واقعات خواب کے ہیں اس لئے تعبیر طلب ہیں۔

جو لوگ تجھ سے پہلے فوت ہو گئے تیری صداقت پر مہر لگا گئے جو تیرے بعد رہ گئے وہ بھی ایک نہ ایک دن لگا جاویں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جنوری ۱۹۱۹ء جلد ۱۶ نمبر ۹ ص ۳۔۴)

# اہلحدیث کا لاہوری احمدیوں سے خطاب

(انجمن اہل حدیث اشاعت اسلام لاہور کا جلسہ اور انجمن احمدیہ لاہور سے خطاب)

جناب مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی بتاتے ہیں کہ دسمبر ۱۹۱۸ء میں لاہور میں لاہوری اور بیرونی برادران اہل حدیث جمع ہوئے اور انجمن مندرجہ عنوان کی بنیاد ڈالی گئی .. عہدہ داران کا انتخاب ہوا خاکسار راقم الحروف کو صدر اور مولوی سلطان احمد لاہوری کو نائب صدر، مولانا ثناءاللہ کو دبیر عام (جنرل سکرٹری) منشی محمد عبداللہ نقشہ نویس پنشنر کو نائب دبیر، اور دکان منشی فضل دین محمد حسین گلٹ سازاں موچی دروازہ لاہور کو امین منتخب کیا گیا اور ماہ اپریل ۱۹۱۸ء کے اہل حدیث کے کسی نمبر میں اس کی اشاعت بھی کی گئی ...

دسمبر ۱۹۱۸ء میں اعیان انجمن میں طے پایا کہ ۲۲ دسمبر کو جلسہ کیا جائے چنانچہ سیالکوٹ سے خاکسار اور امرتسر سے جناب مولانا صاحب تاریخ مذکور پر (لاہور) چلے گئے ۔ دوپہر تک جناب مولانا ثناءاللہ صاحب کا مضمون ،نجات، پر تھا جس میں ضمناً موقع مناسب پر انجمن احمدیہ کی لاہوری پارٹی کو بھی مخاطب کیا گیا کہ ان کے امیر مولوی محمد علی صاحب ایم اے ہم سے اس بات کا فیصلہ کرلیں کہ آیا جناب مرزا صاحب قادیانی نے نبوت و رسالت کا دعوی کیا اور کیا انہوں نے دوسرے مسلمانوں کو ان کے دعوی کے انکار کرنے کی بنا پر کافر کہا (ثبوت بذمہ مدعی یعنی مولانا ثناءاللہ) اور حاضرین کے سامنے نقشہ کھینچ دیا کہ اس امر میں مرزا بشیر الدین خلیفہ قادیان اپنے والد آنجہانی مرزا صاحب کے نقش قدم پر ہیں، اور مرزا صاحب کی اصلی تعلیم کی اشاعت کرتے ہیں ۔ اور لاہوری پارٹی جناب مرزا صاحب کی تعلیم میں تصرف کر کے ٹھیک اسی طرح مرزا صاحب کے منشاء کے خلاف بیان کرتی ہے جس طرح کہ خود مرزا صاحب قرآن و حدیث میں تصرف کر کے خدا تعالی اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف منشاء بیان کرتے تھے

مولانا ثناءاللہ نے ایک بات اور بھی فرمائی جس سے آپ کے لقب فاتح قادیان کی پوری تصدیق ہوتی ہے فرمایا کہ اس مسئلہ کے فیصلہ کیلئے منصف مقرر کیا

جائے منصف مسلّمہ جس فریق کے خلاف فیصلہ کرے وہ اسلامیہ کالج بلکہ اسلامیہ سکولوں کے تمام لڑکوں کو (جن کی تعداد کئی ہزار بتائی گئی تھی) چائے کی دعوت دے۔ فرمایا جتنا روپیہ اس کام کے لئے اندازہ کیا جائے میں حاجی شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کے پاس رکھوا دیتا ہوں۔ فریق ثانی بھی رکھوا دیں۔ فریق مغلوب کا روپیہ خرچ کریں اور غالب کا واپس کر دیں گے۔ یہ بہت بڑے مجمع میں اعلان دو وقت کیا مگر لاہوری احمدیہ جماعت کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۱۹ء جلد ۱۶ نمبر ۱۰ ص ۱۔۲)

## فرار کس نے کیا؟

انجمن اہل حدیث اشاعت اسلام پنجاب لاہور کے جلسہ کی کاروائی گذشتہ پرچہ میں شائع ہو چکی ہے۔ اس میں مرزائیوں کے مباحثہ سے گریز کا بھی ذکر ہو چکا ہے اور انجمن کی طرف سے ایک اشتہار بھی اس مضمون کا شائع ہوا تھا جس میں لکھا گیا تھا کہ لاہوری مرزائیوں نے باوجود تقاضا بر تقاضا کے مباحثہ قبول نہ کیا اس لئے ان کا فرار ثابت ہوتا ہے۔ لاہوری اخبار پیغام صلح اتنا تو مانتا ہے کہ خط و کتابت ضرور ہوئی مگر وہ کہتا ہے کہ جس صورت میں ہم نے بعد جلسہ کے مباحثہ کرنے کو کہا تو ہماری طرف سے فرار کیسے ہوا؟ پھر انجمن اہل حدیث نے کیوں ہمارا فرار لکھ دیا؟

(پیغام صلح لاہور۔ یکم جنوری ۱۹۱۹ء)

جواب یہ ہے کہ پہلے خط میں انجمن اہل حدیث لاہور نے مضمون مقرر کیا کہ جلسہ میں صداقت مرزا پر ہم بحث کریں گے، تو جواب نفی میں آیا بلکہ مضمون ہی کچھ اور بولا۔ اور وقت بھی جلسہ میں دینا منظور نہ کیا۔ اڈیٹر پیغام اپنے ہی مندرجہ ذیل الفاظ کو بھول گئے جو خود انہی کے قلم سے ایک موقعہ پر نکلے ہوئے ہیں جو یہ ہیں:

آریہ سماج فیروز پور نے خلاف قاعدہ خود اپنی طرف سے چند مضمون تجویز کر دیئے۔ جس پر انہیں لکھا گیا کہ مضمون مقرر کرنا ہمارا اپنا کام ہے، لیکن انہوں نے اپنی قدیم روش کے خلاف مصلحت اسی میں سمجھی کو خود مضمون مقرر کریں

(پیغام صلح ...فروری ۱۹۱۸ء ص ۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

کیا یہی الفاظ انجمن اہلحدیث لاہور کی جانب سے انجمن احمدیہ اوراس کے سرپرستوں کے حق میں نہیں لکھے جا سکتے کہ اوس نے اپنی خیراسی میں سمجھی کہ مضمون خود مقرر کرے، تاہم جب ہم نے اسے بھی مان لیا تو جلسہ میں موقعہ دینے سے انکار کر دیا۔ کیا ابھی تک شک ہے کہ فرار کس نے کیا۔

## چیلنج

خیر گذشتہ راصلوۃ آئندہ احتیاط ہم اب بھی سب سے نازک تر مسئلہ پر آپ لوگوں سے بحث کرنے کو تیار ہیں جس میں لاہوری مرزائیوں نے بہت کچھ تیاری بھی کر رکھی ہے یعنی نبوۃ مرزا کا مسئلہ۔

ہمارا دعوی ہے کہ جو کچھ لاہوری پارٹی مرزا صاحب کے حق میں کہتی ہے، یہ مرزا صاحب قادیانی کی تعلیم نہیں ہے۔ بلکہ مرزا صاحب کی تعلیم وہی ہے جو ان کا بیٹا مرزا محمود خلیفہ قادیانی کہتا ہے۔ اس مضمون پر ہم بوکالت مرزا محمود احمد، لاہوری پارٹی سے بحث کرنے کو تیار ہیں۔ بتقرر منصف ہم سے بحث کر لیں، امرت سر میں کریں یا لاہور میں۔ ہاں یہ شرط ضرور ہوگی کہ جسکے خلاف فیصلہ ہو، وہ اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو مع استادوں کے چائے کی دعوت دے۔ اس کی ضمانت کے لئے اتنی رقم دونوں فریق حاجی شمس الدین سکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کے پاس امانت رکھوا دیں گے جو بوقت فیصلہ مغلوب کی خرچ ہوگی اور غالب کی واپس دی جائے گی۔

واضح رہے کہ یہ صورت فیصلہ بعینہ وہی ہے جو جناب مرزا صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴ پر خود تجویز کی ہوئی ہے کہ میں مغلوب ہونے کی صورت میں دس ہزار روپیہ دونگا۔ یہ دس ہزار نہیں، بہت کم ہے۔ کیا لاہوری پارٹی کے ممبران اس طرف متوجہ ہوں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۱۱۔، ۱۷ جنوری ۱۹۱۹ء ص ۲۔۳)

(پیغام صلح لاہور یکم جنوری ۱۹۱۹ء سے ذیل کی تحریر نقل کی جاتی ہے۔ بہاء

لاہور کے اہل حدیث اور ہم

جلسہ سالانہ (۱۹۱۸ء) سے کچھ دن پہلے لاہور کی انجمن اہل حدیث کے سکرٹری منشی محمد عبد اللہ صاحب کی ایک چٹھی موصول ہوئی تھی کہ صداقت مرزا پر ہمیں بھی بحث کی اجازت دی جائے۔ اس کے جواب میں انہیں لکھا گیا کہ.... ہم مفصلہ ذیل اصول کے ماتحت آپ سے گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں:

۱۔ کیا اسلام میں کسی مسیح کی آمد کا انتظار ہے

۲۔ اگر ہے تو کیا وہ ہی مسیح اسرائیلی ہے جس کی نسبت قرآن شریف فرماتا ہے رسولاً الی بنی اسرائیل۔ یا آیت استخلاف کے ماتحت اس امت کا کوئی خلیفہ یا مجدد؟

۳۔ اگر وہی مسیح اسرئیلی ہی آنے والا ہے تو ضرور ہے کہ وہ زندہ ہو۔ پس قرآن مجید سے اس کی حیات کا ثبوت ہونا چاہیے اور اس کی دوبارہ آمد.... اسلام کے بنیادی اصول مثلاً ختم نبوت یا سنت اللہ کے خلاف نہیں

۴۔ اگر وہ قرآن مجید سے وفات یافتہ ثابت ہو تو پھر ضروری ہوگا کہ آنے والا کوئی اور ہو۔

۵۔ اگر آنے والا کوئی اور ہے تو پھر دیکھنا چاہیے کہ وہ کون ہوسکتا ہے اور اس کی شناخت کے نشان قرآن وحدیث سے کیا ثابت ہیں

۶۔ جب یہ فیصلہ ہو چکے تب ہمیں دیکھنا ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی میں وہ نشانات پائے جاتے ہیں یا نہیں۔

پس اس ترتیب سے پہلے پانچ امور کا فیصلہ ہونا چاہیے اور اسی اصول کے ماتحت ہم آپ سے گفتگو کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ بحث ہمیشہ اصولی ہونی چاہیے ورنہ ادھر اودھر کی باتوں سے کبھی احقاق نہیں ہوتا۔

اگر آپ کو شرائط مذکورہ بالا پر بحث احقاق حق کے لئے منظور ہو تو ہم خاص طور پر انتظام کرنے کے لئے تیار ہیں۔ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر اس کے لئے وقت کافی نہ ہوگا۔،

جواباً سکرٹری صاحب اہل حدیث کا رقعہ پہنچا کہ:

آپ کے پیش کردہ جملہ مراتب پر گفتگو منظور ہے۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۱۸ء کو چار گھنٹہ عنایت کریں۔

سالانہ جلسہ پر ایسی گفتگو کا ہونا مفید ترین ہے جیسا کہ آپ نے بھی اس کام کے لئے اوقات رکھے ہیں۔

اس کے جواب میں انہیں پھر لکھا گیا کہ:

چونکہ سالانہ جلسہ کا پروگرام شائع ہو چکا ہے اس میں ردوبدل نہیں ہوسکتا البتہ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا تھا سالانہ جلسہ کے بعد شرائط مباحثہ مابین فریقین طے ہونے پر امور فیصل شدہ پر بحث کے لئے ہم حاضر ہیں۔

اس پر انہی سکرٹری صاحب اہل حدیث کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا جس کا عنوان تھا: مرزائیوں سے مباحثہ کی درخواست اور ان کا فرار۔

ہمیں سمجھ نہیں آئی کہ اسے فرار کہنا کہاں تک جائز ہے جب ان سے مباحثہ کرنے سے انکار نہیں کیا بلکہ علیحدہ اس مباحثہ کا انتظام کرنے کا وعدہ کیا جا رہا ہے تو اسے فرار کہنا کیوں کر جائز ہے ۔جلسہ سالانہ اور بہت سے قومی امور اور معاملات فیصلہ طلب ہوتے ہیں اور دور دور سے آئے مہمان زیادہ دیر ٹھہر نہیں سکتے حالانکہ ایسے مباحثات کے لئے ...(باقی عبارت پڑھی نہیں جاتی معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ کسی اور صفحے پر ہے جو یوں ہے:)

کافی وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔

اپنے قادیانی بھائیوں کے لئے سوال و جواب کا وقت جو رکھا گیا تو وہ اتنا مہتم بالشان مباحثہ نہیں تھا بلکہ صرف حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب کی تقریر پر انہیں اعتراض کا موقعہ دیا گیا تھا لیکن ایک ایسے مباحثہ کے لئے جیسا کہ انجمن اہل حدیث کے ساتھ کرنا تجویز کیا گیا تھا نہ ایک گھنٹہ کافی تھا اور نہ ہی جیسا کہ سکرٹری اہل حدیث کی خواہش تھی چار گھنٹہ کافی ہو سکتے تھے اس لئے بجائے اس قسم کی اشتہار بازی کے لوگون کو واقعی احقاق حق مطلوب ہے تو آئیں اور جن اصول پر مباحثہ کو منظور کر چکے ہیں ضروری شرائط کے تصفیہ کے بعد ان پر گفتگو کر لیں سالانہ جلسہ کے کے لئے اس کو خاص کرنا خود اپنے فرار کا ثبوت دینا ہے

ثناء اللہ کی وکالت پر محمودیوں کا فخر

اسی اشتہار میں جو انجمن اہل حدیث کی طرف سے شائع ہوا یہ بھی لکھا تھا کہ:

مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ۲۲ دسمبر ۱۹۱۸ء کے جلسہ اہل حدیث میں فرمایا کہ یہ لاہوری پارٹی کے مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے دعوی نبوت نہیں کیا اور مسلمانوں کو کافر

نہیں کہا اور ایسا کہنے کو مرزا محمود ولد مرزا صاحب قادیانی کی اختراع اور افتراء کہتے ہیں۔ میں محمود کی طرف سے وکیل ہو کر ثابت کروں گا کہ جو کچھ مرزا محمود کہتا ہے یہی مرزا آنجہانی نے کہا ہوا ہے۔ اس کے فیصلہ کی صورت یوں ہے کہ کوئی شخص منصف مقرر کیا جائے منصف جس کے خلاف فیصلہ دے وہ اسلامیہ کالج اور اسلامیہ سکولوں کے طلباء کو (ٹی پارٹی) چائے کی دعوت دے اور اس خرچ کے لئے دونوں فریق ضمانتی رقم حاجی شمس الدین صاحب کے پاس امانت رکھا دیں۔،

جس وقت یہ اشتہار شائع ہوا لاہور کے محمودیوں کے جلسہ میں حکیم محمد حسین صاحب قریشی نے بڑے فخر کے ساتھ اس کو پڑھ کر سنایا اور کہا کہ دیکھو مولوی ثناء اللہ ہمارا اشد ترین دشمن ہونے کے باوجود مسئلہ نبوت اور کفر و اسلام میں ہماری وکالت کے لئے تیار ہے جو ہمارے حق پر ہونے کی دلیل ہے۔ چہ خوش

لیکن یہ دلیل کوئی آج ہی تو پیدا نہیں ہوئی نہ ہی صرف مولوی ثناء اللہ ہی اس کا قائل ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوی کیا بلکہ اس سے پیشتر مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی نذیر حسین دہلوی اور دیگر تمام مکفر مولوی بھی ایسا کہہ چکے ہیں قریشی صاحب کو چاہیے تھا کہ ان سب کی تائیدات کو سناتے۔ اور اس حجت مبرہنہ کو خلافت مآب کی طرف سے پہلے دن ہی شائع کراتے کیا عجیب بات ہے کہ جس امر کو مولوی ثناء اللہ اور دیگر مکفر مولوی حضرت مسیح موعود کی تکفیر میں پیش کر رہے ہیں اسی کو یہ نادان دوست اپنی تائید قرار دیتے ہیں فانا للہ وانا الیہ راجعون..)

# مرزائی پارٹیوں کے رفع اختلاف کی تجویز

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

ناظرین پر مخفی نہ ہو گا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بعد ان کے معتقدین لازمی طور پر تین پارٹیاں ہو گئیں۔ ایک لاہوری جو مرزا صاحب قادیانی کو صرف مجدد و محدث مانتی ہے۔ دوسری قادیانی جو ان کو معصوم نبی مانتی ہے۔ تیسری ظہیری (پیروان مولوی ظہیر الدین) جو ان کو رسول باشریعت مانتی ہے۔

تینوں میں تنازعہ ہے اور ہر ایک اپنے ثبوت اور دوسرے کی تردید میں مرزا

غلام احمد صاحب کا ہی قول پیش کرتے ہیں۔ گو یہ ایک مضحکہ خیز بات ہے لیکن چونکہ مرزا صاحب قادیانی کو مختلف مدارج طے کرنے کے لئے ایسے کلمات زبان اور قلم سے نکالنے کی مجبوری تھی اسلئے لائق معافی ہیں۔

مرزا صاحب نے مذاہب باطلہ کی کتابیں پڑھ پڑھ کر اور زمانہ کا رنگ ڈھنگ دیکھ کر دل میں منصوبہ باندھا کہ ہم بھی کچھ بنیں۔ اچھا کیا بنیں؟ القاء ہوا کہ سر سید احمد خان نے حال ہی میں حضرت عیسیٰ کو فوت کر دیا ہے۔ ان کی جگہ خالی ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ کا نزول احادیث سے ثابت ہے، لہٰذا مسیح موعود بننے کا اچھا موقعہ ہے۔ صرف نزول کے معنی خروج اور ابن مریم کے معنی غلام احمد قرار دینے کی ضرورت ہے۔ نشانات استعارہ کے نیچے آ سکتے ہیں۔

قرآن و حدیث کو چھوڑ کر انجیلوں سے جن کو آپ محرف مبدل اور ناقص اور نا تمام فرماتے تھے حضرت ایلیا کا ایک قصہ نکالا اور اس کے شق اول (صعود) سے آنکھیں بند کر کے شق دوم یعنی نزول کی نسبت، جس کی تردید انجیل ہی میں موجود تھی، فرمایا کہ ایلیا کی نسبت لکھا تھا کہ وہ آوے گا۔ لیکن حضرت عیسیٰ نے کہا کہ اس کا مثیل یحیی آ چکا، اسی طرح میں حضرت عیسیٰ کا مثیل آ گیا۔

لیکن مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو فکر یہ ہوئی کہ حضرت ایلیاء اور حضرت یحیی یعنی مماثل اور مماثل علیہ تو دونوں نبی تھے، ایسا نہ ہو کہ کوئی اعتراض کرے کہ آپ محدث (محدث بکسرہ دال عالم حدیث کو کہتے ہیں اور بفتح دال الہامی کو کہا جاتا ہے مرزا صاحب بمعنی ثانی محدث کہلاتے تھے) اور امتی ہو کر نبی کے مثیل کیوں کر ہو سکتے ہیں، اور یہ مثال اگر صحیح بھی ہو تو آپ کو کیا فائدہ دے سکتی ہے۔

پس آپ نے محدث کی تعریف گھڑی کہ اس میں یہ یہ باتیں ہوتی ہیں اور نبی میں سوا ان باتوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ یعنی محدث نبی ہی ہوتا ہے۔

اس کے بعد ایک اور دقت معلوم ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اگر نبی آ سکتا ہے تو لوگ کہیں گے کہ پھر حضرت عیسیٰ ہی کیوں نہ آویں۔ حضرت عیسیٰ کی آمد کی کچھ روک ٹوک کرنی چاہیے۔

تب یہ مسئلہ اختراع کیا گیا کہ حضرت عیسیٰ اگر بحالت نبی آویں، تو خاتم

النبیین کی مہر ٹوٹتی ہے۔ اور اگر امتی ہو کر آویں تو ان کی بے عزتی ہے۔ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی مگر آنحضرت میں ہو کر (میں ہو کر کا مسئلہ ایک میں تین اور تین میں ایک کی طرح سمجھ میں نہیں آتا اگر اس کے معنی متابعت اور پیروی کے کئے جاویں تو آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر اور حضرت علی جیسے اصحاب کو یہ خشک جواب لانبی بعدی کا کیوں دیا۔ کیوں نہ فرمایا مجھ میں ہو کر آپ بروزی یا ظلی نبی ہیں)

لیکن نبوت غریب لوگوں کا حصہ تھا، مرزا صاحب کے شایان شان نہ تھا کیونکہ وہ شاہی خاندان سے تھے۔ اس لئے آگے بڑھے کہ نبی سے رسول ہونا لازمی ہے اور آیت لا یظھرہ علی غیبہ احداً اس کو غیب مصفی سے روکتی ہے۔ پھر جب مجدد و محدث سے نبی بنے اور نبی سے رسول ہو گئے بلکہ برگزیدہ رسول تو پھر ان پر جو کچھ بذریعہ وحی والہام نازل ہوا تھا وہ شریعت ہی تھی کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کو قرآن میں فرمایا ہے کہ جو کچھ میں نے تجھ پر اتارا ہے وہ پہلے صحیفوں میں موجود ہے

انّ ھذا لفی الصّحف الاولی۔ صحف ابراھیم و موسی

جب سابقہ انبیاء پر جو کچھ نازل ہوا تھا، وہی کچھ آنحضرت ﷺ پر نازل ہو کر آنحضرت ﷺ باشریعت مانے گئے، تو مرزا صاحب قادیانی کو تو علاوہ آیات قرآنی، انگریزی الہام بھی ہوئے، پھر وہ کیوں باشریعت رسول نہ مانے جاویں۔

مرزا صاحب قادیانی نے جہاد منسوخ کیا۔

قرآن کے اس حکم کو کہ فرقہ بندیاں نہ کرو منسوخ کیا۔

قادیان کو قبلہ اور دارالامان بنایا۔

تصویر اتروانی اور فروخت کرنی جائز قرار دی (فوٹو اتروانا اور اس کو فروخت کرنا اور دل میں یہ سمجھنا کہ اگر کوئی گناہ ہے تو فوٹو گرافر پر ہے ایسا ہی امر ہے جیسے کوئی مسلمان اپنی داڑھی منڈائے اور گناہ نائی پر رکھے)

زکوۃ اپنے پر جائز کی (مہدی بننے کو تو مرزا نے اپنی بہت سی نانیاں دادیاں بنی فاطمہ سے قرار دے کر اپنے آپ کو ایک طرح پر بنی فاطمہ سے ہی قرار دیا لیکن زکوۃ کے واسطے ہاتھ پسار دیا کہ زکوۃ سے میری کتابیں خریدو اور کسی طرح خریدو۔ مثلاً حقیقت الوحی جس کا اندازہ یہ لگایا جاتا ہے کہ... روپئہ کو خریدو، ایک زکوۃ ایک استحصال ناجائز۔ زکوۃ طلبی سے معلوم ہوتا ہے کہ

مرزا جی زکوۃ کے معنی ہی نہیں سمجھے اور اگر سمجھے تو حرص اور لالچ نے انہیں اندھا کر دیا)

تو غور کی جگہ ہے کہ شریعت اس سے زیادہ کیا ہے۔

کتاب کی ضرورت ہو، تو مرزا صاحب قادیانی بار بار فرماتے ہیں کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے، وہ بھی موجود ہے۔

اس لئے میری دست بستہ التماس ہے کہ مرزائی صاحبان جو مرزا صاحب کے عروج کے زینہ کے پہلے ڈنڈے کو پکڑتے ہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں، جو دوسرے کو پکڑتے ہیں وہ بھی غلطی پر ہیں۔ یہ دونوں پارٹیاں اپنے اپنے عقاید سے رجوع کر کے مولوی ظہیر الدین صاحب کی پارٹی کے ساتھ شامل ہو جائیں کیونکہ مرزا صاحب کی تہہ کو جیسے تیسری پارٹی پہنچی ہے اور جیسا اس نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے منشاء مبارک کو سمجھا ہے ان دونوں نے نہیں سمجھا۔

اور اس طرح ایک تثلیث فی التوحید بھی قائم ہو جائے گی یعنی پاک تثلیث۔ ہاں اگر کوئی چوتھی پارٹی مرزا صاحب کو بروزی خدا ماننے والی پیدا ہوگئی تو پھر اس کے ساتھ مل جانا لازمی ہوگا کیونکہ مرزا صاحب نے اپنے واسطے یہ جگہ بھی خالی نہیں چھوڑی ۔اگر معتقدین غبی اور کند ذہن ہیں تو اور بات ہے

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے اپنا آخری درجہ ان لفظوں میں بتایا ہوا ہے:

ر أیتنی فی المنام عین اللہ و تینت اننی ھو (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۵۶۴) (یعنی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو اللہ ہوں میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں)

کیسی صاف نص صریح ہے دعوی الوہیت کی۔ دیکھئے مرزا صاحب قادیانی کی اس حقیقت کو پہنچاننے والی پارٹی کب پیدا ہوتی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جنوری ۱۹۱۹ء ص ۳۔۴)

# مسلمانوں سے ایک بڑی چوک ہوئی

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تالیفات جن لوگوں نے دیکھی ہوں گی ان پر پوشیدہ نہ ہوگا کہ مرزا صاحب کے قلم کا سمند ایسا تیز رو تھا کہ اوس کے سامنے میدان ... تھے۔ قلم ہاتھ میں لے کر مرزا صاحب کو کبھی خیال نہ ہوا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اوراس سے پہلے میں کیا لکھ چکا ہوں۔ کسی جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے قلم اٹھایا، تو عوام کالانعام کے خیال کے مطابق سچ ثابت کر کے چھوڑا۔ سیاہ کو چاہا سپید کر دیا، سپید کو سیاہ کر دیا۔ عوام الناس ... کا نعرہ بلند کر رہے ہیں اور ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر آپ کے دائرہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ کسی مسلمان سے یہ نہ ہوسکا کہ مرزا صاحب کی تحریرات کا جواب اسی طرح دین وایمان کو طاق پر رکھ کر دے اور عوام الناس سے خراج تحسین حاصل کرے۔ بلکہ مسلمانوں کی ان تحریرات کو محض حقارت کی نظر سے دیکھ کر خاموش ہوتے رہے۔

## مرزا جی کے زور قلم کی ایک مثال:

شق القمر کے خلاف عقل ہونے پر جب ایک آریہ نے اعتراض کیا تو آپ نے سرمہ چشم آریہ کے ۴۶ صفحے سیاہ کر دیئے جن کا لب لباب یہ کہ

> خدا کے نزدیک کوئی بات انہونی نہیں۔ اور یہ سخت بے ایمانی ہے کہ ہم یہ کہیں کہ ہم نے خدا کی طاقتوں کو محدود کر لیا ہے۔ فلسفہ کے دلائل نکمے بودے اور ظنی اور وہمی ہیں شق القمر ضرور ہوا اور چاند کے دو ٹکرے ضرور ہوئے

لیکن نزول المسیح کے صفحہ ۱۴۸ پر لکھتے ہیں:

> اس وقت کافروں نے شق القمر کو ملاحظہ کر کے جو ایک قسم کا خسوف تھا یہی کہا تھا کہ اس میں کیا انوکھی بات ہے (خسوف ملاحظہ ہو)

حضرت عیسیٰؑ کے بجسد عنصری آسمان پر چڑھنے کے بارہ میں ازالہ اوہام میں

لکھا کہ

نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک بھی پہنچ سکے

نیز لکھا کہ

حضرت عیسیٰؑ کے لیٹنے کے لئے (آسمان پر) کوئی چار پائی اور بستر بھی ہے؟

پھر صفحہ ۳۷ ست بچن میں فرماتے ہیں:

بعض لوگ انگد کی جنم ساکھی کے اس بیان پر تعجب کریں گے کہ یہ چولہ (گورو نانک صاحب کا) آسمان سے نازل ہوا ہے اور خدا نے اوس کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے مگر خدا تعالی کی بے انتہا قدرتوں پر نظر کر کے تعجب کی بات نہیں کیونکہ اوس کی قدرتوں کی کسی نے حد بست نہیں کی۔ کون انسان کہہ سکتا ہے کہ خدا کی قدرتیں صرف اتنی ہی ہیں اس سے آگے نہیں ایسے کمزور اور تاریک ایمان تو اون لوگوں کے ہیں جو نیچری یا برہموں کے نام سے موسوم ہیں۔

ناظرین! اس ایک ہی مثال سے قیاس فرمالیں کہ باوجودیکہ مرزا جی شق القمر کو ایک قسم کا گرہن مانتے تھے لیکن ایک آریہ کے مقابلہ میں مسلمانوں کو اپنی شہ زوری دکھانے کے واسطے ۴۶ صفحے کاغذ کے سیاہ کر دیئے اور جو کچھ آپ نے ان میں تسلیم کیا یعنی یہ کہ خدا کی قدرت کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا وہ حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں بیکار ہو گیا اور فلسفہ کی نکمی بودی ظنی اور وہمی دلائل سچی ہو گئیں۔ نہ حضرت عیسی کو آسمان پر اٹھانے کی قدرت خدا میں رہی۔ نہ ایک بستر اور چار پائی بہم پہنچانے کی۔ لیکن جب بابا گرونانک صاحب کو مسلمان ثابت کرنا ملحوظ خاطر ہوا تو آسمان پر روئی، اون، بافندے، خیاط، کشیدہ کش، سب ممکن ہو گئے۔

کوئی مرزا جی سے نہیں پوچھتا کہ حضرت جہاں ایک بستر حضرت عیسی کے واسطے پیدا نہیں ہو سکتا تھا وہاں ایسے چوغے کون طیار کرتا ہے۔

آمدم برسر مطلب: بڑی چوک مسلمانوں سے یہ ہوئی کہ دس بیس ہزار روپئہ چندہ کر کے مرزا صاحب کے آگے نہ رکھا کہ حضرت آپ کے اور آپ کی ذریت کے

واسطے یہ روپئہ نذر ہے۔ براہ مہربانی اس نئے مذہب کی تردید بھی آپ اپنے قلم سے لکھ کر ہم پر احسان کریں۔ کیونکہ آپ کے مضامین مچھلی کی طرح ایسے پھسلنے والے ہیں کہ دوسرے کسی کے قابو میں نہیں آتے۔ پھر لوگ دیکھتے کہ مرزا جی کس زور شور سے مذہب اسلام کی تائید اور اپنے مذہب کی تردید فرماتے

مثلاً آپ یوں فرماتے:

ا۔: میں نے حضرت عیسی کے مثیل کے طور پر اپنا آنا حضرت ایلیا اور حضرت یحی کے قصہ کی بنا پر لوگوں کے ذہن نشین کرایا تھا مگر اس میں میری اس قدر لیاقت نہ تھی بلکہ تسلیم کرنے والوں کی خوش فہمی تھی، کیوں؟

الف: یہ قصہ نہ قرآن میں ہے، نہ حدیث میں۔

ب۔ اگر قرآن یا حدیث میں ہوتا تب بھی تو میں اوس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا کیونکہ اوس قصہ کے فریقین نبی تھے ایک نبی کا دوسرے نبی کی مانند ہونا جائے تعجب نہیں مگر حضرت عیسی ایک اولوالعزم پیغمبر اور میں ایک امتی۔

ج۔ محی الدین ابن عربی فصوص الحکم میں فرما گئے کہ حضرت ایلیا نازل ہوئے اور قوم بعلبک کی طرف مبعوث ہوئے

د۔ انجیل میں ہی اس کی تردید موجود ہے کہ حضرت یحی نے کہا کہ میں ایلیا نہیں۔

برعکس اس کے یہ قصہ ثابت کرتا ہے کہ حضرت ایلیا زندہ بجسد عنصری آسمان پر اٹھائے گئے لہذا اس قصہ کا حوالہ دینا میرے واسطے اور میرے مذہب کے واسطے سخت مضر ہے اور اس قصہ کے قیاس پر مجھے مثیل مسیح مان لینا سخت نادانی اور خوش اعتقادی ہے

۲۔ اسلام میں کسی امتی کا الہام دوسرے کے واسطے سند اور حجت نہیں

۳۔ میرا یہ کہنا کہ تم حسن ظن پر مامور ہو کر... غلط ہے اللہ تعالی فرماتا ہے

ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا اے مسلمانوں جب کوئی جھوٹا تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آوے تو فکر کر لیا کرو

اس حسن ظن کی بدولت لاکھوں مسلمان مردود ہو چکے اور دین و دنیا سے گئے۔

۴، بروزی نبوت کا نہ قرآن میں ذکر ہے، نہ کسی حدیث میں، یہ یاروں کا اختراع ہے

۵۔ حضرت عیسی کے آسمان پر اٹھائے جانے کی نسبت لکھتے کہ اے اندھو خدا کی طاقتوں

کو محدود کرنا سخت بے ایمانی اور کفر ہے تم قرآن کو سطحی نظر سے دیکھتے ہو اور وہ حلق سے نیچے نہیں اترتا جس خدا نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر اتنا بڑا آگ کا انبار سرد کر دیا کیا وہ کرہ زمہریر کی سردی کا حکم نہیں دے سکتا کہ حضرت عیسیٰ پر سلامتی والا ہو جا۔

حضرت عیسیٰؑ کی عمر کی نسبت فرماتے کہ

اے نالائقو! قرآن خوانی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والو! کیا تم نے سورہ نوح بھی کبھی قرآن میں پڑھی ہے۔ اگر پڑھی ہے تو ایمان سے کہو کہ اللہ پاک نے ان کی عمر ۹۵۰ سال کی بیان کی ہے یا نہیں۔

پس جو خدا ایک انسان کو اتنی مدت زندہ رکھ سکتا ہے کیا وہ اس سے زیادہ مدت تک بھی زندہ رکھنے پر قادر ہے یا نہیں۔ کیا قرآن نے انسان کی کوئی عمر مقرر کی ہے۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں جو کوئی انسان کی عمر کی کوئی حد مقرر کرے سخت غلطی پر ہے۔

۶۔ ہر صدی کے مجدد والی حدیث کی بابت فرماتے کہ

اے عقل مندو! کیا میں نے یہ نہیں کہا کہ دمشق والی حدیث قابل پذیرائی نہیں کیونکہ صحیح مسلم میں تو ہے لیکن صحیح بخاری میں نہیں۔ اور یہ حدیث تو نہ صحیح بخاری میں ہے نہ صحیح مسلم میں۔

۷۔ کسوف وخسوف والی حدیث کی نسبت فرماتے کہ

اس کے رجال سے قطع نظر بھی کیا جاوے تو اس میں دو دفع تاکیداً بیان ہوا ہے کہ ایسے کسوف وخسوف جب سے زمین وآسمان پیدا ہوئے ہیں کبھی نہیں ہوئے ہوں گے اور جیسے میرے زمانہ میں ہوئے زمین وآسمان کے پیدا ہونے وقت سے ہوتے آئے ہیں۔ دیکھو انگریزی کتاب یوز آف دی گلوبس۔ بلکہ ایک سال پہلے یہی کسوف خسوف امریکہ میں ہوئے میرا اڑنگا کہ اس وقت کوئی مدعی بھی ہونا چاہیے حدیث مذکورہ میں اس کا کچھ ذکر نہیں۔

۸۔ میں نے خلاف حکم خدا ورسول جھوٹ کو شرک یعنی ناقابل معافی گناہ قرار دیا اور دوسرے مقبول الدعا ہونے کا دعویٰ کیا ان کی تہ گو بڑی عمیق تھی لیکن ایسی تو نہ تھی کہ سوائے کسی ملازم محکمہ ٹھگی ڈکیتی کے اور کوئی اسے سمجھ نہ سکے۔ پہلی بات کا یہ اثر ہوا کہ میں جو کچھ بھی کہتا گیا لوگ سچ مانتے گئے دوسری بات سے یہ فائدہ پہنچا کہ جو روپیہ

جہلاء کو زیارتوں قبروں مزاروں پر چڑھتا تھا یا پیروں کی جیب میں جاتا تھا میری جیب کی طرف رخ پکڑ گیا۔ اور دعا میں دوا کی طرح بڑا پردہ ہے۔ ۵۰ فیصدی نمبر اس میں ہر کوئی پا سکتا ہے خصوصاً جب خلوص نیت سے دعا چاہنے کی پچر بھی ساتھ لگی ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۱۹ء ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ نمبر ۱۲ جلد ۱۶ ص ۲۔۴)

## مرزائی سے مباہلہ

مکرمی جناب مولوی صاحب السلام علیکم

موضع مراد پور ضلع سیالکوٹ میں دو اشخاص کے درمیان مرزائے قادیانی کی صداقت کے متعلق مباہلہ ہوا ہے۔ مباہلہ کی تحریر کی نقل خدمت میں ارسال کی جاتی تھی اسے اپنے اخبار میں شائع کرادیں نیز دعا فرماویں کہ خداوند کریم کاذب پر عذاب نازل کرے تا کہ اس واقعہ سے حق روشن ہو جائے۔ والسلام۔ راقم: ایک مسلمان

۱۔ محمد ابراہیم احمدی نے تین دفعہ یہ کہا

اشھد ان لا اله الا الله و اشھد ان محمدا عبده و رسو له

میں اللہ کی قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اپنے تمام دعاوی میں صادق ہیں اور آپ کے تمام الہامات اسی خدا کا کلام ہیں جس خدا نے دوسرے انبیاء پر کلام نازل کیا۔

اگر میں اس امر میں حق پر نہیں ہوں تو خداوند کریم ایک سال کے اندر مجھ پر عذاب نازل کرے یا دوسرے فریق مخالف پر جو حضرت مسیح موعود کو کاذب سمجھتا ہے اگر وہ حق پر نہیں۔

جس پر حاضرین نے تین مرتبہ آمین کہی۔

۲۔ حکیم محمد حسین نے تین دفعہ یہ کہا

بسم الله الر حمن الر حیم

نحمده ونصلی علی رسو له الکر یم

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے تمام دعاوی میں

کاذب ہے۔
اگر میں اس میں حق پر نہیں ہوں تو خداوند کریم ایک سال کے اندر عذاب نازل کرے یا فریق مخالف پر اگر حق پر نہیں ہے۔
جس پر حاضرین نے تین مرتبہ آمین کہی۔
العبد محمد ابراہیم بقلم خود۔ العبد محمد حسین بقلم خود، گواہ شد: محکم دین نمبر دار مراد پور۔ گواہ شد حکیم نبی بخش مراد پوری۔ گواہ شد: مولوی فیروز دین مراد پوری۔ گواہ شد: چراغ دین ڈاک محرر مراد پوری
شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:
مناسب تھا کہ مباہلہ سے پہلے خلیفہ قادیان سے اجازت منگا لی جاتی۔
اچھا اللہ تعالی اس مباہلہ کا انجام بھی پہلے مباہلوں کی طرح کرے۔ آمین
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۱۹ء ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ نمبر ۱۲ جلد ۱۶ ص ۱۲)

## بروزی طور پر وہی آیا جو خاتم النبیین ہے

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:
شیخ سعدی فرما گئے ہیں

آنچہ برخود نہ پسندی بہ دیگراں مپسند

لیکن مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مسلک اس کے خلاف تھا یعنی جو کچھ خود کرنا اسی کو اگر مخالف کرے تو عیب شمار کرنا
لالہ مرلی دھر آریہ سے ہوشیار پور میں مناظرہ ہوا تو اوس کی نسبت سرمہ چشم آریہ میں لکھتے ہیں:
ص ۶: عرض کر دیا گیا کہ آپ نے جو کچھ لکھنا ہے اسی جلسہ میں حاضرین کے روبرو تحریر کریں اگر گھر میں بیٹھ کر لکھنا تھا تو پھر اس جلسہ بحث کی ضرورت ہی کیا تھی۔
صفحہ ایضاً۔ اور نہ ہمیں اب جواب الجواب لکھنے دیتے ہیں۔ خیر بدرجہ

ناچاری یہ جواب الجواب بھی بطور خود تحریر کر کے رسالہ کے ساتھ شامل کیا جائے گا۔

صفحہ ۷۔ اول تو ماسٹر صاحب نے پہلے کوئی ایسی شرط نہیں کی تھی کہ جب سماج کا وقت ہوگا تو بحث کو درمیان میں چھوڑ کر چلے گئے۔

صفحہ ایضاً: ماسوائے اس کے یہ تو دین کا کام تھا اور جن لوگوں نے سماج میں حاضر ہونا تھا وہ تو سب موجود تھے بلکہ بہت سے ہندو اور مسلمان اپنا پنا کام چھوڑ کر اسی غرض سے حاضر تھے اور تمام صحن مکان کا حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔

ناظرین! ان اعتراضوں کو ذہن نشین کر لیں۔ اب آگے چلیں۔ مرزا جی کو دہلی جا کر اعلان مباحثہ کیا مولانا محمد بشیر سہسوانی صاحب سے مباحثہ پڑ گیا۔ اور ان کی کل شرائط اس خیال سے کہ مرزا صاحب کسی شرط کی نامنظوری کے بہانہ سے مباحثہ سے گریز کر جائیں مان لی اور اپنی طرف سے صرف ایک شرط پیش کی جو مرزا صاحب نے مان لی

خلاصہ خط وکتابت در بارہ شرائط مناظرہ

رقعہ من جانب مولوی صاحب

یہ تو آپ حلفاً اقرار کرتے ہیں ... اس قدر اس میں اور زیادہ کر دیجئے کہ اگر میں اس بحث وفات مسیح میں صواب پر نکلا تو صرف اتنی سی بات سے میرا اصل دعوی یعنی عدم نزول عیسی اور میرا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا

جواب مرزا صاحب: مجھے یہ منظور ہے کہ اول حضرت مسیح ابن مریم کی وفات حیات کے بارے میں بحث ہو اس بحث کے تصفیہ کے بعد پھر اون کے نزول اور اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں مباحثہ کیا جاوے اور جو شخص طرفین سے ترک بحث (۱) کرے گا اس کا گریز سمجھا جائے گا۔

رقعہ مرزا صاحب: بحث تحریری ہوگی ہر ایک فریق سوال یا جواب لکھ کر حاضرین کو سنا دے گا

رقعہ مرزا صاحب: صرف اس بات کا التزام ضروری ہوگا کہ بحث اس عاجز کے مکان پر

ہو۔

رقعہ مرزا صاحب: دس آدمیوں سے زیادہ ہرگز ہرگز کسی حالت میں آپ کے ساتھ نہ ہوں پہلا پرچہ آپ کا ہوگا۔

ناظرین! شرائط مباحثہ کوخوب سمجھ گئے ہوں گے اب ملاحظہ فرماویں کہ مرزا جی نے ان شرائط کی کیا پابندی کی اور قرآن کی اس آیت کی کہ او فوا بالعهد ان العهد كان مسؤلا (عہد پورا کیا کرو کیونکہ (قیامت میں) عہد کی باز پرس ہوگی) کیا تعظیم وتکریم کی۔

مولوی صاحب کے بار بار تقاضے پر مرزا صاحب نے بحث کے واسطے یوم جمعہ مقرر کیا۔ مولوی صاحب حسب قرارداد جمعہ کی نماز کے بعد مرزا صاحب کے مکان پر پہنچے اور ادلہ حیات مسیح تحریر کر کے حاضرین کو سنا کر مرزا صاحب کے آگے رکھ دیں مگر

۱۔ مرزا صاحب نے مجلس بحث میں جواب لکھنے سے گریز فرمایا اور فرمایا کہ میں جواب لکھ رکھوں گا، کل دس بجے آیئے۔ اس پر حاجی محمد احمد وغیرہ نے اون کو الزام نقض عہد اور مخالفت شروط کا دیا، مگر مرزا صاحب نے ایک نہ سنی۔ دوسرے دن جب دس بجے سب آپ کے مکان پر گئے تو آپ باہر نہ نکلے۔ اندر سے کہلا بھیجا کہ ابھی جواب تیار نہیں جب تیار ہوگا آپ کو بلالیا جائے گا۔

۲۔ اسی طرح تین تین پرچے طرفین کے حیات مسیح پر ہو چکے اور مرزا جی کے مسیح موعود ہونے پر بحث کا وقت آیا تو مرزا جی نے مباحثہ کیا کہ اب مجھے زیادہ قیام کی گنجائش نہیں میرے خسر بیمار ہیں۔ حاضرین مرزا صاحب کو الزام دیتے تھے مگر مرزا جی نے ایک نہ سنی اور اسی شب دہلی سے تشریف فرما ہو گئے (ملاحظہ ہو: الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح)

ہاں! لالہ مرلی دھر کے جواب الجواب کے لکھنے کی نظیر باقی رہ گئی آخری پرچہ میں گو آپ نے مولوی صاحب پر سوالات بھی کیئے لیکن لکھ دیا کہ

> چونکہ مساوی طور پر ہم دونوں کے پرچے تحریر ہو چکے ہیں اس لئے یہ پرچے بلاکم وبیش چھپ جائیں گے اور ہم دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ ہوگا کہ غائبانہ طور پر کچھ اور زیادہ یا کم کرے۔

یقین ہے کہ ناظرین نے مرزا صاحب کی کل اعتراضات کی باتیں جو انہوں نے لالہ مرلی دھر پر کیں من وعن اس مباحثہ میں مرزا صاحب سے سرزد ہوئیں، دیکھ لی

ہوں۔ پس غور فرمائیں کہ جن جن باتوں کے اعتراضات مرزا صاحب نے ایک آریہ پر فرمائے جو ایسی کتاب کا ماننے والا تھا جس کی نسبت مرزا صاحب اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۲ پر لکھتے ہیں:

کہ اور کچھ وہ پہلے ہی سے بودے اور سوراخ دار اور فطرتی عفونتوں کو ساتھ رکھتے ہیں

انہی باتوں کے آپ خود مجدد و محدث نبی و رسول ہو کر مرتکب ہوئے حالانکہ لالہ مرلی دھر سے صرف اس قدر معاہدہ ہوا تھا کہ ہر دو فریق کی طرف سے سوالات پیش ہوں (ص ۴ سرمہ چشم آریہ) اس سے بڑھ کر کوئی معاہدہ نہ تھا۔ اور آپ کے اپنے پیش کردہ معاہدے جتنے تھے سب کو آپ نے صلیبی عقیدے کی طرف پاؤں میں کچل ڈالا، ہائے افسوس! وائے افسوس! کیا اچھا ہوتا اگر مرزا صاحب اس سرمہ چشم آریہ کی ایک خفیف سی سلائی اپنی آنکھوں میں بھی پھیر لیتے ایسا عہد شکن شخص اور دعوی یہ کہ بروزی طور پر وہی آیا جو خاتم النبیین تھا (میں فنا فی الرسول ہونے کی وجہ سے محمد کے نام سے پکارا گیا) یہ مرزا صاحب، آنحضرت ﷺ کی عظمت ظاہر کر رہے ہیں۔

احمدی دوستو!

ایمان سے خدا لگتی کہنا جس کے مرزا صاحب اوتار یا بروز ہیں وہ ایسا ہی عہد شکن تھا، کوئی نظیر اس کی بیان کر سکتے ہیں۔ بھلا خود بخود عہد شکنی کرنا نہ سہی کوئی ایسی نظیر پیش کر سکتے ہو کہ آپ کے تمام اصحاب یعنی دوستوں اور معاونوں نے کسی عہد شکن کو نہایت ضروری سمجھا ہو۔ اور پھر بھی آپ نے اپنا عہد توڑا ہو۔ تینوں پارٹیاں تمہاری اگر یکجا ہو کر اور قیامت تک تلاش کریں تو ایک نظیر بھی ایسی نہ ملے گی پھر کس منہ سے کہتے ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی انہی میں ہو کر ان کا بروز ہو کر ان میں فدا ہو کر وہی ہیں یا اون کے مشابہ ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ جنوری ۱۹۱۹ء ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ نمبر ۱۳ جلد ۱۶ ص ۴-۶)

# مرزائیوں کا چیلنج منظور

(ایک مطبوعہ اشتہار)

جناب مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب (مولوی فاضل) شیر پنجاب فاتح قادیان کی تقریر ۵ جنوری کی جن لوگوں نے سنی ہے وہ خوب جانتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ کس خوبی سے مولانا موصوف نے قادیانی مشن پر تقریر فرمائی۔ تقریر کے بعد مرزائیوں کو ہر چند کہا گیا کہ اشتہار کے مطابق ایک گھنٹہ تک سوال و جواب کریں مگر قادیانیوں کو جرأت نہ ہوئی۔ جلسہ کے بعد خجالت مٹانے کے لئے قادیانیوں نے ایک لمبا سا اشتہار دیا۔ جس میں محض غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے یہ لکھا کہ ہم بذریعہ اشتہار ہذا مولوی صاحبان کو چیلنج دیتے ہیں کہ اگر اون کا منشاء واقعی اظہار حق ہے تو ٹھنڈے دل سے ہمیں وقت دیں اور شرائط مباحثہ باقاعدہ منضبط ہونے پر لوگوں کو طرفین کے سوال و جواب سے صحیح نتیجہ نکالنے کا موقع دیں۔

اس لئے ہم اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں اور حسب منشاء آپ کے شرائط پیش کرتے ہیں:

نمبر ۱۔ فریقین پانچ پانچ سو روپیہ نقد کسی امین کے پاس بغرض اخراجات جلسہ جمع کر دیں۔

۲۔ ایک منصف مسلمہ ہو جس کے حق میں وہ فیصلہ کرے وہ اپنی رقم پوری واپس لے لے اور جن کے برخلاف فیصلہ کرے اس کا روپیہ جلسہ پر خرچ کیا جاوے۔

نمبر ۳۔ ہر فریق کو دس دس منٹ تقریر کی اجازت ہوگی۔

نمبر ۴۔ مباحثہ کا وقت ایک موضوع پر دو گھنٹہ ہوا کرے گا۔

نمبر ۵۔ موضوع صرف دو ہوں جن پر فاتح قادیان نے ۵ جنوری کو تقریر فرمائی تھی (جس کی بابت اپنے اشتہار میں لکھا ہے کہ کئی دفع جواب پا چکے ہیں)

یعنی پیش گوئی بابت نکاح آسمانی۔

دوم، آخری فیصلہ بابت مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان

کیا ایسی صاف اور سیدھی روش پر قادیانی بحث کو تیار ہوں گے۔ دیدہ باید

نوٹ: اگر اس تقریر پر بحث کرنا منظور نہ ہو تو اس کی صحت کا اقرار نامہ تحریری دینا ہوگا

خاکسار محمد بشیر سکرٹری جلسہ وعظ ٹپفل گنج کانپور

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

یہ تجویز معقول ہے۔ اس سے بعد فیصلہ چندروز تک آرام رہنے کا گمان غالب ہے۔ اسی طرح انجمن اہل حدیث لاہور کی طرف سے بھی کہا جاتا ہے کہ کم سے کم دوسو روپیہ تاوان رکھا جائے جو بعد فیصلہ کے اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو چائے پلانے میں مغلوب کا خرچ ہو۔ لیکن مرزائی لودہانہ میں تین سو روپیہ دے کر کچھ ایسے ڈرے ہیں کہ ہوں ہاں کرتے ہی نہیں۔ چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ جنوری ۱۹۱۹ء ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ نمبر ۱۳ جلد ۱۶ ص ۶)

(قادیانی اخبار الفضل ۱۴ جنوری میں کبیر الدین احمد لکھنوی نے لکھا ہے کہ احمدی جماعت کو پانچ منٹ اعتراض کا موقع دیا حالانکہ گھنٹہ تھا جو ہر دفعہ کے لئے پانچ پانچ منٹ تھا مگر قادیانی نامہ نگار نے محض دروغ گوئی سے ایک گھنٹہ کو پانچ منٹ بنا دیا، اسی طرح سارا مضمون دروغ سے پر ہے۔ اڈیٹر) (اہل حدیث ۳۱ جنوری ۱۹۱۹ء ص ۶)

## حافظہ نباشد

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ

ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا وہ انسان پاگل لگتا ہے یا منافق۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۲۷۵)

پر اس بات کی تائید میں کہ خدا کو طاقت ہے کہ ایک مسیح جیسا دوسرا مسیح پیدا کر دے۔ فرماتے ہیں:

وہ حی وقیوم خدا جو اسبات پر قادر ہے جو انسان کو حیوان بلکہ شر الحیوان بنا دے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے

و جعلنا منهم القردة و الخنازير

اور فرمایا ہے

کو نوا قردۃ خاسئین کیا وہ ایک انسان کو دوسرے انسان کی صورت مثال پر نہیں بنا سکتا۔ بلی و ھو بکل خلق علیم۔

معلوم ہوا مرزا صاحب کو سورہ یسین بھی صحیح پڑھنی نہیں آتی تھی صحیح اور پوری آیت یوں ہے

او لیس الذی خلق السما وات و الارض یقدر علی ان یخلق مثلھم بلی و ھو الخلاق العلیم

ست بچن میں باوا نانک صاحب کو تناسخ کے اعتقاد سے بری ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ باوا صاحب جس تناسخ کے قائل تھے وہ ہندو مذہب والا تناسخ نہ تھا بلکہ اسلام کا تناسخ تھا۔ یعنی انسان کا اپنے تزکیہ نفس اور ریاضت سے مختلف حیوانات کی صورت سے نکل کر انسان بن جانا۔ چنانچہ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

اسلامی تعلیم سے ثابت ہے کہ ایک شخص جو اس دنیا میں زندہ موجود ہے جب تک وہ اپنا تزکیہ نفس کر کے اپنا سلوک تمام نہ کرے اور پاک ریاضتوں سے گندے جذبات اپنے دل سے نہ نکال دیوے تب تک وہ کسی نہ کسی حیوان یا کیڑے مکوڑے سے مشابہ ہوتا ہے اور اہل باطن کشفی نظر سے معلوم کر جاتے ہیں کہ وہ اپنے کسی مقام نفس پرستی میں مثلاً بیل سے مشابہ ہوتا یا گدھے سے یا کتے سے یا کسی اور جانور سے۔

پھر فرماتے ہیں:

اسی بنا پر خدا تعالی نے نافرمان یہودیوں کے قصہ میں فرمایا کہ وہ بندر بن گئے اور سور بن گئے۔ سو یہ بات تو نہیں تھی کہ وہ حقیقت میں تناسخ کے طور پر بندر ہو گئے تھے بلکہ اصل حقیقت یہی تھی کہ بندروں اور سوروں کی طرح نفسانی جذبات ان میں پیدا ہو گئے تھے۔

مرزا جی کی ست بچن والی تحریر سے پایا گیا کہ کونوا قردۃ خاسئین کے حکم سے خدائے حی و قیوم نے نافرمان یہودیوں کو ایسی سزا دی کہ وہ بندر اور سور کی خصلتیں پکڑ گئے۔ یعنی گدھے کی طرح بے وقوف اور کتے کی طرح دشمن قوم ہونیکی

جگہ بندر کی طرح زیرک اور قومی اتفاق والے، اور سور کی طرح بہادر بن گئے اور دہتکارے گئے۔

لیکن ازالہ اوہام کی تحریر (جو اسی آیت کے حوالہ سے ہے) پڑھ کر ایک بے وقوف سے بے وقوف بھی سمجھ سکتا ہے کہ آپ یہی فرمارہے ہیں کہ جو خدا انسان کو حیوان مطلق بنا سکتا ہے اس کے واسطے ایک انسان کو دوسرے انسان جیسا بنا دینا کچھ دشوار نہیں لیکن چونکہ مرزا صاحب دل سے خدا کی اس قدر غیر محدود طاقت اور قدرت کے قائل نہ تھے اس لئے اس کی علوشان کی آیت لکھتے ہوئے آپ کا ہاتھ کانپ گیا اور بجائے هو الخلاق العليم کے و هو بكل خلق عليم لکھ گئے۔

مرزائیو! خدا کو حاضر ناظر جان کر مرزائی اصول مندرجہ ست بچن کو سامنے رکھ کر سچ کہنا کہ آپ کے امام زمان و مجدد دوراں و محدث نبی رسول مسیح موعود اور مہدی مسعود وغیرہ بالقابہ کون تھا؟ جو کہنا ذرا اونچی آواز سے کہنا کہ میں بھی سن لوں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۱۹ء)

# چودھویں صدی کا مراقی نبی

جناب محمد حنیف خادم ڈرافٹسمین دہرہ دون سے لکھتے ہیں

معزز ناظرین! قادیان سے ایک رسالہ احمدی خاتون شائع ہوتا ہے جو مرزا صاحب کے کسی خاص مرید کی زیر اڈیٹری بڑی آب و تاب سے مرزائی مستورات کو سمجھانے اور عمل کرانے کی غرض سے نکالا جاتا ہے جس میں مختصر طور پر مرزا صاحب (یا مراقی نبی) کے حالات زندگی اور ان کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے الفاظ جو بطور تعلیم آپ کے خلق اللہ کو (اپنے منوانے کے لئے) ارشاد فرمائے ہیں نقل کئے جاتے ہیں جو مرزا صاحب کی اعلیٰ تعلیم کا نمونہ ہے۔

مجھے ایک بزرگ نے وہ رسالہ جس میں مرزا صاحب اپنا مراقی ہونا صاف اور کھلے لفظوں میں فرماتے ہیں دکھلایا۔ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ بیساختہ زبان سے نکلا: جادو وہ جو سر چڑھ بولے۔ نبی اور مراقی

اب میں ناظرین کی آگاہی کے لئے وہ عبارت معہ حوالہ صفحہ وغیرہ نقل کرتا ہوں غور سے پڑھئے: مرزا صاحب نے فرمایا:

میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت (ﷺ) نے پیش گوئی کی تھی جو اسی طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح جب آسمان سے اترے گا دو چادریں اس نے پہنی ہونگی۔

تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں: ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرۃ البول۔ (احمدی خاتون جلد۲ نمبر۴۰ ص۱۰۳)

معزز ناظرین! یہ لفظ مراق ہمارے اور فرقہ مرزائیہ کے درمیان قول فیصل ہے کیونکہ مراقی کے قول وفعل کا کچھ اعتبار نہیں اور اس کے تمام دعوے غلط اور تمام پیش گوئیاں وہمی۔

یہی وجہ ہے کہ مرزا صاحب کی جتنی تحدیدیں ہیں وہ سب آپس میں متناقض ہیں کیونکہ مراقی کا دماغ اور قلم اس کے قبضے میں نہیں ہوتا جو کچھ کہتا ہے اور لکھتا ہے وہ بالکل بے بنیاد اور بے اصل ہوتا ہے، اس کے حواس ٹھیک نہیں رہتے۔ کہیں غلام احمد، کہیں احمد، کہیں مریم، کہیں ابن مریم، کہیں ابن اللہ، کہیں خود اللہ، کہیں کرشن، کہیں مہدی، کہیں عیسی، کہیں موسی (اللھم احفظنا)

شیخ الاسلام مولانا امرتسری ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

صرف مرزا صاحب کو مراق نہ تھا، بلکہ آپ کی حرم محترم کو بھی تھا۔ چنانچہ بمقدمہ دیوار، عدالت میں ان کا اپنا بیان ہے کہ

میری بیوی کو مراق ہے اس لئے سیر کو جاتی ہے۔ (الحکم ۱۰۔ اگست ۱۹۰۱ء)۔

سچ ہے الطیّبات للطیّبین ..الخ۔ اڈیٹر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۱۹ء ص۴)

(اس مقدمہ دیوار میں سوال مدعا علیہ پر مرزا صاحب نے عدالت میں بیان کیا:

کبھی سیر کو جاتا ہوں اور کبھی نہیں جاتا۔ عموماً صبح کے وقت جاتا ہوں شام کو کبھی شاذونادر ہی جاتا ہوں۔ میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ طبی اصول کے مطابق اس کیلئے چہل قدمی مفید ہے۔ ان کے ساتھ چند خادم عورتیں بھی ہوتی ہیں اور پردہ کا پورا التزام ہوتا ہے۔ خادم عورتوں

سے مراد خدمت گار عورتیں ہیں۔ پندرہ سولہ عورتیں ہیں۔ چند فارغ خدمت گاروں کو ساتھ لے لیتی ہیں یہ بات عام نہیں بلکہ علاج کے طور پر ہے۔ برس میں دو چار مرتبہ ایسا اتفاق ہوتا ہے۔کبھی کوئی اور ضعیفہ عورتیں بھی ساتھ چلی جاتی ہیں تو ہم مانع نہیں ہوتے۔ الحکم قادیان ۱۰۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴)

# حضرت مسیح کی توہین

## قادیان اور علی پور میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پنجاب کی بعض خصوصیات تو ماننی پڑتی ہیں۔ سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں پیروں کی خوب بنتی ہے۔ ایسی بنتی ہے کہ غلو میں ان کو حضرات انبیاء کی ہتک اور توہین کی بھی پرواہ نہیں رہتی۔ مثال کے طور پر آج ہم پنجاب کے دو برابر کے پیروں کے مریدوں کا حال سناتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کے مرید دو گروہ ہیں جیسے کانگریس کے ممبر دو گروہ ہیں۔ اکسٹریمسٹ (گرم) اور ماڈریٹ (نرم)۔ اسی طرح مرزائی امت میں قادیانی پارٹی گرم ہے اور لاہوری پارٹی لوگوں کے خیال میں نرم ہے۔ آج ہم اس نرم پارٹی سے ایک شعر نقل کرتے ہیں۔ ناظرین بغور سنیں۔

اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۵ فروری میں ایک نظم لکھی ہے جس میں ایک شعر یوں ہے

اے مسیحا امتِ احمد میں تجھ سے سو مسیح
ان کے پاسنگ تیری اعجاز مسیحائی نہیں

اس شعر میں اللہ کے اولوالعزم رسول حضرت مسیح علیہ کی سخت توہین کی گئی ہے۔ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح جیسے امت محمدیہ میں میں سینکڑوں مسیح ہیں (یہ اشارہ مرزا صاحب قادیانی کی طرف ہے) ان کے مقابلہ میں حضرت مسیح کی مسیحائی (معجزات) کی کوئی حقیقت ہی نہیں۔

لاحول و لا قوۃ۔ یہ نرم پارٹی کا قول ہے تو گرم کا خود ہی اندازہ کرلو

اسی طرح پنجاب کے دوسرے پیر حافظ جماعت علی شاہ صاحب علی پوری (ضلع سیالکوٹ) کے ایک مرید نے اپنے پیر کے حق میں لکھا ہے

سنا کرتے تھے عیسی کی مسیحائی کا شور و غل
دل مردہ کو تم زندہ بنا دو اے میرے خواجہ

اللہ اکبر! کس قدر دلیری سے حضرت عیسی کی کھلی توہین ہے اور کس بیبا کی سے ان کی مسیحائی کے ذکر کو شور وغوغا سے بیان کیا ہے۔

خدا جانے ان پنجابی پیروں خصوصاً قادیانی اور علیپوری مدعیان کو حضرت عیسی جیسے اولوالعزم رسول سے کیا رقابت ہے یا وہی بات ہے:

شور بختاں بآرزو خواہند
مقبلاں را زوال نعمت و جاہ

عام طور پر مسلمان یہ شکایت کیا کرتے ہیں کہ مرزا قادیانی، حضرات انبیاء علیهم السلام کی توہین کیا کرتے تھے، مگر علیپوری پارٹی کو بغور دیکھا جائے تو یہ بھی قادیانیوں سے کم نہیں۔ اسکی تائید ان کے دوسرے اشعار سے بھی ہوتی ہے جن میں سے ایک یہ ہے:

حور و ملک فلک پر فرش زمین پہ تیرے
خادم ہیں دست بستہ چاروں کتاب والے

یعنی مرید علی پوری پیر کو کہتا ہے۔ اے پیر آسمان پر فرشتے اور حوریں زمین پر چاروں کتاب (تورات، انجیل، زبور، قرآن) والے سب تیرے خادم ہیں (جل جلا له)

پھر لکھا ہے:

تو وہ مسیح زماں ہے کہ قم اگر کہدے
رہے نہ گور میں مردے کو عذر بے جانی

مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسی تو مردوں کو باذن الٰہی زندہ کرتے تھے مگر اے میرے علیپوری پیر تو اگر اپنی طرف سے مردے کو حکم دے تو وہ قبر سے فوراً کھڑا ہو جائے (انوار الصوفیہ نمبر ۲ جلد ۵ ص ۳۵) جل جلالہ، اپنے کنبے کو زندہ کرنے کا اچھا نسخہ ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لکھا تھا کہ

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں خدا ہوں،

مگر علیپوری مرید اپنے پیر کو یوں مخاطب کرتے ہیں اور پیر صاحب دلی توجہ سے سنتے ہیں:

دل کے بھیدوں سے تو واقف راز سینہ تجھ پہ وا
عرضِ مطلب یاں میرا محتاج گویائی نہیں

یعنی اے تو دل کے بھیدوں سے واقف یعنی عالم الغیب ہے (سبحان اللہ ما اعظم شانہ)

جہاں تک ہم دیکھتے ہیں ان دونوں پنجابی پیروں کو برابر کے درجے میں ترقی یافتہ پاتے ہیں

## سرِّ قدرت:

مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی نے نشہ توحید میں کہیں لکھ دیا تھا کہ دنیاوی بادشاہوں کے مقابلہ میں ایک چمار کو جو نسبت ہے وہ لوگوں کی نگاہ میں بہت گھٹیا ہے۔ بادشاہ کی نسبت چمار بہت کم درجہ ہے مگر بغور دیکھا جائے تو وہ بادشاہ کے برابر ہے ممکن ہے کبھی ایک چمار زادی تخت نشین ہو جائے۔ چنانچہ اس قسم کے واقعات تاریخ میں ملتے ہیں کہ ذلیل حیثیت کے خاندان میں سے کوئی صاحب اقبال ایسا بھی پیدا ہوا جو سریر آرائے سلطنت ہو گیا ہندوستان میں غلاموں کی سلطنت کا زمانہ بھی گذرا ہے۔ اس لئے شہید مرحوم نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے صاف لکھ دیا کہ ساری مخلوق خدا کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے یعنی وہ نسبت جو چمار کو بادشاہ سے ہے مخلوق کو خدا کے ساتھ اس سے بھی کم ہے کیونکہ چمار بادشاہ کی نوعیت (انسانیت) میں بادشاہ کا شریک ہے لیکن خدا کی نوعیت میں کوئی مخلوق شریک نہیں (لم یکن له کفواً احد) باوجود اس صفائی کے ان لوگوں نے شہید مرحوم پر طرح طرح کی بوچھاڑ کی کفر کے فتوے لگائے ادھر سے ایک ہی آواز آتی تھی:

مستِ مئے الست ہوں تو بدگماں نہ ہو
اے شیخ میری شورش مستانہ دیکھ کر

مگر خدا کی غیرت بھی تو کوئی چیز ہے اس نے خود انہیں سے ایسے الفاظ لکھوائے اور کہلائے کہ شاہ محمد اسماعیل شہید دہلوی کے مقولہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر خود ہی مردوں کو زندہ کرنے والے اور خود ہی دلوں کے بھید سے واقف بن بیٹھے۔الی اللہ المشتکی

بہت عرصہ ہوا کسی غیر سید نے بیہودگی میں سید ہونے کا اظہار کیا تو اس کے ایک دوست نے یوں شعر لکھا:

یار ما امسال دعوی سیادت کردہ است
سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

یعنی میرے یار نے اس دفعہ سید ہونے کا دعوی کیا ہے اگلے سال تک زندہ رہا تو انشاء اللہ خدائی کا دعوی کرے گا۔

اس دور اندیش نے تو یہی کہا تھا کہ کرے گا، مگر آج ہم نے بعض اشخاص کو اس سے بھی ترقی یاب پایا۔اس لئے اس شعر کو یوں ترمیم کرنا چاہیے:

یار ما امسال دعوی خدائی کردہ است
سال دیگر گر خدا خواہد فنا خواہد شدن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۱۷۔مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۱۹ء ص ۱۔۲)

## چودھویں صدی کے مجدد کا علم وفضل

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آیت فوق کلّ ذی علم علیم کو جھٹلانے کے واسطے اپنے ملہم یعنی الہام کنندہ کے الہاموں کی سند پر فرماتے ہیں:

بعلم و فضل و کرامت کسے بما نرسد
کجاست آنکہ ز ارباب او بما باشد

(درثمین۔ص ۱۳۵)

یہ دعوی مرزا صاحب قادیانی کا اگرچہ آیت مذکورہ بالا کی تکذیب کرتا ہے لیکن ان کو الہام ہوا تھا کہ

قل انّی امرت و انا اول المسلمین الحمد لله الذی اذھب عنی الحزن و آتانی ما لم یؤت احد من العالمین

یعنی اے مرزا صاحب کہدے کہ سب تعریف اسی خدا کو ہے جس نے مجھ کو وہ کچھ دیا کہ دو جہان میں کسی کو نہیں دیا گیا (ازالہ اوہام۔ ص ۲۸۶)۔

پس وہ کس طرح آیت کی پابندی کر کے اپنے الہام کو جھوٹا سمجھ لیتے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ فروری ۱۹۱۹ء ص ۷)

# مرزا صاحب قادیانی کی عبادت

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کے ایک بھائی کا خاکروبوں کا پیشوا بننا (اڈیٹر اہل حدیث بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے چچا زاد بھائی مرزا امام الدین نے بھنگیوں کو قابو کیا تھا یہ کہکر کہ میں تمہارے لال بیگ کا اوتار ہوں ایک بھائی عضو مخصوص کٹوا کر فقیر بنا ہوا تھا انہی واقعات کی طرف اس شعر میں اشارہ ہے:

کہ اک بھائی ہے مرشد بھنگیوں کا
اور اک ہیجڑوں کا بے اندام مرزا)

ایک کا ہیجڑوں کا امام بننا، مرزا صاحب کی نبوت کی رونق کو ایسا ہی کم کر رہا ہے جیسا بقول ان کے تالاب کا قصہ حضرت عیسی کے معجزات کو بے رونق کرتا ہے۔

علاوہ بریں مرزا صاحب قادیانی کے مشاغل مثلاً تحصیل علوم، تصانیف، جوابات اعتراضات مذاہب مخالفہ کا پیدا کرنا، اور پھر شعر گوئی کی طرف توجہ کرنا، غور کیا جاوے، تو ایک ایماندار شخص جس کو تصانیف اور خاص کر شعر گوئی کا تجربہ بھی ہو ضرور کہہ اٹھے گا کہ اتنی عبادت کا تو کیا ذکر کہ جس سے کھڑے کھڑے پاؤں ورم کر جائیں، مرزا صاحب کو تو نماز بھی کبھی حضور قلب سے نصیب نہ ہوئی ہوگی کیونکہ شاعری ایک ایسا مرض ہے کہ انسان کو بالکل نکما کر دیتا ہے۔ اس کو کھاتے پیتے، سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، اپنے شعر کے وزن اور قافیہ ہی کا خیال رہتا ہے۔ شائد اسی وجہ سے اللہ پاک

نے اپنے رسول مقبول ﷺ کی نسبت جن سے خدا نے ایک بڑا بھاری کام لینا تھا فرمایا
ما علّمناه الشّعر و ماینبغی له
(ہم نے ان کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ ہی ان کے لائق ہے)
اور شائد اس غرض سے بھی ہو کہ آنحضرت ﷺ کو جھوٹ بولنے سے بچاوے کیونکہ شعر بغیر جھوٹ کے جس کو اصطلاح شعرا میں مبالغہ یا ادعا کہتے ہیں بے لطف ہوتا مثال کے طور پر دور نہ جایئے، مرزا صاحب ہی فرماتے ہیں:

در کوئے تو اگر سر عشاق را زنند
اول کسے کہ لاف تعشق زند منم
یا رسول اللہ فدائے ہر سر موئے تو ام
وقف راہ تو کنم گر جاں دہند صد ہزار

اور باوجودیکہ اشجع الناس اور اللہ یعصمك من الناس (کیا اس سے صاف ظاہر نہیں کہ یہ الہام اتارے ہوئے اور مرزا صاحب خود ان کو سچا نہیں جانتے تھے۔ اڈیٹر اہل حدیث) کے الہام بھی ہوئے مگر آپ آنحضرت ﷺ کے کوچہ کی طرف اکھڑ کر بھی نہ گرے۔ اور صاف کہہ دیا کہ وہاں جان و مال کا خطرہ ہے، اور جان رکھنی فرض ہے۔ نظم میں جان دینی فرض اولین تھی نثر میں جان رکھنی فرض ہوگئی۔

ذیل میں مرزا صاحب کے چند موٹے موٹے مشاغل کا بیان کیا جاتا ہے آپ فرماتے ہیں:

۱۔ میں نے پچاس ہزار کے قریب کتابیں اور اشتہارات چھپوا کر ...شائع کر دیئے
(ستارہ قیصر)

۲۔ چنانچہ اب تک عرصہ مذکورہ بالا میں نوّے ہزار سے بھی کچھ زیادہ خطوط آئے ہوں گے جن کا جواب لکھا گیا (فتح اسلام)

۳۔ تم نمونہ کے طور پر صرف واردین اور صادرین کے ہی سلسلہ پر نظر ڈال کر دیکھو کہ اب تک سات سال کے عرصہ میں ساٹھ ہزار کے قریب یا اس سے کچھ زیادہ مہمان آیا ہے۔ (فتح اسلام)

اس کے علاوہ کچھ عرصہ آپ کی عمر عزیز کا مقدمات کی کھینچا گھسیٹی میں گذرا

اور بڑا حصہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں کا ضرور ہے کہ شعر بازی نے لے لیا ہو۔ جو سوا اپنی مادری زبان کے غیر زبانوں میں ہوتے تھے جو ایک بڑا مشکل کام تھا۔

اب مرزائی صاحبان سے دست بستہ التماس ہے کہ باوجود ان مشاغل اور تفکرات کے ۲۴ گھنٹوں میں وہ کون سا وقت مرزا جی کو نصیب ہوتا تھا جس میں انہوں نے دل و دماغ کو ان سب باتوں سے نیز منارہ و لنگر خانہ و بہشتی مقبرہ و توسیع مکانات وغیرہ سے خالی کر کر آنخضرت ﷺ کی اس قدر پیروی کی کہ خود آنخضرت بن گئے۔

کیا خوب کہا ہے

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۱۷۔ مورخہ ۲۸ فروری ۱۹۱۹۔ ص ۷۔۸)

## مرزا قادیانی کے الہامات

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مرزا صاحب الہامات کے خود ساختہ ہونے کی ادنی دلیل یہ ہے کہ مرزا صاحب کے طرز عمل سے واضح ہے کہ ان کو خود ان پر اعتبار نہ تھا سوائے ان الہامات کے جو ان کو عین وقت پر مباحثہ وغیرہ سے منع کر دیا کرتے تھے مثلاً:

۱۔ اپنے کنبہ میں سے ایک لڑکی آپ کو پسند خاطر ہوئی اور خواہش ہوئی کہ اوس کو اپنے نکاح میں لاویں الہام ہوا کہ

انّا زوّ جناکھا ۔ہم نے اوس کو تیری جورو بنا دیا

مرزا جی کو چاہیے تھا کہ اس الہام کے بعد لڑکی پر قبضہ کر لیتے۔

ایسا کرنے کی قدرت نہ رکھتے تھے تو اپنی مابعد کی کاروائی ایسی تو کرتے جس سے پایا جاتا کہ آپ کسی الہام کے ماتحت کاروائی کر رہے ہیں اور،

زور بخر نہ رسد بپالاں

والا معاملہ تو نہ کرتے اگر چہ اس سے بھی کچھ نہ بنا:

اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

۲۔ مولوی کرم الدین کے ساتھ جب مقدمات ہو رہے تھے، تو آپ کو الہام ہوا

الیس اللّٰہ بکاف عبدہ ۔ یعنی مجھ پر توکل رکھ۔

مگر توکل ایسا کیا کہ دو مرید وکیلوں کے علاوہ مسیح موعود نے ایک انگریز بیرسٹر کو بھی اپنا وکیل بنایا۔

۳۔ آپ کو الہام ہوا

و اللّٰہ یعصمك من النّاس۔ اللہ تجھ کو کسی انسان کے ہاتھ سے ضرر نہیں پہنچنے دے گا۔

لیکن آپ نے جان کے خوف سے فریضہ حج ادا نہ کیا حالانکہ اشجع الناس الہامی طور پر آپ کو خطاب ملا تھا۔ معلوم نہیں حج نہ کرنے سے پہلے یا بعد۔

۴۔ آپ کا الہام تھا:

و لنحیینّك حیوۃ الطّیّبۃ ثمانین حو لا او قریباً من ذلك او نزید علیہ سنین ۔ تجھے میں زندہ رکھوں گا اسّی (۸۰) سال یا اوس کے قریب یا اوس پر کچھ اور سال زیادہ کر دوں گا۔

لیکن مولوی کرم دین صاحب کے ساتھ مقدمہ میں جس میں آپ نے اپنی عمر ۶۵ سال کی لکھوائی حاضری عدالت سے معذور ہونے کے واسطے ڈاکٹری سرٹیفیکیٹ بھجوا دیا کہ مرزا جی کو قادیان سے گورداسپور تک سفر کرنے میں خطرہ جان ہے۔

۵۔ قادیان، لوگوں کے واسطے دار الامان تھا۔ خود بیمار ہوتے ہیں تو تبدیل آب وہوا کے واسطے لاہور تشریف لے جاتے ہیں، جو پادریوں کا دار الخلافہ ہے۔

یہ تو ہوئے وہ الہام یا نمونہء الہامات جن پر مرزا جی کو یقین نہ تھا، اب میں ایک اور قسم کے الہامات مرزا صاحب کا نمونہ دکھلانا چاہتا ہوں جس پر مرزا صاحب کے معتقدین بھی ایمان نہیں لا سکتے ۔ یہ الہام جو میں بیان کرنے لگا ہوں ۲۲ مئی ۱۹۰۶ء کو یعنی مرزا صاحب کی موت سے دو سال اور ۶ یوم پہلے ہوا تھا اور بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا تھا

نردّ علیك انوار الشّبا ب سیأتی علیك زمن الشّباب و ان کنتم فی ریب ممّا نزلنا علی عبد نا فأتوا بشفاء من مثلہ (۱)

شان نزول اس الہام کی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بیماریوں سے کمزور ہوکر اللہ میاں سے دعا کی کہ مجھ کو صحت اور جوانی عطا کرتا کہ میں تیرے مشن کا کام کرسکوں۔ اللہ تعالی نے آپ کو الہام کیا کہ میں عنقریب جوانی تجھے واپس دیتا ہوں۔

اور ساتھ ہی تحدی سے یہ بھی فرمایا کہ اے وہ لوگو جو تم اس بات میں شک کرتے ہو، یعنی بوڑھا جوان اور تندرست کس طرح ہوسکتا ہے کیا تم اس کی کوئی مثال لاسکتے ہو یعنی ہرگز نہیں لاسکتے۔

مثل مشہور ہے کہ بازی بازی با ریش بابازی مرزا صاحب کی اس دلیری کو دیکھئے کہ الہام الفاظ قرآنی میں گھڑنے شروع کردیئے

یہ الہام صریح جھوٹا تھا اس کا ثبوت یہ ہے کہ مرزا جی کی موت کے بعد میں نے کئی مرزائیوں سے کہا کہ پنڈت لیکھ رام کی پیش گوئی کہ مرزا صاحب ہیضہ سے فوت ہوں گے پوری ہوگئی، تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ نہیں وہ کثرت تصنیف کی وجہ سے ایک مدت سے فلانی فلانی بیماری اور ضعف دماغ میں مبتلا تھے۔

یہ شہادت ہے اس بات کی کہ یہ بڑا تحدی والا الہام قرآنی عبارت کا سرقہ پورا نہیں ہوا، لہذا جھوٹا تھا۔

جب خدا منکروں سے نظیر طلب کرتا تھا تو اصل کا موجود ہونا ضرور ہونا چاہیے تھا، ورنہ اس خدا پر وہ مثل صادق آتی ہے کہ

گھر میں سوت نہ کپاس جولا ہے کے ساتھ ٹھینگم ٹھینگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ مارچ ۱۹۱۹ء۔ ۴ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ جلد ۱۶ نمبر ۱۸ ص ۳)

( نرد عليك انوار الشبا ب۔ سيأتی عليك زمن الشباب۔ و ان كنتم فی ريب مما نزلنا علی عبد نا فأتوا بشفاء من مثله۔ ردّ عليها رو حها و ر يحا نها

یعنی تیری طرف نور جوانی کی یعنی قوتیں جوانی کی رد کی جائیں گی۔ اور تیرے پر زمانہ جوانی کا آئے گا۔ یعنی جوانی کی قوتیں دی جائیں گی.. اگر تم اے لوگو ہمارے اس نشان سے شک میں ہو تو اس کی نظیر پیش کرو۔ اور تیری بیوی کی طرف بھی صحت اور تازگی رد کی جائے گی۔ فقط

ان الہامات کا باعث یہ ہے کہ عرصہ تین چار ماہ سے میری طبیعت نہایت ضعیف ہوگئی ہے بجز دو وقت ظہر اورعصر کی نماز کے لئے بھی نہیں جا سکتا۔ اور اکثر بیٹھ کرنماز پڑھتا ہوں۔ اور اگر ایک سطر بھی کچھ لکھوں یا فکر کروں تو خطرناک دوران سر شروع ہو جاتا ہے۔ اور دل ڈوبنے لگتا ہے جسم بالکل بے کار ہو رہا ہے اور جسمانی قوی ایسے مضمحل ہو گئے ہیں کہ خطرناک حالت ہے۔ گویا مسلوب القوی ہوں اور آخری وقت ہے۔ ایسا ہی میری بیوی دائم المرض ہے۔ امراض رحم وجگر دامن گیر ہیں۔ پس میں نے دعا کی تھی کہ خدا تعالی وہ مجھے پہلی قوت جوانی کے عالم کی عطا کرے تا میں کچھ خدمت دین کرسکوں اور اپنی بیوی کی صحت کے لئے بھی دعا کی تھی۔ اس دعا پر یہ الہام ہوئے ہیں جو اوپر ذکر کئے گئے ہیں خدا تعالی ان کے بہتر معنے جانتا ہے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی ہمیں صحت عطا فرمائے گا اور مجھے وہ قوتیں عطا کرے گا جن سے میں خدمت دین کرسکوں واللہ اعلم بالصواب۔

اوراس میں یہ بھی خوش خبری ہے کہ اللہ تعالی میری بیوی کو بھی صحت اور تندرستی عطا کرے گا۔ بدر قادیان ۲۴مئی ۱۹۰۶ءص۲)

# ایک مرزائی بھاگا

## کیا عجب

جناب مولوی نورمحمد میانوی جہلمی لکھتے ہیں:

پنجابی نبی کے پیرؤوں میں سے ایک مولوی عبدالمغنی پسر مولوی برہان الدین کی ملاقات ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں مرزا صاحب قادیانی کی آخری دعا والے اشتہار کے بارے میں دریافت کیا تو مولوی مرزائی یوں گویا ہوئے کہ بیشک حضرت مسیح موعود صاحب نے وہ اشتہار دیا لیکن مولوی ثناء اللہ امرتسری نے لکھا تھا کہ حرامزادہ کی رسی دراز ہوتی ہے۔

بندہ نے یہ کہا کہ اگر مولوی صاحب کی کسی تحریر میں اسی بددعا کے مقابلہ میں ،حرام زادہ کی دراز ہوا کرتی ہے، یہ الفاظ نکال دیویں تو مبلغ پانچ روپئہ آپ کو انعام دوں گا۔ برعکس اس کے آپ سے ہرگز انعام کی خواہش نہ کروں گا،صرف اخبارات میں اپنا عجز ورجوع شائع کرادیں۔

جس وقت میں نے یہ کہا تو اس جھٹ اس نے جلدی سے کاغذ نکال کر سامنے رکھدیا کہ آپ یہ تحریر کر دیویں کہ یہ الفاظ نکل آنے پر انعام پانچ روپئہ دے دوں گا۔ میں نے بسم اللہ کر کے قلم پکڑ کر فوراً سے پیشتر لکھ دیا کہ

اگر مولوی عبد المغنی مرزائی یہ الفاظ مولوی صاحب کی تحریر سے نکال دیگا تو بندہ پانچ روپئہ ادا کرنے میں کچھ عذر نہ کرے گا۔

پھر میں نے یہ کہا کہ آپ بھی لکھ دیں کہ نہ نکالنے پر مرزائی مذہب سے رجوع کروں گا۔ یا اپنا عجز اخبارات میں شائع کراؤنگا۔ کئی بار راوس کو کہا گیا لیکن اس مردخدا نے ہرگز نہ لکھا۔ خیر بندہ خاموش ہو گیا۔

اور میری تحریر اس نے کھیسہ (جیب) میں ڈال لی اور کہا کہ ایک ہفتہ تک جہلم میں جا کر آپ کو یہ تحریر مولوی ثناء اللہ صاحب کی لکھ کر بھیج دوں گا۔

سو بندہ نے حسب وعدہ مرزائی صاحب کا انتظار کیا۔ آج ۴ فروری ۱۹۱۹ء تک عرصہ ڈیڑھ ماہ کا گزر گیا ہے آج تک نہ مرزائی صاحب نے وہ تحریر بھیجی، نہ انعام کا مطالبہ کیا ہے۔ کئی ایک پیغام بھی بھیجے ہیں کہ عرصہ زیادہ گذر گیا ہے تحریر دکھلا کر انعام حاصل کرو۔ لیکن جواب سے ڈبل جواب۔ آج بذریعہ اخبار اہل حدیث امرتسر آگاہ کرتا ہوں اور ڈبل چیلنج دیتا ہوں کہ مولوی عبد المغنی ولد مولوی برہان الدین جہلمی مرزائی یہ ثابت کرے کہ مولانا صاحب فاضل امرتسری نے مرزا صاحب کی دعا کے مقابلہ یہ الفاظ تحریر کئے تھے اور انعام موعودہ حاصل کرے۔

جملہ مرزائیان کو واضح ہو کہ اپنی جماعت کے مولوی کو یہ نکالنے میں امداد دیویں تا کہ وہ بیچارا انعام موعودہ حاصل کرے۔

میرے پیارے مرزائی دوستو! غور سے فرمان الٰہی سنو

وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین۔

جواب و تحریر دیکھنے کا منتظر۔ نور محمد میانوی جہلمی خادم اہل حدیث

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ مارچ ۱۹۱۹ء۔ ۴ جمادی الثانی ۱۳۳۷ھ جلد ۱۶ نمبر ۱۸ ص ۳۔۴)

مرزائیت سے توبہ

بندہ ولولہ شیطانی میں آ کر مرزا غلام احمد قادیانی کا پیرو ہو گیا تھا مگر اب بفضل ایزدی خدا کو حاضر ناظر جان کر توبہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی اس مرزائی مذہب کو قبول نہ کروں گا۔ برادران اہل سنت و الجماعۃ میرے لئے دعا کریں کہ خداوند کریم میرے گناہوں کی معافی دیوے۔

راقم: مرزا جمیل بیگ اسسٹنٹ کلرک کوارٹر ماسٹر آفس داناپور۔ (اہل حدیث ۷ مارچ ۱۹۱۹ء۔ص۱۳)

# خنزیروں کا قتل

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور حدیث میں جو آتا ہے کہ مسیح موعود خنزیروں کو قتل کر دے گا، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ عیسائیوں کو لاجواب کرے گا۔ یعنی پادریوں پر غلبہ پائے (بہت خوب)

اس دعوی کو ملحوظ رکھ کر ہم مرزا صاحب قادیانی کی ایک تشریحی عبارت نقل کرتے ہیں جو یہ ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، ڈپٹی عبداللہ آتھم (عیسائی) کے مباحثہ امرتسر میں کہتے ہیں:

> آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہو گی اور اس وقت جب یہ پیشین گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے ...

میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہیں اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا میں اسوقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر پندرہ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے روسیاہ کیا جاوے میرے گلے میں رسا ڈال دیا جائے مجھ کو پھانسی دیا جائے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا ضرور کرے گا ضرور کرے گا زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (جنگ مقدس۔ص ۱۸۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ عبارت بتا رہی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے مقابلہ اور مجادلہ کی نوعیت قلمی یا زبانی نہ تھی بلکہ آپ روحانی طرز سے تشریف لائے تھے اور اسی مقابلہ میں آپ غلبہ پانے کے مدعی تھے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ زبانی یا تحریری مباحثات میں مرزا صاحب قادیانی کو کوئی خاص مزیت نہ تھی بلکہ وہ اس فن میں مثل دیگر علماء اور مصنفین کے تھے (یہ ان کا خیال ہے مگر ہمیں تو ان کو ایک قابل مصنف کے برا سمجھنے میں بھی تامل ہے)

اب یہ دیکھنا ہے کہ روحانی مقابلہ میں مرزا صاحب قادیانی کہاں تک غالب ہوئے۔ اسکی تفصیل کے لئے ہمارا رسالہ الہامات مرزا ملاحظہ ہو۔ مختصر یہ ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم جو اس مباحثہ میں عیسائی مناظر تھے پندرہ مہینوں میں جن کی موت کا اعلان کیا تھا وہ ساری میعاد پندرہ ماہ گزار کر دو سال بعد مرے کیونکہ پیش گوئی ۵ جون ۱۸۹۳ء کو ہوئی تھی جس کی میعاد پندرہ ماہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ختم ہوئی مگر آتھم کے انتقال کی تاریخ ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء ہے (ملاحظہ ہو رسالہ انجام آتھم۔ص ۱)

اس کے بعد مرزا صاحب نے بہت سی باتیں بنائیں اور حیلے تراشے مگر وہ سب از قسم قیل وقال تھے نہ از قسم روحانی درجات۔ ثابت ہوا کہ مرزا صاحب جس صیغہ کے علم بردار بن کر آئے تھے اس میں کامیاب نہیں ہوئے اس لئے ہمارا یہ کہنا بجا ہے:

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۱۹ء مطابق ۱۱ جمادی الثانی جلد ۱۶ نمبر ۱۹ ص ۳۔۴)

## امیر کابل کے قتل کا پتہ قادیان میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ فرماتے ہیں:

امیر حبیب اللہ خان والی کابل کے ناگہانی قتل سے ملک میں چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ لوگ حیران ہیں کہ ایسی حفاظت میں کون قتل کر گیا۔ پھر اسکا پتہ بھی نہیں ملا۔ خدا بھلا کرے قادیان کے اخبار الفضل (۴ مارچ ۱۹۱۹ء) کا جس نے ہم کو بتایا کہ امیر کابل کے قتل کی اصل وجہ یہ ہوئی ہے کہ انہوں نے مرزا صاحب قادیانی کے مرید عبد اللطیف وغیرہ کو قتل کرا دیا تھا اس کی پاداش میں خود قتل کئے گئے۔ واللہ!

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

ہمارے خیال میں قاتل کی تلاش کرنے کی ضرورت ہو، تو قادیان کے دفتر سے معلوم کرنا چاہیے جیسی کہ پنڈت لیکھ رام کے قاتل کی تلاش قادیان میں ہوئی تھی تاکہ شائد یہ کہنے کا موقع نہ مل جائے

نگاہ نکلی نہ دل کی چور زلف عنبریں نکلی
ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۱۹ء مطابق ۱۱ جمادی الثانی جلد ۱۶ نمبر ۱۹ ص ۳۔۴)

## جلسہ گوجرانوالہ کا نتیجہ

یکم و ۲ مارچ ۱۹۱۹ء کو منعقد ہوا... دوسرے دن مولانا مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی تقریر کا عنوان قادیانی مشن و قرآن تھا۔

جلسہ میں قادیانی مشن کی طرف سے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی آئے ہوئے تھے۔ فاضل سیالکوٹی نے آئینہ کمالات وغیرہ کے حوالہ سے بتایا کہ مرزا صاحب

قادیانی نے آیات قرآنیہ غلط لکھی ہیں۔ طرز استدلال سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلطی سہو کاتب نہیں بلکہ دانستہ ہے۔

آپ نے پیغام صلح سے نقل کر کے بتایا کہ پیغامیوں نے لکھا ہے
خدا تعالی فرماتا ہے یا ایھا الّذین آمنوا انفقوا فی سبیل الله
حالانکہ ان لفظوں سے یہ آیت قرآن شریف میں کہیں نہیں۔
پھر آپ نے فرمایا کہ قرآن کی طرح حدیث میں بھی تصرف ہے اور ازالہ اوہام سے وہ حدیث یوں لکھی سنائی
کیف انتم اذ نزل فیکم ابن مریم بل ھو اما مکم منکم۔
یہ لفظ بل ھو زیادتی مصنف ہے۔
الغرض سوا گھنٹہ آپ نے تقریر کی جس میں عجائبات قادیانی مشن کے آنے کے ظاہر کئے اور بتایا کہ اسلام سے کس قدر ان کی ہمدردی اور کوشش ہے...

سوا دو بجے مناظرہ شروع ہوا قادیانی مشن کی طرف سے مولوی غلام رسول مناظر تھے۔ انہوں نے ہر چند کوشش کی کہ یہ دھبہ دھو یا جائے مگر فاضل سیالکوٹی نے پیش نہ جانے دی۔
ڈیڑھ گھنٹہ کا مناظرہ رہا۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کے چھ اعتراض علمی رنگ میں تھے، جن میں سے مناظر موصوف نے ایک کا جواب بھی باقاعدہ نہ دیا...

شیر پنجاب مولانا ثناءاللہ امرتسری نے وہ قصہ شروع کیا جو مرزا صاحب نے ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دیا تھا اس کو ایسے پیرایہ میں بیان کیا کہ سبحان اللہ لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کر لئے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۱۹ء مطابق ۱۱ جمادی الثانی جلد ۱۶ نمبر ۱۹ ص ۱۲)

# دیو بند اور قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ سے علماء دیو بند کے ساتھ قادیان کی اشتہار بازی ہو رہی ہے۔ ابھی مبادیات ہی میں گفتگو ہے بہت سارا روپیہ خرچ ہوا ہوگا مگر ابھی مبادیات بھی طے نہیں ہوئے۔ نزاع صرف اسی میں ہے کہ علماء دیو بند اور خلیفہ قادیان میں مباہلہ ہو۔ مگر علماء دیو بند دو شرطیں پیش کرتے ہیں

ایک یہ کہ مباہلہ خلیفہ قادیان کی طرف سے ہو،

دوم مباہلہ سے پہلے مباحثہ ہو۔

مگر فریق ثانی ان دونوں شرطوں سے پہلوتہی کرتا ہے۔

گو ہم اصولاً اس مباہلہ کے قائل نہیں کیونکہ خود مرزا صاحب قادیانی آنجہانی کے مباہلہ سے یہ مباہلہ کوئی بڑا نہیں ہوگا۔ ان کے مباہلہ سے جو نتیجہ برآمد ہوا، اس سے کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ اور اگر اس سے انکار جائز ہے، تو اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ آئندہ اس کے اثر سے انکار نہ ہوگا۔

خیر فریقین چونکہ مباہلہ پر راضی ہیں، صرف شرائط کا جھگڑا ہے اس لئے ہم ثالث بالخیر بن کر ایک حوالہ کی رہنمائی کرتے ہیں کہ مرزا صاحب آنجہانی خود بھی وہی کہہ چکے ہیں جو آج کے علماء دیو بند کہتے ہیں۔ ان کا اشتہار ۱۲۔ اپریل ۱۸۹۱ء ملاحظہ ہو اس اشتہار میں مرزا صاحب نے علماء غزنویہ امرتسر کو جن کی طرف سے مولوی عبدالحق غزنوی مباہل پیش ہوئے تھے یہی لکھا ہے کہ پہلے دلائل بینہ سے گفتگو ہونی چاہیے بعد ازاں مباہلہ۔

## دعوت:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ساری عمر میں مباحثہ صرف ایک ہی کیا ہے۔ (مرزا صاحب قادیانی نے مباہلہ تو ایک ہی کیا ہے لیکن مباحثے اور بھی کئے ہیں مثلاً لدھیانیہ میں شیخ

الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کے ساتھ، اور دہلی میں مولانا محمد بشیر بھوپالی کے ساتھ، اور لاہور میں مولانا عبدالحکیم کلانوی کے ساتھ۔ بہاء) اور مباہلہ بھی ایک اور یہ دونوں امرتسر میں واقع ہوئے اس لئے اس جدید مباہلہ اور مباحثہ کے لئے بھی مقام امرتسر ہی ہونا چاہیے اگر دونوں فریق منظور کریں تو اہل حدیث اپنی خدمت پیش کرنے میں سبقت کرتا ہے:

گر قبول افتد زہے عز و شرف

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ مارچ ۱۹۱۹ء ص ۶)

# کھلی چٹھی بنام مولوی محمد علی صاحب

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

جناب مولوی محمد علی صاحب امیر لاہوری پارٹی

السلام علی من اتبع الهدی

میں دیکھتا ہوں کہ جناب میں اور خلیفہ قادیان میں مدت سے ایک نزاع ہے جس کا خاتمہ ہونے میں نہیں آتا۔ یعنی جناب، مرزا صاحب آنجہانی کو مجدد اور محدث مانتے ہیں اور خلیفہ صاحب ان کو نبی مانتے ہیں۔ میرے خیال ناقص میں اس تنازع کا فیصلہ دو طرح پر ہوسکتا ہے۔

اول: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا ہے:

میں نے کئی دفعہ آنحضرت ﷺ کو بیداری میں دیکھا ہے باتیں کی ہیں مسائل پوچھے ہیں (جنگ مقدس۔ ص ۱۲۹ سطر ۲)۔

پس کوشش کرنی چاہیے کہ جس طرح آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ سے یا بہشت سے نکل کر قادیان میں آکر مسائل سمجھا دیتے تھے اس طرح پر مرزا صاحب بھی جو عین آنحضرت ہیں بہشتی مقبرہ سے ایک قدم باہر رکھ کر خلیفہ صاحب کو یا جناب یا مولوی ظہیرالدین کو یہ بڑا اہم مسئلہ سمجھا جاویں۔ اور اگر بوجہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ اشد مناسبت ہونے کے دوبارہ دنیا میں نہ آسکیں تو دوسری صورت اس فیصلہ کی یہ ہے کہ ان الفاظ مندرجہ میں آپ اپنے اعتقاد:

ذات باری تعالی صاحب کن فیکون و خالق ارض وسماء؛
اولولعزم رسول؛ برگزیدہ رسول؛ رسول؛ نبی؛ محدث؛ مجدد؛ مناظر؛ غلام احمد،
کے مطابق جہاں بھی چاہیں خط کھینچ دیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اس سے بڑھ کر دعوی نہیں کیا۔

اگر میں نے ثابت کر دیا کہ مرزا جی نے اس سے بڑھ کر دعوی کیا، خواہ اپنی زبان سے خواہ اپنے الہام کنندہ کی زبان سے، تو پھر جناب کا عقیدہ غلط ثابت ہوگا۔ اور اگر بموجودگی اس ثبوت کے جناب نے مرزا جی کا کوئی قول پیش کیا کہ میں نبی نہیں یا مکمل نبی نہیں، یا میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کرنے والے کو کافر سمجھتا ہوں، تو مرزا صاحب کے ان دو متضاد اقوال میں سے ایک غلط ثابت ہوگا۔ اور جب ایک غلط ثابت ہوا، تو دونوں غلط ہوئے۔ لہذا مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہونگے۔ آپ کا اور خلیفہ صاحب کا نزاع اسی وجہ تو آج تک اٹھا نہیں کہ آپ دونوں صاحب واقعی سچے ہیں۔ لیکن بجائے اس کے کہ مرزا صاحب قادیانی کو جھوٹا قرار دیں ایک دوسرے کی تکذیب کی فکر میں رہتے ہیں۔

ہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے کہیں یہ اقبال نہیں کیا کہ میری کوئی وحی، میرا کوئی الہام، میرا کوئی مکالمہ، میرا کوئی خواب غلط بھی ثابت ہوا ہے، اس لئے جناب کو مرزا صاحب قادیانی کے مذکورہ بالا کل الہام وغیرہ صحیح ماننے پڑیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ مارچ ۱۹۱۹ء۔ ص ۶، ۷)

## خلیفہ قادیان کا لیکچر لاہور میں

جناب منشی غلام حسین صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

۷ مارچ ۱۹۱۹ء کے ’’آفتاب‘‘ میں خلیفہ قادیان کے لاہوری وعظ کا خلاصہ چھپا ہے۔۔۔ حضرت صدر کا تعارف قابل غور ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اس میں شک نہیں کہ ۱۹ ویں صدی مسلمانوں کے لئے گئی گذری تھی تاہم

اس نے مختلف رنگوں کے تین بڑے انسان پیدا کیئے۔

۱۔ پہلا شخص سر سالار جنگ۔

۲۔ دوسرا شخص سر سید احمد۔

۳۔ تیسرا انسان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی تھا جس نے مذہبی دنیا میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ ایسے وقت میں حضرت مرزا صاحب نے مسلمانوں کو ابھارا اور مذہب کی طرف لوٹنے کی ترغیب دی۔

انقلاب، بے شک ذو معنی لفظ ہے اور ہمیں صدر صاحب سے حسن ظن بھی ہے مگر مذہب کی طرف لوٹنے کی دعوت بھی ضرور سننا چاہتے ہیں جو موصوف آنجہانی نے ہمارے سامنے پیش کی تھی۔ اس میں ہے کیا؟ سنئے۔

۱۔ تقریباً کل مسلمانوں کی تکفیر۔

۲۔ حضرت مسیح کی بالخصوص اور دیگر انبیاء کی بالعموم توہین۔

۳۔ انبیاء کے معجزات کی تحقیر۔

۴۔ قرآن اور احادیث پر تصرف بے جا وغیرہ

آگے چل کر مسٹر پریذیڈنٹ فرماتے ہیں کہ:

انہیں جس قدر اس مقصد میں کامیابی ہوئی ہے اس کے متعلق میرے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں اس کا ثبوت آپ لوگوں کے سامنے ہے۔

بہت اچھا! نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ڈھائی ڈھینگر یاں فتوباغبان، اور ان میں بھی دھڑے بندی۔ اس تعداد سے تو کیشب چندر سین اور پنڈت دیانند اور سر آغا خان کو بہت کامیابی ہوئی۔ باقی رہا مرزا صاحب قادیانی کا لٹریچر، سو وہ اہل بصیرت کے سامنے الف لیلہ داستان امیر حمزہ یا اٹل البحر سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کیونکہ اس میں سوائے حضور آنجہانی کی شیخی اور تعلیٰ کے اور رکھا ہی کیا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ مارچ ۱۹۱۹ء ص ۷)

# زار کا حال زار اور تقسیم بنگال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۱۹۔ مارچ بروز بدھ کا واقعہ ہے کہ میں صبح صبح دفتر میں آیا تھا کہ دو مسافر نووارد آئے سلام اور مزاج پرسی کے بعد ان میں سے ایک نے ظاہر کیا کہ میں حکیم خیر محمد صاحب ڈیرہ غازی خان کا لڑکا عبدالخالق ہوں ۔ والد صاحب نے فرمایا تھا کہ مولوی صاحب سے ملتے آنا۔

حکیم صاحب چونکہ میرے مخلص احباب میں سے ہیں، میں بھی ان کی طرف متوجہ ہوا۔ کیونکہ میں سن چکا تھا کہ حکیم صاحب کا ایک لڑکا قادیانی ہو چکا ہے، باوجودیکہ مجھے ضروری کام تھا مگر میں حکیم صاحب کا حق دوستی ادا کرنے کو کام چھوڑ کر متوجہ ہوا۔

چونکہ وہ قادیان کے جلسہ سے آئے تھے اس لئے میرا خیال تھا کہ وہ اس گفتگو کو میرے احباب سے بیان کریں گے۔ ممکن ہے کہ باتباع مرزا صاحب صحیح واقعات چھپا جائیں اس لئے میں اصل واقعات لکھتا ہوں تاکہ غیر حاضرین کو بھی فائدہ ہو سکے۔

گفتگو یوں شروع ہوئی کہ سخت کلامی اچھی نہیں اس پر چلتے چلتے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی سخت کلامی کا ذکر ہوا۔ عبدالخالق نے کہا ایسی سخت کلامی قرآن مجید میں مذکور ہے آیت پڑھی

لا تطع كل حلّا ف مهين۔ هماز مشاء بنميم ۔ منا ع للخير معتد اثيم۔ عتل بعد ذلك زنيم (القلم ۱۰۔۱۳)

میں نے کہا ہر آدمی کا حق ہے کہ اپنے بیٹے کو یوں نصیحت کرے کہ تو کسی بدمعاش، آوارہ گرد، دروغ گو، کی صحبت میں نہ بیٹھا کر۔

اس فقرے کو سن کر اس کے ساتھی کہیں کہ ہم کو بدمعاش کہا ہے تو یہ اس کا اپنا فہم ہے۔

اس کے مقابلے میں مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں:

او بدذات فرقہ مولویاں۔(رسالہ انجام آتھم)

آپ بلحاظ زبان ان دونوں مضمونوں کو ملحوظ رکھ کر بتا دیں کہ فرق ہے یا نہیں ؟ قرآنی مضمون نہایت مہذبانہ ہے، اور مرزائی الفاظ غیر شریفانہ۔

اس کے بعد قادیانی مرزا جی کی پیش گوئیوں کا ذکر چلا، تو عبدالخالق نے تین پیش گوئیوں کو پیش کیا۔ایک براہین احمدیہ سے کہ تیرے پاس لوگ آئیں گے، چنانچہ کثرت سے لوگ آتے ہے۔

دوسرے زار روس کے متعلق۔

تیسری پیش گوئی تقسیم بنگال کی منسوخی کے متعلق۔

میں نے کہا پہلی پیش گوئی تو ایک مجمل بلکہ مہمل ہے۔ ہر ایک مصنف جو ملک میں مشہور ہوتا ہے اسکے پاس لوگ آتے ہیں اس لئے یہ پیش گوئی کوئی باوقعت نہیں۔

دوسری پیش گوئی جو زار کے متعلق ہے، وہ بھی غلط ہے اور جو تقسیم بنگال کے متعلق ہے وہ تو مرزا صاحب قادیانی کی صریح تکذیب کرتی ہے۔

میں نے کہا اگر میں بتاؤں کہ مرزا صاحب قادیانی نے کہا تھا کہ تقسیم بنگال منسوخ نہ ہوگی، حالانکہ منسوخ ہوگئی تو مان لوگے کہ مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی غلط ہوئی۔

یہ سن کر عبدالخالق کو میرا حوالہ سننے کی جرأت نہ ہوئی، حالانکہ میں بار بار کہتا رہا کہ میں دکھاتا ہوں۔

جواب میں یہی کہتا رہا کہ مجھے اس کی تفصیل معلوم نہیں۔

میں نے کہا معلوم نہیں تو ایک باخبر کے آگے بطور دلیل کیوں پیش کی تھی۔

میں حیران تھا کہ ایک جوان آدمی اتنی دور دراز سے ایک مذہبی کام کے لئے آیا ہے۔ اتنی جرأت نہیں کرتا کہ اپنے پیر و مرشد اپنے نبی اپنے رسول کی جھوٹی حدیث سن سکے۔

آخر کار اٹھ کر چلے گئے اور میرے دعوی کا ثبوت نہ سنا۔اس لئے میں اب سناتا ہوں اور دعوی سے کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی تقسیم بنگال کے متعلق غلط ہوئی، بالکل غلط ہوئی۔کسی معمولی طریق سے غلط نہیں ہوئی بلکہ ہمارے بادشاہ جارج پنجم نے خود ولایت انگلستان سے تشریف لاکر بذات خود اس کی تکذیب فرمائی۔ سنئے

مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے رسالہ ریویو قادیان کی جلد ۵ بابت ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۳۴۷ پر لکھا گیا تھا کہ تقسیم بنگال منسوخ نہ ہوگی، حالانکہ بادشاہ نے اس کی منسوخی کا اعلان فرمایا اور آج اس کی منسوخی دیکھ رہے ہیں۔

زار کے متعلق جو ہمارا رسالہ زار قادیان ہے وہ عبدالخالق لے گیا۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس پیش گوئی میں یہ مصرع ہے:

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

سب زلزلہ کا ذکر ہے جنگ کا نہیں۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ ایک زلزلہ ایسا آئے گا کہ دنیا کو تہ و بالا کر دے گا اس وقت تکلیف ایسی شدید ہوگی کہ:

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار (ملاحظہ ہو براہین احمدیہ جلد ۵ ص ۱۲۰)

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء ص ۳،۴)

(بدزبانیوں کے متعلق الفضل ۲۰ مئی ۱۹۱۹ء ص ۶ پر:

## مولوی ثناء اللہ صاحب کی شرافت

کے زیر عنوان شائع ہوا:

اہل حدیث مورخہ ۲۸ مارچ میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود پر گالیاں دینے کا الزام لگایا اور یہ بیہودہ الزام لگانے کا موقع اس طرح بہم پہنچایا ہے کہ کچھ دن ہوئے پیر جماعت علی شاہ صاحب بنگلور میں گئے ہوئے تھے جہاں انہوں نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق اپنے وعظ میں کچھ کہا جس کی رپورٹ کسی نے امرتسر میں مولوی صاحب کو بھیجی آپ اس رپورٹ کو درج کرتے ہوئے اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ صوفی تو وہ ہوتے تھے جن کے اخلاق عمدہ ہوتے تھے اور وہ اسلام کا زندہ نمونہ ہوتے تھے اور انہوں نے دنیا کو دکھا دیا تھا کہ

کرامت گرچہ بے نام ونشان ست۔ بیا بنگر ز غلمان محمد

پھر لکھتے ہیں کہ: پیر جماعت علی صاحب کا غیظ وغضب مشہور ہے گالیاں دینا تو آپ کا عام شیوہ ہے، اور آگے لکھتے ہیں کہ یہ ایک صوفیانہ معیار ہے

جس پر مرزائے قادیانی بھی پرکھا جاتا تھا وہ بھی غصہ میں اپنے مخالفوں کو گالیاں دیا کرتا تھا

جس کو عام طور پر شرفاء ناپسند کر کے اظہار نفرت کرتے تھے۔

چونکہ ثناء اللہ صاحب نے شرافت کا دعوی کیا ہے اور کہنا ہے کہ حضرت مسیح موعود جو بزعم اس کے بدزبانی کیا کرتے تھے۔ اس سے شرفاء نفرت کرتے تھے گویا کہ مولوی ثناء اللہ بھی ایک شریف ہے، جو بدزبانی سے سخت متنفر ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ثناء اللہ نے جو گالیاں امام الاتقیاء حضرت مسیح موعود کو دی ہیں ان میں سے بعض یہاں نقل کی جائیں تا کہ امرتسری شریف کی شرافت کا پردہ اٹھ جائے

اگر چہ اس گند کو نقل کرنے کو جی تو نہیں چاہتا تھا مگر کیا کیا جائے ثناء اللہ اپنی صورت کو دیکھ نہیں سکتا جب تک اس کا تیار کیا ہوا آئینہ اس کی آنکھوں کے سامنے نہ رکھا جائے۔ اس لئے ان کفریات میں سے کچھ مجبوراً یہاں نقل کرنا پڑا ہے اللہ تعالی معاف فرمائے

شریف امرتسری خدا کے مسیح کے متعلق لکھتا ہے

۱، خناس ،۲۔ حضرت اکدس۔۳۔ مرزا جی فن ابلہ فریبی میں چست و چالاک ہیں۔۴۔ قادیانی کاہن۔۵۔ قادیانی کاہن کی روسیاہی۔۶۔ حضرت گدھا علیہ السلام۔ ۷۔ مرزا کے الہامات ایک گوز شتر کی طرح ہوا میں اڑ کر بدبو پھیلا چکے ہیں۔۸۔ حضرت اکذب۔۹۔ میں آپ کو مفسد دجال جانتا ہوں خواہ آپ تتے توے پر ...رکھ دیں۔ آپ کے دجال کذاب مردود وغیرہ ہونے میں کیا شک ہے۔ آپ پکے کاذب اور دجال ہیں۔ خبطی۔ گیدڑ۔۱۰۔ واہ رے دجال تیری بے حیائی۔ اے ظالم ،، کانے دجال ،مسرف کذاب عیار، ۱۱۔ مرزا جی کی اینٹ البحر۔۱۲۔ مرزا جی کا الہام ملا دو پیازہ کی میت کی طرح جس کی ٹانگ نیچے کرنے سے سر اونچا اور سر اونچا کرنے سے پاؤں اوپر۔۱۳۔ ابو اللہ۔ کذب مجسم ،اکذب الناس ،قلندر۔۱۴۔ سر سید کے اکلوتے بیٹے۔۱۵۔ ڈھیٹھ اور بے شرم بھی دنیا میں ہوتے ہیں مگر سب سے سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی۔ گیدڑ بن کر بھاگ جانا آپ کا قدیمی دستور ہے۔

ناظرین معاف فرمائیں اگر میں یہ چند شرافت کے نمونے اس چودھویں صدی کے شریف صاحب کی بول چال کے نقل کئے ہیں کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے بھی اپنے دشمنوں اور مخالفوں کے لئے ایسا کلام استعمال فرمایا ہے وہ ہمیشہ انجام آتھم کے اس حوالہ کو پیش کیا کرتے ہیں اور اس اخبار میں بھی ایک موقعہ پر اسی کو پیش کیا ہے کہ: اے بدذات فرقہ مولویاں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس فقرہ کو ان مغلظات سے اور ان امرتسری شریفانہ نمونوں سے

قطعاً کوئی نسبت نہیں ہے اور نہ کوئی دانا اس فقرہ کو ان سے نسبت دے سکتا ہے کیا ایسے مولویوں کے لئے یہ فقرہ استعمال کرنا گالی ہے جو ہمیشہ بدذاتی کرتے رہتے ہیں اور جو مخلوق خدا کو دھوکا دے دے کر اور جھوٹ بول بول کر غلطی میں ڈالتے ہیں پھر کیا وہ مولوی جو فتوی مسائل پر نہیں دیتے بلکہ لوگوں کی شخصیتوں پر دیتے ہیں وہ بدذات نہیں ۔... )

(الفضل قادیان ۲۰ مئی ۱۹۱۹ء ص ۶)

# چودھویں صدی کے مجدد کا الہام

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کے الہامات میں سے ایک الہام یہ بھی ہے:

آتانی مالم یؤت احداً من العالمین ۔

(تجھ کو وہ دیا گیا جو جہان میں کسی کو نہیں دیا گیا)۔

یہ الہام اپنی صداقت میں دلیل کا محتاج نہیں ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

غلامِ احمدم ہر جا کہ ہستم

لیکن یہ دعوی مرزا صاحب کے (اور ہمارے) آقا نے بھی نہیں کیا ۔ آنحضرت ﷺ سے کسی نے پوچھا ۔ یا رسول اللہ، کریم کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کریم ابن کریم ابن کریم یوسف ابن یعقوب بن اسحاق ابن ابراہیم ۔

یعنی کریم حضرت یوسف تھے جو چار پشت سے پیغمبر تھے اور یہ نہ فرمایا کہ میں ہوں ۔ مجھے خدا نے وہ کچھ دیا جو دو جہان میں کسی کو نہیں دیا۔ پس مرزا جی کا یہ الہام اسی صورت میں صحیح اور من جانب اللہ مانا جا سکتا ہے کہ مرزا جی کو آنحضرت ﷺ پر فوقیت دی جائے ورنہ خود ساختہ ہے۔

مرزا جی نے اس الہام میں جو جو کاروائیاں کی ہیں (دیکھو صفحہ ۲۸۶۔ ازالہ اوہام) میں ان پر کچھ روشنی ڈالنا چاہتا ہوں تاکہ مسلمان بھائیوں کی آنکھیں کھلیں۔

العالمین عالم کی جگہ ہے اللہ تعالی کی ذات کے سوا سب مخلوقات کو عالم کہتے ہیں (احسن التفاسیر۔ ص ۲) معنی اس الہام کے یہ ہوئے کہ مجھے اللہ تعالی نے وہ کچھ

دیا ہے کہ اس کی ذات کے سوا جو کچھ ہے اس میں کسی کو خدا نے وہ کچھ نہیں دیا۔ گویا خدا کے بعد میرا درجہ ہے۔

مرزا صاحب نے بڑھتے بڑھتے اپنے ارادت مندوں کے بھروسہ پر یہ الہام اتار لیا ہے۔ لیکن چونکہ سمجھ دار مسلمانوں کو بھڑکانے والا تھا، بھڑکنے والوں کو یوں تسلی دی کہ

احداً من العالمین سے مراد زمانہ حال کے لوگ یا آئندہ زمانہ کے ہیں و اللہ اعلم بالصواب۔

اس مراد میں جو کچھ مرزا صاحب قادیانی چال چل گئے اور اس کے ساتھ شوشہ و اللہ اعلم بالصواب کا لگا گئے وہ انہی کا کام تھا۔ دیکھئے جو کچھ منشاء مبارک تھا وہ کہہ بھی گئے اور معترضین کے خوف سے اس سے انکار بھی کر گئے۔ اور پھر اپنے مقصد کے تلف ہو جانے کے خوف سے انکار کو مشکوک کر گئے:

بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

اگر مرزا صاحب اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ عالمین میں جو کچھ آپ کو دیا گیا وہ کسی کو نہیں دیا گیا، تو مسلمانان سلف کی طرح صاف کہہ دیتے کہ یہ وسوسہ شیطانی ہے اور لا حول پڑھتے۔ اور اگر الہام کو صحیح سمجھتے تھے تو پھر ڈر کس کا تھا اور کیوں تھا۔ اس کو کیوں توڑا مروڑا گیا۔ اور الہام کے معنی میں کرنے میں زمانہ ماضی جو خارج کیا گیا اس کے واسطے کون سا قرینہ تھا اور جب مرزا صاحب قادیانی کو اللہ سے ہم کلامی تمام تمام دن اور تمام تمام رات میسر تھی تو و اللہ اعلم بالصواب چہ معنی دارد

قرآن جو تیرہ سو سال پہلے اور آنخضرت ﷺ پر اترا، اس کے معنی اور اعجاز بیان کرنے کے آپ مدعی اور اس کے ترجمہ اور مطلب بیان کرنے میں کہیں و اللہ اعلم کا استعمال نہیں۔ بلکہ اس کے معنوں کے ساتھ قسم بھی کھائی جاتی ہے، ابن مریم مر گیا حق کی قسم، لیکن اپنے دو حرفہ الہام کے معنی خدا کے سپرد کئے جاتے ہیں۔ گویا اس پنجابی مثل والا معاملہ ہے۔

اِٹاں پتھر نہ جانے مکھیاں دا استاد۔

اس الہام سے غرض مرزا کی یہ تھی کہ لوگوں سے، بعد از خدا بزرگ توئی،

کہلوائیں لیکن ساتھ ہی یہ خوف بھی تھا کہ سمجھ دار مسلمان بدک نہ جائیں کہ کیا آپ کا درجہ رسول اللہ ﷺ سے بھی بلند ہے؟ اس لئے ترجمہ میں آپ نے ان کی دل داری کی مگر پھر ایک حکمت سے اس ترجمہ کو کالعدم کر دیا۔

مرزائی بھائیو! اگر منظور خاطر ہو تو مرزا صاحب کی تہہ کو پہنچنے کے لئے یہی ایک مثال کافی ہے۔ خدا کل مسلمانوں پر رحم کرے۔ فقط۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء ص ۴۔۵)

(جناب منشی عبدالحی نے اپنے مضمون بالا کے آخری پیرے میں جو بات لکھی ہے اس کی کچھ وضاحت خواجہ کمال الدین لاہوری کے اس لیکچر سے بھی ہوتی ہے جو لاہوری مرزائیوں کے سالانہ جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۶ء میں پڑھا گیا۔ اس لیکچر کا کچھ حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ بہاء خواجہ کمال الدین صاحب فرماتے ہیں:

...حضرت مرزا صاحب کے ساتھ بھی ان نادان دوستوں (مثل مولوی عبدالکریم) نے وہی سلوک کیا جو جناب علیؓ کے ساتھ بعض شیعہ صاحبان نے اور جناب مسیح ناصری کے ساتھ تثلیث پرستوں نے کیا۔ ایک شخص کو اگر تم اس کے اصلی رنگ میں پیش نہ کرو، تو وہ باتیں جو اس کے حسن وخوبی کا موجب ہوتی ہیں، وہی باتیں اس کی ذلت کا موجب ہو جاتی ہیں.. مرزا صاحب کو اپنی اصلی حیثیت میں دیکھو تو وہ اس جماعت کا سرتاج نظر آتا ہے جن کا نام مجدد ہے... اس عظیم الشان انسان (مرزا) کو بحیثیت نبی دیکھیں تو جو عزت اس کی ہماری نگاہ میں پیدا ہوتی ہے وہ سب کی سب خاک میں مل جاتی ہے۔ نبی اور پندرہ سال اپنے دعوی سے نا آشنا۔ نبی اور رات دن خدا کے الہام پانے والا اور خدا کی منشاء سے ناواقف۔ خدا اسے نبی کر کے پکارے اور وہ کہے کہ اس سے مراد مجاز ہے... کیا وہ پندرہ سال ان کی جوانی یا بچپن کا زمانہ تھا جب جذبات اور خواہشات کو عقل سلیمہ پر قبضہ ہوتا ہے اور انکے مقابل عقل کی روشنی دھندلی ہو جاتی ہے.. نہیں حضرت کے پندرہ سال تو پختگی عقل کے سال تھے آپ کی عمر ۵۰ سال سے متجاوز تھی جو سلامتی فہم کا بہترین زمانہ ہوتا ہے۔ کیا کسی غیر احمدی کو یہ کہنے کا حق نہیں کہ اگر ۱۵ سال مرزا صاحب نے اپنے آپ کو نہیں سمجھا اگر ہم ان کا دعوی کلیتاً نہیں سمجھ سکتے تو پھر ہم کسی ذمہ داری کے نیچے؟ میں نہیں آتے۔ اے نادانو! تمہاری ان بے عقلیوں سے آج

ہمارا مرشد اس الزام تلے نہیں آیا جو ہمارے دشمن سالہائے دراز سے اس پر عائد کر رہے تھے۔ کیا وہ باتیں جو غیر احمدی علماء حضرت کی طرف منسوب کرتے تھے اور ہم بالفاظ حضرت ان پر بہتان کا الزام لگاتے تھے آج وہی باتیں تم نہیں کہہ رہے۔تو پھر تمہاری تحریروں کا نام بہتان اور افتراء نہ رکھا جاوے۔ اے نادانو! کیا غزنوی مولوی نے اپنے کسی مرید کو نہیں لکھا تھا کہ مرزا صاحب محض دفع الوقتی کر کے انکار نبوت کر رہا ہے۔ وقت آنے والا ہے کہ وہ نبوت کا دعوی کر دے گا۔غزنوی کی اس تحریر کو ہم نے افتراء اور بہتان سمجھا۔لیکن اگر سید حامد شاہ جیسے شاعر مزاج قصیدہ گو نے میاں محمود احمد کے متعلق آج یہ لکھ دیا پدر نتواند پسر تمام کند، تو اور ہر ایک امر میں اس سیالکوٹی قصیدہ گو کا یہ مصرع چسپاں کرنا بالکل شاعرانہ بڑ اور جھوٹ ہے۔ ہاں اگر یہ مصرع کسی زبان سے موزوں نظر آتا ہے تو وہ عبدالجبار ہے جو یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نہ کہتا تھا کہ آخر کار یہ نبی بن جاوے گا آج تو لوگوں کے ڈر کے مارے یہ شخص پیچ در پیچ عبارتیں لکھتا ہے لیکن جب اس کے مریدوں میں برداشت پیدا ہو جاوے گی تو یہ دعوی کر دے گا۔ ہاں یہ شخص مرتے دم تک ایسا نہ کرتے کیونکہ جماعت تیار نہ تھی لیکن بیٹے نے جب دیکھا کہ جماعت میں شخصیت کا غلو حقیقت پر غالب آ چکا ہے تو دعوی کر دیا ، الغرض ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب کو نبی نہیں مان سکتا جب تک انہیں پہلے معاذ اللہ غبی قرار نہ دے لے خدا تعالی بار بار انہیں نبی کہے اور وہ ان الہامات کو نہ سمجھے۔اسی طرح آپ کا مبلغ علم چنداں قابل عزت نہیں رہتا.. یہ لوگ کاش یہی سمجھتے کہ حضرت صاحب سے خاص طور پر فیض یافتہ اصحاب نے کیا سمجھا۔کیا قبلہ مولوی نور الدین صاحب نے انہیں نبی مانا۔کیا قبلہ مولوی سید محمد احسن صاحب یا مولوی غلام حسن خان صاحب ،سید حامد شاہ مرزا خدا بخش مولوی فضل الدین کھاریاں یا کسی اور عماید جماعت نے بھی حضرت کو نبی سمجھا پھر جو عباد الاغراض آج قادیان میں جمع ہیں ان کی سابقہ تحریریں ان کی موجودہ تحریروں کے خلاف ہیں اس مفتی محمد صادق کو کیا ہو گیا کیا اس نے لکھنو میں شبلی مرحوم کے آگے یہ اقرار نہیں کہ ہمارا یہ مشن نہیں کہ مرزا صاحب کو نبی کہیں یا ان کی اشاعت نبوت جگہ بجگہ کریں۔ پھر آج اس کو کیا ہو گیا کہ شبلی مرحوم کے مرتے ہی اس نے شبرا شبرا ...اپنے عمل سے ثابت کیا کہ لکھنو میں شبلی کے سامنے غلط کہا۔

(پیغام صلح لاہور ۳ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۳۔۴)

# ڈیرہ غازی خان میں دو جلسے

واضح ہو کہ اثر دورہ شیر پنجاب مورخہ ۲۶، ۲۷ مئی ۱۹۱۷ء ڈیرہ غازی خان میں آج تک برابر مرزائی مشن پر چلا رہا ہے کیونکہ بعد شکست فاش مرزائیاں ڈیرہ غازی خان کوئی جلسہ مؤثر نہیں کیا، نہ کرسکیں گے انشاء اللہ۔

صاحبان ۲۶، ۲۷۔ ۲۸ فروری اور یکم و ۲ مارچ ۱۹۱۹ء کو شہر ڈیرہ غازی خان میں انعقاد جلسہ ہا کی دھوم ہوئی جلسہ کانفرنس و جلسہ متحدہ انجمن اسلام و مدرسہ نعمانیہ و جلسہ شیعہ و جلسہ اسپاں و جلسہ مرزائیاں ان تاریخوں میں تھے، ایک شیعہ کا دوسرا مرزائیہ کا۔...

مرزائی صاحبان کے جلسہ کی کیفیت اس طرح ہوئی کہ آخری دو تقریریں مرقومہ پروگرام کو چھوڑ کر جلسہ بند کر کے چلے گئے کیونکہ کوئی سننے والا نہیں تھا۔ باوجودیکہ مقررین صاحب دماغ و مشہور تھے یعنی مولوی محمد علی صاحب اور مولوی صدر الدین صاحب و مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ اس بے رونقی کی وجہ شہر ڈیرہ غازی خان میں عام خاص سے یہی سنی جاتی تھی کہ جس دن سے فاتح قادیان ڈیرہ میں رونق افروز ہوئے ہیں اس دن سے مرزائیوں کی بے رونقی ہے۔

(عبدالعزیز واعظ اہل حدیث کانفرنس ڈیرہ غازی خان)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء ص ۷)

# اصولی بحث سے فرار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس بات کی شکایت تو اب بے جا ہے کہ قادیانی امت راستی سے کیوں اعراض کر جاتی ہے کیونکہ قرآن مجید کے مقررہ اصول ہمیشہ اپنی صداقت دکھاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے عام ارشاد ہے ان یّروا سبیل الرّشد لا یتّخذوہ سبیلا۔

یہ لوگ اگر ہدایت کی راہ دیکھتے ہیں تو اس کو پسند نہیں کرتے۔

اس لئے ان کی کوئی شکایت نہیں محض اظہار واقعہ ہے جو بارہا کیا گیا کہ اصولی بحث وہ ہوتی ہے جس سے ماتحت مراتب سب حل ہو جاویں مثلاً اور کفر میں اصول بحث نبوۃ محمد یہ ہے، اگر ثابت ہے تو سب کچھ ثابت۔ اسی طرح قادیانی مباحث میں اصولی بحث شان مرزا ہے اگر ثابت ہے تو سب کچھ ثابت ورنہ کچھ نہیں۔ چونکہ یہ اصول ایک مضبوط قانون ہے کہ علاوہ علمی اور مذہبی ہونے کے بدیہی بلکہ فطری بھی ہے اس لئے مرزا غلام احمد صاحب بانی فرقہ (مرزائیہ) خود بھی یہی لکھتے ہیں (ملاحظہ ہو کتاب شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا قادیانی۔ص۸۰) مگر ہمارے مخاطب احمدی جماعت ہے کہ یہی کہے جاتی ہے کہ اصولی بحث وفات وحیات مسیح ہے حالانکہ وہ خوب جانتی ہے کہ مسلمانوں میں وفات مسیح کے قائل بھی ان کے مسیح کے منکر تھے اور ہیں جیسے سرسید احمد خان اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی وغیرہ۔ پھر جب ایسے افراد بھی ملتے ہیں تو وفات مسیح کا مسئلہ اصولی کہاں رہا۔

لطیفہ: عرصہ سے مرزائیوں میں ایک مذبوحی حرکت ہو رہی ہے جس کے اول محرک ہمارے سہ صدی دوست منشی قاسم علی ہیں انہوں نے ایک مضمون تفسیر ثنائی جلد سوم سے غت ربود کر کے شائع کیا تھا جس میں ظاہر کیا کہ خاکسار مصنف تفسیر ثنائی حضرت عیسی مسیح کی وفات کا قائل ہے۔ یہ حوالہ غلط ہو یا صحیح، اس کا فیصلہ تو تفسیر ثنائی سامنے رکھ کر ہو سکتا ہے چنانچہ جلسہ جہلم میں میں نے بھرے جلسہ میں اعلان بھی کر دیا تھا کہ یہ لو تفسیر ثنائی اس میں سے یہ مضمون نکال دو تو لدھیانہ کا مبلغ تین سو روپیہ مع سود کے دیدونگا۔ مگر کسی مرزائی کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ یہ انعام لے۔ اس سے بھی یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وفات مسیح کا مسئلہ اصول نہیں ورنہ میرے جیسا شخص جس کو مرزا صاحب اپنے مشن کا اشد ترین مخالف اپنے قلعہ کو گرانے والا اقرار دیں (بقول مرزائیاں) وفات مسیح کا قائل ہو کر بھی مرزا صاحب سے منکر رہے تو پھر وفات مسیح کا مسئلہ اصولی کہاں رہا؟

لطیفہ نمبر۲۔ ہمارے احمدی دوست کچھ ایسے متوالے ہیں کہ جو آواز قادیان سے نکلے اس کو آسمانی آواز مان جاتے ہیں۔

اسی ہفتہ دو تین مرزائی جلسہ قادیان سے واپسی کے وقت مجھے ملنے آئے جن میں ایک

شخص نے ظاہر کیا کہ میرا نام ابوبکر ہے میں جدہ میں تجارت کرتا ہوں ۔ بعد گفتگو کے بڑی توجہ کے ساتھ مجھ سے سوال کرتا ہے کہ میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ حضرت عیسی کی وفات کے متعلق کیا کہتے ہیں ۔ میں نے کہا کہ میں حیات کا قائل ہوں۔ بولا میں نے سنا تھا کہ آپ وفات کے قائل ہیں ۔ میں سمجھا کہ یہ حضرت بھی اسی قاسمی (منشی قاسم علی) تلوار کے مقتول ہیں۔

خیر مختصر یہ کہ قادیانی مشن کے متعلق اصولی بحث یہ ہے کہ،مرزا کیا تھا؟ ۔ نہ کہ مسیح زندہ ہے یا مردہ۔ وفات مسیح کو قادیانی مشن کے لئے اصولی ب بحث قرار دینے والوں کی وہی مثال ہے: کہاں جھگڑا بزادہ کا نکالا باغ کا کاغذ

اس بحث پر مندرجہ ذیل مضمون،نامہ نگار کا ملاحظہ ہو:

## مرزائیوں کے ساتھ اصولی بحث

اخبار بین حضرات سے یہ امر پوشیدہ نہ ہوگا کہ مرزائی حضرات کے ساتھ جب کبھی تبادلہ خیالات کا موقعہ ملتا ہے تو یہ لوگ خواہ مخواہ وفات مسیح کا مسئلہ پیش رکھتے ہیں ہر چند سمجھا یا جاتا ہے کہ یہ مسئلہ فیصلہ کن بحث کی حیثیت ہر گز نہیں رکھ سکتا کیونکہ مسئلہ مذکور پر ایسے فرقے بھی پائے جاتے ہیں جو وفات مسیح کے قائل ہیں لیکن مرزا صاحب کے عقاید کے بھی مخالف ہیں،مگر مرزائی حضرات ہیں کہ سمجھنے میں نہیں آتے

مختصر الفاظ میں میں اس مضمون پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں

گر قبول افتد زہے عزو شرف

سنئے! مرزا صاحب جب کہ ایک سادہ مسلمان کی حیثیت میں تھے تو یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ وہ حیات مسیح کے نہ صرف قائل تھے بلکہ مضبوط وجوہ کی بنا پر موید تھے۔ بعد میں جب ان کا الہامی زمانہ آیا تو پہلے پہلے اسی مسئلہ کا انکار کیا گیا مرزائی صاحبان سے کہا جاتا ہے کہ ایک عرصہ تک خود مرزا صاحب حیات کے قائل رہے ہیں تو وہ جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ بے شک ایسا ہی تھا لیکن جب ان کو جتلایا بجھایا گیا تو ان کو منکر ہونا پڑا۔

اب قابل غور بات یہ ہے کہ جس مسئلہ کو ایک عرصہ تک مان کر انہوں نے

انکار کر دیا ہے وہ مسئلہ قابل بحث ہے یا جس بنا پر انہوں نے انکار کیا ہے صرف وہی بات قابل غور وخوض ہے۔ حیرانی آتی ہے کہ مرزائی حضرات ایسی موٹی بات نہیں سمجھتے

ایک مدت حیات کے قائل ہو کر الہامی ایماؤں کے سبب جب انہوں نے انکار کر دیا تو عقل مند کو چاہیے کہ ان کے الہامات اور پیش گوئیوں کو جانچے۔

فقط والسلام۔ مشتاق احمد۔ لنڈی تپانی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اپریل ۱۹۱۹ء ص ۳۔۴)

## جھوٹے اور سچے نبی کا معیار

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

احمدی صاحبان سے جب پوچھا جاتا ہے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ مرزا غلام احمد سچے نبی تھے، کاذب نہ تھے، تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ سچے اور جھوٹے نبی کا کوئی معیار مقرر کرو اور اس پر مرزا جی کو پرکھ لو۔ پس آج میرا روئے سخن اس پارٹی سے ہے جو مرزا جی کو سچا نبی مانتی ہے۔ اس پارٹی کو اول تو یہ واضح ہو کہ گھر میں بیٹھ کر اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں رستم دوراں ہوں تو وہ رستم نہیں ہو سکتا جب تک کسی اکھاڑے میں رستم ثابت نہ ہو۔ مرزا جی گھر میں بیٹھ کر مہدی بنے مسیح بنے خالق ارض وسماء بنے کسر صلیب اپنا کام بتایا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ پادری صاحبان کے مقابلہ میں آپ اپنے دعووں پر قائم رہے یا ان سے دست بردار ہو گئے۔ امرت سر کے مناظرہ میں جب پادری آتھم نے چند بیمار آپ کے سامنے پیش کیئے کہ اگر آپ مسیح ہیں تو ان کو اچھا کر دیجئے اور معجزہ دکھایئے۔ تو لگے بغلیں جھانکنے۔ کسی نے سچ کہا ہے:

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

آخر یوں گویا ہوئے، کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعوی کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے۔ میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانات کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانوں کا نام کرامت ہے (جنگ مقدس۔ ص ٦٧)

اب صاف ظاہر ہے کہ اہل صلیب یعنی پادری صاحبان اور بقول مرزا صاحب دجالوں کے مقابلہ میں مرزا صاحب نبوت سے صاف انکار کر گئے یہ قول مرزا صاحب کا پادری صاحبان کے مقابلہ میں مرزائی صاحبان کے اس اعتقاد پر کہ مرزا صاحب نبی تھے خاک ڈالتا ہے اور اگر جنگ مقدس کے بعد واپس جا کر گھر میں اپنے آمنا وصدقنا کہنے والوں کے سامنے انہوں نے پھر دعوی نبوت کر دیا ہو تو ایسی نبوت جو دجال کے سامنے پیش نہ ہو سکے بجوئے نارزد

دوم: میں مرزا جی کے امتحان واسطے ایک سیدھا سادہ معیار پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جھوٹا نبی وہ ہے جو جھوٹ بولے اور سچا نبی وہ ہے جو سچ بولے۔ مرزا جی کیا الہامات تین قسم کے ہیں۔ قسم اول: اپنی بڑائی کے مثلاً میں جھوٹ کو شرک سمجھتا ہوں (و ماینطق عن الھوی)

۲، مجھے الہام ہوتا ہے میں خدا سے باتیں کرتا ہوں، میرے قدم کو عرش پر گذر ہے، خدا اپنے چہرے سے پردہ اٹھا کر مجھ سے باتیں کرتا ہے، دنیا میں بہت تخت بچھائے گئے مگر میرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔ میرا قدم وہاں ہے جہاں سب بلندیاں ختم ہوتی ہیں۔ میں علم غیب پر سوار ہوں۔

۳۔ میں اپنے الہاموں پر قسم بخدا ایسا ایمان رکھتا ہوں جیسا قرآن پر۔ قرآن میرے منہ کی باتیں ہیں۔ میں روح القدس سے بولتا ہوں۔

۴۔ تم لوگ حسن ظن پر مامور ہو

۵۔ مجھے الہام ہوا ہے تو آدم ہے نوح ہے یوسف ہے عیسی ہے مریم ہے محمد ہے احمد ہے یہ ہے وہ ہے

۶۔ خدا عرش پر تیری حمد کرتا ہے۔ تیرے گناہ بخشے گئے جو چاہے کر، تو رحمۃ للعالمین ہے، تو سراج منیر ہے۔

۷۔ خدا نے مجھے پنا بیٹا کہا اور کہا کہ تو نہ ہوتا تو میں زمین و آسمان پیدا نہ کرتا مجھے کن فیکون کے اختیارات دے دئے میں نے نئی زمین اور آسمان بنائے سورج چاندان میں لگائے۔

۸۔ میں تیرے ساتھ ہوں جو تیرا ارادہ سو میرا ارادہ۔ میں تیرے لئے تیز تلوار کی طرح

کھڑا ہوں۔

۹۔ (خدا کہتا ہے) اے مرزا! تیرا نام ختم ہوگا میرا نام ختم ہو جاوے گا۔ تیرا بھید میرا بھید۔ خلقت نے تیرا رتبہ نہیں پہچانا۔

۱۰۔ میں نے تجھے وہ کچھ دیا جو دونوں جہانوں میں کسی کو نہیں دیا۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔

ایسے الہامات تو صداقت کی نشانی نہیں ہو سکتے بلکہ جھوٹ بولنے کے واسطے دماغ کی موزونیت ظاہر کرتے ہیں۔

قسم دوم: وہ الہامات وغیرہ ہیں جو بے سر پا اور مدوّر ہونے کی وجہ سے ہر بات پر چسپاں کئے جاسکتے ہیں مثلاً شا تا ن تذ بحا ن۔

پھر بہار آئی خدا کا کرنا پورا ہوا۔

۳۔ پہلے غشی پھر بے ہوشی پھر موت۔

۴۔ بڑے بڑے آدمی قبروں کی طرف جارہے ہیں۔

۵۔ قادر ہے وہ بارگاہ جو ٹوٹا کام بناوے۔

۶۔ دردناک دکھ اور دردناک واقعہ۔

۷۔ ایک زلزلہ آنے کو ہے (نہ کب اور کہاں)۔

وغیرہ ایسے الہامات بھی صداقت کا نشان نہیں ہو سکتے (رمال ایسے ہی فقروں کی بدولت ٹکڑا کما کھاتے ہیں) بلکہ مصنف کی قوت دماغی پر دلالت کرتے ہیں۔

قسم سوم: وہ پیش گوئیاں اور الہام جو صاف صاف ہیں اور کسی آئندہ زمانے کے واقعہ کی خبر دیتے ہیں اور انہی پر فیصلہ ہے مرزا جی نے خود بھی فرمایا ہے ہمارے صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر امتحان نہیں ہوسکتا (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۸۸)

ایسے الہام اور پیش گوئیاں بطور نمونہ یہ ہیں (بعض ان میں سے بڑی تحدی کی ہیں):

۱۔ محمدی بیگم کی بابت ۲۲۔ الہام بڑے شدومد کے کہ اس کے ساتھ مرزا صاحب کا عقد نکاح ضرور ہوگا۔ مرزا صاحب گیارہ سال ہوئے کہ دنیا سے رخصت ہو چکے اور محمدی بیگم اپنے زمینی خاوند کے گھر آباد ہے۔ اس پیش گوئی کو مرزا صاحب نے اپنے صدق و

کذب کا معیار قرار دیا تھا (انجام آتھم۔ص ۲۲۳)

۲۔ اگر محمدی بیگم کا کسی دوسرے سے نکاح ہوا، تو خاوند اڑھائی سال کے اندر اور باپ تین سال کے اندر فوت ہو جاوے گا۔ یعنی خاوند پہلے مرے گا اور باپ بعد میں۔ باپ چھ ماہ کے اندر مر گیا اور خاوند بفضلہٖ تعالیٰ اب تک زندہ ہے۔ محمدی بیگم کے خاوند کی نسبت جناب مرزا جی فرماتے ہیں:

> میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آ جائے گی (انجام آتھم)

نیز مرزا صاحب فرماتے ہیں:

> یاد رکھو اس پیش گوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی یعنی احمد بیگ کا داماد میرے سامنے نہ مرا تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔
>
> اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔
>
> (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۴)

۳۔ پادری آتھم نے اگر حق کو قبول نہ کیا تو پندرہ ماہ کے اندر بذریعہ موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔

نہ پادری آتھم ایمان لایا نہ پندرہ ماہ میں مرا۔

۴۔ طاعون کی بابت مرزا صاحب کو الہام ہوا انہ آوی القریۃ میں اس گاؤں کو بچا لوں گا۔ اس پر مولوی عبدالکریم نے جو مرزا صاحب کے خاص الخاص اصحاب میں سے تھے بہت کچھ لکھا جس کے اقتباسات یہ ہیں:

حضرت مسیح موعود نے اپنی راستی اور صداقت کبری کا یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ قادیان کی نسبت تحدی کر دی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا اور اپنی جماعت کے علاوہ اس جگہ کے تمام لوگوں کو اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا...تم لوگ بھی مل کر ایسی پیش گوئی کرو جس سے قادیان کے پیغمبر کا دعوی باطل ہو جائے اور اس کی دو ہی صورتیں ہیں یا یہ کہ لاہور اور امرتسر طاعون کے حملہ سے محفوظ رہیں یا یہ کہ قادیان طاعون میں مبتلا ہو

جائے۔

اور قادیان میں ایسا طاعون پڑا کہ مارچ اور اپریل ۱۹۰۴ء کے صرف دو مہینوں میں ۲۸۰۰، آدمیوں کی آبادی کے گاؤں میں ۳۱۴ مرزائی اور غیر مرزائی اس بیماری سے ہلاک ہوئے

۵۔ مجھے جوانی واپس دی جائیگی۔ کوئی ہے کہ اسکی نظیر پیش کرے۔ (البدر ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء)

دو سال بعد مرزا صاحب قادیانی دارالامان سے دجالوں کے دارالخلافہ میں تبدیلی آب و ہوا کے واسطے تشریف لے لئے اور وہیں فوت ہوئے اور مرزائی ڈاکٹر صاحب کے سارٹیفکیٹ کے ذریعہ خر دجال پر سوا ہوکر بہشتی مقبرہ میں پہنچے۔

۶۔ تجھے ہم اسّی (۸۰) سال زندہ رکھیں گے یا کچھ کم یا کچھ زیادہ۔ اور آپ ۶۶ سال کی عمر میں فوت ہوگئے

نعمت اللہ شاہ ولی کی پیش گوئی مرزا جی نے بڑے زور شور سے اپنے اوپر چسپاں کی تھی اور اس کی شیخی پر لوگوں کو للکارا تھا وہ چالیس سال تک نبوت کرنا بھی دہرا کا دہرارہ گیا (دیکھو ص ۱۳ شہادۃ الملہمین) جہاں نعمت اللہ ولی کا یہ شعر:

تا چہل اے برادر من
دور آں شاہسوار مے بینم

لکھ کر اس کی تفسیر مرزا صاحب یوں کرتے ہیں:

یعنی اس روز سے جو وہ امام ملہم ہوکر اپنے تیئں ظاہر کرے گا چالیس برس تک زندگی کرے گا۔ اب واضح ہے کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ ۸۰ برس یا اس کے قریب تیری عمر ہے۔

۷۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان میری آنکھوں کے روبرو اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہو گا۔ (اشتہار تبصرہ)۔

ڈاکٹر صاحب پٹیالوی بخیر و خوبی اب تک زندہ ہیں۔

۸۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری میری پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے قادیان نہیں آویں گے۔ (اعجاز احمدی۔ ص ۱۱ و ۲۳)۔

مولوی صاحب بلائے بے درمان کی طرح قادیان جا پہنچے

نتیجہ: قسم اول و دوم کے الہامات واقوال بذات خود کچھ شئے نہیں یعنی اپنے صدق و کذب کا ثبوت اپنے میں نہیں رکھتے۔ اس لئے وہ محتاج اور ماتحت ہیں قسم سوم کے اپنے صدق وکذب کیوا سطے۔ اور قسم سوم میں مرزا جی جھوٹے ثابت ہوئے لہذا تینوں قسموں کے الہام جھوتے ہوئے پس جھوٹ بولنے والا جھوٹا نبی ہے۔ قرآن شریف اسے بڑا ظالم کہتا ہے اور خدا پر افترا کرنے والا، اور توریت اس کو گردن زدنی قرار دیتی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اپریل ۱۹۱۹ء ص ۴۔۶)

# آخری فیصلہ کی اپیل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی علماء اسلام کے ساتھ بہت مدت تک لفظی مباحثات اور مناظرات کرتے رہے آخر کار جب آپ لفظی گرفتوں میں تنگ آ گئے تو روحانی مقابلہ کی ٹھہرائی جو حقیقت میں آپ کا حق بھی تھا۔ اس روحانی مقابلہ کا نام آپ نے رکھا: مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ۔ اس فیصلہ میں آپ نے کیا لکھا۔ ہم اپنے لفظوں میں نہیں خود انہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

مولوی ثناءاللہ صاحب کا ہمیشہ مجھے اپنے پرچے میں مردد کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں میں خدا سے دعا کرتا ہوں اے میرے آقا میرے بھیجنے والے مجھ میں اور ثناءاللہ میں سچا فیصلہ فرما جو تیری نگاہ میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھا

(اشتہار مرزا قادیانی، ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

یہ ہے اختصار اس اشتہار کا جو مرزا صاحب قادیانی نے دیا تھا۔

اب غور طلب بات یہ ہے کہ اس کے بعد کیا ہوا؟ کون مرا۔ یہ تو بدیہی اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب قادیانی انتقال کر گئے اور جس کے فیصلہ کے لئے یہ اشتہار جاری کیا تھا وہ

آج تک زندہ ہ اور یہ سطور لکھ رہا ہے بلکہ غور طلب بات یہ ہے کہ دعا کا مطلب کیا ہے اور اس میں کوئی شرط بھی ہے۔ آیا اس میں مجھے بھی مقابل میں دعا یا آمین کہنے کے لئے کہا گیا ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے بھی ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کے الفاظ نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

ربنا افتح بیننا و بین قو نا بالحقّ و انت خیر الفاتحین۔
بالآخر مولوی ثناء اللہ صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچے میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھدیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔،

اس آخری عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے نہ دعا چاہی گئی نہ آمین، نہ مقابلہ، نہ مقاتلہ، بلکہ محض اپنی طرف سے دعا شائع کر کے لکھ دیا کہ فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

آج جس غرض کے لئے یہ عنوان مقرر ہوا یہ اسکی تمہید ہے مقصود اس سے یہ ہے کہ اس آخری فیصلہ نے قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں کو بہت تنگ کر رکھا ہے اس کی وجہ سے لوگ ان کو بہت دق کرتے ہیں اور منصف مزاج دانش مندوں کی مجلس میں ان پر فتح پاتے ہیں اسلئے مرزائیوں کی دونوں پارٹوں نے اس خدائی فیصلے کو مشتبہ کرنے کی کوشش کی ہے خلیفہ قادیان نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے اور امیر لاہور (مولوی محمد علی صاحب) نے بھی لکھا ہے، آج ہمارا روئے سخن لاہوری جواب کی طرف ہے۔

اظہار افسوس: قبل اسکے کہ میں اس جواب اور اس کے جواب الجواب کا ذکر کروں، اس بات کا اظہار کرنا ضروری جانتا ہوں کہ اختلاف کی صورت میں ایک دوسرے کی نسبت توہینی خیالات ہوا کرتے ہیں انسان کا نفس امارہ یہی سکھاتا ہے کہ جو میرے مخالف ہے وہ کچھ اچھا آدمی نہیں مگر میں آج تک اس اصول کے ماتحت مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی نسبت بدظن نہ تھا بلکہ میں جانتا تھا کہ باوجود مرزائی احمدی ہونے کے وہ نیک نیت اور ذی علم ہوں گے جیسے بہت سے شیعہ علماء بھی ہوئے ہیں اور ہیں مگر اس جواب کو دیکھنے سے میرے اس حسن ظن کو بہت نقصان پہنچا جس کا مجھے سخت افسوس ہے۔

لاہوری امیر صاحب نے اپنے جواب میں جو کمال کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ دعا مرزا صاحب قادیانی کی محض یک طرفہ دعا نہ تھی بلکہ دعا کرنے اور کرانے کے لئے دعوت اور بلاوا تھا مگر چونکہ مولوی ثناء اللہ نے بالمقابل دعا کرنے سے انکار کر دیا لہذا وہ دعا، دعا نہ رہی۔ اس دعوی کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے بہت پرانی تحریرات نقل کی ہیں جن میں مرزا صاحب قادیانی اور میرے درمیان کبھی کبھی مباہلہ کا ذکر آجایا کرتا تھا۔ ان سب تحریرات کو اس اشتہار سے ملا کر اس مطلب پر پہنچے ہیں کہ یہ دعا بھی درحقیقت محض یک طرفہ دعا نہ تھی، بلکہ بالمقابل دعا کے لئے دعوت تھی۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب کے رسالہ کی جان صرف یہ فقرہ ہے جو انہی کے الفاظ میں ہم نقل کرتے ہیں:

> مولوی ثناء اللہ نے بالمقابل قسم کھانے سے انکار کیا اور یہاں تک لکھ دیا کہ میں تمہاری قسم کا اعتبار ہی نہیں کرتا۔ تو پھر آپ نے اس اشتہار میں جس کا عنوان ہے،
>
> مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ،
>
> مولوی صاحب کو بجائے قسم کے بالمقابل دعا کے ذریعہ فیصلہ کرنیکی طرف بلایا۔ (رسالہ مذکور ص ۱۶)

اس ایجاد سے مولوی محمد علی صاحب کی غرض یہ ہے کہ ظاہر کریں کہ مرزا صاحب کے اشتہار میں یہ شرط تھی کہ میرے مقابلہ میں مولوی ثناء اللہ بھی دعا کرے چونکہ اس نے دعا نہیں کی لہذا اقرار داد نہ ہوئی پس بات یوں ہی کی یوں ہی رہ گئی۔

میں پوچھتا ہوں کہ مرزا صاحب کا اشتہار سامنے رکھ کر اس لفظ پر انگلی رکھ دو یا نشان لگا دو جس سے آپکے دعوی کا ثبوت یا تائید ہوسکتی ہے۔ ورنہ یاد رکھو بے ثبوت دعوی کرنا کسی اہل عقل کا کام نہیں (تقریر مرزا قادیانی)

ہاں آپ نے اس دعوی کا ثبوت جن لفظوں میں دیا ہے وہ بھی ناظرین کی آگاہی کے لئے نقل کئے جاتے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں:

> مرزا صاحب نے کہا کہ میں نے دعا کے طور پر فیصلہ چاہا ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ دعا سے جو فیصلہ خدا سے چاہا جاتا ہے وہ صرف مباہلہ کے رنگ

میں ہی ہوتا ہے یوں کسی بزرگ یا ولی یا نبی کی دعا سے کسی مخالف کی ہلاکت ضروری ہو جانا سنت اللہ میں داخل نہیں جب تک کہ اس دعا میں مباہلہ کا رنگ پیدا نہ ہو چنانچہ فقرہ ۲ کے بعد کے بعد فقرہ ۳ میں اپنی دعا کو درج کر کے.... میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بدیں الفاظ مخاطب کیا ہے:

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔،

یہ فقرہ صاف بتاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنی طرف سے جو کرنا تھا کر دیا مگر فریق ثانی سے آپ کا یہ مطالبہ ہے کہ وہ بھی اس کے مقابل کچھ کرے۔صرف اپنی دعا پر حصر نہیں کیا۔اگر اپنی بددعا کر حصر کر دیتے تو پھر کہا جا سکتا تھا کہ شاید آپ نے اس بددعا کو یک طرفہ مباہلہ تصور کر لیا ہے مگر مولوی ثناء اللہ صاحب سے یہ صریح مطالبہ کہ وہ بھی مقابلہ پر کچھ کرے بتاتا ہے کہ آپ اسکی طرف سے ایسی ہی دعا کے منتظر تھے (رسالہ مذکور۔ص ۱۸)

مولوی محمد علی صاحب نے اس بیان میں دو دعوی کیے ہیں ایک یہ کہ خدا سے جو فیصلہ چاہا جاتا ہے وہ صرف مباہلہ کے رنگ میں ہوتا ہے دوم یہ کہ مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ سے مطالبہ کیا کہ آپ بھی میرے مقابل دعا کریں۔

اللہ اکبر! یہ علم اور یہ تعصب جناب سنئے! حضرت نوح نے خدا سے فیصلہ چاہا تو وہ صرف حضرت نوح کی اپنی دعا تھی، یا مخالفوں نے بھی مباہلہ کیا تھا؟ آنحضرت ﷺ کو جب کفار مکہ نے کعبہ شریف میں سخت تکلیف دی تو آپ نے سات اشد کفار پر بددعا کی تھی خداوندا! ابوجہل کو پکڑ۔ فلاں کو پکڑ۔ وغیرہ۔ چنانچہ اس دعا کے مطابق جنگ بدر میں وہ لوگ مارے گئے۔ کیا یہ دعا تھی یا مباہلہ؟ اس قسم کے واقعات بے شمار ملتے ہیں جن میں حضرات انبیاء نے مخالفوں پر بددعائیں کیں اور خدا نے قبول کر کے فیصلہ فرمایا۔

آیئے! میں آپ کو بتاؤں کہ آپ کا یہ دعوی نہ صرف قرآن وحدیث کے برخلاف ہے، بلکہ خود مرزا صاحب کے طریق عمل کے بھی مخالف ہے۔ مرزا صاحب

ہمیشہ دعاؤں سے فیصلہ چاہا کرتے تھے میں یہاں ان کی ایک دعا نقل کرتا ہوں۔مگر میں اس کا ذمہ دار نہ ہوں گا کہ اس دعا کی قبولیت بھی بتاؤں۔ یہ کام آپ کا ہے، میرا کام صرف یہ ہے کہ میں یہ بتاؤں کہ مرزا صاحب کا طریق عمل بھی آپ کے خلاف تھا سنیئے۔مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں:

**اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی کے لئے ایک دعا اور حضرت عزت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلے کی درخواست۔**

یہ اس اشتہار کی سرخی (عنوان) ہے جس سے میں کچھ نقل کرنا چاہتا ہوں۔ یہ عنوان ہی مولوی محمد علی کی تکذیب کافی کرتا ہے کیونکہ اس میں صاف لکھا ہے کہ یہ فیصلہ کی درخواست ہے۔تاہم، ہم اصل الفاظ بھی سنائے دیتے ہیں۔مرزا صاحب قادیانی دعا کرتے ہیں:

> اے میرے مولا! قادر خدا اب مجھے راہ بتا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں کہ میں تیرا مقبول ہوں ...اگر تو تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جاویں گے میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی نشان نہ دکھلائے اور اپنے اس بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کرے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھونگا۔
>
> (ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۵ ص ۲۔۳)

کیا یہ فیصلہ طلبی بذریعہ دعا ہے یا خدا سے بھی مباہلہ ہے؟ ہاں میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا کہ ان تین سالوں میں کون سا ایسا نشان ظاہر ہوا جس سے مرزا صاحب کے دعوی کا اثبات ہوتا ہو یا قوت پہنچتی ہو۔میری غرض صرف یہ ہے کہ آپ کا دعوی قرآن و حدیث کی مخالفت کے علاوہ خود مرزا صاحب کے بھی مخالف ہے۔انبیاء بذریعہ دعا فیصلہ چاہتے رہے اور ہوتا رہا۔ ہمارے پنجابی نبی تو ہمیشہ دعا ہی کے ذریعہ سے اپنی مشین چلایا کرتے تھے چنانچہ ان کی مشین کے ایک ڈراور نے لکھا تھا جو آپ کے ملاحظہ کے لئے نقل ہے:

حضرت مسیح موعود (مرزا) دعا کی قبولیت کا ایسا قطعی ثبوت پیش کرتے ہیں جو آج دنیا بھر میں کسی مذہب کا کوئی ماننے والا پیش نہیں کرسکتا...وہ مدت سے اس بات کو شائع کر رہے ہیں کہ ان کے منجانب اللہ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان کی دعائیں (قبول) کی جاتی ہیں۔

(ریویو آف ریلی جنز ۱۹۰۷ء ص۱۹۳۔زیر اڈیٹری مولوی محمد علی)

پس جب ان کا بڑا ثبوت دعا ہے تو پھر دعا فیصلہ کن کیوں نہ ہوئی۔اسی لئے تو مرزا صاحب قادیانی نے اپنی دعا کے ساتھ میری آمین کا بھی انتظار نہیں کیا جو بہت معقول ہے۔

دوسری بات کہ مولوی ثناء اللہ سے بھی دعا کا مطالبہ تھا، افسوس ہے اس کے لئے اشتہار میں کوئی لفظ نہیں ملتا۔مرزا صاحب قادیانی تو کہتے ہیں اس کے نیچے جو چاہو لکھو، اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ میرے اقرار یا انکار دعا یا عدم دعا پر کچھ موقوف نہیں۔

طرفہ پر طرہ یہ ہے کہ جناب امیر جماعت (مولوی محمد علی) سمجھتے ہیں:

غرض ماموین الٰہی کسی دوسرے کے لئے بددعا نہیں کرتے، سوائے اس خاص حال کے جو مباہلہ کے نام سے موسوم ہے۔ یعنی دوسرے فریق کے بالمقابل جو عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہو۔ہاں ایسے ان کے مخالف جو جھوٹے کی موت مانگتے ہیں ان کے سامنے بطور نشان کے ہلاک کئے جاتے ہیں اور یہی دو طریق فیصلہ کے حضرت مسیح موعود نے پیش کئے ہیں۔باقی رہی بددعا، سو اللہ تعالیٰ اپنے ماموروں کے لئے یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ دوسروں کے لئے ہلاکت مانگا کریں۔

ہمارے نبی کریم ﷺ تو منافقوں جیسے خطرناک دشمنان اسلام کے لئے بھی استغفار ہی کیا کرتے تھے۔ہاں ایک موقعہ پر جب آپ کو سخت دکھ پہنچایا گیا اور آپ کے ستر (۷۰) نہایت عزیز قاری بے رحمی سے اور دھوکہ دے کر کہ ہم مسلمان ہونا چاہتے ہیں، قتل کر دیئے گئے تو آپ نے ایک قوم پر کچھ دن بتقاضائے بشریت بددعا کی مگر اس رحمۃ للعالمین کو یہی حکم ہوا

لیس لك من ا لا مر شیء او یتو ب علیهم او یعذ بهم فا نهم ظالمو ن ۔(آل عمرا ن :۱۲۸) (رسالہ مذکور۔ ص ۴۵)

ہم حیران ہیں کہ اس انکار کونقصان علم کہیں یا کتمان حق ۔ خیر کچھ بھی ہو حضرت نوح اور خود سیدالانبیاء ﷺ کا واقعہ ہم او پر ذکر کر آئے ہیں حضرت موسیٰؑ کی دعا خود قرآن مجید میں ہے....

(اے خدا! فرعونیوں کے مالوں کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کوسخت کر دے تیرا عذاب دیکھے بغیر ایمان نہ لائیں)۔

کیسی صاف دعا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب کو مرزا صاحب کی محبت بہت غالب ہے کہ ان کے دعوی کے برخلاف معمولی بات بھی آپ کو ذہول یا بھول جاتے ہیں

مزید افسوس ۔ اس مضمون پر لودہانہ کے مباحثہ میں کافی بحث ہو چکی تھی فریقین اپنے اپنے دلائل پیش کر چکے تھے جو مولوی محمد علی صاحب نے بھی یقیناً دیکھے ہونگے اس لئے آپ کا فرض ہونا چاہیے تھا کہ آپ ان سب کے علاوہ کوئی بات کہتے یا ان میں کوئی معقول جدت پیدا کرتے لیکن ہمیں افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے اپنا منہ تاکنے والوں کو دھوکا میں رکھا یا خود دھوکا کھایا۔

ہماری طرف سے دو دلیلیں فیصلہ کن پیش ہوئی تھیں ایک اخبار بدر قادیان ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء سے جو اشتہار مذکور سے دس روز بعد کا ہے اس میں مرزا صاحب کا قول ہے، میں نے جو ثناء اللہ کے حق میں دعا کی تو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع ، یعنی تیری دعا قبول ہے ۔اور یہ الہام صاف فیصلہ کن ہے کہ دعا مذکورہ قبول ہوئی ۔ مولوی محمد علی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا

دوم اخبار بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء یعنی میرے انکار مندرجہ اہل حدیث ۲۶ ۔اپریل ۱۹۰۷ء سے ڈیڑھ مہینہ بعد مرزا صاحب کا ایک خط میرے نام چھپا جس میں اس فیصلہ کا خدا کے ہاتھ میں ہونا دوبارہ اظہار کیا مولوی محمد علی نے اس کا جواب بھی نہیں دیا۔افسوس

مختصر یہ ہے کہ مرزا صاحب کی مذکورہ دعا خدا کی تحریک سے تھی اور اس کے قبول ہونے ان کو الہام ہو چکا تھا اس لئے مرزا صاحب کی یہ دعا ضرور بالضرور قبول

ہوئی کیوں نہ ہوتی الہام مذکورہ کے علاوہ قرآن کریم بھی اس دعا کا مؤید ہے غور سے سنئے: و لا یحیق المکر السیّء الا باھلہ

مرزائیو! دیکھو ہماری دریا دلی کہ ہم اپنے برخلاف خودتم کو عذر بتاتے ہیں سنو! استاد مومن خان کا شعر ورد زبان کرلو جہاں کسی نے اس دعا کی بابت ذکر کیا جھٹ سے وہ شعر پڑھ دیا کرو

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اپریل ۱۹۱۹ء ص ۱۔۲)

# قادیانیوں کی عید پر وعید

کٹک سے سید عبدالقدوس صاحب لکھتے ہیں:

قادیانی مذہب سے لگاؤ رکھنے والوں نے گذشتہ ۲۵ فروری کو ایک مضمون پڑھا ہوگا جس میں میں کٹک میں قادیانی مردہ کنی کا ذکر تھا جس سے اخبار الفضل قادیان کے چند صفحات بھرے گئے تھے سونگڑہ میں قادیانیوں کو نمایاں فتح ہوئی۔ مخالفوں کے چھکے چھڑا دیئے گئے اور انہیں عدالت میں رسوائی و مایوسی کا تمغہ حاصل ہوا وغیرہ وغیرہ۔مگر قادیانیوں کی قسم کھا کر کہنے کی بات ہے کہ بے چاروں نے جہاں کہیں قدم دھرا بس فوراً وہیں پچھاڑے گئے بلکہ پچاسوں جگہ ٹیں بول کی طرح لڑھکنیاں کھاتے کھاتے بے چاروں کو مدتوں بعد ایک لقمہ تر نصیب ہوا تھا مگر قسمت کی خوبی کہ وہ لقمہ کو چیر پھاڑ کر آلہ جراحی کے ذریعہ باہر کھینچ لایا گیا

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی ہے واں کمند
دو چار گز جہاں سے لب بام رہ گیا

یہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ بڑے لوگوں کی بات بڑی ہوا کرتی ہے۔معمولی حیثیت کے آدمی کیا اور انہوں کا دماغ ہی کیا: فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

آنکھ میں پٹی باندھ کر آدمی چاہے تو اٹکل پچو سب بات کا اینڈا بینڈا فیصلہ دے سکتا ہے

مگر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دینے والا دماغ کچھ نرالے ہی کھوپڑے میں بند رہا کرتا ہے۔ قادیانی لوگ خوشیاں منا رہے تھے شادیاں رچا رہے تھے کہ یکایک کریال میں غلہ لگ گیا، اور وہ لوگ حواس باختہ ہو کر ادھر ادھر منہ چھپانے لگے۔ روشن دماغ جج صاحب نے جوں اپیل کی طرف توجہ مبذول فرمائی تو صاف بول اٹھے

انّ الباطل کان زھوقاً

قادیانی طرف داروں نے بہتیرا سر مارا۔ بہتیری ایڑیاں رگڑیں، مگر جج صاحب نے صاف کہدیا:

پس دور ہو تمہاری نظر دوربین نہیں

ہماری رائے میں اہل اسلام بالکل راستی پر ہیں پھر یہ حکم سزا کیسا؟ جاؤ ہم نے سبھوں کو ساری قیود سے آزادی وحریت بخشی۔

یہ سننا تھا کہ قادیانیوں کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ بے چارے پیٹ پکڑ پکڑ کر بیٹھ رہے۔ جو جو منتیں مانی تھیں سب گاؤ خورد ہو گئیں۔ قادیانی لوگ عدالت بازی کے ذریعہ مسجدوں میں پڑاؤ ڈالنے کا خیالی پلاؤ پکا رہے تھے، مگر افسوس جج صاحب نے اس پلاؤ کی ہنڈیا کی خبر لے کر کہا تو یہ کہا کہ

قادیانی اور پھر سنت جماعت کی مسجد اور قبرستان میں داخل ہونے کا حوصلہ؟

جھونپڑی میں رہ کر بالاخانہ کا خواب۔

چلو قصہ پاک ہوا

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اودھر کے رہے

ایک طرف مقدمہ کے پیچھے سینکڑوں روپئہ پر پانی پھر جانے کا افسوس، دوسری طرف مسجد وقبرستان سے ہانکے جانے کا غم۔ ایک دل ہزار سودا بے چارے اب کس کس کا ماتم کریں اور کس کس کو روئیں: تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

سنتے ہیں کہ اب قادیانی لوگ حسرت سے چلا رہے ہیں

ہوئے ہم جو مر کے رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

مولانا اڈیٹر صاحب! وقت امداد کا ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ قادیانیوں کے حق میں رحم فرما کر صدق دل سے دعا کریں تاکہ ان کی حسرت پوری ہو جائے اور ہم تو شب و روز بے چاروں کی خیر خواہی کا دم بھرا کرتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اپریل ۱۹۱۹ء ص ۱۲)

# قادیان میں مناظرہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ تک بوجہ سفر در سفر اخبارات سے اجنبی رہنا پڑا۔ اب جو کان پوری جلسہ سے فراغت ہوئی، تو سب سے پہلے قادیانی مشن کے اخبار دیکھنے میں آئے۔ جن میں ایک مزیدار واقعہ دیکھا گیا کہ قادیانی مذہب کی دونوں پارٹیوں کا مباحثہ خود قادیان میں ہوا۔ کاہے پر؟ نبوت مرزا پر۔

یہ دیکھ کر ہمیں کمال مسرت ہوئی جس کی دو وجہیں تھیں۔

۱۔ ایک یہ کہ جب یہ لوگ آپس میں اپنے جلسوں میں مباحثے کرنے لگے ہیں تو امید ہوتی ہے کہ ہم کو بھی موقع دیں گے جیسا ہم ان کو اپنے جلسوں میں دیتے ہیں۔ خیر اس کا ظہور تو آئندہ جلسوں میں ہوگا۔

دوسری وجہ مسرت کی یہ ہوئی کہ مسئلہ نبوت مرزا اور مباحثہ بھی قریب مزار مرزا کے ہوا۔ جس پر بے ساختہ یہ شعر منہ سے نکلا

بادہ خوری کا کیا قبر مغاں پر جلسہ
ہم نے اس سال بڑی دھوم سے توڑی توبہ

بارے الحمدللہ کہ قادیان میں بھی مباحثہ کرنے کی رسم پڑی

اس مباحثہ پر فریقین اترا رہے ہیں۔ قادیانی فریق کہتا ہے کہ ہمارے مناظر کی کسی بات کا جواب لاہوری مناظر نے نہیں دیا۔ لاہوری اخبار کہتا ہے کہ ہم نے سب باتوں کے کافی جواب دیئے۔ مگر بغور دیکھا جائے تو قادیانی پارٹی کا لب و لہجہ مدلسانہ جو عموماً اخباروں کا ہوا کرتا ہے کہ وہ سوال و جواب کے الفاظ نہیں بتایا کرتے

بلکہ صرف اتنا لکھ دیا کرتے ہیں کہ ہم نے جواب بہت اچھے دیئے۔ اثر بہت اچھا رہا۔ برخلاف اس کے لاہوری اخبار فریقین کی تقریروں کو بالاجمال نقل کرتا ہے جس سے ...غلبہ کا پتہ مل سکتا ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ قادیان کے جلسہ کے صدر میر اسحاق (خلیفہ محمود کے ماموں) تھے جو ایک جوان آدمی ہیں اور علمی استعداد میں بھی خاصی قابلیت رکھتے ہیں۔ مگر قادیان کے اثر سے وہ ایسے متاثر ہیں کہ اپنے منصب سے بھی بے خبر ہو گئے۔ آپ صدر مناظرہ تھے، صدر کا فرض ہے کہ انتظام رکھے۔ مگر یہ صدر صاحب لاہوری پارٹی کے مقابلہ میں مجیب بن گئے ۔ نہ صرف مجیب بلکہ منصف بھی ۔ حالانکہ پہلے مناظر حافظ روشن علی بھی قادیانی معلومات میں بہت اچھی قابلیت کے آدمی ہیں ۔ لیکن صدر جلسہ (میر اسحاق) نے دوسری تقریر یعنی جواب الجواب کے موقع پر تمام قواعد وضوابط کو بالائے طاق رکھ کر جواب دینا اپنے ذمہ لے لیا۔ چنانچہ آپ بولے تو یوں بولے

> چونکہ میر مدثر شاہ (لاہوری مناظر) حافظ روشن علی (مناظر از جانب قادیان) کی کسی دلیل کو توڑ نہیں سکے، بلکہ ان کی تقریر کو چھوا تک نہیں، اس لئے حافظ صاحب کو بولنے کی ضرورت نہیں، میں ہی کچھ عرض کرتا ہوں
>
> (الفضل قادیان یکم اپریل ۱۹۱۹ء ص ۷)

یہ ہے قادیان کا علم کلام اور یہ ہے قادیان میں صدارت کی سکھا شاہی، سچ ہے:

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

## دونوں فریقوں کو نوٹس:

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

اب ہم اپنی کہتے ہیں اور دونوں فریقوں کو سناتے ہیں کہ نبوت مرزا پر ہم بھی بحث کرنے کو تیار ہیں۔ ہمارے مقابل اگر قادیانی پارٹی آئے، تو چونکہ وہ نبوت مرزا کی قائل ہے اس لئے بحکم قرآن وحدیث ہمارا فرض ہوگا کہ ہم مدعی نبوت کو دجال ثابت کریں اور قادیانی جواب دیں۔

لاہوری پارٹی مقابلہ پر آوے تو چونکہ وہ مدعی نبوت کو دجال مانتی ہے اور نبوت مرزا سے منکر ہے، اس لئے ہمارا فرض ہوگا کہ ہم نبوت مرزا کا ثبوت مرزا کی تحریرات سے دکھاویں۔

کیا کوئی ہے جو باقاعدہ اس مسئلہ میں بحث کرنے کا حوصلہ کرے۔ حوصلہ کرنے سے پہلے سوچلے کہ سامنے کون ہے

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۱۵، مورخہ ۲ مئی ۱۹۱۹ء مطابق یکم شعبان ۱۳۳۷ھ ص ۱۰)

(قادیانی اخبار میں جواباً ذیل کا مضمون شائع ہوا:

اہل حدیث میں مناظرہ کا چیلنج منظور

حضرت خلیفہ اول سنایا کرتے تھے ایک شخص سڑک پر جارہا تھا قریب کے ایک گاؤں سے شور سنائی دیا۔ فوراً ہمراہیوں کو چھوڑ کر اودھر چلا گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد چوٹیں کھائے لہولہان واپس آیا۔ پوچھا گیا یہ کیا؟ کہنے لگا کچھ نہیں۔ لاٹھی چل رہی تھی میں بھی شامل ہو گیا۔ یاروں نے پوچھا تم کس فریق کی طرف سے لڑے۔ کہنے لگا یہ تو مجھے معلوم نہیں، مگر لاٹھی خوب چلی۔ چوٹیں آئیں مزا آ گیا۔

یہی حال ہے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا۔

آپ جلسہ سالانہ قادیان میں غیر مبائعین کے آنے کا قصہ لے بیٹھے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ صدر نے اپنا منصب چھوڑ دیا جو خود ایک فریق مباحثہ کے بن گئے۔ حالانکہ جو کچھ ہوا عین قرار داد کے مطابق ہوا اور غیر مبائعین سے کوئی مباحثہ بھی نہیں ہوا بلکہ انہیں اپنی سٹیج پر اظہار خیالات کا موقعہ دیا گیا اور پھر ہم نے اس پر تنقید کر دی۔ اور بس۔

خیر یہ تو جو کچھ ہوا سب جاننے والے اور اس بات سے تعلق رکھنے والے جانتے ہیں، اب ابو الوفا صاحب کو مناظرہ کا شوق گدگدایا ہے آپ نوٹس دیتے ہیں کہ قادیانی پارٹی چونکہ نبوت مرزا کی قائل ہے اس لئے بحکم قرآن و حدیث ہمارا فرض ہوگا کہ اسے دجال ثابت کریں اور

قادیانی جواب دے۔

بہت اچھا صاحب آپ ہمارا دعوی با دلائل (جو منظوری پر بھیج دیا جائے گا) اہل حدیث میں اپنی جرح کے ساتھ چھاپ دیں۔ اسی کا جواب الجواب ہم آپ کی جرح کے ساتھ چھاپ دیں گے، مناظرہ ختم لیکن اگر کچھ حوصلہ باقی رہ جائے تو پھر اس پر جرح کریں ہم پھر جواب دیں گے۔ امرتسر کے اہل حدیث اور دار الامان کے اخبار کے ناظرین خود فیصلہ کریں گے کہ حق کس جانب ہے۔ کیا آپ حسب قواعد علم مناظرہ یہ طریق بحث منظور فرمائیں گے۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ نہیں۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ یہ طریق اصول مناظرہ کے مطابق۔ اور حق و باطل میں امتیاز کرا دینے والا ہے اور یہ آپ کو کبھی پسند نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھئے کہ آپ منکر ہیں اور منکر مدعی نہیں بن سکتا۔ (الفضل قادیان ۱۰ مئی ۱۹۱۹ء ص ۱۰)

## بلاؤ بڑی بہو کو کھیر میں نمک ڈالے

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

اخبار فاروق قادیان مطبوعہ ۶ مارچ ۱۹۱۹ء میں میرے چند اعتراضات کا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے جو دل میں آتا تھا کہہ جاتے تھے، صحیح غلط سے غرض نہ تھی، ایک منشی صاحب محمد مہر خان مالیر کوٹلوی کی طرف سے جوابات چھپے ہیں جن کا عنوان ہے،

اہل حدیث کے کوہاٹی پردہ نشین کے وساوس کا ازالہ۔

ناظرین! پردہ نشین اور وساوس کے الفاظ سے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مضمون میں کیا کچھ تہذیب ہو گی۔ چونکہ ایک احمدی صاحب نے یہ پرچہ مجھے بھیج دیا اس لئے میں جواب الجواب میں کچھ مختصراً عرض کرتا ہوں۔ نہ مطلب کو خبط کرنا میرا مدعا ہے نہ ... اختیار کرتا ہوں۔

اول۔ راقم مضمون نے مجھے یہ الزام دیا ہے کہ میں نے مرزا صاحب کا پورا مضمون نقل نہیں کیا اور اسکا نام یہودیت رکھ کر، یا بے ایمانی تیرا آسرا، کے فقرہ سے اس کو مزین کیا ہے۔ الزام مجھ پر تو عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ میرے معروضات کو مرزا صاحب کی

اگلی پچھلی عبارت سے کچھ تعلق ہی نہیں تھا۔اس سے کیا غرض کہ مرزا صاحب نے کس موقعہ پر کہا ہے،غرض تو اس سے ہے کہ ان کے اقوال متضاد ہیں۔لیکن یہ اعتراض مرزا صاحب پر ٹھیک بیٹھتا ہے۔دیکھو مرزا صاحب کی کتاب سرمہ چشم آریہ میں (آریہ کا)...آپ اس میں جواب لکھ رہے ہیں اس کی بجائے ایسے بے موقعہ سے شروع کر کے ایسے بے موقعہ (باتیں)..کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کو کچھ پتہ نہ لگے کہ آریہ کیا کہہ رہا ہے۔اس کے علاوہ میں اختصار پر اس لئے مجبور تھا کہ مجھے یقین تھا کہ اہل حدیث ردّی اخبار نہیں کہ میرے لمبے چوڑے مضمون کو...درج کر دے گا۔اس سے بھی قطع نظر کیا جائے تو جب میں نے مرزا صاحب کی کتاب کے نام اور صفحہ کا حوالہ دے دیا تھا تو یہ شکایت محض بے جا تھی۔

دوم۔منشی صاحب نے سخت اور دلآزار الفاظ..سے مجھ کو ذلیل اور اپنی قوم کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے مگر جواب دینے میں گالیوں پر اتر آنا بڑی بھاری دلیل اس بات کی ہے کہ منشی صاحب کے پاس جواب نہیں۔

پادری آتھم جب پندرہ ماہ میں بذریعہ موت ہاویہ میں نہ گرائے گئے اور لوگ اس پر ہنسے تو مرزا صاحب قادیانی نے بھی اسی طرح منہ چڑا کر اور گالیاں دے کر خلق خدا کا منہ بند کرنے کی کوشش کی تھی۔لیکن لوگ سمجھ گئے کہ چونکہ خدام والا کو ذلت اور شرم نصیب ہوئی ہے اور جواب نہیں ہے اس لئے آپ گالیوں پر اتر آئے ہیں۔

چونکہ میں مرزا جی کا مرید نہیں ہوں بلکہ بفضل خدا مسلمان ہوں جب کہ بت پرستوں کو بھی گالی دینے سے منع کیا گیا ہے لہذا میں گالیوں کے جواب سے معافی چاہتا ہوں۔لیکن ہاں دلیل سے نہ کہ گالیوں کے زور سے یہ ثابت کرتا ہوں کہ میں یہودی نہیں ہوں بلکہ مرزا جی یہودی تھے۔چنانچہ ذیل میں یہودیوں کا اعتقاد،مرزا جی کا اعتقاد اور اپنا اعتقاد درج کرتا ہوں۔

ا۔ یہودی کہتے تھے کہ ہم نے حضرت عیسی کو سولی دیا۔ بلکہ مرزا جی ست بچن میں فرماتے ہیں:

> اب ڈاکٹر صاحب کے قول سے معلوم ہوا کہ چین کے یہودی اس قول سے اتفاق نہیں رکھتے اور ان کا یہ مذہب نہیں کہ حضرت عیسی سولی پر مر گئے۔

یعنی یہودیوں کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ سولی دیئے گئے اور چین کے یہودیوں کا یہ اعتقاد ہے کہ سولی دیئے گئے لیکن سولی پر نہیں مرے۔ مرزا جی کا بعینہ یہی اعتقاد ہے۔ اور میرا یہ اعتقاد ہے کہ یہ اعتقاد خلاف قرآن ہے اس لئے ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے۔

۲۔ یہودی کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ جادوگر ہیں، مرزا صاحب کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ اور میرا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے معجزات بالکل سچ تھے اور ان کا منکر کافر ہے۔

۳۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ اپنے آپ کو خدا کے بیٹے کہتے تھے مرزا جی بھی اپنے آپ کو بمنزلہ خدا کے بیٹے کے بذریعہ الہام انت منّی بمنزلۃ اولادی سمجھتے ہیں، میں خدا کا بیٹا بننے والے یا بیٹے کی جگہ سمجھنے والے کو کافر سمجھتا ہوں۔

اب منشی صاحب انصاف اور ایمان سے فرمائیں کہ یہودی میں ہوں یا جناب مرزا صاحب قادیانی۔

سوم، منشی صاحب فرماتے ہیں کہ اس گروہ کے ایک رکن رکین ہیں جو اپنے آپ کو ہمیشہ یکے از کوہاٹ کے پردہ میں چھپا کر کاغذی میدان میں اپنی بازی گری کے شعبدہ دکھلایا کرتے ہیں۔

اس تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب منشی صاحب نے کاغذی میدان کا لفظ لکھتے ہوئے اپنے پیر کی حرمت کا بھی خیال نہیں رکھا جس کا دعوی تھا کہ تلوار کا جہاد منسوخ ہے اب قلم کا جہاد ہے۔

دوئم ان کو مبارک ہو کہ لوگوں کو شعبدہ باز کہنے کی وجہ سے وہ فنافی الشیخ کی منزل پر پہنچ گئے ہیں۔

چہارم: منشی صاحب سے نہایت عجز سے درخواست ہے کہ آپ نے مجھ پر یہ غیر ضروری اعتراض تو کر دیا کہ میں اول آخر کی عبارت نقل نہیں کی، لیکن آپ نے نقل کر کے جو کچھ ثابت کیا بھی نہ کہ وہاں ہی لکھنا مناسب تھا۔ اور وہاں بھی اور یہی میرا اعتراض تھا۔ پس آپ نے میرے اعتراض کو قوی کر دیا۔ مثلاً پہلے ہی اعتراض کو لے لو جو یہ ہے کہ مرزا صاحب ایک فرماتے ہیں کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت تامہ ہونی چاہیے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ ادنی مماثلت کافی ہے۔ اب اس اعتراض کو کسی حصہ اور

موقع سے کیا تعلق ۔ ہر دو اپنی اپنی جگہ ایک علمی اصول ہیں ۔ پس جب تک آپ کسی علمی کتاب سے یہ ثابت نہ کر دیں کہ مرزا جی کا یہ فرمانا کہ مشبہ مشبہ بہ مشابہت تامہ ضروری ہے، آپ اپنی عبارت کو کتنا ہی طول دے دیں یا مضمون میں جس قدر مرضی ہو گالیاں یا سٹھیاں دے دیں جب تک کہ منشی صاحب یہ ثابت نہ کر دیں گے کہ مشبہ اور مشبہ بہ میں مشابہت تامہ ضروری ہے مرزا صاحب کو یہودیت سے خارج نہیں کر سکیں گے دیکھو مرزا جی کا عام قاعدہ جسکی رو سے قادیان دمشق ہو گیا، انسان شیر ہو گیا، فی الحال ہمیں بھی ناخن پشم اور دم ثابت کرنے کی ضرورت نہیں ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۱۵، مورخہ ۲ مئی ۱۹۱۹ء مطابق یکم شعبان ۱۳۳۷ھ ص ۱۰۔۱۱)

# لاہوری پارٹی کا دعوی اور دلیل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں :

قادیانی مشن کی دوسری پارٹی جس کو لاہوری پارٹی کہا جاتا ہے اپنے اندر قرآن وحدیث کا زور محسوس کرتی ہے اور قادیانی پارٹی اپنے اندر اقوال مرزا سے قوت پاتی ہے۔ سب سے بڑا مسئلہ ان دونوں پارٹیوں کے مابین مختلف یہ ہے کہ مرزا صاحب نبی تھے یا نہیں؟ لاہوری پارٹی بتمسک قرآن وحدیث نبوت مرزا سے منکر ہے اور قادیانی پارٹی بتمسک اقوال مرزا نبوت مرزا کی قائل ہے ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ بحیثیت مرزائی مذہب کے قادیانی پارٹی غالب ہے۔ لاہوری پارٹی نہ مانے تو قادیانیوں کی طرف سے ہم سینہ سپر ہو کر اقوال مرزا سے ثابت کر دیتے ہیں کہ مرزا صاحب نبوت کے مدعی تھے ۔

آج جس مضمون پر ہم کچھ لکھنا چاہتے ہیں اس میں معاملہ برعکس ہے اس میں بحیثیت اقوال مرزا لاہوری پارٹی حق پر معلوم ہوتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے

لاہوری اخبار پیغام صلح ۲۳۔ اپریل ۱۹۱۹ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے :

ترجمۃ القرآن ایک نشان ہے ۔

جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ لاہوری پارٹی نے جو انگریزی ترجمہ کا کام کیا ہے اس

کام کی آرزو حضرت مرزا صاحب قادیانی نے کی تھی۔ چونکہ یہ کام ہم لاہوریوں سے ہوا، اس لئے ہم ہی مسیح موعود (مرزا صاحب قادیانی) کے متبع ہیں کیونکہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۳ پر مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے کہ یہ کام (انگریزی تفسیر کا) مجھ سے میری شاخ سے ہو سکے گا اور سے نہیں۔

ہم انصاف سے کہتے ہیں کہ یہ عبارت ازالہ اوہام میں موجود ہے اس لئے یہ استدلال بعینہ اوس طرح کا استدلال ہے جو حضرت عمار صحابی کی شہادت سے حضرت علی کی خلافت حقہ پر کیا گیا تھا اس لئے ہم بھی اسکی تائید کرتے ہیں۔

لیکن اس کے بعد ہم بھی کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ تو آپ لوگوں کا اندرونی مقدمہ ہوا جو بشہادۃ مرزا قادیانی طے ہوا یا ہونے والا ہے کہ دونوں پارٹیوں میں سے کون مرزا صاحب سے منضم ہے یا منفک۔ ہمارا تمہارا معاملہ ہی دگرگوں ہے۔ ہم تو کہتے ہیں سرے سے مرزا صاحب قادیانی اپنے دعاوی میں سچے نہ تھے۔ اور آپ دونوں فریق کہتے ہیں بالکل سچے تھے۔ تو کیا ہم بھی اسی طریق پر اقوال مرزا سے فیصلہ کر سکتے ہیں یا نہیں۔ غالباً اسکا جواب نفی نہیں بلکہ مثبت میں ملے گا۔ اس لئے ہم بھی اپنے دعوی کی شہادت میں مرزا صاحب کا ایک قول پیش کرتے ہیں، غور سے سنیں۔ جناب مرزا صاحب قادیانی مدعی ہیں کہ ہم مسیح موعود ہیں (بہت خوب)۔ اور مسیح موعود کی علامات کثرت سے لکھی ہیں مگر ہم قصر عمل کے طور پر ایک ہی پر قناعت کرتے ہیں۔ پس غور سے سنئے فرماتے ہیں:

> قرآن شریف کے آخری زمانہ کے بعض جدید حالات کی نسبت ایسی خبریں دی گئی ہیں جو ہمارے اس زمانہ میں بہت صفائی سے پوری ہوگئی ہیں جیسا کہ اس میں ایک یہ پیش گوئی ہے کہ آخری زمانہ میں اونٹ بے کار ہو جائیں گے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان دنوں میں ایک نئی سواری پیدا ہو جائے گی۔ چنانچہ قرآن شریف کی پیش گوئی کے الفاظ یہ ہیں
>
> و اذا العشار عطّلت
>
> یعنی وہ آخری زمانہ جب اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی اور بے کار ہونا تبھی ہوتا ہے کہ جب ان پر سوار ہونے کی حاجت نہ ہو۔ اور اس یہ صریح طور پر

نکلتا ہے کہ اونٹنیوں کی جگہ کوئی اور سواری پیدا ہو جائے گی ۔ اس آیت کی تشریح کتاب صحیح مسلم میں موجود ہے اس میں یہ حدیث آنحضرتﷺ کی لکھی ہوئی ہے

و یترك القلاص فلا یسعی علیها

یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنیاں ترک کی جائیں گی اور کسی منزل تک جلدی پہنچنے کے لئے اور دوڑ کر جانے کے لئے وہ کام نہیں آئیں ۔

یعنی کوئی ایسی سواری پیدا ہو جائے گی جو بہ نسبت اونٹنیوں کے بہت جلد منزل مقصود تک پہنچائے گی۔ غرض یسعی کا لفظ جو حدیث میں ہے اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ دوڑنے کے کام میں اونٹ سے بہتر کوئی اور سواری نکل آئے گی۔ یہ عجیب بات ہے کہ صحیح مسلم میں جس جگہ مسیح موعود کے زمانہ کا ذکر ہے اسی جگہ یہ حدیث اونٹنیوں کے ترک کرنے کے بارہ میں ہے اور یہ پیش گوئی آنحضرتﷺ کے زمانہ سے تیرہ سو برس بعد پوری ہوئی چنانچہ ان دنوں میں یہ کوشش بھی ہو رہی ہے کہ ایک سال تک مکہ اور مدینہ میں ریل جاری کر دی جائے ۔

پس اسوقت جب ریل جاری ہو جائے گی یہ نظارہ ہر ایک مومن کے لئے ایمان کو زیادہ کرنے والا ہوگا اور جس وقت ہزارہا اونٹ بے کار ہو کر بجائے اون کے ریل گاڑیاں مکہ سے مدینہ تک جائے گی اور دمشق اور دوسری طرف اطراف شام وغیرہ کے حج کرنے والے کئی لاکھ انسان ریل گاڑیوں میں سوار ہو کر مکہ معظمہ میں پہنچیں گے تب کوئی لعنتی ہوگا کہ اس نظارہ کو دیکھ کر اپنے سچے دل سے اس باتکی تصدیق نہیں کرے گا کہ وہ پیش گوئی قرآن شریف اور حدیث صحیح مسلم میں موجود ہے آج پوری ہوگئی ۔

(چشمہ معرفت ۔ص ۳۰۶)

اسی طرح کتاب اعجاز احمدی میں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے

آسمان نے بھی میرے لئے گواہی دی اور زمین نے بھی ۔ مگر دنیا کے اکثر لوگوں نے مجھے قبول نہ کیا ۔ میں وہی ہوں جس کے وقت میں اونٹ بیکار ہو

گئے اور پیش گوئی آیت کریمہ

و اذا العشا ر عطلت

پوری ہوگئی۔ اور پیش گوئی حدیث

لیترکن القلا ص فلا یسعی علیھا

نے پوری پوری چمک دکھلا دی۔ یہاں تک کہ عرب اور عجم کے اڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جو ریل تیار ہورہی ہے یہی اس پیش گوئی کاظہور ہے جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی جو مسیح موعود کے وقت کا نشان ہے۔

(اعجاز احمدی۔ ص۲)

اسی طرح کئی ایک جگہ مرزا صاحب نے مسیح موعود کے آنے کی علامت اور وقت حجاز ریلوے بتائی ہے اس لئے سوال ہے کہ کیا مکہ مدینہ کے درمیاں ریل تیار ہو گئی۔ کیا وہاں آجکل اونٹ بے کار ہیں۔ کیا سندھ کے ریگستانی علاقوں بیکانیر بلوچستان میں اونٹ چلنے بند ہوگئے۔ کیا مصر کی کیمل کور (اونٹوں کے رسالوں) کی خبریں غلط ہیں۔ ان سب باتوں کا جواب اگر نفی میں ہے تو مسیح موعود (مرزا صاحب) کی صداقت کہاں رہ گئی۔ قادیان کی دونوں پارٹیاں ہمارے سوال پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور جواب دینے سے پہلے خدا کی حضوری عمل میں لاویں اور سن رکھیں

عجب مزہ ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ مئی ۱۹۱۹ء مطابق ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ جلد ۱۶ نمبر ۲۶ ص ۱۔۲)

## اونچی دکان پھیکے پکوان

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مطبوعہ ۲۱ مارچ ۱۹۱۹ء میں میرا ایک مضمون بعنوان کھلی چٹھی بنام مولوی محمد علی صاحب (امیر لاہوری پارٹی) چھپا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ میں نے کئی دفعہ بیداری میں ..کو دیکھا کہ بہشت سے نکل کر قادیان میں آ کر سمجھاتے تھے تم لوگ مرزا صاحب سے درخواست کرو کہ وہ بھی بہشتی مقبرہ سے نکل کر ہماری دونوں پارٹیوں کا فیصلہ کر دیں۔

مولوی صاحب موصوف نے جواب دینے کا کام اڈیٹر صاحب کے سپرد کیا جس نے ..جواب کا عنوان:

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

..جس کے ایک دو فقرے اس قابل ہیں کہ انہیں یہاں درج کیا جاوے کہ معلوم ہو سکے کہ اڈیٹر صاحب نے کس غیظ وغضب کی حالت میں لکھا ہے۔ اور وہ یہ ہیں

آج مسیح موعود کی مخالفت میں اندھے..جو شخص اس عقل کا مالک ہو اس کے مرفوع القلم اور قابل علاج ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے

فاتح قادیان جناب مولوی ثناء اللہ صاحب پر بھی بہت کچھ لے دے کر گئے ہیں کہ انہوں نے میرا مضمون کیوں چھاپا،..

چونکہ میرے مخاطب مولوی محمد علی صاحب ہیں اس لئے میں اس جواب کا ذمہ وار انہی کو قرار دے کر اونہی کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ غور سے سنیں

۱۔ جنگ مقدس کے صفحہ ۱۲۹ کی پوری عبارت یوں ہے

واضح رہے کہ ہم حضرت مسیح کی اس زندگی کی خصوصیت کو ہرگز نہیں مانتے بلکہ ہمارا یہ مذہب موافق کتاب وسنت کے ہے جو ہمارے نبی ﷺ سب سے زیادہ حیات اقوی اور اعلی رکھتے ہیں اور کسی نبی کی ایسی اعلی درجہ کی حیات نہیں ہے جیسی آنحضرت ﷺ کی۔ چنانچہ میں نے کئی دفعہ آنحضرت ﷺ کو اسی بیداری میں دیکھا ہے، باتیں کی ہیں مسائل پوچھے ہیں۔ اگر حضرت مسیح زندہ ہیں تو کیا کبھی کسی نے آپ لوگوں میں سے بیداری میں اون کو دیکھا ہے۔

اور اسی مضمون کا مرزا صاحب کا ایک شعر بھی نقل کرتا ہوں

یاد کن روزے کہ بنمودی بہ بیداری مرا
آں جمالے آں رخے آں صورتِ رشک بہار

ناظرین! خدارا انصاف، اس ساری عبارت میں مکاشفہ کا کہیں اشارہ تک بھی ہے؟ اور بیداری کے ساتھ لفظ، اسی، کیا کہہ رہا ہے۔ پھر لفظ مکاشفہ اپنی طرف سے لگا دینا ایمان کا خون کرنا نہیں تو کیا ہے۔

علاوہ بریں مولوی صاحب فرماویں کہ مکاشفہ میں کچھ دیکھنا، دیکھنے والے کی طاقت روحانی اور علوئے مرتبت ظاہر کرتا ہے یا اس شئے کی جو دیکھی جاوے۔ جیسے مرزا صاحب نے فرمایا کہ آنحضرتﷺ کا معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ جب کشف کے کئی درجے ہیں تو بلحاظ قابلیت دیکھنے والے کے ہوں گے یا مطابق حیثیت اس شئے یا امر یا انسان کے جو دیکھا جاوے۔ اگر آنحضرتﷺ کا معراج بقول مرزا صاحب اعلیٰ درجہ کا کشف تھا تو یہ اعلیٰ درجہ آنحضرتﷺ کو حاصل ہوا تھا دیکھنے کا نہ کہ خدا اور فرشتوں اور بہشت و دوزخ کو جو دیکھے گئے تھے۔ علاوہ بریں اگر ہم اس مکاشفہ کو صحیح مانیں کہ مرزا صاحب نے زمین و آسمان پیدا کئے تو جو چیز مکاشفہ میں نظر آوے اون کے وجود کی بھی ضرورت نہیں۔ چہ جائے کہ مرزا صاحب آنحضرتﷺ کو مکاشفہ میں دیکھنے سے اون کے اعلیٰ درجہ کی زندگی کا ثبوت دیں کیونکہ مرزا صاحب کے پیدا کردہ زمین و آسمان کا کہیں وجود نہیں (گھر کا چھپر مراد ہوگا پھر کیوں وجود نہیں۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)

ناظرین! خدا کے واسطے غور فرماویں کہ یہ من گھڑت معنی کر کے اڈیٹر صاحب (پیغام صلح) نے مولوی (محمد علی) صاحب کو کس قدر سرخ روئی بخشی

باقی رہا اہل حدیث کے بزرگوں کا اختلاف، سو وہ ایک جھوٹے مسیح کی تکذیب کیلئے ضروری ہے کیونکہ آنحضرتﷺ نے فرمایا ہے

ولتذ هبن الشحناء و التبا غض و التحاسد (مشکوۃ باب نزول المسیح) یعنی سچے مسیح کے زمانے میں لوگوں کے بغض وحسد سب دور ہو جائیں گے

ہمیں کیا ضرورت کہ لوگوں کے بغض وتحاسد دور کرنے کی بے فائدہ کوشش کریں کیونکہ حضرت عیسیٰ کے آنے تک انکا وجود ضروری ہے تاکہ وہ اس کو رفع کریں۔

مگر مرزائی صاحبان پر ہمیں رحم آتا ہے کہ انہوں نے تیلی بھی کیا اور روکھا بھی کھایا

مولوی محمد علی صاحب اخبار پیغام صلح مطبوعہ ۲۶ فروری میں، میاں صاحب

کی دعوت طعام بخیال مصالحت، کی خط و کتابت چھاپتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ تحریک کی کہ جماعت کو موجودہ رنگ تفرقہ سے بڑا نقصان پہنچ رہا ہے کوئی ایسی صورت اختیار کی جاوے کہ موجودہ اختلاف کے باوجود بھی باہمی بغض اورنفرت دور ہو جائے ... جناب میاں صاحب یہ بھی پسند نہیں کر سکتے کہ وہ ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھائیں، یا ان کے مرید ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھائیں ...اتفاق کی صورت تو یہی تھی کہ دونوں فریق میں باہمی تنفر کم ہوتا... حالانکہ خود میاں صاحب اسی رقعہ میں اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ فتنہ دور کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بیٹھنا .... جب تک فتنہ دور نہ ہو اس وقت تک دعوت قبول نہیں ہوسکتی ... بلکہ مولوی شیر علی صاحب کو یہ کہا تھا کہ اگر مجالست مواکلت کی حرمت کے فتوے کو میاں صاحب کو دور کر دیں تو میں اسی وقت ان کا کھانا کھا کر جاؤں گا مگر اس کو دور کرنا میاں صاحب نے پسند نہ کیا ... یہ بھی کہا کہ پانچ سال باہمی تنفر... میں صرف ہوئے ہیں۔ وغیرہ

مولانا! آپ نے مجھے ناخواندہ مہمان کا خطاب تو دے دیا، لیکن کیا آپ ان اخوان ...کو ہدایت کریں گے کہ وہ میرے مسلمان بھائیوں کو جیسے نائی آئینہ دکھلاتا ہے درثمین کی درشن کرانے سے باز آجائیں۔ اور اگر ان کو آزادی ہے تو میرا بھی حق ہے کہ اپنے سیدھے سادھے مسلمان بھائیوں کے بچاؤ کے واسطے آپ کے مذہب کی اور اس کے بانی کی قلعی کھولتا رہوں۔

اخیر میں یہ عرض ہے کہ آپ نے مجھے مولوی لکھا ہے۔ میں مولوی نہیں ہوں بلکہ علماء اسلام کی خاکپا ہوں اور اردو وانگریزی سے کسی قدر مس رکھتا ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ مئی ۱۹۱۹ء مطابق ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ جلد ۱۶ نمبر ۲۶ ص ۳۔۴)

# چودھویں صدی کا امام الزمان

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ ہے کہ بموجب حدیث

انّ اللّه يبعث لهذه الامّة على رأس كلّ مأة سنة من يّجدد لها دينها۔

چودھویں صدی کا مجدد میں ہوں۔ کیوں کہ میں نے دعویٰ کیا ہے۔ اگر میں نہیں، تو بتاؤ اور کس نے دعویٰ کیا ہے۔ اگر میں نہیں تو بتاؤ اور کس نے دعوی کیا ہے۔ میں امام الزمان ہوں۔ اور حَکَم اور عدل ہو کر آیا ہوں۔ جو مجھے نہ مانیگا۔ جاہلیت کی موت مرے گا۔

اول تو مرزا صاحب کے مذہب کے مطابق یہ حدیث نہایت ضعیف ہے۔ اُن کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے دمشق میں نازل ہونے کی حدیث اس وجہ سے ضعیف ہے کہ صرف صحیح مسلم میں ہے، صحیح بخاری میں نہیں۔ گویا بخاری نے اس کو ضعیف سمجھ کر چھوڑ دیا ہے اور یہ حدیث مجدد والی تو نہ بخاری میں ہے، نہ مسلم میں۔ اس لئے بالکل ہی ضعیف ہے۔

دوم آنحضرتؐ فرما رہے ہیں کہ مجدد میری امت کے واسطے پیدا ہوا کرینگے جو اُس کے دین کو تازہ کیا کرینگے۔ پس ۱۳۰۰ھ میں آنحضرت ﷺ کی امت نے کون سے مذہبی فرائض ترک یا فراموش کر دیئے تھے کہ لاکھوں کی تعداد میں ہر سال حج کرنے والی امت کے لئے ایک تارک الحج مجدد کی ضرورت لاحق ہوئی۔ تا کہ ایک برا نمونہ قائم کرے۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

ہم چراغ لے کر تلاش کریں تو ہمیں کوئی ایسا فریضۂ دین نظر نہیں آتا جو ترک یا فراموش ہو چکا تھا اور مرزا جی نے اُسے آ کر زندہ کیا۔ برخلاف اس کے مرزا جی نے جس قدر خدا اور رسول کے احکام کے خلاف کا وہ سوا اشجع الناس کے دوسرے کا کام نہ تھا۔ سب سے بڑی تجدید یہ کی کہ آنحضرت ﷺ کو خدا اور لوگوں کو ان کا بندہ بنا کر مٹے ہوئے شرک کی تجدید کی اور اسلام میں ایک پاک تثلیث قائم کی۔

آپ کا دعوی ہے کہ میں حَکَم اور عدل ہوکر آیا ہوں میرا فیصلہ قبول کرو۔ اگر اون کے حکم الہام یا وحی کی بنا پر ہوتے تو ہر جگہ ہر ایک ہی ہوتے نہ کہ ایک جگہ کچھ دوسری جگہ کچھ۔ مثلاً دیکھئے "سرمۂ چشم آریہ" میں مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کو جن کا قول حالی صاحب نے یوں منظوم کیا ہے۔

سب انساں ہیں واں جس طرح سرفگندہ
اُسی طرح ہوں میں بھی ایک اس کا بندہ

ان کو ظلی خدا بنانے کی کوشش فرما رہے ہیں (ضمناً اپنی بڑائی مدنظر ہے کیوں کہ آپ ہی ہیں) لکھتے ہیں:

"سو جب کہ نفس پاک محمدی اپنی شدت قرب اور نہایت درجہ کی صفائی کی وجہ سے وَتر کی حد سے آگے بڑھا۔ اور دریائے الوہیت سے نزدیک تر ہوا تو اس ناپید کنار دریا میں جا پڑا اور الوہیت کے بحر اعظم میں ذریعہ بشریت گم ہوگیا۔" (سرمہ چشم آریہ حاشیہ، صفحہ ۱۶۲)

"ایسا ہی اشارہ اس دوسری آیت میں پایا جاتا ہے....

قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمة اللہ.... اب ظاہر ہے کہ بنی آدم آنحضرت ﷺ کے تو بندے نہیں ہیں۔ بلکہ سب نبی اور غیر نبی خدا تعالیٰ کے بندے ہیں لیکن چونکہ آنحضرت ﷺ کو اپنے مولیٰ کریم سے قرب اتم حاصل تھا سو یہ سخن بھی مقام جمع سے سرزد ہوا۔"

(سرمہ چشم آریہ حاشیہ، صفحہ ۱۶۷)

امام الزمان وحَکَم صاحب نے عبادی کی یٓ کو خلاف موحدین آنحضرت ﷺ کی طرف پھرایا ہے اور عباد کے معنی بندے ہی کے کئے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ یٓ کا آنحضرت ﷺ کی طرف پھرانا غلط ہے۔ یہ معنی صریح خلاف ہیں آیت

ما کان لبشر أن یؤتیه اللّٰه الکتاب والحکم والنّبوّة ثم یقول للنّاس کونوا عبادا لی من دون اللّٰه ولکن کونوا ربّانیین

(پ۳، ع:۱۶)

سرمۂ چشم آریہ میں تو مرزا صاحب نے یاعبادی کے معنی کئے "اے

آنحضرت ﷺ کے بندو' اور آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۱۸۹-۱۹۲ پر لکھتے ہیں:

"اسی مرتبہ کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ.. الخ یعنی کہہ اے میرے غلامو! اب اس آیت میں بجائے یا عباداللہ کے جس کے یہ معنی ہیں کہ کہہ اے خدا تعالیٰ کے بندو یہ فرمایا کہہ ائے میرے غلامو!... جو شخص نجات چاہتا ہے۔ وہ اس کا غلام ہو جائے یعنی ایسا اس کی اطاعت میں محو ہو جائے کہ گویا اس کا غلام ہے.... جاننا چاہئے کہ عبد کا لفظ لغت عرب میں غلام بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ لعبد مؤمن خیر من مشرك...اس مقام پر اون کور باطن موحدوں پر افسوس آتا ہے .... کہ ان کے نزدیک یہ نام کہ غلام نبی ،غلام رسول ... غلام احمد ...شرک میں داخل ہیں۔ اور اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ مدارِ نجات یہی نام ہیں۔"

ناظرین! آپ نے حَکَم صاحب اور امام الزمان کے فیصلوں کا نمونہ ملاحظہ فرمایا جو کہتے ہیں میں ہی مجدد ہوں کیوں کہ میں نے دعویٰ کیا ہے۔ اب آپ انصافا فرماویں کہ

(۱): ۱۳۰۰ میں یعنی صدی کے سر پر ایسے نایاب حَکَم کی ضرورت تھی یا نہیں

(۲) جس شخص نے ایسے حکم کو نہ مانا وہ قطعی جہنمی ہوکر جہالت کی موت مرا یا نہیں۔

(۳) یا عبادی کی ی کو خدا تعالیٰ کی طرف سے پھرا کر آنحضرت ﷺ کی طرف لے جانا شرک سے لوگوں کو آلودہ کرنا ہے یا نہیں؟

یہ ہے مرزا صاحب حکم عدل کا فیصلہ۔

آہ! کب تک مرزائی صاحبان مرزا صاحب کے ہزار ہا کھلے کھلے نشان دیکھ کر اُن سے انکار کرتے رہیں گے۔ یہی شکایت آنجہانی کو تھی اور یہی مجھے ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۵ر شعبان ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۶-مئی ۱۹۱۹ء امرتسر ص:۵-۶)

# مرزا صاحب کے ذرائع معلومات اور مبلغ علم

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ا: جو کچھ اس عاجز کو رؤیا صالحہ اور مکاشفہ اور الہامات صحیحہ صادقہ سے حصہ وافر نبیوں کے قریب قریب دیا گیا ہے وہ دوسروں کو تمام حال کے مسلمانوں میں سے نہیں دیا گیا ۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۲۸۶)

۲۔ مجھے اس نے اپنے فضل وکرم سے اپنے خاص مکالمہ سے شرف بخشا ہے (جنگ مقدس۔ص۔۵۱)

۳۔ خدا تعالی مجھ سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے بسا اوقات سوال اور جواب کا سلسلہ منعقد ہو جاتا ہے (ضرورۃ الامام۔ص۱۳)

۴۔ ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ بعض موقعوں پر بیس بیس دفعہ یا پچاس پچاس دفعہ یا قریباً تمام رات یا قریباً تمام دن (نزول المسیح ۔ص ۹۴)

۵۔ علم غیب پر مجھے اس طرح قابو حاصل ہے جس طرح سوار کو گھوڑے پر ہوتا ہے (ضرورۃ الامام ۔ص۱۳)

۶۔ میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں کوئی جو اس عاجز کا مقابلہ کر سکے (ضرورۃ الامام)

۷۔ اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربہ سے یہ معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر قت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلا فصل ملہم کے تمام قوی میں کام کرتی رہتی ہے۔ (دافع الوساوس)

۸۔ میں نے کئی دفعہ آنحضرت ﷺ کو اسی بیداری میں دیکھا ہے باتیں کی ہیں مسائل پوچھے ہیں (جنگ مقدس۔ص ۱۲۹)

۹۔ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسے توریت وانجیل اور قرآن کریم پر۔

۱۰۔ میں آنحضرت ﷺ کی کلام خود انکے منہ سے ...بغیر انتظار کے سنتا ہوں (ص ۱۵ آئینہ کمالات اسلام)

۱۱۔ مجھے قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس بیان میں

صدق ہوں کہ بار ہا عالم کشف میں میں نے ملائک کو دیکھا ہے اور ان سے بعض علوم اخذ کئے ہیں ان سے گذشتہ یا آنے والی خبریں معلوم کی ہیں جو مطابق واقع تھیں (دافع الوساوس)

۱۲۔ بعض دن ایسے گذرتے ہیں کہ الہام بارش کی طرح برستے ہیں۔

(ص ۳۵۵ آئینہ کمالات اسلام)

۱۳۔ اندریں حال وحی کرد بسوئے من پروردگار آنچہ کرد درساعت ندائے او را لبیک گویاں برخواستم پس او مرا خبر داد از آنچہ شدہ وخواہد شد (آئینہ کمالات اسلام)

ترجمہ: اس حالت میں خدا نے مجھ پر وحی بھیجی جو کچھ بھی وہ تھی میں فوراً حاضر جناب کہہ کر کھڑا ہو گیا پس خدا نے مجھے زمانہ گذشتہ اور زمانہ آئندہ کے کل حالات سے اطلاع دی۔

سوال: مرزا جی کی جناب کی عمر شریف ماشاء اللہ کتنی ہے۔

جواب: الہام ہوا کہ ۸۰ سال کے قریب یا ۸۰ سال سے چند سال زیادہ۔ نعمت اللہ ولی کی پیش گوئی جو میرے ہی حق میں ہے اس کی موید ہے۔ اس کے علاوہ بذریعہ وحی اللہ تعالی نے اطلاع دی ہے کہ موت کے ۲ سال کے اندر مجھے جوانی عطا ہو گی جس کی نظیر عالم میں نہیں ملتی۔

**اصل واقعہ۔** مرزا صاحب قادیانی ۶۵ سال چند ماہ کی عمر میں اپنے الہام کنندہ کی آغوش میں اسی سفید ریش کے ساتھ جا بیٹھے

سوال: مرزا جی کیا آپ کو فریضہ حج ادا کرنا نصیب ہو گا؟

جواب: ضرور مگر حسب فرمودہ رسول ﷺ اس وقت جب دجال یعنی پادری اسلام کی طرف راغب ہو کر میرے ساتھ جاویں گے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے دجال اور مسیح موعود کو اکٹھے طواف کرتے دیکھا تھا۔

**اصلیت واقعہ:** خدا نے اس سرزمین کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قدم سے پاک ہی رکھا

سوال ۳۔ مرزا جی! کیا محمدی بیگم آپ کے عقد نکاح میں آوے گی؟

جواب: ہاں ضرور۔ مگر چاہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جاویں گی تو کیا

یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جاویں گے۔ ان بیوقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی۔ نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے۔

**اصلیت واقعہ:** گیارہ سال ہو گئے کہ مرزا صاحب اپنے روشن چہرے والے ملہم سے جا ملے اور ہمیں ان کا چہرہ دیکھنا نصیب نہ ہوا محمدی بیگم اپنے خاوند کے گھر آباد ہے۔

سوال ۴: مرزا جی! آپ کا دعوی ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور حضرت عیسی کے وجود نے میری ذات میں ظہور اور تجلی کی۔ یہ تو فرمائیے آپ کی پہلی قبر کہاں ہے؟

جواب: حضرت عیسی کی قبر گلیل ملک شام میں ہے مگر حکیم نورالدین کہتے ہیں کہ سری نگر ملک کشمیر میں ہے۔

سوال ۵: محمدی بیگم کے بطن سے آپ کی اولاد مقدر ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں مقدر ہے آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کہ حضرت عیسی جب نازل ہوں گے تو شادی کریں گے اور ان کے اولاد ہوگی وہ میری اسی بیوی کی نسبت ہے۔

**اصلیت واقعہ:** نتیجہ سب کو معلوم۔

سوال ۶: قادیان میں طاعون پڑے گا؟

جواب: نہیں انّہ آوی القریۃ خدا قادیان کے گاؤں کو طاعون سے پاک رکھے گا

**اصلیت واقعہ:** صرف دو ماہ میں ۳۱۴۔ اموات قادیان میں طاعون سے ہوئیں۔

سوال ۷: ڈاکٹر عبدالحکیم خان آپ کا دشمن جس نے آپ کا نام دجال رکھا ہوا ہے اس کا انجام کیا ہوگا۔

جواب: میری آنکھوں کے سامنے اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا فرشتے اس کے واسطے کھنچی ہوئی تلواریں لئے کھڑے ہیں۔

**اصلیت واقعہ:** ڈاکٹر صاحب بخیر وخوبی اب تک زندہ ہیں اور مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کر گئے۔

سوال ۸: مولوی محمد حسین جو بقول آپ کے آپ کو کافر ملحد زندیق اور دجال کہتے ہیں ان کا انجام کیا ہوگا؟ انہوں نے آپ کو فحش گالیاں دی ہیں۔ شرم پر حملہ کیا ہے۔

جواب: وہ ذلیل ہوگا انّی مھین من اراد اھا نتك اسی کی نسبت الہام ہوا ہے۔اس کا انجام خطرناک ہے وہ ان بہتانوں کے ساتھ کب تک جیئے گا۔کب تک خدا کے ساتھ لڑائی کر کر موت سے بچتا رہے گا خدا تعالی کا ذب کے نقش ہستی کو مٹا دیتا ہے ایک ہی ہے جو اس کو بحالت نہ باز آنے کے ہلاک کرے گا۔

**اصلیت واقعہ:** مرزا جی گیارہ سال ہوئے مولوی صاحب کے سامنے فوت ہو چکے اور مولوی محمد حسین صاحب اب تک بخیر وخوبی زندہ ہیں اور مرزا جی کے خلاف تصانیف میں مصروف ہیں۔۸۰ سال سے زیادہ عمر پا چکے ہیں۔

سوال ۹: مرزا جی بشیر موعود فرزند خود کی بابت آپ کی کیا معلومات ہیں؟

جواب: ساری بشارت بیان کرنے کے لئے بڑا وقت چاہیے مگر مختصر یہ کہ خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ میں عنقریب تجھ کو ایک لڑکا عطا کرونگا۔اس کا نام عمانوایل اور بشیر ہے خوبصورت عقل مند...مبارک، طیب اور پاک، دین کی مدد کرے گا۔بیماروں کو اچھا کرے گا۔اس کے سانس میں شفا ہوگی۔سچ ظاہر ہوگا۔باطل کا فور ہوگا۔میری قدرت اور عظمت ظاہر کرے گا۔دین کو سر بلند کرے گا۔مردے قبروں سے نکل آئیں گے۔ کلمۃ اللہ، حسین، ذہین، دل اس کا علم سے پر، جیسے خدا آسمان سے اتر آیا، چار دانگ عالم میں اس کی دھوم ہو جائے۔وغیرہ

**اصلیت واقعہ:** یہ لڑکا بچپن میں فوت ہو گیا۔

سوال ۱۰: اچھا مولوی ثناء اللہ جو آپ کو ہمیشہ اپنے پرچہ اہل حدیث میں یہ اور یہ کہتے ہیں، وہ آپ سے پہلے فوت ہوں گے یا پیچھے؟

جواب: ہاں ہاں میں سمجھ گیا وہی شخص جو مجھے چوروں ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتا ہے اور مشہور کرتا ہے کہ میں درحقیقت مفسد کذاب دکاندار مفتری اور نہایت درجہ کا برا آدمی ہوں اور ایسی تہمتوں سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور میری عمارت کو جو خدا نے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے منہدم کرنا چاہتا ہے۔یہ وہی شخص ہے اس کی نسبت پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے ضرورۃ الامام کا صفحہ ۱۱ پڑھ لو جہاں میں نے صاف لکھ دیا ہے کہ امام الزمان کی دعا سے ملاء اعلی میں ایک شور پڑ جاتا ہے۔آسمانوں میں ایک دردناک غلغلہ پیدا ہو کر ملائک میں اضطراب ڈالتا ہے۔پھر خدا تعالی کی طرف سخت توجہ کی گرمی آسمان

میں کچھ بنانا شروع کر دیتی ہے اور تقدیریں بدلتی ہیں اور یہ تمہیں معلوم ہے کہ اس شخص کے ہاتھ سے تنگ آ کر میں امام الزمان کس تضرع اور زاری سے اس کی موت کے لئے دعا کر چکا ہوں۔

**اصلیت واقعہ:** مرزا جی کو خبر نہ تھی کہ اس عمارت کو منہدم کرنے والا اسی طرح بفضل خدا براجے گا اور عمارت کا تعمیر کنندہ پہلے چل دے گا، ورنہ اول تو یہ دعا نہ کرتے اگر کر بیٹھے تھے تو اس کی منسوخی کا اشتہار دے دیتے مرزا صاحب آئینہ حق؟ کے صفحہ ۲۴۲، ۲۴۴ پر لکھتے ہیں

> مومن پر ایک بڑا بھاری فضل ہوتا ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اگر قبول کرنا مومن کے حق میں بہتر نہ ہو تو کم سے کم یہ ہوتا کہ مومن کو نرمی اور محبت کی راہ سے بذریعہ محبّانہ مکالمہ کے اس پر اطلاع دی جاتی ہے۔
>
> پھر یہ کیا غضب ہو گیا کہ مرزا جی مومنوں میں بھی شمار نہ ہوئے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ مئی ۱۹۱۹ء۔ ۲۵ شعبان ۱۳۳۷ء نمبر ۲۹ جلد ۱۶ ص ۳-۴)

## دعوت مباحثہ منظور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ سے مرزائیوں کی دونوں پارٹیوں میں بحث سرگرم جاری ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا یا نہیں۔ ہم اس پارٹی کی تائید میں ہیں جو کہتی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اس لئے ہم نے دونوں پارٹیوں کو چیلنج دیا تھا کہ "لاہوری پارٹی جو منکر نبوت مرزا ہے وہ مقابل میں آئے تو نبوت مرزا پر ہم سے بحث کرلے۔ ہم اگر ثابت کردیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا تو آپ کو مرزا صاحب قادیانی کے حق میں وہی فتویٰ ماننا پڑے گا جو آپ لوگوں نے مدعی نبوت کے لئے لکھا ہے یعنی دجال۔

اور اگر قادیانی پارٹی آئے تو چونکہ وہ خود مدعی نبوت مرزا ہے، اس لئے اس سے اِس مضمون پر بحث ہوگی کہ بعد آنحضرت ﷺ کے دعویٰ نبوت غلط بلکہ علامت

دجالیت ہے۔''

یہ مباحثہ چونکہ اصولاً فیصلہ کن اور معقول بھی ہے اس لئے دونوں پارٹیوں کے اخباروں نے اس کی قبولیت کا اعلان کیا ہے۔ مگر دونوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ یہ مضمون فریقین کے اخباروں میں چھپے۔ ہم اِس شرط کو منظور کرتے ہیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ اس بحث کے فیصلہ کے لئے مسلمہ منصف مقرر ہو۔ اور حسب قاعدہ پہلے اور پیچھے پرچہ مدعی کا ہو۔ پھر چاہے فریقین کے پانچ پرچے ہوں یا سات یا جتنے قرار پا جائیں۔

ہماری اِس شرط سے کوئی احمدی جو مرزا صاحب قادیانی کی تعلیم اور تصنیف سے واقف ہوگا انکار نہ کرے گا کیوں کہ منصفوں سے فیصلہ کرانا خود مرزا صاحب کئی ایک جگہ لکھ چکے ہیں بلکہ مالی تاوان دینا بھی منظور کر چکے ہیں (ہو براہین احمدیہ صفحہ ۲۴ وغیرہ)

پس اگر ان دونوں پارٹیوں نے اس مباحثہ کی منظوری واقعی دلی ارادہ سے دی ہوگی تو جس طرح ہم نے اون کی شرط منظور کر لی ہوگی، وہ بھی ہماری شرط منظور کر لیں گے۔ ورنہ کہا جائے گا۔

بہانہ کرتا ہے ساقیا کیا نہیں ہے شیشے میں مئے کا قطرہ
خدا نے چاہا تو دیکھ لیں گے ترا سبو بھی نہیں رہے گا

(اہل حدیث جلد ۱۶۔ نمبر ۳۱۔ مورخہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۷۔ جون ۱۹۱۹ء ص:۱-۲)

## مسیح موعود کا کتب فروشی میں کمال

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

کہتے ہیں کہ کوئی ایرانی یا کابلی، قادیاں گیا تھا۔ واپسی پر لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ:

چہ دیدی؟

کہا کہ

''پیغمبر کتب فروشاں ست''

ذیل میں مرزا جی کے ایک اشتہار کے اقتباسات بطور نمونہ درج کرتا ہوں۔ جس سے

ناظرین معلوم کرینگے کہ اُس غریب کا تخمینہ میں مبالغہ نہ تھا۔

## اشتہار کتاب آئینہ کمالات اسلام

یا ایھا الذین اٰمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم اے ایماندارو اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کروتو وہ تمہاری مدد کرے گا۔

اے عزیزان مددِ دین متین آں کارست
کہ بصد زہد میسر نہ شود انساں را

واضح ہو کہ یہ کتاب جس کا نام نامی عنوان میں درج ہے۔ ان دنوں میں اس عاجز نے اس غرض سے لکھی ہے۔ اور میں اس بات سے شرمندہ ہوں۔ کہ میں نے یہ کہا میں نے اس کولکھا ہے کیوں کہ میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اول سے آخر تک اس کے لکھنے میں آپ مجھ کو عجیب درعجیب مددیں دی ہیں اور عجیب لطائف اور نکات اس میں بھر دیئے ہیں کہ انسان کو معمولی طاقتوں سے بہت بڑھ کر ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اس نے اپنا ایک نشان دکھلایا ہے......اگر مجھے وسعت ہوتی تو میں تمام جلدوں کو مفت للہ تقسیم کرتا۔

عزیزو یہ کتاب قدرت حق کا ایک نمونہ ہے اور انسان کو معمولی کوششیں خود بخود اس قدر ذخیرہ معارف کا پیدا نہیں کرسکتیں اس کی ضخامت ۶۰۰ صفحہ کے قریب ہے۔ اور کاغذ عمدہ اور کتاب خوشخط...اس میں علاوہ حقائق ومعارف قرآنی اور لطائف کتاب رب عزیز کے ایک وافر حصہ ہے...

آخر میں یہ بات بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفع جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت مجھ کو ہوئی۔ اور آپ نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی اور ایک رات یہ بھی دیکھا کہ ایک فرشتہ بلند آواز سے لوگوں کے دلوں کو اس کتاب کی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے

ھذا کتاب مبارك فقوموا للاجلال والاکرام یعنی یہ کتاب مبارک ہے۔ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوجاؤ۔ اب گذارش مدعا یہ ہے کہ جو صاحب اِس کتاب کوخریدنا چاہیں وہ بلاتوقف......

خاکسار غلام احمد از قادیاں، ضلع گرداسپور، پنجاب''

ناظرین اس اشتہار کی ازروئے عقل ونقل پڑتال کی جائے۔ اگر اشتہار سچا ہے تو کتاب فروش سچا اور کتاب قابل قدر اور اگر اشتہار جھوٹ کا تھیلہ ہے تو کتاب فروش اور کتاب معلوم۔

اس میں درج ہے کہ اس کتاب کی تحریر کے وقت دو دفعہ آنحضرت کی زیارت نصیب ہوئی اور انہوں نے اس کتاب کی تالیف پر بہت مسرت ظاہر کی۔ اس کتاب کے صفحہ ۲۱۷ پر مرزا جی لکھتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آنحضرت کے ہاتھ میں یہ کتاب ہے اور انگشت مبارک اُس جگہ رکھی ہوئی ہے۔ جہاں میں نے آپ کی اور آپ کے اصحاب کی تعریف کی ہے۔ اور تبسم کر کے فرماتے ہیں یہ میرے واسطے اور یہ میرے صحابہ کے واسطے۔

مرزا جی نے آنحضرت ﷺ کو بھی اپنی طرح اپنی مدح پر پھول جانے والا قیاس کیا۔ کسی شخص نے حضرت عثمان غنیؓ کی تعریف کی تو مقداد نے اس کے منہ میں مٹی ڈال دی آپ نے وجہ دریافت کی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا حکم

اذا رائیتم مداحین فاحثوا فی وجوهھم

(جب تم مدح کرنے والوں کو دیکھو تو اون کے مونہوں میں مٹی ڈالو)

سنا دیا۔

(۲) آنحضرتؐ تو اُمّی تھے۔ اور زندگی میں لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ بعد وفات آئینہ کمالات کو جو ابھی لکھی جا رہی تھی کس طرح پڑھ لیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں آنحضرتؐ کو فرماتا ہے

قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب.. الآیۃ۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر۔

پھر بعد وفات آنحضرت ﷺ عالم الغیب کس طرح ہو گئے۔ پس ثابت ہوا کہ مرزا جی کا آنحضرت کی زیارت اور مسرت کا قصہ خلاف ہے قرآن وحدیث کے۔

(۴) فرشتہ کا قصہ بھی کوئی کٹا شیعہ مانے تو مانے، اہل سنت تسلیم نہیں کر سکتا کہ بھیجا تو

جاوے خریداروں کی طرف اور جا پہونچے کتاب فروش کے پاس اور پھر ضلع گرداسپورہ میں جا کر عربی زبان میں لوگوں کو کہے کہ اٹھو اور فلاں کتاب کی تعظیم کرو۔ یہ خلاف ہے عقل کے۔

(۵) مرزا جی اِس کتاب (آئینہ کمالات اسلام) کے صفحہ ۵۳۲ پر لکھتے ہیں:

''ازیں دنیا جز دونان خشکے وکوزۂ آبے نمیخواہم''

اور صفحہ ۵۳۳ (آئینہ کمالات اسلام) پر لکھتے ہیں:

''امروز دنیا وحیات دنیا ومال ودولت وے را در دیدۂ من بیش از مردارے مرتبتے ووقعتے نیست''

اور پھر اُسی مراد کے واسطے ایسے اشتہار گھڑتے ہیں اور اتنی وقعت اُس کتاب کو دیکر ایسے گرتے ہیں کہ اُس کی تعریف میں کاغذ عمدہ اور کتاب خوشخط بھی تحریر فرماتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی مضمون کے لحاظ سے نہ خریدے تو کاغذ اور لکھائی کی عمدگی کے لحاظ سے ہی خرید لے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

(۶) مضمون کتاب سے تو لوگ واقف ہی ہوگئے ہونگے۔ وہی آسمانی منکوحہ کا رونا۔ وہی مولوی محمد حسین کے ہاتھ سے فریاد۔ وہی بڑائی کے الہامات اور بقول شخصیکہ

وہی فرقت کی بیماری جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے

جو پہلی کتابوں کا لب لباب وہی اس کا۔ ہاں ایزادگیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میں عشاء کی نماز پڑھ چکا تھا اور جاگ رہا تھا۔ دروازے پر کسی نے دستک دی۔ نزدیک جانے پر معلوم ہوا کہ پنجتن پاک ہیں۔

جن مریدوں کے آمنا وصدقنا کہتے جانے پر مرزا جی کا حوصلہ ایسا بڑھتا گیا وہ بروز قیامت اپنے امام کے ساتھ ہونگے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ العلی العظیم۔

(اہل حدیث جلد ۱۶۔ نمبر ۳۱۔ مورخہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۷-جون ۱۹۱۹ء ص:۲-۳)

# دیوبند اور قادیاں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ایام طالبعلمی میں ہندوستانی مدارس میں ہم سنا کرتے تھے۔ کہ پنجابی صرف و نحو میں بہ نسبت دیگر ہندوستانیوں کے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ مگر ایک عیب بھی ان میں ہوتا ہے کہ مبادی کو مقاصد بنا لیتے ہیں۔ یعنی علم صرف ونحو دیگر علوم دینیہ کے لئے مبادی (خادم) ہیں اصل مقاصد علوم دینیہ ہیں پنجابیوں پر الزام تھا۔ کہ مبادی کو مقاصد جتنی بلکہ اون سے بڑھ کر اہمیت دیتے ہیں۔ یہی مثال ہے دیوبندی اور قادیانی نزاع کی۔ اصل مقصد مباہلہ اور مناظرہ تو خدا جانے کب ہوگا۔ کئی مہینے گذر چکے ہیں کہ شرائط کا تصفیہ ہونے میں نہیں آتا۔ ۱۰- جون کا اخبار الفضل قادیاں ہمارے سامنے ہے۔ اس میں بھی وہی شرائط کا جھگڑا۔ اس کے جواب میں غالبا دیوبند سے بھی ہاتھی کے دوکانوں کے برابر اشتہار نکلے گا۔ اس میں بھی وہی شرط شروط کا جھگڑا ہوگا۔

خاکسار اڈیٹر بھی بحیثیت تعلیم دیوبندی ہے۔ اس لئے میرا بھی حق ہے کہ اس نزاع میں دخیل ہوکر آخری مقطع غزل سناؤں۔ پس غور سے سنئے!

اِن دونوں فریقوں میں اِس مضمون کی اشتہار بازی ہے کہ پہلے مباحثہ ہو، پھر مباہلہ۔ اس کی شرط شروط پر جھگڑا ہے۔ سب سے بڑی نزاع قائم مقامی میں۔ فریق دیوبندی اڈیٹر الفضل سے (جو قادیانی تحریرات کا راقم ہیں) اپنے خلیفہ کی قائم مقامی کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور قادیاں سے اودھر کے راقم (مولوی عبدالسمیع صاحب) سے جملہ علماء دیوبند کی قائم مقامی کا مطالبہ ہوتا ہے۔ پھر کیفیت مباحثہ میں بھی جھگڑا ہے۔ میرے نزدیک اس کا فیصلہ بالکل آسان ہے۔ جو یہ ہے:

چونکہ اصل نزاع مرزا صاحب آنجہانی کی تصدیق اور تکذیب میں ہے۔ اس لئے مباحثہ ایسے مضمون پر ہو جو مرزائی نزاع میں فیصلہ کن ہو۔ جس میں محنت کم اور نتیجہ بہت ہو۔ اور فیصلہ کلی ہوسکے۔

میرے نزدیک وہ مسئلہ صرف ایک ہے۔ یعنی مرزا صاحب کا آخری فیصلہ جو

خاکسار کی موت کے متعلق ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو موصوف نے شائع کیا تھا۔

اِس مباحثہ کے لئے بحیثیت دیوبندی ہونے کے مَیں خود کو پیش کرتا ہوں۔ قائم مقامی کا سوال مجھ پر نہیں ہوسکتا کیوں کہ مرزا صاحب نے مجھ کو تمام مسلمانوں بلکہ تمام مخالفوں کا واحد قائم مقام سمجھ کر میری موت وحیات سے اپنے مشن کا فیصلہ شائع کیا تھا۔ میں چونکہ خود مرزا صاحب آنجہانی کا مدمقابل ہوں اس لئے اون کے کسی ماتحت سے مقابلہ مقابلہ کرنا میری کسر شان ہے۔ لیکن میں بغرض احقاق حق اس کسر شان کی پرواہ نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو دینی خدمت جان کر عام اعلان کرتا ہوں۔ کہ دیوبندی نزاع میں بحیثیت دیوبندی ہونے کے مَیں پیش ہوں قادیانی امت میں سے جس کا جی چاہے۔ سامنے آجائے۔

باقی شرائط قریب قریب وہی ہونگی۔ جو (مرزا قادیانی اور آتھم) کے مباحثہ میں تھیں، یہاں تک کہ مقام مباحثہ بھی امرتسر ہی ہوگا۔

ہاں یہ ضروری ہوگا کہ مباحثہ کے فیصلے کے لئے کوئی مسلمہ منصف ہو۔ جس کے فیصلے کے بعد مغلوب فریق کو ایک خاص رقم (جو بمشورہ فریقین مقرر ہوجائے) غالب فریق کو دینی ہوگی۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ میں اعلان کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو۔ ص:۲۴)

قادیانی دوستو!

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغِ رُخِ زیبا لیکر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶۔ نمبر ۳۲۔ مورخہ ۱۲ر شوال ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۱-جولائی ۱۹۱۹ء ص ۲۔۳)

# قادیانی قاعدہ یسرنا القرآن

جناب فاضل ایڈیٹر صاحب اہلحدیث زادمجدکم۔ السلام علیکم۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ میں احمدی یا قادیانی نہیں، بلکہ میں اس بات کا بھی قائل نہیں کہ قادیانی مشن نے اسلام کی کوئی خالص خدمت کی ہو جس میں اپنی غرض خاص

داخل نہ ہو۔ مگر قادیانی اخباروں میں عرصہ سے میں ایک اشتہار دیکھتا تھا جو تعلیم قرآن کے ایک قاعدے کے متعلق تھا۔ جس کا نام ہے ’’یسرنا القرآن‘‘ ۔اِس قاعدہ کی تعریف میں دریا بہائے جاتے تھے۔ جس سے میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ قادیانی مشن سے دینی خدمت تو نہیں ہوسکی شائد علمی خدمت ہی کچھ کی ہو۔ چنانچہ میں نے اپنے متعلقین بچوں کے لئے چار قاعدے منگائے .. پیکٹ کھولا۔ تو منہ سے نکلا

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

قاعدہ کا نام تو ہے یسرنا القرآن جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم قرآن کی سہولت کے لئے یہ قاعدہ تصنیف ہوا ہے مگر قاعدہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ قاعدہ تعلیم قرآن کے لئے نہیں بنا۔ بلکہ خدا معلوم کس غرض کے لئے بنا ہے۔ میرے خیال میں یہ قاعدہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیاں میں تعلیمی طریق سے واقفیت رکھنے والا شائد کوئی نہیں۔ اگر میں اِس دعویٰ کا ثبوت نہ دوں تو میرا دعویٰ بھی قادیانی دعوے کے مشابہ ہوگا۔ اس لئے بحوالہ صفحات مثالیں پیش کرتا ہوں۔

قاعدہ مذکورہ ۲۰/۳۶ کی تقطیع کے صفحہ ۵۲ پر ختم ہوا ہے۔ پہلے صفحہ پر نقطے اور بعض حروف لکھے ہیں۔ صفحہ ۲ پر حروف مکرر لکھے ہیں۔ مثلاً ح ح ج ج خ خ ذ ذ د د ب ا ث خ ث چند صفحات پر اسی طرح حروف مفردہ لکھ کر صفحہ ۵ پر مرکب حروف یوں لکھے ہیں:

ج جب جت ح حب خ خب خت وغیرہ ش شل شن شص ص صل صط وغیرہ کح کخ ہ ھر ھز وغیرہ ی خی جی حی کی وغیرہ (ص:۶)

تو ند، نذ، برو غیرہ فعف، فعق، غفر وغیرہ۔ یہ سب حروف عربی شکل میں بغیر اعراب کے لکھے ہیں۔ جو بچوں کو پڑھنے سخت مشکل ہیں۔ کیوں کہ جب اعراب نہ ہوئے تو کبھی وزبر پڑھیں گے اور کبھی پیش وغیرہ۔ علاوہ اس کے یہ حروف تعلیم قرآن میں کیا مفید ہیں؟ صفحہ ۷ پر لکھا ہے: بھر، بسز، جلد، واد وغیرہ۔ یہ حروف بھی اسی طرح بے اعراب ہیں اور غیر مفید ہیں۔ لطف یہ کہ صفحہ ۶ پر دو سطریں پوری یوں لکھی ہیں:

بننتنبنتثنبتیثہ بنثیئتثیئتثھیز فبغتغثقہ میکھلئفعقعھا مفلقلۃ معلوم نہیں کہ یہ ٹیڑھی سطریق قادیان کی سڑک طرح کس غرض کے لئے بنائی گئی ہیں۔ اور یہ کیا حروف ہیں اور بچوں کی تعلیم قرآن میں کیا مفید؟ اسی طرح صفحہ ۹ پر لکھا ہے بِہٖ۔ بَہَ۔

بُهُ۔ بَهَ۔ بَهَ۔ بُهَ وغیرہ۔ خِی خَیَ خُیُ وغیرہ۔صفحہ۱۰ضَكِ ضِكِ ضُكُ ضَكَ ضِكَ وغیرہ۔ هُم۔ مَهُ۔ تِهُ۔ هفت وغیرہ۔صفحہ۱۳پرفق۔ بق۔بَہ۔بَہ۔تَتٗ وغیرہ۔ یہ سب حروف تعلیم قرآن میں بالکل غیر مفید ہیں۔جس اوقات ضائع ہیں۔

عجیب بات یہ ہے کہ قاعدہ تعلیم قرآن کا ہے۔مگر صفحہ ۱۶ پر یہ حروف بھی لکھے ہیں۔
برتن، درجن،تکیہ،جلسہ، دلیہ، بندر،شکرم، بستر،نشتر،منتر وغیرہ معلوم نہیں۔ یہ حروف کس زبان کے ہیں۔اور تعلیم قرآن میں کہاں تک مفید ہیں۔

ان غلطیوں کے علاوہ ایک غلطی خاص قابل غور ہے کہ ص:۲۴ پر لکھا ہے۔
سنستدرجهم من حيث لا يعلمون۔ اسی طرح قریب نصف صفحہ کے متفرق آیات قرآنی لکھی ہیں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف اپنے خیال میں بچوں کو لیاقت کے اس مرحلے پر پہنچا چکا ہے کہ وہ آیات قرآنی پڑھ سکیں۔لیکن اسی کے ساتھ صفحہ ۵۲ پر لکھا ہے۔

”قاعدہ نمبر ۱۱۔ دوزبر دوزیر دو پیش کی پہچان کرائی جائے۔
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف نے صفحہ ۲۵ تک بچوں کو دو زبریں دو زیریں بھی نہیں بتائیں پھر صفحہ ۲۴ پر لمبی لمبی آیات لکھ کر بچوں کا ذہن کیوں پریشان کیا۔مختصر یہ ہے کہ یہ قاعدہ بجائے یسرنا القرآن کے عسرنا القرآن ہے۔اس سے تعلیم قرآن کو کچھ بھی فائدہ نہیں۔اس لئے میں ناظرین اہل حدیث کو اطلاع دیتا ہوں کہ قادیانی لچھے دار اشتہاروں کے دام میں نہ پھنسیں۔

من نہ کردم شما حذر بکنید

راقم خاکسار منیجر میڈیسن ایجنسی امرت سر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶۔نمبر ۳۲۔مورخہ ۱۲رشوال ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۱۔جولائی ۱۹۱۹ء ص ۳۔۴)

# احمدیوں کی باہمی چپقلش

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:
مرزا صاحب آنجہانی کا دعویٰ تھا کہ میں دنیا کے مسلمانوں ہی کی نہیں بلکہ

ساری دنیا کی اصلاح کرنے کو آیا ہوں (بہت خوب)
بلکہ یہ بھی دعوی تھا کہ میں اسلام کا اصل آئینہ ہوں اور میرے مرید اسلام کا اصل نمونہ ہیں (بہت خوب)
مگراس جماعت نے جو اسلام کا نمونہ دکھایا ہے وہ ناگفتہ بہ ہے۔
اِس سے پہلے کہ ہم ان کا عکس دکھاویں اسلام کا روئے زیبا دکھانا مقدم ہے کیوں کہ جب تک اصل چیز معلوم نہو، اس کے عکس یا تصویر کی اس سے مطابقت معلوم نہیں ہوسکتی۔ برادری کے متعلق اسلام کی تعلیم سے قرآن وحدیث بھری پڑی ہیں مگر ہم بطریق اختصار ایک آیت اور ایک دو حدیث سنا کر قادیانی عکس دکھا دینگے۔
قرآن مجید میں ارشاد ہے:

المؤمنون والمؤمنات بعضهم أولياء بعض

(یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے خیرخواہ ہیں اور ہونے چاہئے)۔
حدیث شریف میں آیا ہے:

المسلم اخ المسلم لايظلمه ولا يسلمه

(یعنی مسلمان ایک دوسرے کا بھائی ہے اوس کی آبروریزی نہ خود کرے نہ کسی سے کراوے)۔
ایک حدیث شریف میں ہے:

المسلمون كرجل واحد ان اشتكى عينه اشتكى كله ان اشتكى رجله اشتكى كله (یعنی سارے مسلمان ایک جسم کی طرح ہونے چاہئیں جس کی آنکھ دکھتی ہے تو سارا دُکھتا ہے۔ پیر دُکھتا ہے تو سارا دکھتا ہے۔")

یہ آیت اور حدیث جس وسیع مضمون کی طرف اشارہ کرتی ہے ناظرین اوسے سمجھ سکتے ہیں۔
قادیانی مشن کے ممبروں کا برتاؤں (دیگر مسلمانوں سے نہیں وہ تو اون کے نزدیک جس برتاؤ کے مستحق ہیں خدا خوب جانتا ہے۔ بلکہ باہمی اونکا برتاؤ) قابل دید اور شنید ہے۔
گذشتہ ایام میں پنجاب میں بعض نا اہلوں سے جو افعال سرزد ہوئے ہیں وہ ہندوستانی دنیا کے علاوہ بیرون ہندوستان میں بھی معلوم ہونگے جن کا انجام بھی سب کو معلوم ہے کہ یا تو پھانسی یا کالا پانی۔

ایسے ہنگامہ محشر میں جو نمونہ قیامت تھا ذرہ سی شکایت پر موت وحیات کا سوال آجاتا تھا۔ قادیانی اخبار الفضل نے بڑے شدومد سے مرات وکرات لاہوری گروہ کی جو قادیانی مشن کی دوسری پارٹی ہے۔ حکام تک سخت شکایت پہونچانے میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اون کے سرگروہوں کے نام لے لے کر اظہار کیا کہ یہ لوگ بلوائیوں کے ساتھ فلاں فلاں کام میں شریک رہے۔ اور اپنی پارٹی کی وفاداری کے گیت گاتے رہے۔ ہم ان تحریروں کو دیکھ دیکھ کر انگشت بدنداں تھے کہ الٰہی:

آنچہ می بینم بہ بیداری یارب یا بخواب

اس قدر لہو سفید ہیں کہ ایک ہی مذہب کی دو پارٹیوں کا باہمی ایسا برتاؤ ہے کہ دشمن کا دشمن سے بھی ہو تو ایسا کھلا نہو بلکہ مخفی ہو۔ اس کے جواب میں لاہوری پارٹی کے اخبار پیغام صلح میں جو مضامین نکلے اون کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم تمہاری اِس چغل خوری کے جواب میں بحکم قرآن سورۃ العلق پڑھتے ہیں جس میں مذکور ہے:

ومن شر حاسد اذا حسد۔

لاہوری پارٹی اور اون کے حامیوں نے قادیانیوں کے اس برتاؤ پر جب اعتراض کیئے تو قادیانیوں نے بھی لاہوریوں کے پرانے گڑے مردے اُکھاڑ کر ان کی پرانی فائلیں نکالیں کہ دیکھو انھوں نے فلاں تاریخ کو لکھا تھا کہ قادیاں میں خلیفہ قادیان پولٹیکل باتوں میں شغل رکھتا ہے۔ بڑے بڑے پولیٹکل لوگ قادیاں میں آتے رہتے ہیں۔

اِن دونوں پارٹیوں سے الگ تیسری پارٹی کے سرگروہ منشی ظہیر الدین ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ میں بزبان مسیح موعود (مرزا صاحب) یوسف موعود ہوں وہ ان دونوں پارٹیوں کی بے اعتدالیاں بذریعہ ایک اشتہار کے ظاہر کر کے اخیر پر لکھتے ہیں:

"اے اللہ تو ان برائے نام احمدیوں کو ہدایت کر کہ وہ سچے مسلم اور سچے احمدی بنیں۔"

یہ دعا بیشک اِس قابل ہے کہ تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ اس پر آمین کہی جائے یعنی بجائے احمدی کے محمدی لکھ کر ہم بھی اپنے ناظرین کو آمین کہنے کی سفارش کرتے ہیں۔

واللہ ان حواریان مسیح قادیاں کے اِس باہمی برتاؤ کو دیکھ کر بے ساختہ مُنہ

سے نکل جاتا ہے۔

با خویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری
حقا کہ واجب آمد تو احتراز کردن

ہاں اس کے جواب میں غالبا کہا جائے گا کہ دیگر مسلمانوں میں بھی تو یہ عادت ہے کہ ایک دوسرے کی بدخواہی کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو ضرر پہنچاتے ہیں تو کیا اون کے ایسا کرنے اسلام پر اعتراض آسکتا ہے کہ ان احمدیوں کے ایسا کرنے سے احمدی (مرزائی) مذہب پر اعتراض ہو۔

جواب یہ ہے کہ (بقول آپ کے اور آپ کے نبی مرزا صاحب کے) دیگر مسلمانوں کی خرابی اور بداطواری ہی سے تو مسیح موعود اور مہدی مسعود کی تشریف کا زمانہ آیا تھا بلکہ مسیح موعود اور مہدی مسعود خود تشریف لائے تھے اور انہوں نے آکر اپنی اصلاح کا کام شروع کیا اور بقول خود اور باعتقاد آپ لوگوں کے وہ کامیاب ہوئے کہ اُنہوں نے صلحاء اور اصلاح یافتہ لوگوں کی ایک جماعت تیار کی۔ جن کا نمونہ اوپر گذرا۔ دیگر مسلمانوں میں اور ان میں بہت بڑا فرق ہے۔ دیگر مسلمان اصلاح طلب ہیں اور احمدی لوگ اصلاح یافتہ ہیں۔ یہ لوگ مسیح موعود کی صحبت سے رنگین ہوچکے ہیں۔ یہ لوگ اسلام کا صحیح نمونہ ہیں۔ یہ لوگ خدا کی اصلاح کردہ جماعت ہیں۔ دوسروں کی حالت ان کے بالکل برخلاف ہے لیکن جب ان کی حالت بھی اصلاح طلب معلوم ہوتی ہے تو بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے ع: تیلی بھی کیا اور رُوکھا کھایا

## فیصلہ منصف سے کرانا ہوگا:

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۲۷ر رمضان ۲۷ر جون کے اہل حدیث امرتسر میں ہم نے ایک نوٹ لکھا تھا کہ قادیانی مشن کی دونوں پارٹیاں ہم سے بحث کرنے کو تیار ہیں ہمیں ان کی شرط منظور ہے۔ ہماری شرط یہ ہے کہ فیصلہ کے لئے کوئی منصف ہو۔ اس پر مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ کا حوالہ دیا تھا۔ اس کے جواب میں ایڈیٹر پیغام صلح لکھتا ہے:

منصف کا مقرر کرنا عقائد کے معاملہ میں قرآن کریم کی رو سے ناجائز ہے۔

اور یہ غلط ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے براہین احمدیہ میں کسی منصف کے فیصلہ سے عقیدہ بدل لینے کا اقرار کیا ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہوتو پیش کریں۔ ورنہ خواہ مخواہ غلط بیانیوں سے وہ سچے ثابت نہیں ہوسکتے۔'' (۲۹ر جون)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم سے جو ثبوت مانگا گیا ہے۔ وہ تو ہم دینگے مگر آپ پہلے یہ ثبوت تو دیجئے کہ اہل حدیث میں کہاں لکھا ہے۔ جس کا ثبوت آپ ہم سے مانگتے ہیں۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ منصف کی فیصلہ سے عقیدہ بدلنا پڑے گا۔ اگر سچے ہیں تو وہ الفاظ نقل کریں ورنہ بقول خود خواہ مخواہ کی غلط گوئی سے سچے ثابت نہ ہونگے۔

سنئے ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تحریر سے ہم دکھا سکتے ہیں کہ فیصلہ منصف کا اثر عقائد پر ہوگا۔ مگر ہم نے ایسا نہیں لکھا۔ اس لئے وہ حوالہ سردست محفوظ رکھتی ہیں جب آپ ہمارے الفاظ اس مضمون کے ہم کو دکھادینگے تو ہم بھی وہ حوالہ مرزا صاحب کی تحریر کا آپ کو دکھادینگے۔ سردست تو ہم صرف اتنا کہتے ہیں کہ منصف کے فیصلہ سے فریق مغلوب غالب کو بطور علامت مغلوبیت مقررہ انعام دیگا۔ جیسا کہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴ پر مرزا صاحب فیصلہ منصفان پر دس ہزار روپیہ دینے کا اقرار کرتے ہیں۔ عقائد کی تبدیلی کا سوال ہم نے بھی پیش نہیں کیا نہ کرتے ہیں۔ بلکہ صرف انعام پر قناعت ہے۔ تبدیلی عقائد ہر شخص کے اختیار میں ہے۔ کیا قادیانی مشن کے ممبر اس شرط سے ہمارے مقابل آوینگے؟ جہاں تک ہمارا تجربہ ہے اور لودہانہ کا مباحثہ شہادت دیتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار اون سے
وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

## نکاح مرزا:

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس رسالہ کا اشتہار نکلتے ہی پبلک کی طرف سے تو قبولیت اور مسرت کے آثار

ایسے پائے گئے جیسے کسی عزیز کے نکاح پر پائے جاتے ہیں۔ مگر قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں میں اس پر ناراضگی اوسی قدر ظاہر ہوئی جتنی کسی عزیز کے فسخ نکاح یا طلاق پر ہوا کرتی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ رسالہ تو ہو ''نکاح مرزا'' مگر مرزائی کمپ میں بے چینی اتنی کیوں؟ آخر بعد غور یہ سمجھ میں آیا کہ قادیانی مشن کے ممبروں کو خوب معلوم ہے کہ پبلک نے جس کو ''فاتح قادیاں'' کا لقب دیا، وہ ہمارے مرشد کی تحریرات سے تم سے بھی زیادہ واقف ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس رسالہ میں جو معلومات جمع کئے گئے ہیں وہ بہت عجیب اور مفید ہیں۔ میں دعوی سے کہتا ہوں کہ اس رسالے کا جواب دینا احمدیوں (مرزائیوں) کی طاقت سے باہر ہے۔ ان شاء اللہ۔

چنانچہ اون معلومات میں سے ایک نمونہ یہاں ہم دکھاتے ہیں اور قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں کے اخباروں کو چیلنج دیتے ہیں کہ اِسی ایک پیش کردہ مثال کا جواب دیں۔ سنئے اور غور سے سنئے:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اون کی چچیرے بھائیوں کے مابین ایک دیوار کا مقدمہ تھا۔ اوس مقدمہ میں بعدالت گورداسپور مرزا صاحب آنجہانی کے حلفیہ بیان ہوئے جن میں آسمانی نکاح کی بابت بھی سوال ہوا تو مرزا صاحب قادیانی نے نہایت صفائی، دیانتداری اور راست بازی سے اس کا مفصل جواب دیا جو درج ذیل ہے: اور فرمایا:

> ''احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیشگوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے اور ایک مشہور امر ہے۔ وہ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے۔
>
> جو خط بنام مرزا احمد بیگ کلمہ فضل رحمانی میں ہے وہ میرا ہے اور سچ ہے۔
>
> وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیشگوئی میں درج ہے۔
>
> وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی۔ جیسا کہ پیشگوئی میں تھا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں، بلکہ خدا کی طرف سے ہیں ہنسی کی گئی ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑے گا اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہونگے۔ پیشگوئی کے الفاظ سے صاف معلوم

ہوتا ہے اور یہی پیشگوئی تھی کہ وہ دوسرے کے ساتھ بیاہی جاویگی۔
اس لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیشگوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہیں کی اس لئے وہ بیاہ کے بعد چند مہینوں کے اندر مرگیا اور پیشگوئی کی دوسری جُز پوری ہوگئی اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا۔ اور خصوصاً شوہر پر پڑا۔ جو پیشگوئی کا ایک جز تھا۔ اُنہوں نے توبہ کی چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کو مہلت دی۔ عورت اب تک زندہ ہے۔ میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی۔ امید کیسی یقین کافی ہے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔'' (الحکم ۱۰-اگست ۱۹۰۱ء)

احمدی دوستو! تم اور ہم کون ہیں جو خدا کی باتیں ٹلا سکیں۔ جس کو خدا پر ایمان ہے وہ تو یہی اعتقاد رکھے گا کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ اس کا نتیجہ صاف ہے۔ کہ جو ٹلجائیں وہ خدا کی نہیں۔ پھر اس امر پر اتفاق کرنے میں تم کو کون امر مانع ہے کہ مرزا صاحب کا یہ اعلان نکاح خدا کی طرف سے نہ تھا۔ اگر ہوتا تو کیوں پورا نہ ہوتا۔

اعیان احمدیہ!

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

## تاریخ مرزا:

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

علمی دنیا کا دستور ہے کہ ہر ایک قوم اپنے ہیرو (لیڈر) کے حالات لکھا کرتی ہے۔ مرزائی فرقہ نے بھی اِس امر کی ضرورت محسوس کی کہ اپنے ہیرو (مرزا غلام احمد صاحب) کے حالات زندگی جمع کریں۔ چنانچہ انہوں نے اِس کام پر کمر باندھی مگر تکمیل نہ ہو سکی۔ جو لکھا بھی وہ محض معتقدانہ لکھا۔ اور رائی کو پہاڑ کر کے دکھایا اور واقعات کو اصلی شکل میں نہیں دکھایا بلکہ غلط گو اخبارات کی طرح واقعات کی اصلی شکل بگاڑ کر دوسری شکل دکھائی۔ اسی لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ مرزا صاحب قادیانی کی زندگی کے حالات

بلا کم و کاست شائع کیئے جاویں اور وہ ایسے واقعات ہوں کہ اون سے اون کی اُس زندگی کا ثبوت ملے جس کا تعلق پبلک سے ہے کیوں کہ ہم جو مرزا صاحب کی حالات جاننا چاہتے ہیں۔ وہ نہ تو بحیثیت ایک مغل ہونے کے نہ بحیثیت ایک زمیندار ہونے کے نہ بحیثیت ایک مولوی یا مصنف ہونے کے بلکہ بحیثیت ایک مامور اللہ اور الہامی مصلح ہونے کے چاہتے ہیں۔ اس لئے جو کچھ لکھا ہے ایسا لکھا ہے کہ کسی مخالف موافق کو دم زدن کی مجال نہ ہو۔ کل واقعات تحریری اور مصدقہ ہیں اس لئے یہ کتاب مرزا غلام احمد صاحب کی الہامی اور اصلاحی زندگی کے جملہ حالات از ابتدا تا انتہا بتلانے کو انشاء اللہ کافی ہوگی۔ بلکہ احمدی دوست اگر اِس کتاب کو بغور دیکھیں گے تو عجب نہیں کہ اپنا ارادہ جو سیرت مرزا لکھنے کے متعلق ظاہر کررہے ہیں ترک کردینگے۔ بشرط انصاف اون کے منہ سے نکل جائے گا ذالك ماكنا نبغ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۱۶۔ نمبر ۳۳۔ مورخہ ۱۹ رشوال ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۸۔ جولائی ۱۹۱۹ء ص ۱۔۴)

## قادیانی کے ذرائع معلومات اور انکی معلومات

جناب منشی عبدالحی کوہاٹی صاحب لکھتے ہیں:

### اول۔ آپ کا ذریعہ معلومات:

(۱) جو کچھ اس عاجز (قادیانی) کو رویاء صالحہ اور مکاشفہ اور الہامات صحیحہ صادقہ سے حصہ وافر نبیوں کے قریب قریب دیا گیا ہے۔ وہ دوسروں کو تمام حال کے مسلمانوں میں سے نہیں دیا گیا۔ (صفحہ ۸۶۔ ازالہ حصہ دوم)

(۲) مجھے اس نے اپنے فضل وکرم سے اپنے خاص مکالمہ سے شرف بخشا ہے۔ (صفحہ ۵۱ جنگ مقدس)

(۳) خدا تعالیٰ مجھ سے نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے۔ بسا اوقات سوال وجواب کا سلسلہ منعقد ہوجاتا ہے۔ ضرورۃ الامام صفحہ ۱۳۔ نیز ایک دفعہ نہ دو دفعہ بلکہ بعض موقعوں پر بیس بیس دفعہ یا پچاس پچاس دفعہ یا قریبا تمام رات یا قریبا تمام دن۔ (صفحہ ۹۴ نزول المسیح)

(۴) مجھے علم غیب پر اس طرح قابو ہے جس طرح چابک سوار کو گھوڑے پر ہوتا ہے۔ (صفحہ ۱۳، ضرورۃ الامام)

(۵) میں (قادیانی) غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔'' (صفحہ ۲۶، ضرورۃ الامام)

(۶) اِس عاجز (قادیانی) کو اپنے ذاتی تجربہ سے یہ معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ۔ بلافصل۔ ملہم کے تمام قویٰ میں کام کرتی رہتی ہے۔'' (صفحہ ۹۳، دافع الوساوس)

(۷) میں نے کئی دفعہ آنحضرت کو اسی بیداری میں دیکھا ہے باتیں کی ہیں مسائل پوچھے ہیں۔'' (صفحہ ۱۲۹، جنگ مقدس)

(۸) بارہا عالم بیداری میں مقدس لوگ نظر آئے ہیں آئندہ کی خبریں دی ہیں۔'' (صفحات ۱۴۹-۱۵۰، دافع الوساوس)

(۹) بعض دن ایسے گذرتے ہیں کہ الہام الٰہی بارش کی طرح برستے ہیں۔'' (صفحہ ۳۵۵، آئینہ کمالات اسلام)

(۱۰) مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسے توریت اور انجیل اور قرآن کریم پر۔'' (صفحہ ۱۹، اربعین نمبر۴)

(۱۱) آنخضرت ؐ کا معراج ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا۔ جس میں مولف (مرزا) صاحبِ تجربہ ہے۔'' (صفحہ ۲۰، ازالہ اوہام حصہ اول)

(۱۲) مجھے قسم ہے اُس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے... کہ میں اس بیان میں صادق ہوں کہ بارہا عالم کشف میں مَیں نے ملائک کو دیکھا ہے اُن سے بعض علوم اخذ کئے ہیں اور اُن سے گذشتہ یا آنے والی خبریں معلوم کی ہیں جو مطابق واقعہ تھیں۔ (دافع الوساوس، صفحہ ۱۸۳)

(۱۳) اِس حالت میں خدا نے مجھ پر وحی بھیجی، جو کچھ بھی وہ تھی۔ میں فوراً لبیک (حاضر جناب) کہہ کر اُٹھ کھڑا ہوا پس خدا نے مجھے زمانہ گذشتہ اور آئندہ کے کل حالات سے مطلع کر دیا۔ (صفحہ ۳۸۶، آئینہ کمالات اسلام)

## دوم: آپ کی معلومات:

(سوال) مرزا جی آپ دنیا میں کتنے سال زندہ رہینگے یعنی کتنی عمر پاوینگے؟

(جواب) مجھے الہام سے معلوم ہوا ہے کہ ۸۰ سال کے قریب یا کچھ زیادہ اور نعمت اللہ ولی کی پیشگوئی جو میرے ہی حق میں ہے اس کی تائید کرتی ہے۔

(اصلیت) ۶۵ سال چند ماہ کی عمر میں فوت ہوئے۔

(سوال ۲) مرزا جی آپ ضعیف العمر بھی ہوگئے اور بیمار رہتے ہیں۔ مشن کا کام کس طرح چلے گا؟

(جواب) مجھے بذریعہ وحی خبر دی گئی ہے کہ عنقریب صحت بخشی جاویگی اور جوانی واپس کردی جاوے گی جس کی مثال کوئی پیش نہیں کرسکتا۔

(اصلیت) دو سال دو یوم بعد نزول وحی شریف کے مرزا جی ویسے کے ویسے فوت ہوگئے۔

(سوال ۳) مرزا جی کیا فریضہ حج ادا کرنا آپ کی نصیب میں ہے؟

(جواب) ہاں ضرور، مگر بموجب حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود اور دجال کو اکٹھے طواف کعبہ کرتے خواب میں دیکھا تھا۔ میں اس وقت حج کرنے جاؤنگا جب پادری اسلام لاکر میرے ساتھ جاوینگے۔

(اصلیت) سرزمین عرب مرزا جی کے قدوم سے بچی رہی۔

(سوال ۴) مرزا جی! کیا محمدی بیگم آپ کے نکاح میں آویگی؟

(جواب) بیشک ضرور، ضرور، کنواری یا بیوہ ہوکر۔ بیس سے زیادہ الہام اِس بارہ میں ہوچکی ہیں۔ بلکہ اس سلسلہ کی تحریک ہی وحی الٰہی سے کی گئی تھی۔ مگر چاہیئے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہوجاوینگی تو کیا یہ احمق مخالف جیتے ہی رہینگے۔ اور کیا اُس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوجاوینگے۔ اِن بیوقونوں کی کہیں بھاگنے کی جگہ نہیں رہیگی نہایت صفائی سے ناک کٹ جائیگی۔ اور ذلت کے سیاہ داغ اون کے منحوس چہروں پر بندروں اور سوروں کی طرح کردینگے۔

(اصلیت) گیارہ سال ہوئے کہ اِنّك علی خلق عظیم صاحب بجائے محمدی بیگم کے خاک گور سے ہم آغوش ہو چکے۔ اور محمدی بیگم اپنے خاوند کے گھر آباد ہے۔ سات بچے ہو چکے۔

(سوال ۵) مرزا جی آپ کے نزول سے غرض خداوندی صرف یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ وفاتِ عیسیٰ ثابت کریں۔ اسی وجہ سے زمانہ گذشتہ اور آئندہ کے حالات سے خدا نے آپ کو مطلع کر دیا جب تک آپ کی قبر کا پختہ نشان نہ دیں۔ ہم اُن کی وفات نہیں مانتے۔

(جواب) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ لعنت ہو یہود اور نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کے قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے۔ پس اس حدیث کے مطابق ملک شام میں ہے۔ مگر حکیم نور دین صاحب کہتے ہیں کہ سری نگر ملک کشمیر میں ہے پس ثابت ہوا کہ سرینگر میں ہے۔

(اصلیت) کشمیر کے معززین نے مہریں لگا دیں کہ کوئی ایسی قبر کشمیر میں نہیں۔

(سوال ۶) مرزا جی محمدی بیگم کے بطن سے آپ کی اولاد مقدر ہے یا نہیں؟

(جواب) ہاں ضرور! آنحضرتؐ کی مشکوٰۃ والی حدیث کہ حضرت عیسیٰ جب نازل ہونگے تو شادی کرینگے اور ان کے اولاد ہوگی۔ وہ اسی بیوی کی نسبت پیشگوئی ہے۔ گیا اِس جگہ رسول اللہ (صلعم) اُن سیہ دل منکروں کو اون کے شبہات کے جواب دے رہے ہیں۔ اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی۔

(اصلیت) اس اولاد کی نشان دہی مرزا جی کو سچا ماننے والوں کے ذمہ ہے۔

(سوال ۷) مرزا جی! آپ گاؤں قادیاں میں طاعون پڑے گا یا نہیں؟

(جواب) مجھے الہام ہوا ہے کہ انه آوی القریة تحقیق میں اِس گاؤں کو محفوظ رکھونگا اور یہ اِس لئے کہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

(اصلیت) قادیاں میں اِس زور کا طاعون پڑا کہ صرف مارچ اور اپریل ۱۹۰۴ء میں ۳۱۳ مرزائی وغیر مرزائی ہلاک ہوئے۔

(سوال ۸) مرزا جی! ڈاکٹر عبدالحکیم خاں آپ کا دشمن کب ہلاک ہوگا؟

(جواب) میری آنکھوں کے سامنے اصحاب فیل کی طرح نابود اور تباہ ہوگا؛ مجھے الہام ہوا ہے کہ فرشتے اُس کے واسطے کھینچی ہوئی تلواریں لے کر کھڑے ہیں۔

**(اصلیت)** ڈاکٹر صاحب بخیر وخوبی اب تک زندہ ہیں۔ مرزا صاحب اُن کے الہام کے مطابق فوت ہوئے۔

(سوال ۹) مرزا جی! مولوی محمد حسین بٹالوی جو بقول آپ کے آپ کو کافر، ملحد، زندیق اور دجال کہتے ہیں، فحش گالیاں دیتے ہیں، حتی کہ آپ کی شرم پر بھی حملہ کیا ہے آپ کو کچہری چڑھایا ہے کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ اس کا انجام کیا ہوگا اس کی نسبت آپ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر وہ سلطنت کی تلوار سے نہ ڈرتا تو مجھے مروادیتا؟

(جواب) اس کی نسبت الہام ہوا ہے انی مهين من اراد اهانتك. میں اس کو ذلیل کرونگا جو تیرے ذلیل کرنے کا ارادہ کرے گا۔ نیز اس کی نسبت ایک ڈرانے والا الہام ہوا ہے جس کے چھاپنے کی اُس نے اجازت نہیں دی۔ وہ ذلیل ہوگا۔ اور اس کا انجام خطرناک ہے۔ وہ ان بہتانوں کے ساتھ کب تک جیئے گا۔ کب تک خدا کے ساتھ لڑائی کر کر موت سے بچتا رہے گا۔ خدا تعالیٰ کاذب کے نقش ہستی کو مٹا دیتا ہے۔ ایک ہی ہے جو اس کو بحالت نہ باز آنے کے ہلاک کرے گا۔

نوٹ: نبی صاحب ضبطی ضمانت کے خوف سے اپنا الہام بیان نہیں کر سکتے۔

**(اصلیت)** مرزا صاحب ۶۵ سال کی عمر میں مولوی صاحب کی زندگی میں فوت ہوگئے۔ مولوی صاحب اس وقت ۸۱ سال کی عمر میں ہیں اور تردید مرزائی مذہب میں بدستور مشغول ہیں۔ ذلت انہیں یہ پہونچی ہے کہ سرکار نے مربعے عطا کئے ہیں۔

(سوال ۱۰) مرزا جی! جناب کے ہاں جو بشیر پیدا ہونے والا ہے اس کی نسبت جناب کی کیا معلومات ہیں؟

(جواب) خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ میں عنقریب تجھ کو ایک لڑکا عطا کرونگا۔ اس کا نام عمانوائیل اور بشیر ہے۔ خوبصورت عقلمند میرے مقربوں سے آسمان سے آویگا۔ نور مبارک، طبیت اور پاک دین کی مدد کرے گا۔ بیماروں کو اچھا کرے گا۔ اس کے سانس میں شفا ہوگی۔ سچ ظاہر ہوگا باطل دور ہوجائے گا۔ میری قدرت اور عظمت ظاہر کرے گا۔ دین کو بلند کرے گا۔ مُردے قبروں سے نکل آئینگے۔ خدا اور رسول کے منکر جان

لیں گے کہ وہ غلطی پر تھے۔ کلمۃ اللہ دل اس کا سے پر گو ریا خدا آسمان سے اُتر آیا۔ اس کے ظہور سے خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہوگا۔ قیدیوں کو چھوڑائیگا۔ اس کی خوشبو دنیا کے کناروں تک پھیل جاوے گی۔ قومیں اس سے برکت حاصل کرینگی۔ کوئی بیمار باقی نہیں رہیگا۔ جلد جلد بڑھے گا اور ستون بن جاویگا وغیرہ وغیرہ وغیرہ وغیرہ وغیرہ وغیرہ۔

(نوٹ:) یہ بشارت فرمائشی معلوم ہوتی ہے کسی نے کہا ہوگا کہ آپ تو سب کچھ بن گئے میرے پیٹ سے بھی تو کسی کو کچھ بنا جاؤ۔ اس وقت تمہاری چلتی ہے جو کرو کر سکتے ہو۔

(اصلیت) پہلے حمل سے منموائیلی پیدا ہوئی جس کی تاویلات کی گئی گئیں۔ دوسرے عمل سے عنموائیل پیدا ہوا۔ جو تین سال کا ہوکر فوت ہوگیا۔ خدا نہ کرے تو بندہ کیا کرسکتا ہے۔

(سوال ۱۱) اچھی مولوی ثناء اللہ جو آپ کو ہر پرچہ اہل حدیث میں مردو، کذاب، دجال، مفسد کے ناموں سے منسوب کرتے ہیں۔ اور آپ مشن کی سخت مخل ہیں اُن کی نسبت کچھ فرمایئے؟

(جواب) ہاں ہاں میں سمجھ گیا وہی شخص جو مجھے چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتا ہے اور مشہتر کرتا ہے۔ کہ میں درحقیقت مفسد ٹھگ دکاندار، کذاب، مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہوں اور ایسی تہمتوں سے میرے سلسلہ کو نامود کرنا چاہتا ہے۔ ہاں یہ وہی شخص ہے اس کی نسبت پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ضرورۃ الامام کے صفحہ ۱۱ پر میں لکھ چکا ہوں کہ امام الزمان کی دعاؤں سے ملاء اعلیٰ میں شور پڑ جاتا ہے۔ آسمانوں میں دردناک غلغلہ پیدا ہوکر ملائک میں اضطراب ڈالتا ہے پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے سخت توجہ کی گرمی آسمان پر کچھ بنانا شروع کردیتی ہے اور تقدیریں بدلتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس شخص کی نسبت امام الزمان یعنی میں نے کس تضرع اور زاری سے آمین آمین کہہ کر اپنی فریاد جناب باری میں پہونچادی ہے۔ اب معاملہ اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ جس کی عمارت کو وہ منہدم کررہا ہے۔ صفحات ۲۴۲ لغایت ۲۴۴ آئینہ کمالات میں مَیں نے یہ لکھا ہے کہ مومن کی درخواستیں گو کیسے ہی مشکل کاموں کے متعلق ہوں اکثر بپایہ اجابت پہنچتی ہیں.... اگر قبول کرنا مومن کے حق میں بہتر نہو۔ تو کم سے کم یہ ہوتا ہے کہ مومن کو نرمی اور محبت کی راہ سے بذریعہ محبانہ مکالمہ کے اُس پر اطلاع دی جاتی

ہے... خدا تعالیٰ.... اُس کی حفاظت کرتا ہے... اس کی عمر و عافیت کے دن بڑھاتا ہے۔ دشمن کہتا ہے کہ وہ ہلاک ہوجاوے اور ناپدید ہوجاوے سے پر وہ دشمن کو ہی ہلاک کرتا ہے۔ اور اس کی بدعائیں اس کے سر پر مارتا ہے۔

**(اصلیت)** امام الزمان صاحب اس فریاد کے بعد جس وہ جیسے جیسے سطح کاغذ پر لکھتے جاتے تھے۔ درگاہ باری تعالیٰ میں پہونچتی جاتی تھی اور آمینوں سے موکد تھی۔ پندرہ ماہ میں خود فوت ہوکر بذریعہ خر دجال (ریل) دارالامان میں دفنائے گئے۔

کوئی مرزائی ثابت نہیں کرسکتا۔ کہ مرزا جی نے خود بخود یا خداوند تعالیٰ سے بذریعہ مکالمہ کے اطلاع پاکر اس فریاد کی منسوخیت یا التوا یا واپس لے لینے کا کوئی اشتہار دیا ہو۔ لہٰذا ثابت ہے کہ مرزا جی جو اللہ میاں کے قاعدوں اور دستوروں میں ماہر تھے ایک مومن کے حق میں بددعا کر بیٹھے۔

نوٹ: اس بددعا کے بعد مرزا جی کی موت نے بڑے بڑے آدمیوں (احمدیوں) کے ایمان ضائع کردیئے۔ بعض کو مالی نقصان بھی پہنچا اور مولوی ثناء اللہ کو دلوایا۔

(سوال ۱۲) جناب مرزا صاحب ایک سوال اور کرتا ہوں اور وہ یہ اپنے مشن کی بابت جناب کی کیا معلومات ہیں؟

(جواب) ضمیمہ انجام آتھم میں مَیں نے صاف لکھ دیا ہے کہ اگر سات برس کے اندر خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جس سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے ہر ایک طرف سے اسلام میں داخل ہوجانا شروع ہوجاوے اور دنیا اَور رنگ نہ پکڑ جائے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں اپنے تئیں کاذب خیال کرلونگا۔

**(اصلیت)** یہ دعویٰ اور حلفیہ اقرار مرزا صاحب کا ۱۸۹۶ء سے کچھ پہلے کا ہے۔

(سوال ۱۳) مرزا جی جہاں اتنی باتیں علم غیب کی آپ نے بتائی ہیں کچھ بادشاہ وقت کی بابت فرما دیجئے۔ کیوں کہ آپ اگر ہلے ملے کسی مومن کو بددعا بھی دے بیٹھے۔ تو پھر ہمیں یہ غیب کی خبریں کون دیا کرے گا۔ عمنوائیل غریب بھی فوت ہوچکا۔

(جواب) ازالۂ اوہام کے صفحات ۲۰۹ و ۲۱۱ پر میں لکھ چکا ہوں کہ یاجوج ماجوج انگریز اور روس ہیں جو اوپر سے نیچے کو حملہ کر رہے ہیں اور آخر میں ایک دوسرے پر حملہ کرینگے۔

**(اصلیت)** مرزا امام الدین صاحب کا سٹرفکیٹ ملاحظہ ہو۔ جو آخر میں درج ہے۔

مرزا جی! ان ریت کی دیواروں پر ریت کی شہتیر رکھ کر ایسی عمارت بنا دینا کہ اچھے پڑھے لکھے اسے پختہ عمارت سمجھ جائیں، یہ آپ کا ایسا کمال ہے کہ اگر آپ آنحضرت ﷺ اور دین اسلام کی تعریفات کا دانہ ڈال کر گھر کے مرغوں کو ہی دام میں نہ پھنساتے بلکہ آپ کی فتراک میں ہم کوئی باہر کا شکار بندھا ہوا دیکھتے۔ تو آپ کی اس لیاقت کی ہم بڑی بھاری داد دیتے ہیں جیسا کہ آپ نے اپنے ایک مکفر کو نیچا دکھانے کے واسطے فرمایا تھا کہ

گر کنی تکفیر قوم خود چہ کارے کردہ ئی
رو اگر مردے یہودی را باسلام اندر آر

یعنی بہادری یہ ہے کہ کسی یہودی کو مسلمان بنایا جاوے مگر جب دیکھا جاتا ہے کہ آپ ایک تثلیث کی بھی قائل ہوئے خدا کا بیٹا بھی بنے مثل مسیح بھی بنے لیکن کسی عیسائی نے آپ کو قبول نہ کیا۔ باوا نانک صاحب کی تعریف میں بڑے رطب للسان ہوئے اور اون کے واسطے چولہ کا اُسی آسمان سے اُترنا تسلیم کرلیا جہاں حضرت عیسیٰ کے واسطے بستر ملنا جناب کے دماغ شریف میں نہیں آتا تھا۔ مگر کوئی سکھ آپ پر ایمان نہ لایا۔ کرشن مہاراج کا روپ دھارا اور ویدوں کو کتب سماوی تسلیم کیا۔ اور مریدوں کو بھی ماننے کی سخت تاکید کی۔ مگر کوئی ہندو یا آریہ مرزائی نہ بنا بلکہ جیسے کہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴ کی تحریر کے وقت آپ زعم بلکہ یقین تھا۔ کوئی اسلام کی ڈیوڑھی پر بھی آکر نہ کھڑا ہوا۔ اور آپ حلقہ ارادت میں ہمیں صرف مسلمان ہی مسلمان نظر آرہے ہیں اور وہ بھی ایسے مسلمان جنہوں نے جنگل میں ایک منارہ یا گھنٹہ گھر بنانے کے لئے بیس پچیس ہزار روپیہ صریح خلاف حکم خدا اور رسول آپ کو دے دیا۔ خدا تو فرماتا ہے کہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین (الاسراء:۲۷) اور وہ اس روپیہ کے ثواب ملنے کے منتظر بیٹھے ہیں۔ اس حالت میں ہم مجبور ہیں کہ تمام کی تمام آفرین اور شاباش اس کارخانہ کے بن جانے کی آپ کے مان لینے والوں کو دیں۔ آپ بقول خود اُس وقت بہادر کہے جاتے ہیں۔ جب کسی یہودی یا ہندمہاجن کو مرزائی بناتے۔

مرزا جی آپ مہربانی فرما کر مجھے یہ بتلاویں گے کہ رویاء صالحہ ومکاشفات والہامات صحیحہ صادقہ ومعراج کے ذریعہ آپ کیا معلوم کرتے رہے۔ کون سے امور تھے۔ جو آپ

بوقت ملاقات آنحضرت سے پوچھ لیا کرتے تھے۔ وہ کون سے سوال وجواب تھے جو تمام تمام دن یا تمام تمام رات آپ کے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ہوا کرتے تھے۔ وہ کونسے امور غیبی تھے۔ جن پر آپ چابک سوار کی طرح سوار تھے۔ کون سے الہام تھے جو بارش کی طرح برسا کرتے تھے۔ افسوس کہ روح القدس بھی آپ کے اندر بسیرا کر کر ناکارہ ہو گیا کہ اُس کا بھی کوئی کرشمہ دنیا نے نہ دیکھا۔

بھلا مرزاجی جب آپ کو اپنی عمر اپنی صحت اور اپنی جوانی کی نسبت غلط خبر ملی۔ حج کی نسبت غلط ملی۔ بیوی کی نسبت غلط ملی۔ اولاد کی نسبت غلط ملی۔ خاص الخاص بیٹے کی نسبت غلط ملی۔ اپنے گاؤں کی نسبت غلط ملی۔ جس نے آپ کے فاضل مولوی عبدالکریم کی آنکھ نیچی کرادی۔ سخت سے سخت اور جانی دشمنوں کی بابت غلط ملی۔ اپنے بادشاہ کی نسبت غلط ملی۔ اور پھر اپنے مشن کی بابت صریح غلط ملی۔ جو خدا کی قسم سے موکد تھی۔ تو غضب خدا کا آپ جھوٹ بولنے کو شرک فرما کر اور اس کے مقابلہ میں خدا کی قسم کھا کر کیوں کر فرماتے ہیں کہ میری وحی قرآن کی طرح خطا سے پاک ہے۔ کیا یہ شعر آپ کے نہیں کہ

آنچہ من بشنوم روحی فدا
بخطا پاک دامنش زخطا
ہمچو قرآن منزہ اش دانم
از خطاہا ہمیں ست ایمانم

یا تو آپ اپنی وحیوں کو کم از کم اپنی جوانی کی وحی کو ہی صحیح ثابت کریں۔ ورنہ ہم تو یقین رکھتے ہیں کہ آپ نظر میں نہ آنحضرتؐ کی کچھ وقعت تھی نہ قرآن کی۔ پیشگوئیوں کو اپنے صدق وکذب کا معیار مقرر کرنا جب وہ غلط ثابت ہوں۔ تو تاویلات رکیکہ باردہ کرنا۔ گالیاں دے کر رعب جمانا۔ دم افتادوں کو سات سات سالہ میعادی سبز باغ دکھلانا۔ یہ کسی مقدس آدمی کا کام نہیں ہوسکتا۔ اور یوں مان لینے کو تو لوگ شیلنگ کی پوجا بھی کرتے ہیں۔ کسی کا مال لیا جانا ثبوت اس کی صداقت کا نہیں ہوسکتا۔

مرزاجی کا دستور تھا کہ کبھی کبھی اپنے معتقد کا خط لکھا لکھایا یا لکھوا کر اپنی تصنیفات کے اخیر بطور سٹیفکیٹ اشتہار دوا فروشاں درج کردیا کرتے تھے اور وہ سارے مسلمانوں کے

دل پر بڑا اثر کرتے تھے۔ آج میں بھی ان کی طرح ایک سٹیفکیٹ شامل یا درج کرتا ہوں:

> ''میں مرزا امام الدین چچازاد بھائی ملہم..... قادیانی کا ہوں۔ اور اس کے چال وچلن سے ابتدا سے آج تک بخوبی واقف ہوں غیر کو کیا خبر ہے۔ اُس خدا کو حاضر وناظر جان کر سچ کہتا ہوں جو عالمین ہے کہ جس قدر اس کے دعاوی الہامات ہیں سب غلط اور لچر پوچ ہیں اگر یہ سچا اور حق پرست ہوتا۔ تو میں اس کا پیرو ہوتا۔'' (گلگشت ص:۱۸)

یہ حلفیہ بیان مرزا جی کے حالات کو بالکل روشن کر رہا ہے اور مرزا احمد بیگ کا مرزا جی کو لڑکی نہ دینا اور مرزا سلطان محمد کو ان کی آسمانی منکوحہ سے شادی کرنے میں نہ جھجکنا۔ پھر مرزا جی کی بیوی اور بیٹے کا اس کام میں جس کو مرزا جی دینی کام کہتے تھے خلاف کرنا اس سٹیفکیٹ کی بڑی بھاری تصدیق کر رہا ہے۔

(اہل حدیث جلد ۱۶۔ نمبر ۳۴۔ مورخہ ۲۶ رشوال ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۵۔ جولائی ۱۹۱۹ء ص:۳-۶)

# تعریف اہل سنت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

اہل حدیث میں عرصہ سے تعریف اہل سنت کی بحث چل رہی ہے۔ جس کی وجہ مکرر سہ کرر لکھی گئی ہے کہ جس طرح ہر ایک دین والا حتی کہ عیسائی اور آریہ بھی توحید کا دم بھرتے ہیں۔ اسی طرح ہر ایک اسلامی مذہب اہل حق اور اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ اہل سنت کی جامع مانع صحیح تعریف کی جائے تا کہ اہل سنت اور غیر اہل سنت کی تمیز ہو سکے۔ یہ غرض صرف مذہبی نہیں بلکہ علمی رنگ میں بھی ہے۔ ہر ایک فرقہ کو اس کی ضرورت ہے۔ یہاں تک کہ قانونی کتابوں میں بھی قانون کے رقبہ کی حدبندی کی جاتی ہے۔ جس میں وہ قانون جاری کیا جانا مقصود ہوتا ہے۔ نیز اصطلاحی الفاظ کے معنی بھی بتائے جاتے ہیں جو اون کی تعریف ہوتی ہے۔ اس طریقہ سے ہمارے احمدی دوستوں کو فائدہ حاصل کرنے کا موقع تھا۔ کہ وہ بجائے اپنی

روز مرہ کی چخ چخ کے یہی مسئلہ طے کرتے کہ ہماری دونوں پارٹیوں میں سے احمدی کون ہے اس کے لئے اون کو احمدی کی تعریف پر بحث کرنی چاہئے تھی مگر وہ بجائے علمی طریق اختیار کرنے کے الٹے کئی سالوں سے روز وشب نبوت مرزا کی لکیر پیٹ رہے ہیں۔ دونوں پارٹیوں کا کوئی پرچہ اٹھا کر دیکھوں یہی ذکر (نبوت مرزا) ملتا ہے باوجود اس کے ''پیغام صلح'' ہم کو نصیحت کرتا ہے جو قابلِ غور ہے:

''اس وقت خوبیٔ قسمت سے الفقیہ کا ایک پرچہ جو ۵ جولائی کو شائع ہوا ہے ہمارے سامنے ہے جس میں اہل حدیث کے ساتھ اِس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے کہ اہل سنت والجماعۃ کی جامع مانع تعریف کیا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان کے ہم مشرب حضرات کو ایسے لاطائل بحثوں میں کیا مزا آتا ہے اگر وہ حقیقت میں اسلام کے بہی خواہ ہیں تو کیا انہیں اِس قسم کے فضول جھگڑوں سے قطع نظر کر کے اشاعت اسلام کے لئے کوشش نہیں کرنی چاہئے؟ اسلام اور مسلمانوں کو جو اِس وقت حالت ہے وہ تو اِس امر کی مقتضی ہے کہ مسلمان آپس میں مل کر ہمہ تن اسلام کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہوں مگر اہلحدیث اور الفقیہ آپس میں دست وگریباں ہیں کہ اہلحدیث کی جامع ومانع تعریف کیا ہے اور اہل سنت والجماعۃ کی کیا۔ اور پھر اِس عقل وہوش پر حضرت مسیح موعود جیسے جری پہلوانِ میدانِ مناظرہ اور تبلیغ پھر بھی آوازے کسے جاتے ہیں ہم ایسے حضرات سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آیا وہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اُن سے ان کی غرض خدمت اسلام ہے۔ یا روٹیوں کے واسطے ہی بندوبست ہے؟ تا کہ اس سوال کے آخر الذکر جواب کی صورت میں ہم ایسے حضرات کو مخاطب ہی نہ کریں کہ اس سے کوئی فائد متصور نہیں اور قرآن مجید میں حکم ہے والذین هم عن اللغو معرضون'

(پیغام صلح ۱۳ جولائی صفحہ ۳ کالم ۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ہم تو آپ کے سوال کا جواب تمہیدی نوٹ میں دے چکے ہیں۔ کہ ہماری غرض اس بحث سے علمی اور مذہبی ہے۔ آپ بھی ہمارے اس سوال کا جواب دیجئے۔ کہ

آپ کی دونوں پارٹیوں میں جو کج بحثی اور گالی گلوچ اور گلوگیری روزانہ ہو رہی ہے۔ اس سے بھی اشاعت اسلام میں کچھ قوت پہونچتی ہے؟ ہاں یاد آیا کہ آپ کے مسیح موعود (مرزا صاحب) نے جو اپنا زمانہ رسالت سارا وفات مسیح ثابت کرنے اور علماء اسلام اور اہل اسلام پر اظہار غضب بذریعہ کلمات طیبہ (او بذات فرقۂ مولویاں) کرنے میں گذار دیا اِس سے بھی اشاعت اسلام خوب ہوتی ہوگی۔ حالانکہ وفات مسیح سے عیسائی مذہب کو قوت پہونچنے کے سوا کچھ بھی فائدہ نہیں۔ کیوں کہ عیسائیوں کا مذہب ہے کہ مسیح مر کر ہمارے لئے کفارہ ہوئے۔ اگر وہ زندہ ثابت ہوں جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے۔ اور مسلمانوں کا مذہب ہے تو عیسائی مذہب کا بنیادی پتھر گر جاتا ہے برخلاف وفات کے جو عیسائی مذہب کی اصل کی بنیاد کو مضبوط کرتی ہے۔ یقین نہ ہوں تو عیسائیوں سے دریافت کرلو انکی کتابیں دیکھوں کہ عیسائی مذہب (سوائے کفارہ کے) کس پتھر پر مبنی ہے۔ اگر یہی جواب ہے کہ کفار پر تو پھر سوال کرنا کہ کفارہ زندہ کا یا مردے کا اگر جواب ملے کہ مردے کا تو پھر اپنے دل سے پوچھنا کہ ہمارے مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے ساری عمر کی تصنیفات میں کفر کو قوت دی یا اسلام کو؟ سچ ہے۔

تہی دستانِ قسمت را چہ شود از رہبر کامل
کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۱۶۔ نمبر ۳۵۔ مورخہ ۴ ر ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ مطابق یکم اگست ۱۹۱۹ء ص: ۵-۶)

# پنڈت لیکھ رام کا قتل

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

بعض مرزائی ایسے بھی ہیں جو دل سے یقین رکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی پنڈت لیکھرام پر عذاب الٰہی نازل ہونے کی پوری ہوگئی اور اس پیشگوئی کو وہ بڑی وقعت سے دیکھتے ہیں کیوں کہ مرزا جی کی پیشگوئیوں کے عام قاعدہ کے خلاف اس میں اگر مگر نہیں تھا۔ مگر مَیں ہنستے ہنستے اور کھیلتے کھیلتے ثابت کرتا ہوں کہ یہ پیشگوئی پوری

نہیں ہوئی مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ یہ تھے:

''خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کی عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی اُن بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلعم کے حق میں کی ہیں۔ عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ سو اب میں اِس پیشگوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کی عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہو جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنی اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے۔''

یہ کس کو معلوم نہیں کہ پنڈت لیکھ رام چھرے سے قتل کیا گیا اور قاتل فرشتہ نے اپنا ہاتھ ضربات سے اس وقت تھاما جب وہ قاتل کا نام بتانے کے لائق نہ رہا یعنی جب روح اس کی بدن سے پرواز کر گئی۔ الفاظ عذاب، مبتلا، الٰہی ہیبت وغیرہ کو تو میں ناظرین کے واسطے چھوڑتا ہوں۔ وہ دیکھیں کہ

(۱) چھرے سے قتل اسلامی تاریخ کی رو سے عذاب میں شمار ہے یا نہیں۔

(۲) جس فعل سے ایک منٹ میں انسان کی جان نکل جاوے اُس کے لئے لفظ مبتلا یعنی عذاب میں مبتلا ہو گیا کہا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) چھرے سے قتل کئے جانے میں کوئی الٰہی ہیبت موجود ہوتی ہے؟ ا

ور میں صرف خارق عادت کو لیتا ہوں کہ یہ کیا چیز ہے اور اس کی تعریف کیا ہے ہماری کی ہوئی تعریف تو جب ''باطل است آنچہ مدعی گوئد'' صحیح نہیں ہوگی۔ اس لئے ہم مرزائی صاحبان کے سامنے سرمہ چشم آریہ کا صفحہ ۱۵ کھول کر رکھتے ہیں۔ جو مرزائی صاحبان عینک لگانے کے عادی ہوں وہ جلد عینک لگالیں اور اس صفحہ کے حاشیہ کی سطر چہارم کو پڑھیں۔ مرزا جی نے کیا لکھا ہے

''ظاہر ہے کہ جس امر کی کوئی نظیر نہ پائی جائے اسی کو دوسروں لفظوں میں خارق عادت بھی کہتے ہیں۔''

اب معاملہ صاف ہے اگر چھرے سے قتل کئے جانے کی کوئی نظیر پائی نہیں جاتی تو پیشگوئی پوری۔ آمنا وصدقنا۔ اور اگر نظیر پائی جاتی ہے۔ اور ہزاروں کی شمار میں اور صبح وشام پائی جاتی ہے۔ تو پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ نہ تو کوئی مسلمان چھرے سے قتل کو عذاب کہہ سکتا ہے نہ ایسے فوری ہلاکت کے وقوعہ کو عذاب میں مبتلا ہونا کہا جاسکتا ہے نہ اس کے آگے پیچھے کوئی ہیبت الٰہی نظر آتی ہے اور مرزا جی ہی کی تعریف کی رو سے خارق عادت بھی نہ ہوئی۔ یہ تو ثابت ہوگیا کہ مرزا جی کی پیشگوئی ان کے الفاظ اپنے الفاظ میں پوری نہیں ہوئی اور جس طریقہ سے پوری ہوئی اُس پر اس ملک میں سوڈیڑھ سو روپیہ سے زیادہ خرچ نہیں ہوتا۔ اب ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے وہ سزا بھی درج کی جاتی ہے جو ایسی حالت میں مرزا صاحب نے اپنے واسطے تجویز کی تھی۔ فرماتے ہیں:

> ''اور اگر میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا کے بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جاوے۔''

**نوٹ:** مرزا صاحب قانون فیل تھے خوب جانتے تھے کہ کوئی کسی کو اس کی رضامندی ظاہر کرنے پر بھی پھانسی نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اُن کا یہ قول بالکل لغو تھا۔ اور بڑی بھاری چالاکی تھی۔

## مرزائی صاحبان سے ایک سوال:

مرزا صاحب ہر وعدۂ الٰہی یا کم از کم وعدۂ عذاب کو ٹلجانے والا سمجھتے تھے یا نہیں۔ اگر ان کا اعتقاد تھا کہ وعدۂ خداوندی خاص وعدۂ عذاب ٹلا نہیں کرتا۔ تو اون کی کل الہامات پر پانی پھرتا ہے اور ان کا حضرت یونسؑ کی قوم کے عذاب کے پیچھے پناہ لینا اور اون کے خلیفہ اول کا یعد ولا یوفی کا پیش کرنا لغو ہوا جاتا ہے اور ناقابل سماعت۔ اور اگر مرزا صاحب کا اعتماق تھا کہ وعدۂ عذاب ٹل بھی جایا کرتا ہے تو لیکھ رام کے عذاب کے وعدہ کو ایسا اٹل سمجھنا کہ بلا کسی شرط کے اُس کے پورا نہونے پر اپنا سر پھانسی کے واسطے پیش کرنا ظاہر کرتا ہے کہ اس پیشگوئی کا پورا کرنا مرزا جی نے اپنے ہاتھ

میں لیا تھا۔ اور اُس گدھے کے خریدار کی طرح جو کہتا تھا کہ درہم میری تھیلی میں ہیں اور گدھا بازار میں ہے، ان شاء اللہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ مرزا جی نے بھی انشاء اللہ یا ماشاء اللہ کہنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ اگر اس پیشگوئی کا پورا ہونا مرزا جی اپنے ہاتھ میں نہ سمجھتے۔ اول تو اس کے ڈر جانے یا خاموش ہوجانے کی شرط ضرور رکھتے۔ دوم میعاد اتنی لمبی نہوتی۔ مرزا صاحب کے خدا پر سخت تعجب ہے کہ ایک پٹھان کو اگر کوئی گالی دے تو فورا مارا جائے لیکن اپنے محبوب کو گالیاں دینے والے کو عذاب دینے کے لئے چھ سال کا قرعہ ڈالے اور چار سال میں جا کر کامیاب ہو اور عذاب الٰہی ایسا چوری سے پہونچایا جاوے کہ کوئی دیکھنے والا موجود نہو اور عذاب آور کے دل میں ہیبت اس قدر ہو کہ سارے ملک سے بھاگ جاوے۔

مرزائی مہدی کے یہ معجزات ہیں دگر ہیچ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۱۶۔ نمبر ۳۵۔ مورخہ ۴ رذی قعدہ ۱۳۳۷ھ مطابق یکم اگست ۱۹۱۹ء ص: ۶-۷)

## مرزائیوں سے رشتہ کرنے والوں کیلئے شرم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں آیا ہے لڑکی کا رشتہ اوس شخص سے کرو جس کو بحیثیت دین کے تم پسند کرو۔ اور لڑکی بھی شادی کے لئے وہی پسند کرو جو دیندار ہو۔ باوجود اس کے بعض لوگ مرزائیوں سے رشتہ کردینے کے بعد پوچھا کرتے ہیں کیا ہمارا رشتہ ٹوٹ سکتا ہے؟ بعد نکاح کے رشتہ توڑنا عدالت سے جو قانون حکومت کا پابند ہے۔ ان لوگوں کو چاہئے کہ نکاح کرنے سے پہلے سوچا کریں کہ ہم جس سے رشتہ کرتے ہیں وہ بحیثیت دین داری رشتے کے لائق بھی ہے؟ انہی لوگوں کی عبرت کے لئے آج ایک تازہ حوالہ قادیانی اخبار سے ان کو سنایا جاتا ہے۔ پس وہ غور سے سنیں:

لودہانہ کے عیسائی اخبار نور افشاں نے لکھا تھا کہ مسلمان مرزائیوں سے رشتہ داری ترک کرتے جاتے ہیں جو ایک حد تک صحیح بھی ہے۔ اس کے جواب میں قادیانی اخبار نور افشاں کی غلط بیان کے عنوان سے لکھتا ہے:

''ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اڈیٹر صاحب (نور افشاں) جان بوجھ کر ہمارے متعلق غلط بیانی اور دھوکہ دہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ کیوں کہ سوائے اس کے کہ مذکورہ بالا الفاظ کو ان کے دماغ کی اختراع قرار دیا جاوے اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ اور پھر ایسی صورت میں اُن کا یہ لکھنا بہت ہی تعجب انگیز ہے جب کہ رشتہ ناطہ کے تعلقات ہم احمدی مسلمان غیر احمدیوں سے ترک کر رہے ہیں نہ کہ وہ۔ چنانچہ ہر ایک احمدی اس بات کا تو مذہبی طور پر پابند ہے کہ کسی غیر احمدی سے اپنی لڑکی یا ہمشیرہ کا رشتہ نہ کرے۔ اور قومی مصلحت کی بنا پر ہمارے موجودہ امام کا یہ ارشاد ہے کہ سوائے کسی اشد ضرورت کے غیر احمدیوں کی لڑکیاں لی بھی نہ جائیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ احمدی مسلمان غیر احمدیوں سے رشتہ ناطہ کرنا ترک کرتے چلے جا رہے ہیں نہ کہ وہ ہم سے ترک کر رہے ہیں۔'' (الفضل قادیان ۲۶ رجون، صفحہ ۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ٹھیک یہی فتویٰ مرزا صاحب آنجہانی کا ہے (دیکھو فتاوی احمدیہ جلد ۲ صفحہ ۷) اس میں قادیانی گروہ اپنے مذہب پر پختہ ہے۔ شرم ہے تو اون مسلمانوں کو ہے جو ایسے (مرزائی) لوگوں سے اپنی اولاد کا رشتہ کرتے ہیں جو اون سے کرنا نہیں چاہتے۔

سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ھا انتھم اولاء ؟؟؟؟؟یحبونھم ولا یحبونکم.

## دیوبندی قائم مقامی:

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

۱۲ رشوال۔ ۱۱ رجولائی کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ہم نے لکھا تھا کہ عرصہ دیوبندیوں اور قادیانیوں کی شرائط کا تصفیہ ہونے میں نہیں آتا۔ ہم ان کا تصفیہ یوں کرتے ہیں بحیثیت دیوبندی ہونے کے ہم خود کو اس میں پیش کرتے ہیں قادیانی ہم سے بحث کرلیں۔ ان کا جواب الفضل مورخہ ۲۹ رجولائی میں دیا گیا ہے کہ آپ دیوبندیوں سے قائم مقامی کی سند حاصل کریں۔ پھر ہم آپ سے مخاطب ہونگے۔

حیرانی ہے کہ یہ لوگ اصل بات کو کیوں چھپا جاتے ہیں۔ ہم نے اوسی مضمون میں لکھ دیا تھا کہ ہم چونکہ بڑے میاں (آنجہانی) کے اصل مخاطب ہیں۔ اورانہوں نے ہم کو تمام مسلمانوں کا قائم مقام قرار دے کر آخری فیصلہ کا اشتہار دیا تھا۔ اس لئے ہم کو کسی فرقہ یا شخص کی قائم مقامی کی سند لینے کی ضرورت نہیں۔ ہم بحیثیت انڈی پنڈنٹ (مستقل آزاد) کے سب کے قائم مقام مسلم ہیں۔ کسی جدید قائم مقامی کی ہم کو ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ بھی لکھا تھا کہ چونکہ ہمارا خطاب بڑے میاں سے تھا۔ اون کے ماتحتوں سے خطاب کرنا ہماری ہتک ہے لیکن دینی خدمت کے لئے ہم اس ہتک کو بھی روا رکھتے ہیں۔ یہ سب تفصیل سے لکھا تھا۔ مگر قادیانی اورفہم؟

مالهولاء القوم لايكادون يفقهون حديثا.

(اہل حدیث جلد۱۶۔ نمبر۳۶۔ مورخہ ۱۱ر ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۸ر اگست ۱۹۱۹ء ص:۳-۴)

(دیوبندی قائم مقامی اور مباحثہ مباہلے سے متعلق الفضل قادیان ۲۹ جولائی ۱۹۱۹ء کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے:

کیا مولوی ثناء اللہ مباہلہ کے لئے تیار ہے

اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۲ شوال میں مولوی ثناءاللہ صاحب ہمارے اور علمائے دیوبند کے شرائط مباہلہ میں دخل در معقولات دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

کئی مہینے گذر چکے ہیں کہ شرائط مباہلہ کا تصفیہ ہونے میں نہیں آتا۔ ۱۰ جون کا اخبار الفضل قادیان ہمارے سامنے ہے اس میں وہی شرائط کا جھگڑا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ آپ کے دیوبندی استاذوں ہی کی عنایت ہے کہ اس قدر شرائط کو طول دے رہے اور غیر مناسب جملوں سے راہ فرار ڈھونڈھ رہے ہیں اگر آپ دیوبندیوں میں کچھ ہمت سمجھتے ہیں تو ان سے کہیے کہ وہ شرائط کا تصفیہ جلد کریں اور میدان میں آئیں ہم تو ہر طرح ان کے لئے آسانیاں اور سہولتیں بہم پنچا رہے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں:

اس کے جواب میں غالباً دیوبند سے بھی ہاتھی کے دوکانوں کے برابر اشتہار نکلے گا اس میں بھی شرائط کا جھگڑا ہوگا۔

ہم (قادیانی) کہتے ہیں نہیں بلکہ یوں فرمایئے کہ یاجوج ماجوج کے کانوں کے برابر۔

مہربانی کر کے آپ اپنے استاد یا استادوں کے جانشین حضرات کو سمجھائیں کہ وہ خواہ مخواہ معاملہ کو طول نہ کریں اور اصل مقصد کی طرف آئیں

اس کے بعد دیوبند سے اپنا تعلق یوں ظاہر کرتے ہیں:

خاکسار اڈیٹر بھی بحیثیت تعلیم دیوبندی ہے۔

ہم (قادیانی) کہتے ہیں مبارک ہو بلکہ وہابیت کے حسابوں تو آپ بڑے بھائی ہیں اور دیوبندی صاحبان چھوٹے بھائی۔ گو بعض فضائل میں وہ آپ سے بڑھ کر ہیں بلکہ آپ کے استاد ہیں۔ لیکن پھر بھی چند باتوں کے لحاظ سے آپ کے شاگرد ہیں۔ اور فیصلہ یہ ہے کہ وہ آپ کے استاد اور آپ ان کے استاد۔ آپ ان کے شاگرد وہ آپ کے شاگرد۔ مگر خواجہ حالی نے بالکل سچ کہا ہے

شریعت کو کرتے ہیں برباد دونوں
وہ ظالم ہیں شاگرد و استاد دونوں

مصرع ثانی میں دراصل لفظ (مردود، تھا ہم نے ترحماً تصرف کر دیا ہے اتنے عرصہ کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب کا دیوبند سے اپنا تعلق ظاہر کرنے پر ہمیں خیال ہوا تھا کہ شائد علمائے دیوبند کے قائم مقام بن کر وہ اپنے آپ کو مباہلہ کے لئے پیش کریں گے اور علمائے دیوبند کا شرائط کو طول دینا جب ان کو ناپسند ہے تو خود ان کی بجائے جلدی شرائط کا تصفیہ کریں گے لیکن کس طرح ممکن تھا کہ وہ ثناء اللہ صاحب جو ساری عمر مباہلہ کے نام سے کانپتے رہے اور تا حال اس کا ذکر سن کر ان کے اندام پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے وہ علمائے دیوبند کی بجائے اپنے آپ کو مباہلہ کے لئے پیش کر سکتے ہیں چنانچہ انہوں نے مباہلہ کو جس کے متعلق درحقیقت ہم دیوبندیوں سے شرائط طے کر رہے ہیں بالکل ہضم کر لیا ہے اور صرف مناظرہ کو لے کر جو محض ضمنی طور پر مباہلہ کرنے کے لئے رکھا گیا ہے لکھتے ہیں:

اس مباحثہ کے لئے بحیثیت دیوبندی ہونے کے میں خود کو پیش کرتا ہوں

(پھر مکرر فرماتے ہیں) اس کو دینی خدمت جان کر عام اعلان کرتا ہوں کہ دیوبندی نزاع میں بحیثیت دیوبندی ہونے میں پیش ہوں۔ قادیانی امت میں سے جس کا جی چاہے سامنے آ جائے۔

اس کے متعلق اول تو ہم (قادیانی) کہتے ہیں جب دیوبندیوں نے آپ کو اس میں شریک ہی نہیں کیا، تو آپ کس منہ سے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ ہاں اگر علمائے دیوبند نے آپ کو اپنا قائم

مقام تسلیم کر کے مباحثہ کے لئے کھڑا کیا ہے اور اپنی طرف سے کار روائی کرنے کی اجازت دی ہے تو جب تک ہمارے پاس ان کی طرف سے اس کے متعلق کوئی تحریر نہ آ جائے ہم ان کی بجائے آپ کو ہرگز قابل خطاب نہیں سمجھ سکتے۔

پس اگر آپ ان کے قائم مقام بن کر پیش ہونا چاہتے ہیں تو بسم اللہ آیئے لیکن ان سے تصدیق کرا دیجئے دوسرے آپ کو یاد رہنا چاہیے کہ دیوبندیوں سے ہمارا جو مباحثہ تجویز ہو رہا ہے وہ تو منجملہ دیگر شرائط کے مباہلہ کی ایک شرط ہے اور اصل امر مباہلہ ہے۔ پس آپ کو ان کا قائم مقام بن کر صرف مباحثہ ہی نہیں کرنا ہوگا بلکہ لازمی طور پر مباہلہ بھی کرنا پڑے گا۔ اس لئے اگر آپ تیار ہوں تو اطلاع دیں اور ان کی طرف سے ہمارے پاس اپنی قائم مقامی کے متعلق تحریر بھجوا دیں۔ تاکہ ان کی بجائے آپ سے مباہلہ کے شرائط طے کئے جائیں۔ کیا ہم امید رکھیں کہ اگر پہلے نہیں تو اب ہی آپ مباہلہ کے لئے تیار ہوں گے اور صرف گھر بیٹھے ہی شیخی نہ بگھارتے رہیں گے۔ (الفضل قادیان ۲۹ جولائی ۱۹۱۹ء ص ۴)

# مرزا صاحب اور ان کے الہامات

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

ہم میں سے اکثر اس طرف گئے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے الہامات شیطانی وساوس تھے۔ مگر مَیں افسوس سے کہتا ہوں کہ مجھے اُن سے اتفاق رائے نہیں ہے اور اس کے لئے وجوہات ہیں:

اول: قرآن شریف سے پایا جاتا ہے کہ شیطان نے بہشت سے خارج ہونے کا حکم سن کر عہد کرلیا کہ مخلوق خدا کو بہکایا کرے گا۔ اس لئے شیطانی الہام یا وساوس ایسے ہونے چاہئیں جو انسان کو گمراہ کرنے والے ہوں۔ مرزا صاحب کی صدہا الہامات سے صرف چند مثل فاصنع ماشئت وغیرہ کے ایسے ہیں۔ جو شیطان کے حسب مدعا ہیں۔ برخلاف اُس کے اُن کے بیشمار الہامات ایسے ہیں۔ جن سے شیطان کا کچھ لگاؤ یا نفع نقصان پایا نہیں جاتا۔ مثلاً:

(۱) ہم تجھے ۸۰ سال زندہ رکھیں گے یا اُس کے قریب یا اُس سے چند سال زیادہ۔ اگر یہ الہام شیطانی ہوتا تو شیطان اصلی عمر مثلاً ۸۰ یا ۷۵ یا ۸۵ جو کچھ بھی وہ تھی بیان کرکر

لگ ہو جاتا اُسے کیا غرض کہ ایسے پیرایۂ میں بیان کرتا کہ کسی حالت میں بھی الہام غلط ثابت ہو۔

(۲) مرزا صاحب نے شیخ مہر علی صاحب کو پیغام بھیجا کہ آپ کی سزائے پھانسی و ضبطی جائداد سے مَیں نے خدا سے دعائیں کر کر کے بڑی مشکل سے برطرف کرائی ہے مجھے اس کی سند دیجئے۔ شیخ صاحب نے ایسی سند (شیخ مہر علی صاحب کی ایمانداری اور دُور اندیشی نے ان کی عزت بچائی ورنہ جب خلقت دیکھتی کہ خود مرزا صاحب معمولی معمولی مقدمات ازالہ حیثیت عرفی جیسوں میں باوجود الہامات خدا پر توکل کر تو ہی غالب رہے گا کے تین تین چار چار وکیلوں بیرسٹروں کے محتاج ہوئے تو شیخ صاحب کی ایمانداری پر ضرور بدگمانی کرتی) دینی ایک گناہ عظیم۔ اس پر مرزا صاحب نے ناراض ہو کر شیخ صاحب کو ڈانٹا کہ اگر سند نہیں دیتے تو میں اپنی دعا آپ کی عمر و بحالی عزت و آرام کی واپس لیتا ہوں۔ مجھے الہام ہوا ہے

انا نریٰ تقلب وجهك فی السماء لقلب فی السماء ما قلّبت فی الارض انا معك نرفعك درجات

یعنی ہم آسمان پر دیکھ رہے ہیں کہ تیرا دل مہر علی کی خیر اندیشی سے بددعا کی طرف پھر گیا سو ہم بات کو اسی طرح آسمان پر پھیر دینگے۔ جس طرح تو زمین پر پھیرے گا۔ ہم تیرے ساتھ ہیں تیرے درجات بڑھائیں گے۔"

جائے غور ہے کہ شیطان اگر ایسا الہام بنانے پر قادر بھی ہو جائے تو اُسے اس سے کیا فائدہ پہونچ سکتا تھا۔ اگر شیخ صاحب سند دے دیتے تو ایک عالَم دعاؤں کے لئے روپیوں کی تھیلیاں لے کر قادیاں کی طرف دوڑتا نہ کے شیطان کی طرف۔ اور سند نہ ملنے سے مرزا صاحب کی نام آوری اور آمدنی پر اثر پڑا نہ کہ شیطان کی۔

(۳) اسی طرح مرزا جی کا ایک اور الہام لے لیجئے جو قرآن کے الفاظ میں ہے انا زوجناکھا۔ ہم نے محمدی بیگم کو تیری بیوی بنا دیا۔ یہ بقول مرزا صاحب دین کا کام تھا۔ اور اس سے بمقابلہ آریوں اور عیساؤں کے اسلام کا پلہ بھاری ہونا تھا۔ پس کوئی عاقل ایک دین کے کام کا بانی شیطان کو قرار نہیں دے سکتا۔

دوم۔ مرزا صاحب (ملہم) کو کبھی یہ شک نہیں ہوا کہ اُن کے الہامات میں پریشہ کے برابر بھی شیطان کو دخل ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ضرور تھا کہ اپنے الہامات (تجھ کو کن فیکون کے

اختیارات دیئے گئے۔ سب کچھ تیرے واسطے اور تیرے حکم کے واسطے ہے) کو آزماتے۔ رحمانی اور سچے نکلنے پر ان کو استعمال میں لاتے اور اس قدر آرزوئیں اپنے ساتھ گور میں نہ لے جاتے اور جھوٹے یعنی شیطانی ثابت ہونے پر اُن کے ایسا ہونے کا اعلان کر دیتے۔ مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ خوب جانتے تھے کہ ان میں شیطان کا دخل نہیں۔

سوم: یہ کہ الہاموں کے غلط ثابت ہونے پر مرزا جی لاحول پڑھتے اور صاف کہہ دیا کرتے کہ یہ وسوسۂ شیطانی نکلا اور اگر اجتہاد کی غلطی کا احتمال ہوتا تو ۱۶ سال (نکاح آسمانی) سے زیادہ تو غلطی پر متنبہ کئے جانے کا انتظار نہ کرتے اور برخلاف اس کے ہمیشہ ان کی تاویلات رکیکہ کر کر خواہ مخواہ ان کو سچا ہی ثابت کرنے کی کوشش نہ کرتے۔

جہاں مجھے اکثر مسلمانوں سے اتفاق رائے نہیں افسوس سے کہتا ہوں کہ مجھے مرزائی صاحبان سے بھی اتفاق نہیں کہ مرزا جی کے الہامات رحمانی تھے۔ نہیں اور ہرگز نہیں وہ صرف عقلی تھی اور خود ساختہ۔ اس کے ثبوب کے لئے بھی وجوہات متذکرہ بالا ہی کافی ہیں۔ مگر کچھ اَور بھی بیان کرتا ہوں:

(۱) ملک ہند کے صوبہ پنجاب کے ضلع گرداسپور میں الہام جزیرہ نمائے عرب کی زبان میں اُتر رہے ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ مسلمان اس کو متبرک سمجھتے ہیں۔ جلد قبول کر لیں گے۔

(۲) وہی بنی بنائی آیات قرآنی پھر نازل ہو رہی ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ اُن کے سامنے مسلمان سر نہیں ہلا سکیں گے۔

(۳) ان کی اپنی بڑائی اور تعریف کے الہام اُن کی حیثیت سے بہت بڑھ کر تھے مثلاً آنحضرت کو تو خدا کہے کہ میری حمد کرو۔ اور مرزا صاحب کو کہے کہ میں عرش پر بیٹھا تیری حمد کر رہا ہوں۔

(۴) الہام خلاف واقع ہوتے تھے۔ جیسے

انك لعلى خلق عظيم۔

فيك مادة فاروقية۔

واصبر على مايقولون۔

اُرید ما ترویدون۔
اصلها ثابت وفرعها فی السماء۔
میر عباس علی کی نسبت،
ڈاکٹر عبدالحکیم خاں تیری آنکھوں کے سامنے فنا ہوگا۔
تیری عمر ہم بڑھادیں گے۔
تیرے مخالفوں کا اخزا اور افنا تیرے ہاتھ سے مقدر تھا۔
(۵) محض جھوٹے ثابت ہوتے تھے مثلا
انه اٰوی القریة۔ ۔انی مهین من اراد اهانتك۔
مولوی محمد حسین صاحب کی نسبت باوشاں از جامہ ہایت برکت جوید۔
خدا تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔
تجھے ہم ۸۰ سال یا اُس کے قریب یا اس سے چند سال زیادہ زندہ رکھیں گے۔
ہم نے محمدی بیگم کو تیری بیوی بنادیا۔
تجھے بشیر موعود دیں گے جن کی خوشبو تمام دنیا میں پھیل جائیگی۔
تجھے عنقریب جوانی واپس دی جاویگی۔
تجھے عزت کا خطاب (سرکار سے) ملے گا۔
(اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶۔ نمبر ۳۶۔ مورخہ ۱۱/ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۸/اگست ۱۹۱۹ء ص: ۵-۶)

## قادیانی یسرنا القرآن

اِس عنوان سے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۱/جولائی ۱۹۱۹ء میں ایک مراسلت دربارۂ یسرنا القرآن چھپی ہے:
مجھے افسوس ہے کہ راقم مضمون نے بغیر دیکھے بھالے ایسی بات لکھدی۔ جس کی حقیقت جب ان پر کھلے گی تو وہ خود ہی شرمسار ہوجائیں گے۔ میں جناب اڈیٹر صاحب کے ملاحظہ کے لئے ایک جلد قاعدہ بھیجتا ہوں۔ اس کا دیباچہ ملاحظہ ہو۔ اس میں یہ عبارت مندرج ہے۔

''قاعدہ بغدادی میں مرکب حروف کی پہچان کرانے کا کوئی قاعدہ نہیں رکھا گیا..... لہذا اس قاعدہ یسرنا القرآن میں مفرد حروف کے بعد مرکب حروف کی پہچان کا قاعدہ رکھا گیا۔''

چنانچہ اسی خیال کے مطابق صفحہ ۵ پر اور اس سے آگے ایک ایک حرف کی مختلف شکلیں دکھائی گئی ہیں۔ تا کہ بچے کو مفرد حروف کے بعد مرکب حروف کی پہچان بھی ہو جائے۔ ج جب جت کا یہ مطلب ہے کہ ج جب دوسرے حرف کے ساتھ ملتا ہے۔ تو اس کی (جـ) یہ شکل ہو جاتی ہے۔ اور یہ الفاظ نہیں جو ان پر اعراب لگایا جاتا۔ بلکہ صرف یہ مقصود ہے کہ بچہ ان مفرد حروف کو اِس مرکب صورت میں پہچاننے کی مشق کرے۔

چنانچہ یہ اسی صفحہ ۵ پر صاف لکھدیا گیا ہے کہ:

''یہ الفاظ نہیں بلکہ ایک ایک حرف کا جدا نام لینا چاہیئے۔''

اسی طرح صفحہ ٦ پر دو سطریں جو فبعتعثقنمیھد لکھی ہیں۔ تو یہ بھی مشق کے لئے ہیں کہ بچہ مفرد حروف کی مختلف شکلوں کو ذہن نشین کر لے اور قرآن مجید بآسانی پڑھ سکے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اردو الفاظ با اعراب کیوں ہیں؟ صاحب یہ اس لئے کہ بچے کو اعراب کی مشق ہو اور وہ اپنی زبان میں الفاظ پڑھ کر دلچسپی کے ساتھ اعراب کی صورت اور اثر کو سمجھ سکے۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ''ابھی دو زبر دو پیش کی پہچان نہیں کرائی اور چند آیات لکھ دی ہیں'' چونکہ ہر قاعدہ کی مشق ساتھ ساتھ کرائی جاتی ہے۔ اس لئے وہ آیات قبل از وقت نہیں جو آیات دی گئی ہیں ان میں کسی حرف دو زبر دو پیش نہیں۔ اِس قاعدہ یسرنا القرآن ہر ایک مشق گذشتہ قاعدوں کی ہوتی ہے۔ کسی آئندہ قاعدے کا اس میں دخل نہیں ہوتا۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷ کا نوٹ)

اِس قاعدے کو نہایت سوچ بچار کے بعد بچوں کی فطرت واستعداد کے مطابق لکھا گیا ہے۔ اور ایسا طرز ہے کہ اسے ختم کرنے کے بعد صرف قرآن مجید سنانا باقی رہ جاتا ہے۔ خدا کے فضل سے یہ قاعدہ ایسا مقبول ہے کہ اِس کے لئے تعریفوں کے دریا بہا بہا کر اشتہار دینے کی ضرورت نہیں اور نہ منع کرنے سے اس کی اشاعت رُک سکتی ہے۔ البتہ غلط فہمی ڈالنا مذہباً ناجائز ہے۔ منیجر دی میڈیسن ایجنسی ضرور قاعدے ۳۲؍ کے وی پی میں

پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسّرنا القرآن قادیاں کو واپس کردیں۔ وی پی وصول کرلیا جائے گا۔ صرف یہ اطلاع دیدیں کہ قاعدے کسی کتب فروش سے منگوائے تھے یا براہ راست منصف سے۔'' (اکمل قادیاں)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

میں نے بھی وہ قاعدہ یسرنا القرآن دیکھا ہے۔ جس کی نسبت میں بلاتعصب کہتا ہوں کہ وہ تعلیمی طریق سے بالکل دور ہے۔ اس کے مصنف کو بچوں کی تعلیم کا تجربہ نہیں۔ اس لئے میں بافسوس منیجر دی میڈیسن ایجنسی موصوف کی رائے سے متفق ہوں کہ قاعدہ مذکور بچوں کو مفید نہیں۔''

(اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶۔ نمبر ۳۶۔ مورخہ ۱۱؍ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۸؍ اگست ۱۹۱۹ء ص:۶)

## مرزا جی کے ایک مرید کا دماغ

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر میں کسی مرزا برکت علی صاحب احمدی کی چٹھی جناب کے نام سے ملاحظہ سے گذری۔ مرزا صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ:

''آپ کے اخبار میں معجزات مسیح موعود پر نکتہ چینی پڑھ کر مجھے آپ کی توجہ آیات ذیل کی طرف مبذول کرنے کی جرأت ہوئی ہے۔ آپ سابق منکرین انبیاء کے اقوال کو مدنظر رکھ کر آئندہ (۲)...... مرزا صاحب کی پیشگوئی پر جس قدر بھی نکتہ چینی شائع فرماوینگے۔ وہ اگرچہ متعصب مخالفین کو کیسی ہی بھلی معلوم ہوگی۔ لیکن احمدیوں کے ازدیادِ ایمان کا باعث ہوگی۔

اس کے بعد تین آیات درج کی ہیں۔ پہلی کا مطلب ہے کہ بعض آیات منسوخ ہونے اور اون کی جگہ دوسری نازل ہونے پر مشرکوں نے آنحضرت ﷺ کو مفتری کہا۔ کہ وہ آیات دل سے بناتے ہیں۔ دوسری کا یہ مطلب ہے۔ کہ ابوجہل وغیرہ نے چھپ کر آنحضرت ﷺ کو قرآن پڑھتے سنا اور اون کو جادو کیا گیا قرار دیا۔ تیسری کا یہ مطلب کہ ابوجہل وغیرہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ اگر تم سچے رسول ہو تو سرزمین مکہ

پر نہریں چلادو۔ افسوس بلکہ صد افسوس

کہا جھگڑا اپڑا روی نکلا باغ کا کاغذ

اعتراض تو یہ کہ اخبار اہل حدیث امرتسر میں مرزا جی کے معجزوں یعنی پیشگوئیوں پر نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ یعنی ثابت کیا جاتا ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئیں، اس لئے جھوٹی تھیں اور حوالہ دیا جاتا ہے کہ مشرکین نے آنحضرت کو مفتری کہا۔ جادوشدہ کہا۔ اور ان سے معجزہ طلب کیا۔ میری عقل حیران ہے کہ ان دونوں میں نسبت کیا قائم کی گئی ہے۔

لائق نامہ نگار صاحب کو چاہئے کہ اِس اعتراض کے ساتھ کوئی ایسی مثال پیش کریں۔ جس میں کسی نبی نے بذریعہ الہام کوئی پیشین گوئی کی ہو اور اس کے پورا ہونے نہ ہونے پر اپنا صادق یا کاذب ہونا قرار دیا ہو۔ اور پھر وہ پوری نہ ہوئی ہو۔ اگر کوئی ایسی مثال دنیا میں مل سکتی ہے۔ تو سب سے پہلے اُس نبی سے انکار کرنے والا اور اوس کو جھوٹا نبی سمجھنے والا مَیں ہوں گا۔ حوالہ کسی معتبر کتاب کا ہو محرف اور غلط نہ ہو۔ اگر اعتراض سے قطع نظر کر کر اور اس کو کالعدم سمجھ کر صرف آیات پیش کردہ پر غور کیا جائے۔ تو ان سے صرف اس قدر پایا جاتا ہے۔ کہ مشرکین نے آنحضرت ﷺ کو مفتری کہا یا جادو کیا گیا کیا۔ اور ان سے معجزہ طلب کیا اس حدیث نے نہ مرزا جی کو کبھی جادو کیا گیا کہا نہ مرزا جی سے کبھی معجزہ طلب کیا۔ ہاں مفتری ڈنکے کے چوٹ سے کہتا ہے۔ اور مرزا جی کا اپنا تسلیم کیا ہوا (اگر یہ پیشگوئی پوری نہ ہو تو میں جھوٹا) ثبوت پیش کرتا ہے۔ فاین المفر۔ لے دے کر مرزا صاحب کی نبوت کا صرف یہ نشان پیش کرنا کہ مرزا جی کو مفتری کہا جاتا ہے۔ اور سچے نبی کو بھی مفتری کہا گیا۔ اس لئے مرزا جی بھی نبی ہیں۔ قیامت تک بچوں کی ہنسی کے لائق ہے اور بریں عقل و دانش بباید گریست کا معاملہ ہے۔ بھلا نامہ نگار صاحب! مسلیمہ کذاب جو آیات قرآن کے مقابلہ میں آیات گھڑ لیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ آپ کی مذہب میں اس کو مفتری کہنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو یہ ثبوت اُس کے سچے نبی ہونے کا ہوا اور مرزا جی کو آپ کا مفتری نہ کہنا آپ کی طرف سے ثبوت ان کے جھوٹے ہونے کا ہوا۔

(۲) ازدیاد ایمان کی تو ایک ہی کہی۔ اِس سے پایا گیا کہ فاضل نامہ نگار صاحب کا

ایمان ہے کہ انبیاء گذشتہ معاذ اللہ پرلے درجے کے جھوٹے تھے۔ جس قدر مرزا جی کے جھوٹ زیادہ ثابت ہونگے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اُن سے زیادہ مشابہت ہوکر نامہ نگار صاحب کی اُن سے زیادہ مشابہت ہوکر نامہ نگار صاحب کا ایمان مرزا جی کے واقعی نبی ہونے میں ترقی کرتا جائے گا۔ العظمت لله۔ یہ تو کفر ہے اور جلد توبہ کرنے کی جگہ ہے۔

نامہ نگار صاحب قرآن میں تدبر کریں۔ کہ عزیز مصر کا سات سال قحط پڑنے کا خواب باوجود ایک پیغمبر (حضرت یوسف علیہ السلام) کے انتظام کرنے کے خالی نہ گیا۔ فرعون کا خواب باوجود عام طور پر لوگوں کی اولاد نرینہ کے قتل کرانے کی صحیح ثابت ہوکر رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت اسی طرح۔ پس جب کافروں کے خواب غلط نہ گئے تو کون مردود ہوگا۔ کہ پیغمبروں کے الہاموں کو جھوٹا کہے گا۔ اور کیسا ازلی شقی ہے وہ شخص جو جھوٹے الہام والے کو تو یہ معاذ اللہ نبی مانے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان شرّ الدواب عنداللہ الصم البکم الذین لایعقلون.

ہاں نامہ نگار صاحب آپ کے پیر نے ایک سخت بول بولا ہے۔ اور لوگوں کو مغالطہ میں ڈالا ہے کہ ایک مرتبہ ۴۰۰ نبیوں کی پیشینگوئی جھوٹی ہوئی۔ (ازالہ اوہام) حالانکہ مرزا جی خوب جانتے تھے کہ وہ چارسو ہمارے نہ نبی نہ تھے۔ بلکہ بت پرست اور مندروں کے مہنت تھے۔ مرزا جی کو اس لکھنے کے بعد جب معلوم ہوا کہ منشی الٰہی بخش صاحب لاہوری اُن کی قلعی کھولنے لگے ہیں تو آپ نے اونکو لجاجت اور عتاب کا پیغام بھیجا جو صفحہ ۲۴ عصائے موسیٰ پر درج ہے۔

لجاجت کے بعد کہتے ہیں کہ اس کی تردید اپنی کتاب میں نہ چھاپیں۔ اگر طبع کرا چکے ہیں۔ تو اُس کو ضائع کردیں۔ ورنہ یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کہ اون کی سخت پردہ دری ہوگی۔ اور ذلیل ہونگے سخت ذلیل ہوں گے۔ سخت ذلیل ہوں گے وغیرہ وغیرہ۔

جناب نامہ نگار صاحب! اگر مرزا جی کو مفتری ثابت کرنے سے آپ کا ایمان تازہ ہوتا ہے تو اب ہمارے واسطے یہی راہ ہے کہ ہم اون کو سچا ثابت کریں۔ تا کہ آپ اون سے متنفر ہوجائیں۔ وائے برحالِ ایشاں

گر مسلمانی ہمیں است کہ ایشاں دارند
وائے گر از پسِ امروز بود فردائی

اللہ پاک تو فرماوے کہ کسی آدمی کی تاب نہیں کہ خدا اُس سے دوبدو ہوکر کلام کرے اور مرزا صاحب فرماویں کہ خدا مجھ سے اپنے چہرہ سے پردہ اٹھاکر باتیں کرتا ہے۔ اس صریح افترا پر جب لوگ تمسخر اور استہزا کریں تو مرزا جی نبی بن جاویں کیوں کہ لوگ نبیوں پر بھی ہنسا کرتے ہیں۔ واللہ ھذا لشئ عجیب۔

خدا نے بیشک فرمایا ہے کہ رسولوں پر لوگ ٹھٹھے کرتے رہے۔ مگر یہ کہاں فرمایا ہے کہ جو کوئی آسمانی نکاح وغیرہ کی حتمی پیشینگوئی کر کے اپنے پر ٹھٹھے کرائے اُسے رسول مان لینا۔ مرزا جی سے بڑھ کر رسالت کے دعوے کا حق ایک ساحر یا مجنوں رکھ سکتا ہے۔ یہ کہہ کر کہ قرآن میں آیا ہے کہ لوگ نبیوں کو ساحر یا مجنون کہتے تھے۔ اور مجھے بھی لوگ ساحر اور مجنون کہتے ہیں۔ پس کیا ایسی حالت میں مرزائی صاحبان اُس پر بھی ایمان لے آوینگے۔ یا اوس کے صدق وکذب کا امتحان کرینگے جو کام خدا کے فضل سے مرزا صاحب کی نسبت اہل حدیث کر رہا ہے اور جس پر غلط کاری اور کم فہمی سے اعتراض ہے۔ خدا کا شکر کرو کہ ایک اخبار ایسا بھی ہے جو تمہیں تمہاری غلطیوں سے آگاہ کر رہا ہے۔ اوس کا مقولہ ہے۔ کہ

اگر بینم کہ نابینا وچاہ است
اگر خاموش بنشینم گناہ است

(اہل حدیث جلد ۱۶۔ نمبر ۴۱۔ مورخہ ۱۶ ر ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۲ ر ستمبر ۱۹۱۹ء ص: ۴-۶)

## سچے سید کی نشانی

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ایک معزز سید کو اپنے خط میں (جو اصل ہمارے پاس موجود ہے) ذیل کے فقرات لکھتے ہیں:

”مجھ کو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام میں حضرت عیسیٰ سے مشابہت دی ہے۔ اور علی سے کچھ کم میرے پر فضل نہیں کیا۔ بلکہ جیسا اُس نے علی پر فضل کیا۔

ایسا ہی اوراس کے برابر مجھ پر فضل کیا۔ اگر علی زندہ ہوتا تو وہ میری بہت تعظیم کرتا۔ سولازم ہے کہ جواس کی سچی اولاد ہے۔ وہ بھی میری تعظیم کرے علی کو شرف صحبت جناب رسول اللہؐ سے جو حاصل ہے وہ چھوڑ کر سب کمالات کو ظلی طور پر اللہ جل شانہ نے مجھ کو عطا کیا۔ اور مجھ کو بار بار بذریعہ الہام فرمادیا ہے کہ ہر ایک شخص سید یا کوئی اور ہو۔ جو تیری اطاعت اور فرمانبرداری غلامی کی طرح کرے گا۔ اُسی پر میرا فضل ہوگا۔ ورنہ درحالت انحراف وحسد، سید ہونا کسی کام نہیں آئیگا۔ غرض آپ کے لئے سید ہونے کی نشانی یہی ہے کہ میرے فرمانبردار خادموں میں داخل ہوجایئے۔ ایسی ہی اللہ تعالیٰ نے مجھے الہام سے مطلع کیا ہے سو خدا کرے کہ آپ میں سچے سادات کی سچی نشانی پائی جاوے۔ میں دیکھتا ہوں کہ صدہا سید نیک بخت میری کفش برداری پر فخر کرتے ہیں اور اپنی سعادت سمجھتے ہیں سو خدا کرے کہ آپ میں بھی یہ سچی نشانی سید ہوجانے کی پیدا ہوجاوے۔

مورخہ ۱۱-اپریل ۱۸۸۶ء۔ راقم غلام احمد''

ناظرین! غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم نے تو غضب ڈھادیا تھا۔ کہ اپنے بیٹے کا نام غلام احمد رکھ دیا تھا۔ مگر آفریں غلام احمد کی ذہانت اور فطانت پر کہ اُس نے آزادی کا ایسا نسخہ تجویز کیا کہ ارسطو اگر زندہ ہوتا۔ تو مرزاجی کے پیروں پر گر پڑتا۔ یعنی غلامی کے جوئے کو ایک ایسی غیر محسوس چیز سے اُتار پھینکا جس کو نہ آنکھ دیکھ سکتی تھی۔ نہ کان سن سکتا تھا۔ نہ ناک سونگھ سکتی تھی۔ نہ ہاتھ ٹٹول سکتا تھا۔ کہ کوئی اس کی ماہیت کو پہونچتا۔ وہ کیا تھا؟ ''مجھے الہام ہوا ہے'' کرلو مرزاجی کیا کرنا ہے۔ غلامی حرف غلط کی طرح مٹادی گئی۔ خدا ''یا احمد یا احمد'' پکارنے لگ گیا۔ پھر اسی نسخہ کی مداومت سے محمد بنے۔ مریم بنے۔ ابن مریم بنے۔ آدم بنے۔ نوح بنے۔ ابراہیم بنے۔ یوسف بنے۔ موسیٰ بنے۔ خدا کا بیٹا بنے۔ حتیٰ کہ کشف ورویائے صادقہ صالحہ میں خدا بھی بن گئے۔ **العظمت لله**۔

جائے غور ہے کہ اولادِ مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کو جب (خاکم بدہن) مرزا صاحب کی کفش برداری کا فخر ہوا تو غلام مرتضیٰ کو تو کچھ اس سے بڑھ کر کا فخر ہوگا۔ کیوں کہ صفحہ ۲۴ چشمہ مسیحی پر مرزا صاحب فرما چکے ہیں کہ غلام زید میں اضافت تملیکی ہے اور ظاہر ہے کہ

اولادِ غلام سے جو ملکیت ہوتا ہے افضل ہے۔

ملک الموت نے مرزا صاحب کا ان کی الہامی عمر کے حساب سے بہت جلد یعنی قریبا ۲۵ سال پہلے قطع وتین کردیا اور ان کے دل کی دل میں رہ گئیں۔ ورنہ خدا جانے کیا ہوتا۔ (راقم یکے از کوہاٹ)

(اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶۔ نمبر ۴۱۔ مورخہ ۱۶رذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۲رستمبر ۱۹۱۹ء ص:۶)

**مباحثہ ترگڑی میں مرزائیوں کو شکست**

ضلع گوجرانوالہ پنجاب میں ایک موضع ترگڑی ہے۔ وہاں کے محمدیوں اور احمدیوں (مرزائیوں) میں مباحثہ ہوا۔ فیصلہ کے لئے اہل دِہ نے تین غیر مسلموں کو منصف بنایا تھا۔ مرزائیوں کی طرف سے مولوی اسماعیل اور حافظ جمال احمد مناظر تھے اور اہل سنت کی طرف سے مولوی سید نادر شاہ صاحب تھے۔ تینوں منصفوں نے فیصلہ بحق محمدیاں دیا۔ الحمدللہ۔ (مختصر از مطبوعہ اشتہار)

(اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶۔ نمبر ۴۱۔ مورخہ ۱۶رذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۲رستمبر ۱۹۱۹ء ص:۱۴)

# قادیانی سیر شملہ

(تصحیح: مضمون مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۲۹راگست میں ایک غلطی ہوگئی۔ جو شخص مرزا صاحب قادیانی کے ایثار پر گفتگو کر رہا تھا وہ خواجہ کمال الدین تھے۔ نہ مولوی محمد علی۔ نامہ نگار)

قبل ازیں میں جو کچھ حوالہ قلم کر چکا ہوں اس کا ماحصل یہ تھا کہ مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب نے شملہ میں آنکر اپنے اخلاق کا جو کچھ نمونہ دکھایا ہے۔ اس میں بہت کچھ دو رنگی کا جلویٰ ہے۔ ابھی اِس داستان کا کچھ حصہ باقی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے بھی سطح کاغذ پر نمایاں کیا جاوے تاکہ جو مرقع ناظرین کے سامنے پیش کرنا ہے وہ از سرتا پا مکمل ہو۔ اور ان برادران اسلام کے لئے باعث عبرت ہو جو اس لاہوری کی نسبت حسن ظن سے کام لیتے ہیں۔ اور سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ ہمارے قریب آرہے ہیں۔

میں تحریر کر چکا ہوں کہ اب مولوی محمد علی صاحب نے شملہ میں اپنے ایک مرید کے مکان پر درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ اور ان کے مریدان باصفا تعلیم یافتہ نوجوانوں

کو ترغیب دیتے ہیں کہ وہ بھی شامل ہوکر مولوی صاحب کے علم وفضل سے فیضیاب ہوں۔ اِس درس قرآن میں جو راز مضمر تھا، وہ ایسا نہ تھا کہ دوربین نگاہوں سے پوشیدہ رہتا۔ چنانچہ ان نوجوانوں نے جن کو اس درس کی دعوت دی جاتی تھی اس کے خطرات کو وقت پر محسوس کیا۔ اور اپنے اِس درس قرآن کی مجلس کا جو غفلت سے مرض التواء میں پڑی ہوئی تھی، از سرنو انعقاد کیا۔ کیوں کہ وہ خوب جانتے تھے کہ مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر کا رنگ اور ناواقف نوجوانوں پر اس کا برا اثر کرے گا۔

ابھی قرآن مجید کا پہلا سیپارہ بھی ختم نہ ہوا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب کے مریدان باصفا کا غیظ وغضب آسمان کو چڑھ گیا۔ پہلے تو ان میں سے بعض جوشیلے ممبروں نے بہت سی غلط افواہیں پھیلائیں۔ جب ان سے بھی کام نہ چلا۔ اور مولوی محمد علی صاحب کے درس میں بجائے اضافہ کے کمی شروع ہوئی، تو ان میں سے ایک نوجوان نے مسلمانوں کے درس میں آکر رخنہ اندازی شروع کردی اور دوران درس میں بہت کچھ لاف وگزاف کی کہ یہاں جو کچھ تفسیر بیان ہوتی ہے اس سے وہ خود بہتر بیان کرسکتے ہیں۔ گو کہ صاحب موصوف عربی زبان سے بے بہرہ ہیں بلکہ بعض اوقات اردو تک صحیح نہیں پڑھ سکتے۔ مگر ہم ان کی قابلیت کے معترف ہیں۔ کیوں کہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جو نکات قرآنی قادیانی جماعت کا جاہل سے جاہل ممبر بھی بیان کرسکتا ہے وہ کسی قدیم یا جدید مفسر بلکہ صحابہ کبار کو بھی نہ سوجھے تھے، پھر ہمارے علماء کی کیا حقیقت ہے۔ اگر کسی کو ہمارے اس بیان میں کلام ہو تو وہ مرزائیوں کی تفسیریں ملاحظہ کرکے تصدیق کرسکتا ہے۔

جب اس رخنہ اندازی سے بھی کام نہ چلا تو انہوں نے اپنا سارا زور ایک نوجوان تعلیم یافتہ پر اِس طرح اُتارا کہ اسے اپنے درس میں آنے سے منع کردیا۔ کیوں کہ اس کا یہ جرم تھا کہ وہ باوجود مولوی محمد علی صاحب کے درس میں حاضر ہونے کے مرزا صاحب کی نسبت اچھا اعتقاد نہ رکھتا تھا۔ اور مولوی محمد علی صاحب اور ان کے مریدان شاطر ایسے اشخاص کے متلاشی تھے۔ جو بوجہ اپنی سادہ لوحی کے ان میں آجاوے۔ ان کی اس روش نے عوام میں ان کی نسبت ایسی بدظنی پھیلادی کہ جو لوگ بھی وہاں جایا کرتے تھے، انہوں نے بھی جانا ترک کردیا۔ غرضیکہ اصل حقیقت سب پر منکشف ہوگئی۔ کہ دراصل درس قرآن کے پردے میں مرزائیت پھیلانا مقصود ہے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب مولوی محمد علی صاحب نے شملہ درس قرآن موقوف کر دیا اور اپنی سرگرمی کو اپنی جماعت تک محدود کر رکھا ہے۔ ان کی اِس عدم التفات کے ہم مشکور ہیں۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔

مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین صاحبان نے جب دیکھا کہ درس قرآن کی آڑ میں جو داؤ کھیلا تھا، وہ شملہ میں کارگر نہ ہوا۔ اور دوسرا حربہ تو پہلے ہی کند ہو رہا ہے، یعنی جو اشاعت اسلام انگلستان میں ہو رہی ہے، اس کے منہ پر سے بھی نقاب اُٹھ رہا ہے اور خواجہ صاحب نے فرما دیا ہے کہ انگلستان میں وہ رسول اللہ کو بھی خصوصیت سے پیش نہیں کرتے کیوں کہ وہاں کے لوگ بڑے بڑے آدمیوں کو Prophet یعنی نبی کہتے ہیں۔ بلکہ خواجہ صاحب کو بھی وہاں کے نبی کے لفظ سے پکارا جاتا ہے۔ (ملاحظہ ہو الفضل قادیان مورخہ یکم جولائی)

تو اب ان کو یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ کہیں ان واقعات کا انکشاف انہیں مالی نقصان نہ پہونچائے اور مسلمان چندہ دینے سے ہاتھ نہ روک لیں۔ اس کے لئے انہوں نے ایک نیا ڈھنگ نکالا ہے یعنی اپنے مریدان خوش اعتقاد کے ذریعہ یہ مشہور کر رہے ہیں کہ دسمبر میں آئندہ سالانہ جلسے پر بذریعہ ریزولیوشن اِس بات کا اعلان کر دیا جاویگا۔ کہ ہر مسلمان کے پیچھے خواہ وہ مکذب مرزا صاحب ہو لاہوری جماعت کی نماز جائز ہے۔

دیکھیں اس وعدہ کا ظہور کس رنگ میں ہوتا ہے۔ یا کوئی اور جدید پالیسی سدراہ ہو کر اس کے مزید التوا کی باعث ہوتی ہے۔

راقم: حقیقت نگار، از شملہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶۔ نمبر ۴۲ مورخہ ۲۳ رذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹ ر ستمبر ۱۹۱۹ء ص:۵)

## امام حسینؓ اور مرزا قادیانی

جناب بابو محمد حسین صابری بریلی سے لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ ہے کہ میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے افضل ہوں۔" (دافع البلاء)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یہ بھی لکھتے ہیں کہ

"حسین میں اور مجھ میں بہت فرق ہے کیوں کہ مجھے تو ہر وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے۔" (اعجاز احمدی)

کون کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی افضلیت کن معنوں سے ہے۔ یہ تو وہی جانتے ہونگے یا اون کے مریدوں کو معلوم ہوگا۔ یہاں ایک ہی واقع کا ذکر کرکے ثابت کیا جاویگا۔ کہ مرزا جی کا دعویٰ محض غلط اور جھوٹا تھا۔ اور خواہ مخواہ توہین بزرگانِ دین اور اپنی کبریائی کا اظہار مدِ نظر تھا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعات کربلا کس کو معلوم نہیں۔ مسلمانوں میں بچہ بچہ جانتا ہے کہ امام عالی مقامؓ نے جان و مال اور اولاد، بھائی بند، رشتہ دار، سب کو قربان کردیا۔ مگر کلمۂ حق زبان سے نہیں چھوڑا۔ بھوک سے پیاس سے گرمی میں دھوپ میں ہر طرح کی تکلیف اوٹھائی مگر یزید کی اطاعت نہیں کی۔

مرزا صاحب قادیانی کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مقدمہ میں جب عدالت کی طرف سے کہا گیا کہ وہ آئندہ کسی قسم کا الہام یا پیشگوئی کسی کی موت یا ذلت کے بارے میں نہ شائع کیا کریں۔ تو جھٹ ڈپٹی کمشنر گرداسپور کی عدالت میں ایک اقرار نامہ لکھ آئے جس کی دو ایک دفعات یہ ہیں:

(۱) میں ایسی پیشگوئی شائع کرنے سے پرہیز کرونگا۔ جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہونچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

(۲) میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہونگا۔ جس کا یہ منشاء ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو۔ کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو یا عیسائی) ذلت اٹھائیگا۔ یا موردِ عتاب الٰہی ہوگا۔"

حالانکہ مرزا صاحب کا یہ بھی الہام تھا۔ کہ

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی

مگر عدالت کے ڈر سے سب کچھ بھول گئے۔ گویا کلمہ حق پہونچانے سے انکار کردیا۔ اس سے صاف سمجھ میں آتا ہے۔ کہ اون کا یہ دعویٰ کہ میں حسینؓ سے افضل ہوں محض غلط

ہے۔ اور کہ اگر مرزا صاحب سچے پیغمبر ہوتے۔ تو کلمۂ حق سے ہرگز منحرف نہوتے اور حاکم کو صاف طور پر کہد یتے کہ صاحب مجھ کو خدا کی طرف سے جو کچھ وحی ہوتی ہے یا جو حکم ملتا ہے۔ پہونچانے اور شائع کرنے پر مجبور ہوں۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ میں خدائی الہام اور احکام شائع نہ کروں۔

(ہفت روزہ اہلحدیث جلد ۱۶۔ نمبر ۴۲ مورخہ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۱۹ء ص:۶)

# قادیانیوں کی کھلی شکست

دہلی سے جناب سید عبدالسلام آف مطبع فاروقی صاحب لکھتے ہیں:

مباحثہ لدہانہ کی شکست کے بعد قادیانی فریق کو اب دہلی میں ایک اَور سخت شکست اٹھانی پڑی ہے۔ دہلی میں اس فریق کے ساتھ ایک مشہور عیسائی مناظر پادری احمد مسیح کا مناظرہ اس مضمون پر ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ پر جو اعلان شائع کیا تھا کہ جھوٹا سچے کے سامنے مرجائے۔ آیا یہ اعلان مباہلہ تھا یا دعا تھی۔ فریق قادیانی نے نہایت اصرار کے ساتھ یہ بھی منظور کرایا تھا کہ پنڈت راچند رکو اس مناظرہ کا حکم قرار دیا جائے۔ اور بابو محمد حسن قادیانی کی تائید اور کمک کے لئے مولوی روشن علی اور ڈاکٹر اسماعیل جیسے معززین قادیانی فرقہ کے بھی موجود تھے۔ اس سے اس مناظرہ کی اہمیت ظاہر ہے۔

یہ جلسہ مناظرہ عام تھا۔ ۳ ستمبر سے ۶ ستمبر ۱۹۱۹ء تک روزانہ کئی کئی گھنٹہ تک بکرسٹھ ہال میں ہوتا رہا۔ فریق قادیانی کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ مباہلہ تھا۔ دعا نہ تھی۔ پادری احمد مسیح کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ دعا تھی مباہلہ نہ تھا۔ فریقین نے اپنے اپنے دعویٰ کی تائید میں گفتگو اور بحث نہایت شدومد کے ساتھ کی۔ آخر وقت آیا کہ بابو رام چندر جو دہلی کے مشہور آریہ مناظر ہیں کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس حیثیت سے کہ فریقین نے اون کو اپنا حکم تسلیم کیا تھا۔ یہ اعلان کیا کہ

"میں نہایت غور وفکر کے ساتھ فریقین کی بحث اور گفتگو کو سنا۔ میں ایمانداری کے ساتھ فیصلہ کرتا ہوں کہ پادری احمد مسیح نے اپنے ادعوی کو ثابت کردیا کہ

دعا تھی۔ اور فریق ثانی اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے میں ناکام رہا کہ یہ مباہلہ تھا۔ پادری احمد مسیح نے یہ بھی ثابت کردیا کہ مرزا صاحب کو اپنی اِس دعا کے بارہ میں الہام بھی ہوچکا ہے کہ وہ قبول کرلی گئی۔ اس لئے ان کا دفعتہً لاہور میں مرجانا اونکے حق میں ایک خدائی فیصلہ تھا۔ اور انہیں کے اقرار کے بموجب تھا''

بابو رام چندر غالبا اپنا فیصلہ شائع کررہے ہیں جس کا پبلک کو نہایت دلچسپی سے انتظار ہے۔

عاجز: سید عبدالسلام غفرلہ، مالک مطبع فاروقی دہلی، بازار بلیماران

(ہفت روزہ اہلحدیث جلد ۱۶۔ نمبر ۴۲ مورخہ ۲۳ رذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹ رستمبر ۱۹۱۹ء ص: ۱۴)

# تاریخ مرزا پر ریویو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہماری جدید تصنیف تاریخ مرزا نے مرزائی کیمپ کو بہت بے چین کردیا کیوں کہ اوس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی کے تمام واقعات جمع کئے گئے ہیں۔ جو لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہوگئے تھے۔

کتاب گو چھوٹی ہے مگر مضمون کے لحاظ سے اس کی دو باب ہیں۔ ایک باب مرزا صاحب کی زندگی کا تصنیف براہین احمدیہ تک۔ دوسرا بعد براہین زمانہ ادعا مسیحیت سے موت تک۔ خوش قسمتی سے قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں کے اڈیٹروں نے اس کتاب کی فرمائش بھیجی۔ تو دونوں کو بغرض ریویو بھیجی گئی۔ چنانچہ ان دونوں نے کتاب مذکور پر ریویو کیا۔ ریویو میں انہوں نے اظہار غصہ کیا ہے وہ اون کے اندرونی صدمہ کا ایک نشان ہے جو اس کتاب سے اون کو ہوا ہے کتاب مذکور کے کسی واقعہ کی تکذیب نہیں کرسکے نہ کسی لفظ کی سختی پر اعتراض ہے۔ پھر ہے تو کیا ہے۔ وہی حبشی کے شیشے والا قصہ جو مشہور ہے کسی حبشی کو راہ چلتے شیشہ ملا۔ خیریت سے اپنی زیارت اس میں کی تو چونکہ بقول شیخ سعدی مرحوم

تو گوئی تا قیامت زشت روئی
بر ذختم ست بر یوسف نکوئی

ہمہ تن مہ جبین اور دل نشین تھے۔ اور شیشے میں سیاہ نظر آئے تو غصے میں شیشے کو مارا اور زبان سے فرمایا کہ اسی عیب کے لئے کوئی شخص تمہیں راستے میں پھینک گیا۔ یہی کیفیت کتاب تاریخ مرزا کی ہے۔ اڈیٹر اخبار پیغام صلح لاہور بہت خفا ہے۔ مگر خفگی کی وجہ نہیں بتلاتا کہ کیوں؟ لے دے کے ایک وجہ لکھی ہے جو واقع میں معقول اور قابل ذکر بھی ہے۔ اڈیٹر موصوف لکھتے ہیں:

## مولوی ثناء اللہ صاحب کی غلط بیانی:

اس دیباچہ میں نوٹ ہے:

''جو حوالے اِس کتاب میں دیئے گئے ہیں سب صحیح مقابلہ میں کوئی انکار کرے تو مجھ سے دریافت کرسکتے ہیں بذریعہ جوابی خوط۔''

ہماری ساری کتاب کے حوالوں کی پڑتال کی تو فرصت نہیں۔ ہاں مولوی صاحب کے اس بیان اور دعویٰ کو پرکھنے کے لئے ہم نے سب سے ابتدائی حوالہ ہی دیکھا اور وہی غلط نکلا۔ صفحہ ۴ پر مولوی صاحب لکھتے ہیں:

''مرزا صاحب کی تاریخ ولادت تو صاف نہیں ملتی البتہ اونکی اپنی کتاب تریاق القلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۲۶۱ھ ہجری مطابق تخمینہ ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے تھے۔''

اِس عبارت میں تریاق القلوب کو لفظ نشان دیکر حاشیہ پر صفحہ ۶۸ لکھا ہے اس میں حضرت صاحب نے اپنی تاریخ ولادت کا کوئی ذکر نہیں کیا معلوم نہیں کہ مولوی صاحب نے یہ حوالہ عالمِ خواب میں دیا ہے یا عالم بیداری میں''

(پیغام صلح لاہور ۱۰ر ستمبر صفحہ ۲ کالم ۳)

**مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:** واقعی فن تصنیف میں یہ سخت عیب بلکہ مجرمانہ خیانت ہے کہ حوالہ غلط دیا جائے کیوں کہ اس سے ناظرین کو دھوکہ لگتا ہے اور وہ بجائے فائدے کے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم اِس دعوی کا ثبوت پیش کریں یا صاف لفظوں میں اعتراف کریں۔ سنئے جس صفحہ (۶۸ تریاق القلوب) کا

ہم نے حوالہ دیا ہے اوسکی عبارت یوں ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

''یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہونچا۔'' (صفحہ ۸۶ سطر ۲۴)

یہ عبارت صاف بتارہی ہے کہ چودہویں صدی ہجری کے شروع میں مرزا صاحب کی عمر چالیس سال تھی جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مرزا صاحب ۱۲۶۱ ہجری میں پیدا ہوئے۔ یہی ہم نے لکھا ہے کہ تریاق القلوب سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ نہیں لکھا کہ مرزا صاحب نے اپنی تاریخ ولادت خود لکھی ہے۔ بلکہ ایسا بیان لکھا ہے جس سے اونکا سنہ ولادت معلوم ہو سکے۔

ہاں اڈیٹر صاحب نے ایک اصول بتایا ہے۔ جو قابل تحسین ہے لکھتے ہیں:

''عام طور پر تو مصنف جو حوالے دیتے ہیں وہ صحیح ہوتے ہیں لیکن مولانا نے جو تحدی اور تخصیص متذکرہ بالا نوٹ میں کی تھی کہ ''جو حوالے اس کتاب میں دیئے گئے ہیں سب صحیح ہیں'' اس سے ہمیں یہ خیال ہوا تھا کہ غالبا پہلی کتابوں میں مولوی صاحب نے غلط حوالے بھی دے دیئے ہونگے اور اِسی وجہ سے اس کتاب کی تخصیص کی ضرورت محسوس ہوئی۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اب ''اِس کتاب'' کی تخصیص بھی ہاتھ سے جاتی نظر آتی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ حال ہے ان لوگوں کا جو حضرت مسیح موعود کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں اور پھر اس پر اتراتے ہیں۔'' (〃 〃)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ہر مصنف حوالہ صحیح دیا کرتا ہے۔ یہ اصول نہایت پاکیزہ ہے۔ بلکہ ہم تو اس پر اَور مستزاد کرتے ہیں۔ کہ غلط حوالہ دینے والا مصنف فن تصنیف میں خائن بلکہ ڈاکو ہے۔ بلکہ راہ زن ہے۔ اس پاکیزہ اصول کو یاد رکھ کر مہربانی کر کے مرزا صاحب کے حوالے کا ثبوت ذرہ دیجئے جو لکھتے ہیں:

''مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علیگڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ جھوٹا ہے تو ہم سے پہلے مرے گا

اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیوں کہ کاذب ہے۔"

(قادیانی اشتہار انعامی پانسو صفحہ ۶-۷)

اِن دونوں بزرگوں کی کتابوں میں سے وہ عبارت نقل کر کے شائع کر دیں جس میں انہوں نے یہ لکھا ہو کہ مرزا ہم سے پہلے مرے گا۔

یہ دعویٰ مرزا صاحب نے اپنی تصنیفات کے مختلف مقامات پر تخمینا بیس دفعہ کیا ہوگا۔ تو در صورت ثابت نہ ہونے کے بیس جھوٹ ہوئے۔

ہاں ذرا چلتے چلتے خود مرزا صاحب کا اپنے حق میں حوالہ بھی سن لیجئے۔ اوس کا ثبوت بھی دیجئے تو احسان ہوگا۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

"میں نے ڈپٹی آتھم کے مباحثہ میں قریباً ساٹھ آدمی کے روبرو یہ کہا تھا کہ ہم دونوں (مرزا اور آتھم) میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔"

(قادیانی اشتہار انعامی پانسو، صفحہ ۷)

ہاں نوٹ کر لیجئے۔ ان دونوں حوالوں کا ثبوت دینے کے لئے ہم آپ کو دس دس روپیہ انعام بھی دینگے اور بڑا انعام یہ ہوگا کہ فن تصنیف میں مرزا صاحب کی نسبت اپنی سابقہ رائے کو واپس لینگے۔

اڈیٹر صاحب نے تاریخ مرزا کے ایک فقرہ پر بحیثیت اردو بھی چبھتا ہوا ریمارک کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

"اِس فقرے کے بے جوڑ بے ربط اور غلط عبارت پر ہمیں تنقید کرنے کی ضرورت نہیں کیوں کہ مولانا (ثناء اللہ) کو اُردو دانی کا کبھی دعویٰ نہیں ہوا۔"

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اُردو دانی کا دعویٰ تو نہیں ہوا مگر اس بات کا دعویٰ مدت سے ہے کہ میں مرزا صاحب سے اچھی اُردو جانتا اور لکھتا ہوں۔ اعتبار نہ ہو تو ایک جلسہ خاص اِسی مطلب کا کیجئے جس میں مَیں مرزا صاحب کی اُردو کی اغلاط پیش کروں اور آپ میری اُردو کی اغلاط پیش کریں۔ صدرِ جلسہ منصف ہوں گے جس کی اغلاط زیادہ اور ناقابل جواب ہوں گی وہ اسلامیہ کالج کے اُستادوں اور لڑکوں کو چائے کی دعوت دے گا۔

ہاں سنئے! میں جو مرزا صاحب کی اغلاط پیش کروں گا وہ کِس قسم کی ہونگی۔ اس کا نمونہ

آپ کو ابھی بتادوں تاکہ آپ کو جواب دینے میں آسانی ہو۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''خدا تعالیٰ نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیئے۔'' (تریاق القلوب، صفحہ ۳۴)

کیا اس مقابلہ کا آپ حوالہ دینگے؟ (دیدہ بائد)

ہاں اڈیٹر صاحب پیغام نے ''تاریخ مرزا'' کی نسبت بے اثر ہونے کی رائے ظاہر کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''رہا یہ معاملہ کہ حضرت مرزا صاحب کی شخصیت کو مولوی ثناء اللہ صاحب کے آئینہ سے دیکھ کر ان کی تصانیف کا اثر دور ہو جائے گا۔ یہ ایک مجنونانہ خیال ہے۔''

اس کا جواب ہم اپنے لفظوں میں کیوں دیں۔ آپ کے بڑے بھائی کے الفاظ آپ کو سنا دیں جو قادیاں سے ہمیں پہونچے ہیں مگر اون الفاظ کے نقل کرنے سے پہلے آپ کو بتادیں کہ مرزا صاحب کی تصنیفات دو قسم کی ہیں۔

ایک تو خالص اسلام کی بابت۔ اون میں تو جو کچھ آپ نے لکھا ہے اوس کا اثر زائل کرنا ہمارا مدعا نہیں۔ دوسری قسم وہ تصنیف ہیں جو اون کی اپنی شخصیت یعنی دعوی مسیحیت کے متعلق ہیں۔ براہین احمدیہ کے بعد کی اکثر تصنیفات ایسی ہیں اون کا اثر زائل کرنا ہمارا مدعا ہے اور اون کا اثر یوں زائل ہوگا۔ کہ مرزا صاحب کی شخصیت کو ہم اصل شکل میں دکھاویں۔ چنانچہ آپ کا بڑا بھائی قاضی اکمل اڈیٹر ''تشحیذ الاذہان قادیاں'' ''تاریخ مرزا'' کی نسبت لکھتا ہے:

''اس کتاب میں جستہ جستہ واقعات کا ذکر ایسے پیرائے میں کیا ہے کہ پڑھنے سُننے والا سلسلہ احمدیہ کے امام علیہ السلام کی نسبت اچھے خیال نہ رکھ سکے۔'' (ماہ ستمبر)

بس یہی ہمارا مدعا ہے جس کے حصول کی شہادت خود قادیان سے ملتی ہے۔ سچ ہے الفضل ما شهدت به الاعداء۔

ہاں اڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور نے ایک بات ایسی بھی لکھی ہے جو بددیانتی کا چبھتا ہوا الزام ہے۔ اس لئے اوس کا ذکر نا اور جواب دینا بھی ہمارا فرض ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

''ہمارا خیال تھا کہ اگرچہ مولانا ذاتی طور پر سلسلۂ احمدیہ اور حضرت مسیح موعود مرحوم ومغفور کے سخت دشمن ہیں لیکن آخر تصنیف کی ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے وہ کم از کم حضرت مسیح موعود کی سوانح اس دیانت اور امانت سے لکھیں گے جس طرح عیسائی مشنریوں نے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف مذہب کے آپ کے حالات لکھے ہیں۔ لیکن ہمیں افسوس ہے کہ ہمارا یہ حسن ظن کتاب کے دیکھنے سے دور ہوگیا۔'' (// //)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں نے اِس کتاب کے واقعات میں بڑی دیانتداری اور راست بازی سے لکھا ہے اور بڑی محنت سے ان کو تلاش کر کے ایک جا جمع کیا ہے۔ اسی لئے میں نے اِس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے مطبوعہ تحریرات سے مع حوالہ کے لکھا ہے۔ مگر چونکہ بعض تحریرات دیرینہ ہیں اس لئے میں نے کتاب میں اعلان کے اور اب اخباروں کے ذریعہ بھی اعلان کرتا ہوں۔ کہ کوئی صاحب میرے پیش کردہ حوالجات میں سے کسی حوالہ کو غلط ثابت کردے یا میں اوس کا ثبوت نہ دے سکوں تو فی حوالہ ایک سو روپیہ جرمانہ دونگا اور آئندہ کو اس حوالہ کی تصحیح کردونگا۔

کیا کوئی ہے؟ جو اِس مقابلے کو سامنے آئے؟ سنو!

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
و اذا نطقت فاننی الجوزاء

(اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶۔ نمبر ۴۳ مورخہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۱۹ء ص: ۳-۵)

## مرزائی اخبارات کے اڈیٹروں کا مبلغ علم

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

اللہ رحم کرے۔ میرے ایک مضمون کے جواب میں جس میں مَیں نے مرزا جی کے ۳۷ جھوٹ اور افترا علی اللہ ثابت کر کے لکھا تھا کہ مرزا صاحب آنجہانی ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کی پیشگوئی کردہ معیاد سہ سال کے اندر اور پنڈت لیکھ رام مقتول کی

پیشگوئی کے موافق مرض ہیضہ سے فوت ہوئے۔ اڈیٹر صاحب پیغام صالح نے اپنے اخبار مورخہ ۱۳/ ۱۷ر اگست ۱۹۱۹ء کے صفحہ ۳ پر زیر عنوان ''اہلحدیث کی دیدہ دلیری'' اپنی قوم سے شاباش لینے کے لئے کچھ ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور کچھ چالاکی سے کام لیا ہے۔ خلاصہ اُس کل جواب کا یہ ہے کہ:

(۱) نامہ نگار اپنا نام نہیں لکھتا۔ یکے از کوہاٹ لکھتا ہے۔ اِس سے پایا جاتا ہے کہ اس کو حق و باطل سے سروکار نہیں۔

(۲) ہم پیغام صلح کے کالموں کو اُس فحش گوئی سے آلودہ کرنا نہیں چاہتے۔

(۳) کیا اہل حدیث کا نامہ نگار بتا سکتا ہے کہ پنڈت لیکھرام آنجہانی نے کن الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی؟

(۴) یہ خوب پیشگوئی کا پورا ہونا ہے کہ خود پیشگوئی کرنے والا مخالف کی پیشگوئی کے مطابق راہگرائے عالم بقا ہوا۔

(۵) مسیح موعود نے ڈاکٹر عبدالحکیم خاں کی پیشگوئی سے پہلے اپنی وفات کی پیشگوئی کردی تھی۔ اور وصیت بھی شائع کردی تھی۔

(۶) اگر اُس کے بعد کسی شخص نے حضرت صاحب کی ریس کی بکواس کردی۔

(۷) ورنہ یوں تو ہر ایک شخص نے ایک دن مرنا ہے سید انبیاء ﷺ بھی آخر اس دار فانی سے رحلت فرماہی گئے۔

(۸) نامہ نگار اہل حدیث نے یہ بھی لکھا ہے کہ مرزا جی کی عمر فوت ہونے کے وقت ۶۵ سال چند ماہ تھی۔ یہ بالکل غلط ہے اور اُس کے واسطے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ اس کا ثبوت نامہ نگار کے پاس اگر ہے تو وہ پیش کرے۔

**اما الجواب:**

(۱) میرا نام عبدالحی ہے اور مجھے معلوم ہے کہ آپ بخوبی واقف ہے۔ ناواقفی ظاہر کرنا آپ کا تجاہل ہے۔

(۲) مطلب یہ کہ مرزا صاحب کے جو ۷۳ جھوٹ اور افتراء علی اللہ ثابت کیئے گئے تھے اُن کا جواب آپ اِس وجہ سے نہیں دیتے کہ اس سے آپ کا اخبار پلید ہوجائے گا۔ ورنہ جواب تو آپ دے سکتے ہیں۔ مگر آپ کے باقی دلائل اور اعتراضات سے ناظرین پر

ابھی ظاہر ہو جائے گا کہ ستر بی بی از بے چادریست کا معاملہ ہے۔ دلائل سے عاجز ہو کر اخبار کی طہارت میں پناہ گزیں ن ہوئے۔ من انداز قدت را مے شناسم۔

(۳) ہاں جناب بتا سکتا ہوں۔ ملاحظہ ہو مکتوبات احمدیہ جلد دوم سلسلہ صفحہ ۲ صفحہ ۳ مرزا صاحب پنڈت لیکھ رام کے قادیاں میں آنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پس اس نے میری نسبت یہ پیشین گوئی کی کہ یہ شخص تین برس تک ہیضہ کی بیماری سے مر جائے گا اور میرے خدا نے یہ ظاہر کیا۔ کہ چھ برس تک لیکھ رام...الخ

کیوں حضرت! ڈوب مرنے کے واسطے کافی وجہ ہے یا نہیں؟ اگر کسر باقی ہے تو اَور لیجئے۔ مرزا صاحب حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۸۵ پر لکھتے ہیں:

''اگر کسی کی نسبت یہ پیشگوئی ہو کہ وہ پندرہ مہینہ تک مجذوم ہو جائے گا پس اگر وہ بجائے پندرہ کے بیسویں مہینہ میں مجذوم ہو جائے اور ناک اور تمام اعضاء گر جاویں۔ تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیشین گوئی پوری نہیں ہوئی نفس واقعہ پر نظر چاہیے۔

اڈیٹر صاحب اپنے پیر کے فرمان واجب الاذعان کے مطابق نفس واقعہ پر نظر کیجئے اور چپنی میں پانی لے لیجئے۔ اور دیکھئے مولانا جناب مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی جو مرزا صاحب کی موت کے وقت لاہور میں موجود تھے۔ اپنی کتاب شہادۃ القرآن کے صفحہ ۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مرزا صاحب ۲۶ مئی ۰۸ء کو لاہور میں بعارضۂ ہیضہ عالمِ جزا کو سدھار گئے۔

(۴) ایڈیٹر صاحب! کیا پیشین گوئی اُسی حالت میں سچی سمجھی جاسکتی ہے کہ پیشین گوئی کنندہ زندہ موجود ہو؟ یہ تو ایک تیر سے دو فاختہ مارنا ہے۔ ایک ہی فعل سے مرزا جی کی پیشگوئی پوری ہوتی ہے(۱) بیسیوں کی بجائے سینکڑوں لکھدیتے۔ تو اور بھی عبارت میں زور ہو جاتا۔ کوئی شمار کا سوال تھوڑا ہی تھا۔ (اہلحدیث)۔ اسی سے لیکھرام کی پیشگوئی جھوٹی ہوتی ہے۔ اس فعل سے کون واقف نہیں۔ یہ معجزہ تو طشت از بام ہو چکا۔ مرزا جی کے ایک ہمنام امرت سری صاحب نے بذریعہ الہام یہ پیشگوئی کی تھی کہ مرزا جی ۳۰ ستمبر ۱۹۰۰ء سے ۹ سال کے اندر ایسی موت مرینگے کہ اُن کا پیٹ پھول جاویگا۔ زبان کھینچ کر اندر کو سکڑ جاویگی۔ بات نہیں کرسکیں گے۔ ہونٹ آگے کو بڑھ جائیں گے۔ آنکھوں کا

رنگ زرد ہوجائے گا۔ دیکھو صفحہ ۵۰، المسیح الدجال۔

پس مرزا جی اِس پیشگوئی کے مطابق فوت ہوئے تو پھر تم

زار بھی ہوگا تو ہوگا اُس گھڑی باحالِ زار

پر قادیانی مرزا جی کے مرنے کے بعد کیوں بغلیں بجا رہے ہو۔ حالانکہ وہ پیشگوئی بھی زلزلہ کی تھی۔

(۵) اگر یہ بات سچ تھی تو جیسے ڈاکٹر صاحب نے مرزا صاحب کو اطلاع دی تھی کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ آپ ۱۲/جولائی ۱۹۰۶ء سے تین سال کے اندر فوت ہوجائیں گے۔ تو مرزا جی اس کے جواب میں یہ لکھتے کہ بھائی مجھے خود اپنی موت کا الہام ہو چکا ہے۔ اور میں اس کو مشتہر کر چکا ہوں۔ دیکھو رسالہ فلاں یا اخبار فلاں یا اشتہار فلاں۔ یہ نہ کہتے کہ یہ کبھی نہ ہوگا۔ کہ میں ایسی ذلت اور لعنت کی موت سے مروں کہ عبدالحکیم کی پیشگوئی کی میعاد میں ہلاک ہوجاؤں اور یہ الہام نہ اُتارتے۔ کہ اپنے دشمن سے کہدے کہ خدا تجھ سے مواخذہ لے گا۔ میری تیری عمر بڑھادوں گا۔ (نوٹ: اگر الہام موت کا اُتر چکا تھا تو یہ بھی تو اُسی نے الہام کیا تھا۔ جو پہلے کو منسوخ کرتا تھا) ترے مخالفوں کو اخزا اور افنا تیرے ہی ہاتھ سے مقدر تھا۔ نیز ایک ایسے شخص کا جو بظاہر پابند شریعت ہو وصیت کرنا ثابت نہیں کرتا کہ اس کو پیغام مرگ آچکا۔ وصیت تو روزانہ کرنے کا حکم ہے۔

(۶) اس فقرہ نے اقول کما قال عبدالصالح کے جھگڑے کا فیصلہ کردیا۔ کیوں کہ کما کی جگہ اس میں ریس ہے اور آپ کا مطلب اس کلام سے ہرگز یہ نہیں کہ مرزا صاحب نے بھی بکواس کی تھی۔ فافہم۔

(۷) یہ ایمان کی بات کہی میرا بھی اس پر صاد ہے۔ مگر اس قولِ معقول سے مرزا جی کے تمام دعاوی کہ فلاں میرے مقابلہ میں آیا اور ہلاک ہوگیا۔ فلانے نے مجھ پر لعنت کی خود ہی لعنت کے نیچے آکر مرگیا وغیرہ وغیرہ سب مردود ہوجاتے ہیں۔

(۸) میرا ایمان ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے بیاناتِ عمر میں تمام عمر دیدہ دانستہ کبھی سچ نہیں بولا۔ جیسا موقعہ دیکھا ویسی بات بنادی۔ چودھویں صدی پر بطور مجدد قبضہ کرنے کے لئے ۱۳۰۰ کا عدد غلام احمد قادیانی سے نکالا اور جب بعض جُہلا اس کو وجہ موجہ سمجھ کر مرزا جی کو مجدد ماننے لگے تو یا احمد یا احمد کے الہام اتار کر آیت یاتی من بعدی

اسمه احمد پر قبضہ کرلیا۔ ۶۵ سال چند ماہ کی عمر کو میں خود جھوٹ سمجھتا ہوں مگر مجبور ہوں مرزا صاحب چودھویں صدی پر قبضہ کرنے اور ماموریت میں آنحضرت ﷺ سے مشابہت پیدا کرنے کو صفحہ ۶۸ تریاق القلوب پر یوں تحریر فرما چکے ہیں:

"یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آپہونچا۔"

یعنی اُدھر ۱۳۰۰ھ ہجری ختم ہوا۔ ادھر مرزا جی عمر ۴۰ سال ہوگئی اور مرزا جی کا انتقال شریف ۱۳۲۶ھ ہجری میں ہوا۔ پس آپ حساب لگالیں کہ مرزا جی کی عمر ۴۰+۲۴=۶۵ سال چند ماہ ہوئی یا نہیں۔ لیکن آپ اس بیان کو جھوٹا ثابت کرنے کی کیوں تکلیف فرماویں۔ میں جو موجود ہوں اور عرض کرچکا ہوں کہ مرزا جی نے کبھی اپنے بیاناتِ عمر میں سچ نہیں بولا۔ ۶ / جولائی ۱۹۰۴ء کو مرزا جی بمقدمۂ یعقوب علی بنام مولوی کرم الدین عدالت میں بطور گواہ پیش ہوئے اور عمر اپنی ۶۵ سال بتائی۔ اس پر کتاب روئداد مقدمات قادیانی کے صفحہ ۴۷ پر مؤلف کی طرف سے نوٹ لکھا ہے۔ آپ اپنی کتاب اعجاز احمدیہ کے صفحہ ۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۸۹۳ء میں عبداللہ آتھم سے مباحثہ ہونے کے وقت آپ کی عمر اس کی عمر کے برابر تھی۔ اور اس کی عمر ۶۴ سال اُس وقت تھی۔ تو پھر نہایت تعجب ہے کہ اُس وقت سے قریبا ۱۲ سال کے بعد پھر اب آپ کی عمر ۶۵ سال ہے۔ گویا ۱۲ سال میں آپ کی عمر میں صرف ایک سال کا اضافہ ہوا۔ وھذا شئ عجیب۔

جناب اڈیٹر صاحب!

چونکہ یہ تینوں بیانات عمر کے متعلق جھوٹے در جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔ لہذا میں ۳۷ میں ۳ اَور جمع کرتا ہوں یہ ہوگئے ۴۰۔ سچ ہے دشمن دانا بہ از دوست نادان۔ آپ نے مرزا جی کی وکالت کا اچھا حق ادا کیا! شاباش!

نوٹ:

آئندہ یکے از کوہاٹ کے مضمون کا جواب لکھیں تو ایک پرچہ اخبار بنام بابو عبدالحی پنشنر سر دفتر پولیس کوہاٹ براہ راست بھیج دیا کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۱۶۔ نمبر ۴۳ مورخہ ۳۰ / ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۶ / ستمبر ۱۹۱۹ء ص: ۵-۷)

# فتح بغداد پر قادیان میں غلط گوئی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

(یہ مضمون بظاہر بے وقت کی راگنی دکھائی دے گا مگر ہم اس پر مجبور تھے کیونکہ دوران جنگ میں اس کا شائع کرنا مناسب نہ تھا۔ اب بھی سنسر سے پاس کرا کر درج کیا ہے۔ چونکہ ہم نہیں چاہتے کہ قادیانی قرضہ اپنے سر پر رکھیں اس لئے آج یہ قرض ادا کیا جاتا ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)۔

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۰۔۱۳۔ اپریل ۱۹۱۷ء میں ایک مضمون فتح بغداد کے متعلق نکلا تھا اس مضمون میں اصل واقعہ فتح بغداد پر جو مذہبی حوالے دے کر پبلک میں غلط فہمی پھیلائی گئی تھی صرف اس کی اصلاح کرنا ہمارا مقصود ہے۔

راقم مضمون نے اپنے مضمون میں چار قسم کے حوالے دیئے ہیں۔ قرآن سے، احادیث سے، آثار قیامت سے، بائیبل سے۔ ہم دعوی سے کہتے ہیں ان سب کو آپ نے بے محل استعمال کیا ہے پس ناظرین بہت غور سے یہ مضمون پڑھیں کیونکہ بڑی محنت اور غور سے لکھا گیا ہے۔

مضمون مذکورہ کے کئی حصے ہیں اس لئے ہم بھی اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے نقل کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

میں اپنے احمدی بھائیوں کو جو ہر بات میں غور اور فکر کرنے کے عادی ہیں ایک مژدہ سناتا ہوں کہ بصرہ بغداد کی طرف جو اللہ تعالی نے ہماری محسن گورنمنٹ کے لئے فتوحات کا دروازہ کھول دیا ہے اس سے ہم احمدیوں کو معمولی خوشی حاصل نہیں ہوئی بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں برسوں کی خوش خبریاں جو الہامی کتابوں میں چھپی ہوئی تھیں آج ۱۳۳۵ھ میں وہ ظاہر ہو کر سامنے آ گئیں۔

اس بارہ میں میرے غیر احمدی بھائی ناراض ہوں گے لیکن اگر غور کریں تو اس میں ناراضگی کی کوئی بات نہیں (حوالہ جات صحیح ہوں تو بے شک ناراضگی کی بات نہیں ورنہ غلط مضمون پر ناراض ہونا سب کا حق ہے۔ ثناء اللہ) کیونکہ حضرت مسیح موعود (مرزا) جب دنیا میں تشریف لائے تو اسوقت دجلہ وفرات خشک ہو چکے تھے یعنی وہ حقیقی اسلام کا پانی جس

نے آسمان سے اتر کر ان ملکوں کو سیراب کیا تھا آسمان پر اٹھا لیا گیا جیسا کہ اللہ تعالی نے آیت و انا علی ذھاب بہ لقادرون میں اشارہ فرمایا ہے اور حضرت اقدس (مرزا) اس کے متعلق ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۸ (طبع اول۔ص ۶۷۵) میں تحریر فرماتے ہیں:

> اور آیت و انا علی ذھاب بہ لقادرون جس کے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں، اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں نئے چاند کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہے جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب کی منقولہ عبارت کا پورا لطف تو جب آتا ہے کہ ساری نقل ہو بلکہ اس کے ساتھ ہی ایک اور مقام کی عبارت بھی رکھی جائے ہمارے سامنے تو دونوں ہیں اور ہم ان سے لذت لے رہے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ناظرین بھی اس لذت میں ہمارے شریک ہوں دونوں مقاموں کی ساری عبارتیں نقل کرتے ہیں۔ جس مقام سے راقم مضمون نے عبارت نقل کی ہے ساری یوں ہے:

> اب اس تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم کی آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیش گوئی موجود ہے...قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی چودہ برس تک مدت ٹھہرائی ہے بہت سے اولیاء بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں اور آیت وانا علی ذھاب بہ لقادرون جسکے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں نئے چاند کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے (ازالہ۔ص ۶۷۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ قرآن مجید نے حضرت مسیح موعود کے لئے چودہ سو سال یعنی ۱۴۰۰ھ مقرر کیا ہے بہت خوب! مگر آپ جس آیت کا حوالہ دیتے ہیں اس سے خود ہی ۱۲۷۴ نکالتے ہیں کجا ۱۴۰۰، اور کجا ۱۲۷۴۔ پھر لطف یہ کہ غلام احمد قادیانی کے اعداد بھی اتنے (۱۲۷۴) ہی بتلاتے ہیں حالانکہ اس کتاب کے صفحہ

۱۸۵ ( طبع اول ) میں غلام احمد قادیانی کے اعداد پورے ۱۳۰۰ لکھتے ہیں چنانچہ وہ عبارت درج ذیل ہے:

چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المأتین ہے ایک یہ بھی منشاء ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے، تو مجھے کشفی طور اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ نام یہ ہے غلام احمد قادیانی۔ اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۱۸۵۔۱۸۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس عبارت میں اپنے نام کے پورے ۱۳۰۰ عدد الہامی بتلاتے ہیں اور دعوی کرتے ہیں کہ میں پورے ۱۳۰۰ میں مبعوث ہوا۔ کہاں ۱۴۰۰ ھ، کہاں ۱۲۷۴ اور پھر کہاں ۱۳۰۰۔

آگے چل کر ( قادیانی مضمون نگار صاحب ) آپ لکھتے ہیں:

حجج الکرامۃ صفحہ ۴۶۰ میں حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع روایت ہے

و عن ابن عباس مر فوعاً انز ل اللہ تعا لی من الجنۃ ا لی الارض خمسۃ ا نھار سیحو ن و جیحو ن و د جلہ و الفرات و النیل ... فذ لك قو لہ تعا لی و انز لنا من السماء ماء بقدر فاسکناہ فی ا لا ر ض فاذا کا ن ... ارسل اللہ جبر یل فیر فع من ا لا ر ض القر آ ن والعلم .. وھذہ ا لا نھار الخمسۃ کل ذلك الی السماء فذ لك قو لہ تعا لی و انا علی ذھا ب بہ لقادرو ن ۔

اس روایت میں بتایا گیا کہ ایک وقت آئے گا کہ دجلہ فرات والے اصل

اسلام کو چھوڑ بیٹھیں گے اور اپنی شامت اعمال کی وجہ سے خسف قذف میں مبتلا ہوکر یہود کی طرح ان کی شکلیں مسخ ہو جائیں گی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس روایت کو آج کل کی فتح بغداد سے کوئی تعلق نہیں۔ پوری تحقیق کے لئے ہم اس روایت کے سارے لفظ نقل کرتے ہیں:

ا خر ج الخطيب فى تار يخه و ابن مر د ويه فى تفسيره و الضياء المقدسى فى صفة الجنة عن ابن عباس مر فوعاً انزل الله من الجنة الى الار ض خمسة انهار سيحو ن و جيحو ن و د جله و الفرا ت و النيل انز لها الله من عين وا حدة من عيون الجنة من اسفل در جة من در جا ت على جنا ح جبريل و استود عها الجبال و اجرا ها فى ا لار ض و جعل فيها منا فع للناس فذ لك قو له تعا لى و انز لنا من السماء ما ء بقدر فاسكناه ۔ فا ذا كان عند خرو ج يا جو ج ما جو ج ارسل الله جبر يل تيرفع من الا ر ض القر آ ن و العلم و الحجر من البيے و مقا م ابرا هيم و تا بو ت مو سى بما فيه و هذه ا لا نهار الخمسة فير فع كل ذ لك الى السماء فذ لك قو له تعا لى و اناعلى ذها ب به لقا درو ن۔ فا ذا رفعت هذه ا لا شياء من ا لار ض عدم اهلها خير ها ذكره السيو طى من حسن المحا ضرة ( حجج الكرا مة ص ٤٦٠ )

خطیب وغیرہ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اللہ تعالی نے جنت سے زمین پر پانچ دریا اتارے۔ سیحون جیحون دجلہ فرات اور نیل ایک ہی چشمہ ہے جو جبریل کے پروں پر رکھ کر پہاڑوں میں ودیعت (بطور امانت) کر رکھے (جیسا کہ مشاہدہ بھی ہے کہ دریا پہاڑوں سے نکلتے ہیں) اور ان کو زمین پر جاری کیا اور ان میں لوگوں کیلئے بہت سے منافع رکھے۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے و انز لنا من السماء بقدس فا سكناه فى ا لا ر ض پھر جب یاجوج ماجوج کے نکلنے کا وقت ہوگا اللہ تعالی جبریل کو بھیجے گا

اور وہ قرآن شریف اور دیگر علوم اور حجر اسود، مقام ابراہیم ، موسیٰ کے تابوت اور ان دریاؤں کو اٹھا لے گا۔ پس وہ اشیاء مذکورہ سب آسمان کی طرف اٹھائے جائیں یعنی یہ دریا سب خشک ہو کر صاف چٹیل میدان بن جائے گا۔ یہ معنی ہیں انا علی ذھاب بہ لقادرون (کہ ہم اس پانی کے خشک کرنے پر قادر ہیں) پس جب یہ چیزیں دریا وغیرہ معدوم ہو جائیں گی تو لوگ ان کی خیر و برکت سے محروم ہو جائیں گے۔

اس روایت میں تین باتیں قابل غور ہیں

۱۔ قرآن اور دیگر علوم کا اٹھایا جانا یعنی دنیا سے گم ہو جانا۔

۲۔ دجلہ فرات اور نیل وغیرہ کا خشک ہو جانا۔

۳۔ یاجوج ماجوج کا نکلنا

اب ہم ہر ایک کی تحقیق کرتے ہیں۔ کیا آج ۱۳۳۵ھ (۱۹۱۷ء) میں جب بغداد فتح ہوا، قرآن مجید وغیرہ دنیا سے اٹھ گئے۔ اگر اٹھ گئے ہیں تو قادیان سے کس قرآن کا ترجمہ اور انگریزی میں نکل رہا ہے۔ اس پر زیادہ زور دینے کی حاجت نہیں سب لوگ جانتے ہیں کہ آج کل جس قدر قرآن اور علوم دینی کی اشاعت ہے سو سال پہلے بلکہ جب سے ہندوستان میں اسلام آیا ہے کبھی نہیں ہوئی۔ نہ اس قدر عربی مدارس تھے، نہ اس قدر علماء تھے۔ یہ ایک واقعی شہادت ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا۔

امر دوم، دجلہ فرات اور نیل بھی خشک نہیں ہوئے بلکہ اخباروں میں ہم برابر پڑھتے ہیں کہ ان کے پانی سے برابر کام لیا جا رہا ہے ہاں قادیان میں ان کا چھینٹا نہ پہنچے تو اور بات ہے ان اللہ حرمھما علی ...

تیسرا امر یاجوج ماجوج کا نکلنا، البتہ اس میں قادیانی امت کو شاید ہم سے اختلاف ہو کیونکہ یاجوج ماجوج کی تشریح اور تفسیر میں ان کا اور ہمارا اختلاف ہے جن قوموں کو وہ یاجوج ماجوج کہتے ہیں ہم ان کو نہیں کہتے مرزا صاحب قادیانی یاجوج ماجوج کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

قال یاجوج و ماجوج ھم النصاری من الروس و الاقوام البرطانیہ (حمامۃ البشریٰ ص ۲۸) (کچھ شک نہیں کہ یاجوج ماجوج روس اور برطانیہ کے عیسائی ہیں)۔

لیکن اس روایت میں جو لفظ آئے ہیں وہ مرزا صاحب کے اس خیال کی بھی تردید کرتے ہیں کیونکہ برطانیہ (انگریز) اور روسی اگر یا جوج ماجوج ہوتے جیسا کہ مرزا صاحب کا قول ہے تو دریائے نیل اور دجلہ مدت کے خشک ہو گئے ہوتے اس لئے کہ نیل مصر پر تو انگریز مدت سے موجود ہیں وہ بھی جاری ہے اور دجلہ پر اب پہنچ گئے ہیں یہ بھی خشک نہ ہوا۔ پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا خیال کیونکر صحیح ہوا۔

غرض یہ کہ ابن عباس کی پوری روایت قادیانی دعوی کی پوری تردید کرتی ہے فالحمدللہ

(قادیانی مضمون نگار) آگے لکھتے ہیں:

چنانچہ مشکوۃ باب الملاحم میں ہے:

عن انس ان رسول الله قال یا انس ان الناس یمصّرو ن امصاراً و ان مصراً منها یقا ل له البصرة فا ن مرر ت بها او دخلتها فا یاك و سیا خها و کلا ها و نخلیها و سو قها و باب امرا ئها و علیك بضوا حیا فا نه یکو ن بها خسف و قذف و ر جف و قو م یبیتو ن ویصبحو ن قردة و خنا زیر

اس حدیث میں مخبر صادق ﷺ تاکید فرماتے ہیں کہ جب تم بصرہ کی طرف یہ حالت دیکھوتو ایاك و باب امرا ئها یعنی اس حکوت کے امراء سے دور رہیو، اس لئے اب ہر مسلمان کوٹر کی حکومت سے نفرت کرنی چاہیے یہ محافظ اسلام نہیں بلکہ دشمن اسلام ہے۔ قردۃ وخنازیر پر غور کرنے سے ان لوگوں کے اسلام کی حقیقت معلوم ہوسکتی ہے۔ میرے بھائیو! اپنے پیغمبر کے فرمودہ کی قدر کرو۔ حجج الکرا مہ صفحہ ۴۶۳ میں ہے

کا نی با لبصرة کا نها نعا مة جا ثمة

دیکھو جس طرح پرند زمین کرید کر چھاتی کے بل بیٹھتا ہے جسے پنجابی میں کھربل کہتے ہیں یہی حال ان کا ہوا، مگر پھر نہیں سمجھتے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم دعوی سے کہتے ہیں یہ حوالہ جات بھی آج کل کے واقعات سے تعلق نہیں رکھتے شاید اسی لئے راقم مضمون نے حدیث کا ترجمہ نہیں کیا جو ہم کئے دیتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے انس کو فرمایا اے انس لوگ بہت سے شہر آباد کریں گے ان میں سے ایک کا نام بصرہ ہوگا ۔ اگر تو اس بصرہ میں جائے تو وہاں کی شور زمین اور خود رو گھاس والی زمین ، بازاروں اور نخلستانوں میں نہ جانا اور وہاں کے امراء سے بھی نہ ملنا بلکہ کھلی زمین جس پر آفتاب کی کھلی دھوپ پڑتی ہو وہاں رہیو ۔ کیونکہ وہاں طوفان ہوائی اور زمین میں گرتی اور زلزلے بہت ہوں گے اور ایک وقت آئے گا کہ لوگ رات کو سوئیں گے تو صبح کو بندر اور سؤر بن کر اٹھیں گے ۔

اس حدیث پر محدثانہ تنقید کو ہم نہیں چھیڑتے ہاں اتنا کہتے ہیں کہ آج کل کے واقعات سے اس کو کوئی تعلق نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ نے قیامت تک آنے والے واقعات کو مجمل صورت میں فرمایا ہے جو ابھی تک نہیں ہوئے جس کا ثبوت یہ ہے کہ نہ ابھی وہاں ہوائی طوفان آیا، نہ زمین نے پھٹ کر لوگوں کو اپنے اندر دبایا، نہ زلزلے آئے ، نہ کوئی بندر اور سور بنا ۔ غرض کچھ بھی نہیں ہوا ۔ حجج الکرامہ سے جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ ساری نقل کرنے سے آپ کی پوری تردید بلکہ تکذیب ہوجائے گی لہذا ہم ساری نقل کرتے ہیں :

عن عبد الله الصامت قال اسرع الارضین خراباً البصرة و مصر فقيل له و ما يخربهما و فيها عيون الرجال و الاموال فقال يخربهما القتل الاحمر و الجوع الاغبر كانی بالبصرة كانها نعامة جاثمة و ما مصر فان نيلها ينصب فيكون ذلك خرابها ۔ (حجج الکرامہ۔ ص ۴۶۳)۔

عبداللہ بن صامت نے کہا سب ملکوں سے جلدی بصرہ اور مصر تباہ ہوں گے کسی نے کہا ان کو کونسی چیز خراب کرے گی حالانکہ ان میں چیدہ چیدہ لوگ اور بڑا مال ہوگا ۔ تو عبداللہ بن صامت نے کہا بہت بڑا قتل اور سخت بھوک ان شہروں کو تباہ کریں گے بصرہ کے لوگ مارے بھوک کے گرے ہوئے جانور کی طرح ہوں اور مصر کے دریائے نیل کا پانی خشک ہوجائے ۔ پس یہ مصر کی خرابی ہوگی ۔

یہ روایت گو بحیثیت سند و حجیت کیسی ہی کمزور ہے تاہم قادیانی مشن کو کسی

طرح مفید نہیں بلکہ مضر ہے کیونکہ سب سے پہلے بصرہ اور مصر کی تباہی کا ذکر ہے حالانکہ اس جنگ میں سب سے پہلے سرویہ اور بلجیئم ویران ہوئے مصراور بصرہ آج تک آباد ہیں نہ مصر میں جنگ ہوئی نہ بصرہ میں قتل عام ہوا نہ مصر کا دریائے نیل خشک ہوا نہ بصرہ میں قحط پڑا نہ کوئی مصیبت آئی کا نہانعامۃ جا ثمۃ کے لفظ پر غور کرو۔کیا یہ لفظ اپنے معنی میں صادق ہو چکے ہیں۔کیا بصرہ میں اتنا قحط ہوا کہ لوگ پرندوں کی طرح زمین پر لوٹتے ہوں

اگر کچھ بھی نہیں تو پھر اس روایت کو اس واقعہ سے کیا تعلق؟

آگے چل کر قادیانی راقم مضمون نے بائیبل کا بھی حوالہ دیا ہے آپ کے الفاظ ہیں:

بائیبل سے بھی یہی آواز آتی ہے کہ اٹھو بصرہ کی طرف چڑھائی کرو

یرمیاہ باب ۴۹ آیت ۱۳۔۱۴ میں ہے۔کیونکہ میں نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے خداوند کہتا ہے کہ بصرہ جائے حیرت اور ملامت اور ویرانی اور معنت ہوگا ... میں نے خدا سے ایک افواہ سنی ہے بلکہ ایک ایلچی یہ کہنے کو قوموں کے درمیان بھیجا گیا کہ تم جمع ہو اور اس پر جا پڑو۔اور لڑائی پر چڑھو۔

پس اس وقت آسمانی گورنمنٹ کے حکم کے ماتحت یہ کاروائی عمل میں آئی کہ سرکار برطانیہ ہم لوگوں کو جمع کر کے بصرے کی طرف لے جا رہی ہے۔

جو لوگ اس خدمت میں شامل ہوں گے اس پیش گوئی کے موافق ان کو دین ودنیا میں کامیاب سمجھو کیونکہ اگر خدا کی بتائی ہوئی بات نہ ہوتی تو یہ کس کو معلوم تھا کہ اتنی دور دراز مدت کے بعد ایک ایسا واقعہ ہوگا کہ لوگوں کو کہا جائے گا کہ جمع ہو کر بصرے کی طرف چڑھائی کرو۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس امر کی تحقیق کے لئے بھی ہم پوری عبارت نقل کرتے ہیں جو یہ ہے:

خداوند کہتا ہے کہ بصرہ جائے حیرت اور ویرانی اور لعنت ہوگا اور اسکے سارے شہر سدا ویران رہیں گے۔

اس عبارت میں بصرہ سے مراد یہ بصرہ نہیں جو آج کل بصرہ کے نام سے مشہور ہے کیونکہ یہ بصرہ تو مسلمانوں کا آباد کیا ہوا ہے چنانچہ راقم مضمون نے خود ہی

حدیث نقل کی ہے جسکے الفاظ یہ ہے:

انّ النّاس یمصرون امصاراً و ان مصراً منها یقال له البصرة۔
یعنی مسلمان لوگ شہر آباد کریں گے ان میں سے ایک شہر کو بصرہ کہا جائے گا

اس سے صاف ثابت ہے کہ یہ بصرہ بعد آنحضرت ﷺ کے آباد ہوا ہے اسلئے بائیبل میں جس بصرہ کا ذکر ہے وہ یہ نہیں بلکہ کوئی اور ہے۔ وہ ایک شہر نہیں بلکہ کوئی صوبہ ہے کیونکہ یرمیاہ کے الفاظ ہیں کہ اس کے سارے شہر ویران رہیں گے

معلوم ہوتا ہے سلطنت بابل کے زمانہ میں کسی صوبہ میں اہل دن پر سخت ظلم ہوئے تھے اس صوبہ یا ولایت کا نام بصرہ تھا اس زمانہ کے نبی یرمیاہ نے بالہام خداوندی یہ پیش گوئی فرمائی کہ بصرہ تباہ اور اس کے سارے شہر ویران ہو جائیں گے۔ وغیرہ ہمارے اس بیان کی تائید یسعیاہ نبی کے کلام سے بھی ہوتی ہے جو ولایت بصرہ کی تباہی کا مفصل حال بتلاتے ہیں فرماتے ہیں:

خداوند کو بصرہ میں ایک ذبیحہ کرنا ہے اور ادوم کے ملک میں بڑی خونریزی اور ان کے ساتھ گنیڈے اور سانڈ اور بیل گریں گے اور ان کی سرزمین لہو سے شرابور ہو جائے گی اور ان کے گرد چربی سے چکنائی کیونکہ خداوند کا انتقام لینے کا ایک دن اور بدلہ لینے کا ایک سال ہے ........اس سے دھواں ابد تک اٹھتا رہے گا نسل درنسل وہ اجاڑ رہے گی اس سمت سے ابدالا باد تک کسی کا گذر نہ ہوگا۔ (یسعیاہ باب ۳۴۔ آیت ۹ ...)

یہ حوالہ صاف بتا رہا ہے کہ نامہ نگار کو بصرہ کے لفظ سے دھوکہ ہوا ہے کہ وہ موجودہ شہر بصرہ کو اس پیش گوئی کا مصداق سمجھا حالانکہ یہ صحیح نہیں بفرض محال اگر یہی ہے تو جو حالات اور واردات اس حوالہ سے ملتے ہیں وہ موجودہ جنگ میں بصرہ پر وارد نہیں ہوتے اخبارات پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ بصرہ اور بغداد پر جنگ ہی نہیں ہوئی

آگے چل کر قادیانی مضمون نگار لکھتا ہے:

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) لکھتے ہیں دانی ایل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے (دیکھو اشتہار تحفہ گولڑویہ ص ١٦۔ حاشیہ) اس لئے ضرور تھا کہ

۱۳۳۵ھ میں دجلہ کی طرف کوئی تغیر واقعہ ہو۔ اور یہ تغیر ہم احمدیوں کے لئے ایک خوش خبری ہے۔ وجہ یہ کہ اس میکائیل نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹ کے حاشیہ پر لکھا ہے:

دن سے مراد دانیال کی کتاب میں سال ہے۔ اور اس جگہ وہ نبی ہجری سال کی طرف اشارہ کرتا ہے جو اسلامی فتح اور غلبہ کا پہلا سال ہے۔

پس خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت نے ثابت کر دیا کہ دجلہ فرات کی طرف وہ حقیقی اسلام نہیں رہا تھا۔ سو اب انشاء اللہ اس مہدی کی فوج جو مشرق میں ظاہر ہوا، جن کے ہاتھوں میں سیاہ جھنڈے ہیں یعنی قلم، حکومت برطانیہ کی تیز تلوار لے کر حقیقی اسلام کو غلبہ دیں گے۔ جو لوگ سنی ہوں یا شیعہ خونی مہدی کے انتظار میں ہیں اس ملک کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ رہے ہیں عنقریب ان کو اصل حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اس اقتباس میں مضمون نگار نے دو دعوی کئے ہیں۔ دانی ایل نبی نے مرزا صاحب کا نام میکائیل رکھا ہے اور ۱۲۹۰ آپ کے ظہور کا سال بتلایا ہے اور ۱۳۳۵ھ کو بھی کچھ دخل ہے۔ بہت اچھا ہم پہلے دانی ایل کی کتاب سے اصل حقیقت دکھا لیتے ہے دانی ایل اپنی کتاب میں انقلابات زمانہ اور بادشاہوں کی جنگوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں

آخر کے وقت جنوب کا بادشاہ اس پر .. گا اور شاہ شمالی رتھ اور سوار اور بہت جہاز لے کے گرد باد کی مانند اس پر چڑھ آوے گا اور ان سرزمینوں میں داخل ہوگا اور اُمڈ یگا اور گذرے گا اور سرزمین جلیل میں داخل ہوگا اور بہت گرائے جائیں گے مگر ادوم اور مواب اور بنی عمون کے خاص لوگ اس کے ہاتھ سے بچیں گے اور اپنا ہاتھ ملکوں پر چلاویگا اور ملک مصر بھی رہائی نہ پاوے گا پر وہ سونا چاندی کے خزانوں اور مصر کی ساری نفیس چیزوں پر قابض ہوگا اور لوبی اور کوشی اس کی پیروی کریں گے لیکن پورب کی اور اتر کی اطراف سے افواہیں اسے حیران کریں گی۔ اس لئے وہ بڑے غضب سے نکلے گا کہ بہتوں کو نیست و نابود کرے اور وہ شاندار مقدس پہاڑ پر اپنی

گلابی باڑی کوسمندروں کے درمیان برپا کرے گا پر وہ اپنی اجل کو پہنچے گا اور اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور اس وقت میکائیل وہ بڑا سردار جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے کھڑا ہے اور ایسی تکلیف کا وقت ہوگا جو امت کی ابتداء سے لے کر اس وقت تک کبھی نہ ہوا تھا اور اس وقت تیرے لوگوں میں سے ہر ایک جسکا نام کتاب میں لکھا ہوگا رہائی پاویگا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس عبارت میں دانی ایل نے جس سردار کا نام میکائیل رکھا ہے اس کے خروج کا وقت اثنائے جنگ بتایا ہے نیز اس کو اپنی قوم کا نجات دہندہ فرمایا ہے۔غرض وہ اپنی قوم میں پیدا ہوکر وہ کام کرے گا جو ایک ڈوبتی اور مرتی ہوئی قوم میں کوئی ملکی لیڈر کیا کرتا ہے۔مرزا صاحب نہ تو لڑائی کے دنوں میں پیدا ہوئے نہ ان کی قوم پر کسی بادشاہ کا حملہ تھا نہ انہوں نے اس قوم کو اس حملہ سے بچا کر ترقی دی باوجود اس کے وہ اس لقب کے حق دار بنیں۔ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کے کلام سے اصل مدعا کا فیصلہ کرا لیتے ہیں کہ جناب موصوف کون تھے اور کیوں آئے تھے اور کیسے چلے گئے۔آپ فرماتے ہیں:

> دانیال نبی کی کتاب مین ظہور مسیح موعود کے لئے (یعنی میرے لئے) بارہ سونوّے برس لکھے ہیں ... پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال تیرہ سوپینتیس برس لکھتا ہے جو خدا تعالی کے اس الہام کے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے (حقیقت الوحی۔ص ۲۰۰)

مرزائی دوستو! اللہ سے ڈرنے والو! خدا پر ایمان رکھنے والو! خاص کر لاہوری پارٹی کے ممبرو! انصاف سے مثنی و فرادای ہو ہو کر سوچو کہ کیا اس دعوی کے مطابق مرزا صاحب ۱۲۹۰ میں ملہم ہوکر ۱۳۳۵ میں فوت ہوئے۔سنہ ہجری یاد نہ ہو تو سن لو آج کل ۱۳۳۵ھ ہے جس کا یہ ساتواں مہینہ رجب ہے حالانکہ آپ (مرزا) کو فوت ہوئے آج نو سال ہو چکے ہیں۔

لطیفہ: اس مضمون میں ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہوں گے کہ ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۵ پر مرزا صاحب طشہادت کتاب اللہ اپنی بعثت کا زمانہ ۱۲۷۴ھ بتاتے ہیں پھر اسی

کتاب کے ص ۱۹۵ پر ۱۳۰۰ لکھتے ہیں اب یہاں آ کر پیدائش کا سال ۱۲۹۰ کہتے ہیں اور انتقال کا سال ۱۳۳۵ھ مقرر کرتے ہیں حالانکہ آپ کا انتقال ۱۳۲۶ھ میں ہو چکا ہے ہم نہیں سمجھ سکتے ان میں سے کس کو صحیح اور کس کو غلط کہیں۔

قادیانی مشن کے ممبرو! آؤ ہم تمہیں ایک قرآنی صداقت اور جنرل رول (عام قانون) سناویں غور سے سنو:

لو كان من عند غير الله لوجدوا فيه اختلافاً كثيراً (جو کلام خدا کی طرف سے نہ ہو اور اس پر الہام کا دعویٰ کیا جائے تو اس میں بہت سا اختلاف ہو جاتا ہے)

آگے چل کر قادیانی نامہ نگار لکھتا ہے:

جب میں اخبار میں پڑھا کہ ترک اپنے زخمی اور لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے تو مجھے یہ حدیث یاد آ گئی جو بغداد کی نسبت حجج الکرامہ ص ۳۴۵ میں ہے حذیفہ از آنحضرت ﷺ آوردہ کہ مے باشد واقعہ در زوراء... آنجا اشرار خلق خدا و جبارین است من عذاب کردہ شوند۔ بچہار چیز سیف وقذف وخسف اخرجہ ابوعمر ولدانی گوئم مراد بزوراء بغداد است۔

مدت سے میری نظر اس پیش گوئی پر تھی میں نے ایک رسالہ منظومہ مسمی بہ عبدالعزیز دسمبر ۱۹۱۵ء کو لاہور میں طبع کرایا اس کے صفحہ ۱۸ سطر ۸ میں جو شعر ہے اس کا پہلا مصرعہ یہ ہے: سیف در بغداد بینم خونریزی برفرات..

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

قادیانی نامہ نگار کی اس منقولہ روایت میں بھی چار لفظ ہیں سیف، قذف خسف۔ یہ تین تو راقم مضمون نے نقل کئے ہیں چوتھا ہضم کر گیا جو، مسخ، ہے۔ نامہ نگار سے تعجب نہیں حیرت ہے کہ روایت میں۔ بچہار چیز، کا لفظ خود ہی لکھتا ہے اور ان کا بیان کرتے ہوئے تین چیزیں بتلا کر چوتھی (مسخ) کو کھا جاتا ہے۔ شاید سمجھتا ہے کہ حجج الکرامۃ کسی مخالف کے پاس نہ ہوگی

خیر اب ہم ایک ایک لفظ پر سوال کرتے ہیں کیا بغداد میں تلوار چلی؟ واقعات جواب دیتے ہیں، ہرگز نہیں۔ بغیر ایک قطرہ خون گرائے ترک پیچھے ہٹ گئے۔ اور انگریزی فوج داخل ہوگئی۔ دوسرا لفظ قذف ہے جس کے معنی ہیں پتھراؤ۔ کیا بغداد میں

پتھراؤ ہوا؟ جواب ملتا ہے ہرگز نہیں۔ تیسرا لفظ خسف ہے جس کے معنی ہیں زمین میں دھنس جانا۔ سوال ہے کیا بغداد میں ایسا ہوا؟ جواب ملتا ہے ہرگز نہیں۔ چوتھا لفظ مسخ ہے جس کے معنی ہیں شکلوں کا بدل جانا۔ کیا بغداد میں ایسا ہوا؟ اس سوال کے جواب میں قارون بھی متفق ہوگا کہ ہرگز نہیں ہوا۔ پس ایسی پیش گوئی کہ جس کے چار لفظوں میں سے ایک بھی واقعہ نہ ہو پیش کرنا انہی لوگوں کا کام ہے جو دمشق سے قادیان مراد لیتے ہیں اور تو کوئی پیش نہیں کرسکتا۔

اخیر میں قادیانی نامہ نگار کا دلی منشا سنا کر اس طویل مضمون کو ختم کرتے ہیں ۔ قادیانی راقم مضمون لکھتا ہے:

۱۱ مارچ کو صبح نو بجے فاتح فوج (انگریزی) مشرق سے بغداد میں داخل ہوئی اور جس جس جگہ یہ (انگریزی) حکومت پہنچے گی تجربہ گواہ ہے کہ احمدیت بھی اس کے ساتھ جائے گی گویا ہم احمدیوں کی خاطر سب کچھ ہوا اور ہورہا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بہت اچھا! آپ ذرا عراق عرب خصوصاً بغداد میں جا کر احمدیت کی تبلیغ کیجئے ادھر سے ہم بھی رسالہ الہامات مرزا اردو یا عربی میں ترجمہ کرا کر پیچھے پیچھے بھیج دیں گے اس رسالہ کے چھپنے میں اگر دیر ہوئی تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار آخری فیصلہ تو فوراً بلکہ فوراً سے پہلے پہنچے گا انشاءاللہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم (یعنی ثناءاللہ امرتسری اور مرزا غلام احمد قادیانی) میں سے جو راستی پر نہیں وہ پہلے مرے گا اور سچا پیچھے زندہ رہے گا جس کا نتیجہ بھی درج کردیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۴۵ مورخہ ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء ص ۴۔۹)

## ترکی کا مستقبل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

ہم قادیانی جماعت کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ بے کار نہیں بیٹھی رہتی بلکہ اسکا اصول ہے:

بے کار نہ بیٹھ کچھ کیا کر
ٹانکے ہی ادھیڑ کر سئیا کر

جہاں کہیں جلسہ ہو فوراً شریک ہوتے ہیں بحکم قاعدہ ملاں آں باشد کہ چپ نشود، مرزائی آن باشد کہ خاموش نماند۔ چنانچہ اسی اصول کے ماتحت ان کے ایک دو وکیل جلسہ اہل حدیث کان پور میں بھی آئے اور خوب چپچھائے، آپ روئے اور لوگوں کو ہنسائے۔ اسی طرح مسلم کانفرنس لکھنؤ میں بھی قادیان سے چار سرکردہ ممبر تشریف لائے اور اپنے امام خلیفہ قادیان کا ایک رسالہ شائع کیا جس کا نام ہے ترکی کا مستقبل۔ اس رسالہ تقسیم اور ممبران کانفرنس سے ملاقات کا ذکر قادیانی اخبار میں بڑے فخر سے لکھا گیا ہے لکھا ہے کہ ہم نے رسالہ تقسیم کیا ہم ممبروں سے ملے مگر افسوس کہ اپنے پرانے چاہنے والوں سے نہ ملے

قادیانی ممبرو!

میری جان چاہنے والے بڑی مشکل سے ملتے ہیں

حالانکہ ان کا پرانا چاہنے والا جو قادیان تک ان کی چاہ میں کئی مرتبہ پہنچا، خاکسار لکھنؤ میں موجود تھا اور لوگوں سے ملنا اور پرانے چاہنے والوں سے کنارہ کش رہنا غالباً اس اصول پر مبنی ہے ...

خیر اس کی ہمیں کیا شکایت جب کہ ان میں یہ آبائی دستور چلا آیا ہے۔ اعلیٰ حضرت آنجہانی نے مجھے قادیان پہنچنے کی دعوت دی جب میں حسب دعوت پہنچا تو جواب آیا کہ ہم تم سے نہیں ملیں گے میں اس خشک جواب سے رنجیدہ نہ ہوا کیوں:

معشوق ہی وہ کیا ہے جو روٹھے خفا نہ ہو

اس لئے ان لوگوں کا مجھ پرانے محبّ سے نہ ملنا اور نئے محبوں کی تلاش کرنا آبائی رسم ہے جو قابل شکایت نہیں ما قتل المحب حرام

رسالہ مذکور کے مضمون کا طرز تحریر وہی آبائی ہے جس کا نمونہ براہین احمدیہ وغیرہ کتب مصنفہ مرزا موجود ہیں جن کی بابت استاد غالب کہہ گیا ہے

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لئے

اس لئے مضمون سارے رسالے کا درج ذیل فقرات میں آ سکتا ہے

۱۔ یورپ کو چونکہ اسلام سے عداوت ہے اس لئے ترکوں سے بھی عداوت ہے

۲۔ سوائے انگریزوں کے باقی سب یورپئن قومیں ترکوں سے نفرت کرتی ہیں

۳۔ جماعت احمدیہ (قادیانیہ) کا سلطان ملک معظم جارج پنجم شاہ انگلستان ہے

۴۔ جماعت قادیانیہ کا خلیفہ سلطان روم نہیں ہے بلکہ میں (ابن مرزا) ان کا خلیفہ ہوں (یعنی بے تاج بادشاہ)

۵۔ سلطنت ترکی سے ہم کو ہمدردی ہے جب تک سلطنت برطانیہ کے مفاد کے خلاف نہ ہو۔

۶۔ ترکوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کی جائے جیسا کہ ہم کر رہے ہیں

ہمارے دوست اور قادیانی مشن کی لاہوری جماعت کے ممبر اس رسالے کو جس نظر سے دیکھیں ان کا اختیار ہے مگر ہم تو اسکو مندرجہ شعر کے ماتحت جانتے ہیں

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۴۶ مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء ص ۱۔۲)

## خواجہ صاحب تفصیل کریں

اخبار پیغام صلح لاہور ۲۴ ستمبر ۱۹۱۹ء میں ایک مضمون کے ذیل میں لکھا ہے:

حضرت خواجہ (کمال الدین) صاحب نے حلفاً بیان کیا کہ جس قدر اعتراضات اسلام پر مختلف پہلوؤں سے یورپ کے لوگ کرتے ہیں ان میں سے کم از کم پچانوے فیصدی اعتراضات کا جواب حضرت (مرزا قادیانی) صاحب کی کتابوں سے دیا جاتا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہم مدت سے متلاشی ہیں کہ مرزا صاحب کے دعوی نبوت مسیحیت مہدویت اور مجددیت سے قطع نظر عالمیت ہی کا ثبوت کہیں ملے مگر آج تک نہ ملا۔ اب خواجہ

صاحب کے اس بیان سے امید ہوئی ہے کہ ہم اس تلاش میں کامیاب ہو جائیں گے ۔اس لئے خواجہ صاحب یا ان کا کوئی دوست یا مرزا صاحب کی لاج رکھنے والا کوئی راسخ الاعتقاد ان اعتراضات کی تفصیل بتا دے اور یہ بھی بتا دیں کہ فلاں اعتراض کا جواب مرزا صاحب نے فلاں کتاب کے فلاں صفحے میں دیا ہے۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ ان جوابات کے موجد مرزا صاحب ہیں یا کسی سابق عالم سے ناقل ہیں اگر موجد ہوئے تو ہم ان کی علمی خدمت کے قائل ہو جائیں گے اور اگر ناقل ہوئے تو آپ لوگ ان کی مجددیت کا دعویٰ چھوڑ دیں۔ احمدی دوسرو! کیا یہ طریق فیصلہ معقول نہیں۔

ھا توا برھانکم ان کنتم صادقین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۴۶ مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء ص ۲)

# اہل حدیث کانفرنس کی برکات

## اور مرزائیوں کی کھلی شکست

عالی جناب مولانا صاحب۔ بعد ماوجب کے ان چند سطور کو درج اخبار فرما کر ممنون فرماویں:

بموجب ارشاد صدر دفتر دہلی کے ۲۷ ذی الحج (۱۳۳۷ھ) کو ہم نے مولوی ابو رشید احمد الدین صاحب کو مدرسہ کے واسطے بلوا لیا جو کہ آج کل تعلیم دے رہے ہیں۔ آپ کے بعد یکم کو قادیانی مشن کے سفیر مولوی جلال الدین صاحب آ پہنچے۔ آتے ہی قادیانی مشن کے گیت گانے شروع کئے۔ آخر بحث کی ٹھہری ۴ محرم (۱۳۳۸ھ) کی تاریخ بحث مقرر ہوئی اور معیار نبوت پر بحث شرور ہوئی تو

مرزائی سفیر نے معیار نبوت کے بیان کئے۔ ایک یہ کہ نبی جھوٹا اور فریب باز نہیں ہوتا اور جھوٹے کو مہلت نہیں ملتی۔ دوسرے نبی کا غلبہ ہوتا ہے۔ نبی مغلوب نہیں ہوتا۔

تو ان دونوں معیاروں کو مولوی ابو رشید صاحب نے ایسا اڑا دیا کہ بائد و شائد۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ان معیاروں کے مطابق مرزا صاحب نبی تو کیا کچھ بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ مرزا صاحب نے اشتہار براہین احمدیہ کا دیا جس میں پانچ سو دلائل حقانیت

اسلام کا دعوی کیا مگر آج تک وہ دلائل عدم سے وجود میں نہ آئے اور اس اشتہار پر ہزاروں مسلمانوں کا روپئہ مرزا صاحب نے ہضم کیا۔ غرض یہ اشتہار سفید جھوٹ کا مجرأ؟ ہے اور فریب دہی ہے۔ اور مولانا ثناء اللہ کو لکھا کی ان کی گذر اوقات کفن فروشی پر ہے حالانکہ یہ سفید جھوٹ ہے۔ اور بھی بہت سے جھوٹ ہیں۔

اور یہ جو کہا کہ جھوٹے نبیوں کو مہلت نہیں ملتی یہ بھی غلط ہے کیونکہ حسن بن صباح مدعی نبوۃ وخلافت ۲۵ برس زندہ رہا اور محمد علی بابی چالیس سال مدعی نبوت زندہ رہا علاوہ ان کے اور بہت ہیں جن کا ذکر باعث طوالت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کاذبوں کو بھی مہلت ملتی ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ نبی غالب ہوتا ہے تو مرزا صاحب اس میں بھی فیل ہیں کیونکہ مرزا صاحب نے کہیں ... کیا اور اس کا کبھی نام لیا تحریراً وتقریراً بھی آپ کبھی کسی پر غالب نہیں ہوئے۔ مثال کے طور پر آخری فیصلے والا اشتہار جو کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ پر دیا گیا تھا کتنے زور سے دیا گیا مگر آخر مرزا صاحب نے اس اشتہار سے ایسی مغلوبیت حاصل کی کہ قیامت تک سر نہیں اٹھا سکتے۔

لطیفہ: مرزائی مولوی نے یہ بھی بیان فرمایا کہ مولوی احمد دین صاحب نے مرزا صاحب کے جھوٹ حالت نبوت کے بیان کئے ہیں۔ چاہیے تھا کہ قبل نبوت کے بیان کرتے۔ اس پر بہت ہنسی ہوئی۔ الحاصل محمدیوں کی فتح بین طور پر سب پر ظاہر ہوگئی والحمد للہ۔

راقم: حاجی محمد برخوردار حاضر فی المجلس۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۴۶ مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء ص ۲۔۳)

## ایمان صدیقی

جناب بابو محمد حسین صابری بریلی سے لکھتے ہیں:

مرزا صاحب کے الہامات اور طرز زندگی پر اعتراضات جو مخالفین کی طرف سے آئے دن ہوتے رہتے ہیں جب مرزائی ان کا جواب نہیں دے سکتے تو کہا کرتے ہیں کہ تعصب اور جہل کا شیوہ ہے اگر حق دیکھنا ہو تو ایمان صدیقی کی ضرورت ہے یعنی

جیسے حضرت ابوبکر صدیق آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے تھے اسی خلوص اور محبت کے ساتھ مرزا صاحب پر ایمان لانا چاہیے۔ بہت خوب! مگر جب ہم مرزا صاحب کی تصانیف دیکھتے ہیں تو کہیں بھی (جہاں تک میرا علم ہے) انہوں نے ایمان صدیقی کی تلقین نہیں کی چنانچہ ان کی تصانیف کا بیشتر حصہ یا یوں کہو کہ کاغذوں کے ہزار ہارم اور منوں چھاپہ خانوں کی سیاہی مرزا صاحب نے اپنے الجھے ہوئے الہامات اور پیش گوئیوں کے سلجھانے میں خرچ کی ہے بلکہ ان کی نبوت کا زمانہ بھی اسی کام میں گذرا ہے۔ انہوں نے اشتہارات اور رسالہ جات کے ذریعہ ہر ممکن کوشش کی کہ ان کے الہامات صحیح ثابت ہو جائیں تاکہ لوگ ان کی نبوت کی تصدیق کریں۔ اگر ان کو ایمان صدیقی ہی منظور تھا تو اتنی کوشش کیوں کی اور اس قدر روپیہ اور وقت کیوں ضائع کیا۔ ہاں وہ تو جانتے تھے کہ قرآن شریف نے بھی مخالفین کے سامنے آنحضرت ﷺ کی ذات اور حالات مبارکہ کو پیش کیا ہے لقد لبثت فیکم عمراً من قبله افلا تعقلون بلکہ ان کو یہ بھی معلوم تھا کہ صدیق اکبر کا آنحضرت ﷺ کی نبوت کی تصدیق کرنا اس لئے تھا کہ وہ شروع سے حضور ﷺ کے اخلاق حسنہ اور اندرونی اور بیرونی حالات سے واقف تھے یہاں تک کہ ان کو یقین ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کوئی دروغ بات نہیں کہتے کسی قسم کا دنیاوی لالچ نہیں رکھتے۔ صدیق اکبر کی تصدیق اور معنی سے تھی اور مرزائیوں کا ایمان صدیقی کچھ اور چیز ہے کیونکہ یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ بڑی بڑی پیش گوئیاں مرزا صاحب کی سب غلط ہوئیں اور جتنی آج تک مرزا قادیانی اور مرزائیوں نے ان پر تاویلات کی ہیں سب باطل ہیں۔ تاہم ان کا ایمان صدیقی انہیں مجبور کرتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی طرف سے بے ایمان نہ ہوں

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جائے
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جائے

لطیفہ: میں ایک روز پیلی بھیت سے شاہجہان پور کو بذریعہ ریل سفر کر رہا تھا راستہ میں ایک صاحب سے مرزا صاحب کی بابت میری گفتگو ہو رہی تھی ایک آریہ سماجی بھی وہاں بیٹھے تھے وہ میری طرف مخاطب ہو کر بولے کہ صاحب آپ معاف فرماویں پنجاب والوں کو روپیہ بنانے کا خوب ڈھب یاد ہے۔ جگادھری ضلع انبالہ میں ایک

صاحب تقدس مآب ڈاکٹر رامانند نے صرف اشتہارات کے ذریعہ سے خوب روپئہ پیدا کیا۔ اسی طرح مرزا صاحب قادیانی نے مسلمانوں میں نبی بن کر روپیہ پیدا کرنے کی راہ نکالی۔ ان کا ایک بھائی بھنگیوں کا مرشد تھا۔ غرض کہ عام طور پر مرزائی زندگی تو لوگوں نظروں میں یہ ہے پھر صدیق اکبر کا سا ایمان کہاں سے آوے۔ رہا مرزائیوں کا ایمان صدیقی وہ ان کو ہی مبارک ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۴۶ مورخہ ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء ص ۳)

## تاریخ مرزا پر آہ و بکاء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

روتے کیوں ہو؟ شکل ہی ایسی ہے۔ یہ مشہور کہاوت (روتے کیوں ہو شکل ہی ایسی ہے) وہاں بولی جاتی ہے جہاں کوئی شخص کسی واقعہ پر رنجیدہ ہو مگر دراصل اس واقعہ میں اس پر ظلم نہ ہوا ہو۔

کتاب تاریخ مرزا پر اخباروں میں ریویو نکلے۔ ہر اخبار نے تعریف کی۔ محترم رسالہ معارف اعظم گڈھ نے ریویو کرتے ہوئے اپنے حسن ظن سے مندرجہ ذیل الفاظ بھی لکھ دیئے:

> تاریخ مرزا: مرزا غلام احمد قادیانی کی تاریخ مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مرتب کی ہے مولانا ابوالوفاء اس میدان کے مرد ہیں اور قادیانی لٹریچر کے نقاد ہیں اس لئے ان کے قلم سے اس موضوع پر جو کچھ نکلا ہے وہ ایک مستند ذریعہ معلومات ہے۔

اس ریویو نے یہاں تک بے چینی پیدا کر دی کہ اچھا بھلے بھی روتے نظر آتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ کتاب کے کسی واقعہ کی تکذیب یا تردید نہیں کرتے بلکہ میں کہتا ہوں کر ہی نہیں سکتے کیونکہ کتاب تاریخ مرزا درحقیقت مجموعہ ہے مرزا صاحب کی اپنی دستاویزات کا۔

۸۔ اکتوبر کے لاہوری پیغام صلح میں امیر لاہور مولوی محمد علی صاحب کا ایک طویل

مضمون نکلا ہے جس میں انہوں نے جی کھول کر تاریخ مرزا پر اظہار ناراضگی کیا ہے جو درحقیقت اس کی قبولیت کی علامت ہے۔

تاریخ مرزا پر خفگی کیوں ہے؟ دراصل کچھ نہیں۔ فاضل مضمون نگار نے نہ اس کے کسی واقعہ کی تکذیب کی ہے نہ تردید باوجود اس کے جو کہا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے:

مرزا صاحب ایسے ہمدرد اسلام تھے کہ انہوں نے اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت قائم کردی جو اشاعت اسلام کررہی ہے۔ دوسرے لوگوں کو اس کی توفیق نہ ملی مگر مصنف تاریخ مرزا نے مرزا صاحب کی کسی خوبی کا ذکر نہیں کیا جو سخت عداوت اور ضد کا ثبوت ہے

۲۔ تاریخ مرزا کے سرورق پر جو آیت لکھی ہے اس میں پچھلی قوموں کا ذکر کرکے خدا نے فرمایا ہے ہم نے ان کو کہانیاں بنا دیا۔

اس آیت لکھنے پر بہت کچھ خفگی کا اظہار کیا ہے یہاں تک جوش میں لکھ دیا کہ، اگروہ (پیروان مرزا) احادیث کا مصداق تھے تو اس کتاب (تاریخ مرزا) کے لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ مضمون نگار صاحب نے یہ کیا کہہ دیا۔ کیا جو لوگ احادیث کے مصداق ہوتے ہیں ان کے حالات میں کتاب نہیں لکھی جاتی۔ پھر جن لوگوں کے حق میں قرآن مجید کا ارشاد ہے هل ترى لهم من باقية ان کا ذکر قرآن مجید ہی میں کیوں ملتا ہے شاید اسی لئے قادیان سے آواز آیا کرتی ہے کہ مولوی محمد علی قرآن نہیں جانتے۔

اب سنئیے اپنی اشاعت اسلام کا جواب۔

آپ کی پارٹی اشاعت اسلام کرتی ہے تو ہم بھی اس کی تائید کرتے ہیں کیا آپ کو اس میں شک ہے کہ ہماری (محمدیوں کی) امداد سے تمہارے مشن کے پرپرزے چل رہے ہیں کیا بیگم صاحبہ بھوپال احمدی (مرزائی) ہیں، کیا حضور نظام مرزائی ہیں؟ کیا مولوی امیر علی صاحب صاحبزادہ آفتاب احمد صاحب وغیرہ جو ولایت لندن میں سینکڑوں پونڈ اس کام میں تم کو دے رہے ہیں سب مرزائی ہیں؟ کیا مسٹر حسین قدوائی احمدی ہیں.. وغیرہ.. غرض اشاعت اسلام کے پرپرزے جتنے ہماری طرف سے لگائے گئے ہیں آپ سے کم نہیں بلکہ بہت زیادہ۔

ب ۔ آپ کی پارٹی نے درحقیقت مرزا کو چھوڑ کر اشاعت اسلام کا کام اختیار کیا، ثبوت اسکا خود تم لوگوں کی تحریروں سے ملتا ہے کہ ولایت وغیرہ مقامات پر مرزا صاحب کے دعاوی کا کوئی ذکر نہیں کرتے بلکہ محض محمد رسول اللہ ﷺ کی تبلیغ کرتے ہو۔ پھر یہ کام تمہارا بحیثیت محمدی ہوا نہ بحیثیت احمدی۔

ج ۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مرزا صاحب کی زندگی میں مولوی انشاء اللہ صاحب اڈیٹر وطن لاہور نے تحریک کی تھی کہ رسالہ ریویو آف قادیان کو خالص اسلامی رسالہ بنایا جائے بایں طور کہ مرزا صاحب کے مشن اور دعاوی کا اس میں زکر نہ ہو بلکہ محض اسلامی تعلیمات کا مذکور ہوتا کہ اس کی اشاعت کافی ہو سکے۔ اس پر عرصہ تک بحث ہوتی رہی آخر کار آپ (محمد علی) نے یہ اعلان کیا کہ ہم مرزا کی شخصیت کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اب کیوں ولایت میں شخصیت مرزا کو چھوڑا بلکہ ہندوستان میں بھی جہاں جہاں لیکچر دیتے پھرتے ہو مرزا کی شخصیت سب میں حرف علۃ کی طرف حذف ہوتی ہے۔

د ۔ اچھا ایک ضروری سوال کا جواب دو کہ قادیانی جماعت بھی اشاعت اسلام کرتی ہے ہندوستان کے علاوہ انگلستان میں بھی تمہارے مدمقابل ہے اور رسالہ، ترکی کا مستقبل، میں انہوں نے اشاعت اسلام پر بڑی تڑپ ظاہر کی ہے تو پھر اس جماعت پر آپ کیوں آئے دن حملے کرتے رہتے ہیں۔ آپ کے اخبار کا کوئی پرچہ ان کی تردید سے خالی نہیں ہوتا۔ اس کا جواب غالبًا بلکہ یقیناً آپ یہی دیں گے کہ ان لوگوں کی اشاعت اسلام سے ہم خفا نہیں بلکہ اس سے خفا ہیں کہ یہ لوگ مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے حق میں نبوت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور لوگوں میں پھیلاتے ہیں جو اسلامی تعلیم کے بالکل منافی ہے۔

ہمارا بھی اس پر صاد ہے۔ واقعی ان لوگوں کی بد اعتقادی قابل تردید اور لائق نفرت ہے مگر جناب یہ تو فرمایئے کہ آپ ان لوگوں سے اس لئے خفا ہیں؟ کہ انہوں نے مرزا صاحب کے حق میں بد اعتقادی پھیلائی ہے۔ اتنے پر آپ اور آپ کی پارٹی کے اخبار ان کی خلافت کو خلافت یزید کہتے ہیں اور ان لوگوں کا نام محمودی بلکہ غالی اور کیا کیا نہیں رکھتے ہیں بھلا جن لوگوں کی یہ تحقیق ہو کہ قادیانی پارٹی کے لوگ جو کچھ کہتے ہیں اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ دراصل مرزا صاحب کی طرف سے کہتے ہیں

، یہ سب دعاوی اصل میں مرزا صاحب نے کئے ہوئے ہیں ایمان سے کہنا ایسے لوگ مرزا صاحب پر کتنے کچھ خفا ہونے کا حق رکھتے ہیں ۔ آپ میاں محمود اوران کی جماعت کو صرف اتنی بات پر کہ وہ اپنے باپ کے حق میں دعوی نبوت کا اظہار کرتا ہے، یزید کہہ سکتے ہیں تو وہ لوگ جن کی تحقیق یہ ہو کہ: اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست ۔ خود مرزا صاحب کو مسیلمہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ ان کی خفگی بجق مرزا صاحب آپ کی خفگی بجق میاں محمود سے ڈبل ہونی چاہے یا کیا آپ خفا نہ ہوں تو میں یہ آیت پڑھ دوں

لمقت الله اکبر من مقتکم انفسکم (غافر:۱۰)

احمدی دوستو! آنچہ خود نہ پسندی بدیگراں مپسند

مختصر یہ ہے کہ ہم مرزا صاحب اوران کے مریدین کی اشاعت اسلام سے ناراض نہیں بلکہ اس سے ناراض ہیں کہ وہ کسی نہ کسی بہانہ سے مرزا کی شخصیت کو داخل اسلام بتاتے ہیں کبھی تو کھلے لفظوں میں اس کو نبی اور رسول کہہ کر منکرین مرزا کو کافر کہتے ہیں چنانچہ خلیفہ قادیان لکھتا ہے:

> ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اوران کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالی کے ایک نبی (مرزا) کے منکر ہیں (انوار خلافت ۔ص۹۰)

چونکہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ جو کچھ قادیانی لوگ کہہ رہے ہیں دراصل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کلمات ہیں اس لئے بمشورہ ایک عارف کے ساری خرابی کا ذمہ دار بڑے حضرت کو جانتے ہیں:

کارِ زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چین بستہ اند

مرزا کی کسی خوبی کا ذکر نہ کرنے کی شکایت بھی بے جا ہے کیونکہ ہم نے تاریخ مرزا میں جو کچھ لکھا ہے تحریری ثبوت سے لکھا ہے ہمیں بحیثیت علم مناظرہ آج تک یہ ثابت نہیں ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے علم کلام (مناظرہ) میں کیا نئی ایجاد کی ۔ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی حسرت اور افسوس سے کہا کرتے ہیں کہ ہم نے مرزا صاحب کے علم سے کچھ حصہ نہ پایا بحیثیت مسیح اور مہدی نہ سہی بحیثیت مصنف ہی کوئی

عمدہ بحث ان سے سیکھی ہوتی جیسی امام غزالی اور امام رازی سے ہم کو پہنچی ہیں۔ مولوی صاحب موصوف کے ایسا کہنے پر میں متلاشی ہوا تو مجھے ایک خاص بات ملی جو پبلک کی اور مولوی صاحب سیالکوٹی کی اطلاع کے لئے لکھتا ہوں۔ ہاں میں اس کا دعوی نہیں کرسکتا کہ وہ بات ان کو پہلے معلوم نہیں۔ پس سنیئے مرزا صاحب کی ایجاد بلکہ خصوصیات بلکہ ان کے سارے علم کلام کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ، اسلام ایسا باکمال مذہب ہے کہ میرے (مرزا قادیانی) جیسے باکمال آدمی پیدا کردیتا ہے۔

چنانچہ ان کا بیٹا موجودہ خلیفہ قادیان ایک جگہ لکھتا ہے:

محمد رسول اللہ ﷺ کو منوانے کے لئے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ ہم (مرزا) غلام احمد کو پیش کریں کیوں وہ اس محبوب کا چہرہ دیکھنے کے لئے ایک آئینہ ہے (تشحیذ الاذہان۔ نومبر ۱۹۱۱ء)

پس یہ ہے مرزائی علم کلام اور یہ ہے ان کی اشاعت اسلام۔ سچ ہے:

میرے محبوب کے دو ہی نشاں ہیں
کمر پتلی صراحی دار گردن

ایک آخری سوال: لاہوری پارٹی کے ممبرو! آپ کے مسیح موعود مہدی مسعود امام الزمان وغیرہ وغیرہ نے جو لوگ راہ ہدایت دکھا کر اشاعت اسلام کے لئے ہادی بنائے ہیں ان میں کے اکثر افراد آپ کے نزدیک ایسے گمراہ ہیں کہ خود ہدایت کے محتاج ہیں چنانچہ آپ لوگ ان کی ہدایت کے لئے مسلسل کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مگر انصاف یہ ہے کہ ان کی ہدایت کرنے کے لئے آپ لوگ اس شاہراہ کو چھوڑ جاتے ہیں جو تمہارے مسیح موعود نے بنائی ہے بلکہ براہ راست قرآن و حدیث کو کام میں لاتے ہیں۔ اس لئے ان کا جواب تم لوگوں کو بالکل سچ ہے کہ ہم تم احمدی ہیں دونوں مرزا صاحب کو حضرت اقدس اور مسیح زمان کہتے ہیں پس ہمارا فیصلہ اقوال مرزا سے ہونا چاہیے آپ اس اصول سے ٹیڑھے کیوں جاتے ہیں کیوں اس طریق میں وہ آپ پر غالب آتے ہیں تو بتاؤ یہ قادیانی پارٹی جن کو تم غالی اور یزیدی کہا کرتے ہو کس کی تعلیم کا نتیجہ ہوئی؟ ہاں یہ بھی بتا دیں کہ ان غالیوں کو نکال کر باقی آپ لوگ کتنے ہیں جو مسیح موعود کی اصل محنت کا صحیح نتیجہ ہیں

بتادے زلف کے آشفتہ میری جان کتنے ہیں
بیابانوں کتنے ہیں بلا گردان کتنے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۱۶ نمبر ۴۷۔ مورخہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء مطابق ۲۸ محرم ۱۳۳۸ھ ص ۱۔۳)

# مرزا صاحب قادیانی کیا تھا؟

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

ایک ایسا دقیق اور اونچا سوال ہے کہ اس کے حل کے لئے کسی امام (اگر وہ امام الزمان بھی ایسا ہی ہوا تو پھر اور کی، پھر اور کی؟) اور عالم کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی کو تو دست قضا نے اس قدر فرصت نہ دی کہ وہ خود بتادیتے کہ میں کیا ہوں۔

حال یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو اگر ایک شخص مجدد، محدث، نبی، رسول، حضرت اقدس، مسیح موعود و مہدی معہود کہنا صواب بلکہ ثواب سمجھتا ہے تو دوسرا شخص ان کو چندے خورد برد کرنے والا، بددیانت کذاب ریاکار، لغوگو، بدعہد، فحش گو متکبر وغیرہ کہنا اظہار حق ہے اور ان کو مسلمان کہنا اسلام کی ہتک (ص ۲۵۔الذکر الحکیم)

برخلاف اس کے ہم مرزا صاحب ہی کے ہم وطن گرونانک جی کی طرف دیکھتے ہیں تو کوئی متنفس ایسا نہیں پاتے کہ ان کو کم از کم ایک بزرگ نہ مانتا ہو اور ان کی نسبت اگر جھگڑا ہے تو یہ ہے کہ ہر ایک فریق ان کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور ان کو اپنے مذہب میں داخل کرنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہے اب قدرتاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ اختلاف کیوں ہے کہ ایک کو بلا استثنا سب اچھا کہتے ہیں دوسرے کو اگر ایک بہت اچھا کہتا ہے تو دس بہت ہی برا کہتے ہیں۔ مجھ ہیچ مدان سے کوئی اس پوچھے کہ اس اختلاف کی وجہ کیا ہے تو میں اس کا دو لفظوں میں جواب دونگا، تواضع اور تصنع۔

گرونانک جی نے دوا فروشوں کی طرح اپنی تعریفات میں اشتہار نہیں دیئے اپنی تعریفات کے رسالے بنا بنا کر چار دانگ عالم میں روانہ نہیں کئے الہاموں کے پل نہیں باندھے۔ اپنی گدی چڑھانے کو اخبار جاری نہیں کئے جو شب و روز ان کی نغمہ

سرائی کرتے اخباروں کے خریدار نہیں بنے کہ کوئی اخبار ان کے برخلاف نہ لکھے مگر آج کے دن تک بچے سے لے کر بوڑھے تک ان کا نا ادب اور محبت سے لیتا ہے۔ یہ کس بات کا نتیجہ ہے؟ محض تواضع کا۔ آپکی تعلیم کیا تھی؟ یہ نہ تھی کہ مجھے یہ اور وہ سمجھو اور ایک نئے زمین و آسمان کا خالق مانو۔ نہیں نہیں بلکہ وہی تعلیم جو کل رسول دیتے آئے یعنی توحید باری تعالی اور لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ۔ برخلاف اس کے مرزا صاحب کی تصنیفات کو دیکھا جائے تو محض اپنی تعریفات سے بھری پڑی ہیں خدا بھی سب کام چھوڑ چھاڑ کر اڈیٹران الحکم اور البدر کی طرح آپ کی تعریفات و توصیفات میں رطب اللسان ہے اور طرفہ یہ کہ جو لباس آپ صبح در بر کر لیتے ہیں دوپہر کو وہ آپ کو چرک نظر آتا ہے اور جو دوپہر کو زیب تن فرما لیتے ہیں شام کو وہ آپ کے بدن پر تنگ ہو جاتا ہے۔ پھر جو کچھ کل فرمایا پرسوں اس سے گریز ہے۔ مرزا صاحب کی بعثت میں اولین اور سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ آپ کون ہیں اور کیا ہیں؟ پس آج میں اسی پر بحث کرتا ہوں۔

حضرت عیسی بن مریم رسول اللہ فوت ہو چکے ہیں۔

ابن مریم مر گیا حق کی قسم۔ (درثمین)

۲۔ جس مسیح کے آنے کی رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی ہے وہ میں آ گیا۔

موعودم و بحلیہ ماثور آمدم۔ (قصیدہ الہامیہ)

۳۔ اسی حلیہ کے ساتھ آ گیا۔

رنگم چو گندم ست و بمو فرق بین است۔ (ایضاً)

۴۔ اسی نام اور ابنیت کے ساتھ آ گیا۔ برخیز ماترا ابن مریم گردانیدم (ص ۳۷۵۔ آئینہ کمالات اسلام)

۵۔ میں اسی عہدہ کے ساتھ آیا ہوں۔ رسول اللہ نے میرا نام مسیح اور مہدی رکھا (اربعین نمبر ا ص ۳)

میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا اور اس کو سلام کہا ہے اور اپنا دوسرا بازو اس کو قرار دیا (ص ۴۸۔ نزول المسیح)

مطلب یہ کہ مسلمان کو عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسی زندہ آسمان پر موجود

ہیں یہ غلط ہے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم فوت ہو چکے اور حدیثوں میں جو آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی فرمائی ہے کہ عیسیٰ بن مریم نبی اللہ قرب قیامت کے نازل ہوں گے وہ میں ہوں مجھے الہام ہوا ہے کہ خدا نے آسمان پر میرا نام عیسیٰ بن مریم رکھا ہے اور آنحضرت ﷺ نے مجھے نبی کہا ہے۔ میں ہر لحاظ سے نام سے ولدیت سے عہدہ سے حلیہ سے وہی ہوں جسکے آنے کی آنحضرت ﷺ نے بشارت دی ہے۔ دمشق سے مراد قادیان ہے اور دجال سے پادری۔ اب اگر مرزا مجدد یا نبی یا کم از کم ایک سچے آدمی تھے اور اپنے الہاموں کو سچا جانتے تھے تو بقول:

بر رسولاں بلاغ شد و بس

جو کچھ انہیں بذریعہ الہام معلوم ہوا تھا وہ انہوں نے لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ ماننا نہ ماننا ان کا اختیار تھا مگر وہ کون سے وسوسے تھے جو ان کے دل میں پیدا ہوئے اور انہوں نے روز بد کی رخنہ بندیاں شروع کیں

۱۔ ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آجائیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۸۲)

۲۔ اس بات سے انکار نہیں کہ شائد پیش گوئیوں کے ظاہری الفاظ کے لحاظ سے کوئی اور مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہو۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۰۷)

میں یہاں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ مرزا جی اپنے اس قول میں مسیح موعود (معرفہ) کے ساتھ کوئی اور (نکرہ) لگا کر اپنی علمیت دیانت اور صداقت کے گلے پر چھری پھیر گئے بلکہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک حکمت سے مسیح موعود کے آنے کا اقبال کر گئے اور جب مسیح موعود کا حدیثوں کے ظاہری نشانات کے ساتھ آجانا ممکن ہے تو مرزا جی کون تھے اور کیا تھے؟ اور ان کو حضرت عیسیٰ کی حیات ممات سے کیا تعلق باقی رہ گیا۔ اس عقدہ کا حل مطلوب ہے۔

اڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور سے درخواست ہے کہ اس کے جواب میں جواہر ریزیاں کر کے کسی کالم میں جگہ دیں اور کوئی (ضرب المثل نہیں) حدیث انہیں ملے جس سے مسیحان موعود کی تعداد معلوم ہو سکے تو اس کو بھی درج فرما کر مشکور فرماویں (مفہوماً۔ کیونکہ فوٹو کاپی میٹر اچھی طرح پڑھا نہیں جا سکتا۔ بہاء)

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۱۶ نمبر ۴۷۔ مورخہ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء مطابق ۲۸ محرم ۱۳۳۸ھ ص ۳۔۴)

# سیر شملہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

اس دفعہ بھی احباب شملہ کی کوشش سے اخیر ماہ ستمبر (۱۹۱۹ء) میں مجھے ایک ہفتہ بھر شملہ میں رہنا پڑا اس مدت میں چار لیکچر ہوئے اور عام اسلامی حالت پر اور قادیانی مشن پر میں نے اس کو معمولی سمجھ کر اخبار میں ذکر نہیں کیا تھا مگر قادیانی پارٹی کو چونکہ مجھ سے خاص تعلق ہے اس لئے انہوں نے میری سیر شملہ سے متعلق بہت بڑا لمبا چوڑا مضمون اخبار الفضل ۱۸۔ اکتوبر میں دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم (احمدیوں) نے مولوی ثناءاللہ کو مباحثہ کا چیلنج دیا جس کے جواب میں انہوں نے لکھا کہ گذشتہ سال جو شرائط مسلّمہ کمیٹی نے طے کی تھیں ان کی پابندی میں مباحثہ کرنے کو تیار ہوں (اچھا، تو کیا برا کہا) حالانکہ وہ شرائط خلاف شرع ہیں کیونکہ ان میں غیر مسلم کو منصف مانا گیا ہے اور غیر مسلم کو منصف بنانا خلاف شرع ہے۔ مولوی ثناءاللہ کا یہ کہنا دراصل فرار کا بہانہ تھا۔ وغیرہ۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ رمضان ۱۳۳۶ھ مطابق مئی ۹۱۸ء پورا مہینہ میں شملہ میں رہا۔ جہاں قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں کے سرگروہ موجود تھے۔ عام طور پر لیکچر ہوتے رہے۔ دونوں پارٹیاں گھبرا کر برسر مباحثہ پیش ہوئیں لاہوری پارٹی تو چند خطوط لکھ لکھا کر رہ گئی مگر قادیانی پارٹی یہاں تک پہنچی کہ بتجویز فریقین بغرض تصفیہ شروط مناظرہ ایک کمیٹی تجویز ہوئی جس کے تین ممبر تھے ایک محمدی، ایک احمدی، ایک آریہ۔ ان تینوں ممبروں نے شرائط مناظرہ طے کر دیں جن میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مناظرہ فیصلہ کے لئے تین منصف ہونگے۔ جب یہ شروط طے ہوگئیں تو احمدیوں نے خلیفہ قادیان کو عالم بھیجنے کی درخواست بھیجی وہاں سے جواب آیا کہ تقرر منصف کی شرط ناجائز ہے بلکہ یہاں تک بھی اخبار الفضل نے خلیفہ قادیان کا قول لکھا کہ میرے نزدیک کسی احمدی کا مرتد ہو جانا اتنا برا نہیں جتنا کسی غیر کا منصف ماننا۔ پس جب یہ حکم

پہنچا تو سب مرزائی فرنٹ ہو گئے۔

اس دفعہ جا کر جو میں نے معلوم کیا تو سب مسلمان اسپر متفق تھے کہ ہم ان شرائط کی پابندی خود بھی کریں گے اور ان سے بھی کرائیں گے چنانچہ میں نے یہی جواب دیا جس کو قادیانی نامہ نگار نے میرے فرار کا حیلہ بنایا۔ اس میں شک نہیں کہ مجھ کو فرار کی عادت ہے یہی وجہ ہے کہ میں بھاگتا بھاگتا کبھی کبھی سیدھا قادیان میں چلا جایا کرتا ہوں اس کے متعلق تو کچھ لکھنے کی حاجت نہیں ہاں البتہ شروط کے متعلق ان لوگوں کی ناواقفی کا اظہار کیا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں:

کہ غیر مسلم منصفوں کا فیصلہ مجھے منظور ہوگا اور درصورت مخالف ہونے کے دس ہزار روپئہ تاوان دونگا۔

علاوہ اسکے ایک اشتہار میں وید اور قرآن کے مقابلہ میں پادری رجب علی اور پنڈت شیو نارائن دونوں غیر مسلموں کو منصف مان کر ان کے فیصلہ کو حق تسلیم کرنے کا اقرار کرتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

اس موازنہ اور مقابلہ سے امتحان وید اور قرآن کا جو فرق اہل انصاف کی نظر میں ظاہر ہوگا وہی فرق قول فیصل متصور ہوگا۔

(اشتہار مورخہ ۳۰ مئی ۱۸۹۹ء بمقابلہ باوا نرائن سنگھ امرتسری)

ان دو حوالوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب مذہبی مباحث میں منصفوں سے فیصلہ کرانا نہ صرف تاوانی صورت میں پسند کرتے تھے بلکہ غیر مسلموں کا فیصلہ اعتقادی رنگ میں بھی ناطق جانتے تھے

اب میں شملوی الد الخصام نامہ نگار کے الفاظ نقل کرتا ہوں جو اس نے غیر مسلموں سے فیصلہ کرانے کے حق میں لکھے ہیں مثلاً

ا۔ کسی مسلمان نے آج تک ایسا فعل نہیں کیا

۲۔ یہ شرط (فیصلہ غیر مسلمانان) ایک فسق ہے جو کفر تک پہنچا ہوا ہے

۳۔ کھلی کھلی بے دینی نہیں تو اور کیا ہے؟

ہمارے پیش کردہ حوالوں کو پہلے دیکھو پھر یہ تینوں فقرے بتاؤ کس کے حق میں ہیں۔

دیکھنا ایمان داری سے کام لیتے ہوئے رعایت نہ کرنا۔ آہ

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشتِ خاکِ ما ہم برباد رفتہ باشد

امتحان مقابلہ: میں مرزائیوں سے کہا کرتا ہوں کہ میں تمہارے بڑے حضرت کی تحریرات سے اتنا واقف ہوں کہ تم بھی نہیں بلکہ وہ خود بھی نہیں تھے بعض مرزائی تو میرے کہنے کو باور کرتے ہیں بعض ناک بھون چڑھایا کرتے ہیں ایسے الد الخصاموں کو میں چیلنج دیتا ہوں کہ وہ بطریق سرکاری میرے سامنے مقابلہ کے امتحان میں بیٹھ جائیں پھر دیکھیں کہ میں مرزائی خیالات کی مخالفت علی وجہ البصیرت کرتا ہوں یا تمہاری طرح تقلیداً۔ کیا کوئی احمدی لیڈر اس مقابلہ کو تیار ہوگا؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۴۸ مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء ص ۳۔۴)

## حضرت عیسیٰ فوت ہوگئے اور میں آگیا

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

ہندوستان میں انیسویں صدی کے آخری حصہ میں جب انگریزی تعلیم عام ہوگئی اور پادریوں کو اپنے مشن میں نمایاں کامیابی ہونے لگی تو اپنے دلوں میں قوم کا درد رکھنے والے کمر ہمت باندکر کھڑے ہوگئے اور صدق دل سے بلاکسی ذاتی غرض کے اپنی زندگی اس کار خیر کے واسطے وقف کردی پنڈت دیانند نے ویدوں کا ترجمہ کرکے اپنی قوم کو دکھایا کہ ان کے مذہب میں بت پرستی نہیں ہے سرسید نے قرآن کی تفسیر لکھی اور اپنی قوم کے فلسفہ خواں نوجوانوں کو بتایا جو باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آتیں وہ قرآن میں ہیں نہیں بدقسمتی سے یا کسی کی خوش قسمتی سے حضرت عیسیٰ کا فوت ہوجانا بھی ان میں شامل تھا۔

مرزا غلام احمد رئیس قادیان جو اپنے والد صاحب کے قرضہ میں دبے ہوئے تھے محرری ضلع سیالکوٹ سے سبک دوش ہوکر امتحان مختاری میں ناکامیاب ہوچکے تھے کسی اچھے آمدنی والے روزگار کی تاک میں بیٹھے تھے

کہتے ہیں کہ قطب نما کے موجد نے تو صرف اس سے مقامات کا رخ معلوم کرنے کا کام لیا تھا لیکن بعد میں کسی نے اس سے ہزاروں من بوجھ اٹھانے کا کام لیا۔ سرسید نے حضرت عیسیٰ کے آسمان پر اٹھائے جانے اور ان کے دوبارہ دنیا میں آنے کے مسئلہ کو غلط کہہ کر صرف یہ کام لیا کہ نئی تعلیم کے طالب علموں کے دلوں کو تسلی دی مگر مرزا صاحب نے اس مسئلہ کو یہ صورت دے کر کہ حضرت عیسیٰ کا آسمان پر اٹھایا جانا واقعی غلط لیکن ان کا دوبارہ دنیا میں آنا یعنی کسی اور کا ان کے رنگ میں آنا بالکل صحیح، اپنی سات پیڑھیاں تار دیں یعنی آنے والا مسیح بن کر پیشہ نبوت اختیار کیا اور یہ پیشہ پنجاب میں ول پیئنگ ثابت ہوا کہ کہاں مرزا جی کے والد صاحب کا قادیان سے کشمیر میں جا کر جمعدار محمد بخش ککے زئی ساکن دہرم کوٹ کے پاس ملازم ہونا اور کہاں مرزا جی نے اپنی نام آوری کے واسطے پچیس ہزار روپیہ لگا کر نہ مسجد نہ سرائے نہ رہائشی مکان بلکہ خلاف حکم رسول ایک منارہ بنا دیا۔

ہالوے صاحب نے صرف معمولی گولیاں اشتہارات کے زور سے اس قدر فروخت کیں کہ مرتے وقت تین کروڑ روپیہ کی وصیت کی مرزا صاحب نے بھی اپنی نبوت کے ہزار ہا اشتہار عالم میں بھیج دیئے کتابیں اور رسالے تصنیف کیئے تنخواہ دار مبلغ مقرر کیئے دو تین اخبار جاری کر دیئے جو مرزا جی کے راگ گاتے تھے اس میں شک نہیں کہ مرزا جی کے اس پیشہ سے ان کی مالی حالت نے بڑا الٹا کھایا مگر مرزا جی مذاہب باطلہ کی کتابیں پڑھ کر جیسا کہ وہ براہین میں فرماتے ہیں:

بخواندم ز ہر ملتے دفترے
بدیدم ز ہر قوم دانشورے
ہم از کودکی سوئے ایں تاختم
دل از غیر ایں کار پرداختم

جو کچھ سمجھ بیٹھے تھے اگر معاملہ اس کے برعکس نکلا یعنی خدا اور روز سزا و جزا کا وجود ثابت ہوا تو مرزا جی کا آیات اور احادیث کو توڑ مروڑ کر حضرت عیسیٰ کی وفات کا ثبوت پیدا کرنا اور اپنا مسیح موعود ہونا ثابت کر کے یہ روپیہ کمانا قیامت کے دن بڑا گراں ثابت ہوگا۔

مرزا صاحب کی دلیل اقول کما قال بعد الصالح کی قلعی تو میں اہل حدیث مورخہ ۲۹۔ اگست میں کھول چکا ہوں آج ان کی دوسری دلیل کانا یاکلان الطعام کی مزاج پرسی کرتا ہوں

چھٹے پارے کے چودھویں رکوع میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسی اوران کی والدہ کو خدا کا شریک یعنی خدا کی طرح ٹھہراتے ہیں وہ تو کھانا کھایا کرتے تھے۔ مرزاجی فرماتے ہیں کہ چونکہ خدا نے فرمایا ہے کہ وہ کھانا کھاتے تھے یہ نہیں فرمایا کہ کھانا کھاتے ہیں، یہ بڑا ثبوت اس بات کا ہے کہ وہ زندہ ہیں۔

ناظرین! اب اس ہیچ مدان اور علمائے اسلام کی کفش برداری پرفخر کرنے والے کے معنی بھی سن لیجئے اور دونوں معنوں کو ترازوئے عقل وانصاف میں وزن کر کے فرمایئے کہ قرآن سمجھنے یاسچ سچ بیان کرنے کی وجہ سے مرزا صاحب سے بڑھ کر میں امام الزمان ہونے کا حق رکھتا ہوں یانہیں اور مرزا صاحب الغرض مجنون تھے یا کچھ اور۔

۱۔ حضرت عیسی خدا نہ تھے انسان اور مخلوق تھے

۲۔ کھانا کھایا کرتے تھے یعنی تم نے (تمہارے باپ دادوں نے) اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وہ کھانا کھایا کرتے تھے

اس کی دلیل ہے کیونکہ جو زوال پذیر ہو، اور بدل ما یتحلل کا محتاج ہو وہ مخلوق ہے اگر اللہ تعالی فرماتا کہ اب یعنی تمہاری نظر سے غائب ہو جانے کے بعد بھی وہ کھانا کھاتے ہیں تو یہ بذات خود ایک جدا دعوی ہو جاتا ہے اور دلیل میں دعوی کو شامل کرنا کلام کو لغو اور بے ہودہ کر دیتا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۶ نمبر ۴۸ مورخہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء)

## ایک استفتا کا جواب

اخبار صحیفہ حیدرآباد دکن مورخہ ۲۲۔ اکتوبر میں عبداللہ الہ دین (مرزائی) نے ایک استفتاء لکھ کر علماء دین سے جواب مانگا ہے۔ استفتاء کیا ہے محض دھوکہ ٹٹی۔ اس

شخص کی تحریرات اسی قسم کی ہوتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اصل حال سے یا تو خبر نہیں یا باوجود خبر ہونے کے اپنے سامعین وناظرین کو دھوکہ دینا چاہتا ہے اسی لئے اصل بات سے ہمیشہ کنارہ کش رہتا ہے کبھی اسکا سوال شائع ہوتا ہے کہ آج کل کون مجددیت کا مدعی ہے۔ اگر کوئی نہیں تو مرزا صاحب کو کیوں نہیں مانتے یاللعجب حیرت ہے یہ لوگ بھی کہتے ہیں کہ ہم میدان مناظرہ کے مرد ہیں جن کو علم مناظرہ سے ذرہ بھی واقفی نہیں۔ اس کے جواب میں ہم نے کئی دفعہ بتایا کہ مجدد کی پہچان اشاعت توحید و سنت ہے اسکا دعوی اس کی پہچان نہیں۔ وہ اگرچہ انکار بھی کرے لیکن کام کرے تو وہ مجدد ہے ایک وقت میں کئی ایک مجدد ہو سکتے ہیں۔ صرف دعوی سے ہی سننا ہے تو اس صدی میں بلکہ موجودہ زمانہ میں بھی کئی شخص مدعی ہیں ایک مولوی احمد رضا خان صاحب بریلی، دوسرے ملا طاہر سیف الدین پیشوا قوم بوہرہ۔

باوجود اس جواب کے سائل اپنی ضد پر ہے ایک سوال اور شائع کیا ہے جو کسی دوست نے ہم کو بھیجا ہے۔ سائل چونکہ ہوشیار ہے اسلئے اس سوال میں بھی اس نے اپنی معمولی ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے تصویر کا ایک ہی رخ دکھایا ہے۔ یہ تو ہمارے ناظرین کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب قادیانی ایک طرف تو اسلام کے احکام کی پابندی کا اظہار کرتے تھے دوسری طرف ان کے وہ دعاوی بھی ہوئے جن کی وجہ سے علماء اسلام ان سے ناراض تھے۔ سائل نے دوسری قسم کے عقاید کو ترک کر کے محض پہلی قسم کے عقاید کو لکھ کر یوں سوال کیا ہے:

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ ایک شخص زید اباً عن جدٍ اہل السنہ والجماعۃ وسلسلہ عالیہ قادریہ نقش بندیہ سے ہے اور زید احمدی جماعت کا ایک فرد ہے جس کے بانی مبانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں زید اصولاً ان تمام باتوں کا اعتقاداً وعملاً باقرار صالح و شرعی پابند ہے جو اسلام کی بنیاد کہلاتے ہیں۔ آیا زید سنت سنت جماعت مسلمان ہے یا دائرہ اسلام سے خارج۔ عبداللہ دین سکندر آباد (مختصراً)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

مستفتی نے تصویر کا ایک رخ دکھایا ہے اس لئے اس کو دوسرا رخ دکھایا جاتا

ہے سائل بتاوے کہ مندرجہ ذیل عقاید مرزا قادیانی کے ہیں یا نہیں؟

۱۔ آیت مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد کا مصداق میں ہوں (ازالہ طبع اول۔ص۶۷۳)

۲۔ مسیح موعود جن کے آنے کی خبر حدیث میں آئی ہے میں ہوں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۶۵)

۳۔ میں مہدی مسعود اور بعض نبیوں سے افضل ہوں (معیار الاخیار۔ص ۱۱)

۴۔ان قدمی علی منارة ختم علیه کل رفعة (خطبہ الہامیہ۔ص ۳۵)

۵۔ ولا تقیسونی باحدا ولا احدا بی (خطبہ الہامیہ،ص ۱۹)

۶۔ میں مسلمانوں کے لئے مسیح مہدی اور ہندوؤں کے لئے کرشن ہوں (لیکچر سیالکوٹ۔ص۳۳)

۷۔ میں امام حسین سے افضل ہوں۔ (دافع البلاء۔ص۱۳)

۸۔ یسوع کی تین دادیاں نانیاں زنا کار تھیں (معاذ اللہ) (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵)

۹۔ یسوع کو جھوٹ بولنے کی عادت تھی (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۱۷)

۱۰۔ یسوع مسیح کے معجزات مسمریزم تھے اس کے پاس بجز دھوکہ کے اور کچھ نہ تھا۔(ازالہ اوہام۔ص۳۰۳، ۳۲۲، ضمیمہ انجام آتھم ص ۷)

۱۱۔ میں نبی ہوں اس امت میں نبی کا نام میرے لئے مخصوص ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۹۱)

۱۲۔اور میرا منکر کافر ہے (حقیقۃ الوحی)

۱۳۔ میرے منکروں بلکہ متاملوں کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں۔ (فتاوی احمدیہ جلد اول)

۱۴، مجھے خدا نے کہا اسمع ولدی (اے میرے بیٹے! سن) (البشری۔ص ۴۹)

۱۵۔ لو لاك لما خلقت الافلاك (حقیقت الوحی۔ص ۹۹)

۱۶۔ میرا الہام ہے وما ینطق عن الھوی۔ (قادیانی اربعین نمبر۳)

۱۷۔ وما ارسلناك الا رحمة للعالمین (حقیقت الوحی۔ص ۸۲)

۱۹۔ اتانی مالم یؤت احدا من العالمین (حقیقت الوحی۔ص ۱۰۷)

۱۸۔ انك لمن المر سلين (حقیقت الوحی۔ ص ۱۰۷)

۲۰۔ مجھے حوض کوثر ملا انا اعطینا ك الکو ثر ۔(ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۸۵)

۲۱۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو اللہ ہوں (آئینہ کمالات۔ص ۵۶۴۔۵۶۵)

حوالہ جات مرقومہ میں سے کوئی حوالہ غلط ہوتو ہم سے تصحیح کرا کر بتا وے کہ جس زید کی نسبت ہم سے سوال ہے وہ مرزا کے ان اقوال میں بھی کا اسکا مصدق ہے؟ یہ بھی بتاوے کہ سائل کو مرزا کے ان اقوال کا علم تھا تو ان کو کو چھپایا کیوں؟ اگر علم نہیں تھا تو اب علم حاصل ہونیکے بعد اس کے اعتقاد بحق مرزا میں کچھ تغیر ہوا یا نہیں؟ ان سب سوالات کے جواب آنے پر محکمہ افتاء سے فتوی دیا جائے انشاء اللہ

نوٹ: فاضل اڈیٹر صحیفہ سے امید ہے کہ اس جواب کو مع اپنی رائے کے درج صحیفہ کر کے ایک پرچہ دفتر اہل حدیث میں بھیج دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۷ نمبر ۱۔ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۹ء ص ۷، ۸)

## صداقت اور یہودیت

جناب منشی عبدالحی صاحب کو ہاٹی لکھتے ہیں:

ایک دہلوی عالم نے سید محمد جون پوری میں بخیال خود آنحضرت ﷺ کی سی باتیں پا کر لکھ دیا کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کے رستہ پر قدم مار کر آنحضرت ﷺ کا ظل یا عکس ہوسکتا ہے۔ مرزا صاحب ایسے کہاں تھے کہ مطلب کی بات کہیں پاویں اور اس سے فائدہ نہ اٹھاویں۔ آپ نے بھی دعوی کر دیا کہ میں آنحضرت ﷺ کے ایسا قدم بقدم چلا ہوں کہ وہی ہوگیا ہوں مگر قول کی جب تک تصدیق نہ ہوا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شیر کی کھال اوڑھ کر کہے میں شیر ہوں۔ آنحضرت ﷺ کے قدم بقدم چلنے کا دعوی تو چھوٹا منہ بڑی بات ہے اور سید محمد کی ریس کرنا بھی ایک فعل عبث۔ آنحضرت ﷺ کے بعض افراد امت کا جنہوں نے کوئی دعوی نہیں کیا اگر حال دیکھا جاوے کہ اللہ تعالی نے ان کو کیسا پختہ ایمان اور ایمان کے لئے مصائب پر صبر بخشا تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ

آنحضرت ﷺ کی شریعت پر چلنے والوں کا رنگ و بو کچھ اور ہوتا ہے

جوہر طینت آدم ز خمیرہ دگر ست
تو توقع ز گلِ کوزہ گراں میداری

حضرت مالک بن انس کی بابت بیان کیا گیا کہ عین اس وقت جب کہ آپ کی مشکیں اس زور سے کس دی گئی تھیں کہ ہاتھ بازو سے اکھڑ گیا تھا اور ستر (۷۰) کوڑوں کی ضربیں جسم مبارک پر پڑی تھیں اسی اونٹ کی پیٹھ پر کھڑے ہو گئے جس پر تذلیل و تشہیر کے لئے سوار کیا گیا تھا اور پکار کر کہا جو مجھ کو جانتا ہے سو جانتا ہے جو نہیں جانتا سو جان لے کہ میں ہوں مالک انس کا بیٹا اور اسی مسئلہ کا اعلان کرتا ہوں جس کے اعلان سے مجھ کو جبراً روکا جا رہا ہے کہ طلاق مکرہ کوئی چیز نہیں۔

امام احمد بن حنبل کو قید کیا گیا چار چار بوجھل بیڑیاں پاؤں میں ڈالی گئیں جن کی وجہ سے ہل نہیں سکتے تھے پیٹھ پر لگاتار کوڑے اس طرح مارے گئے کہ ہر جلاد دو ضربیں پوری قوت سے لگا کر پیچھے ہٹ جاتا اور تازہ دم جلاد اس کی جگہ لیتا۔ یہ سب بخوشی برداشت کیا لیکن صداقت کو نہ چھوڑا اور اصحاب بدعت ج ء ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ عین حالت صوم میں کہ صرف چند گھونٹ پانی کے پی کر روزہ رکھ لیا تھا (بحالت قید) تازہ دم جلادوں نے پوری قوت سے کوڑے مارے۔ تمام پیٹھ زخموں سے چور ہو گئی اور تمام جسم خون سے رنگین ہو گیا جب ہوش آیا تو پانی پینے سے انکار کر دیا کہ روزہ نہیں توڑ سکتا۔ پھر ابن سماعہ کے پیچھے با جماعت نماز پڑھی بعد نماز ابن سماعہ نے اعتراض کیا کہ تم نے نماز پڑھی حالانکہ خون تمہارے کپڑوں میں بہہ رہا ہے طہارت کہاں رہی۔ آپ نے جواب دیا میں نے وہی کیا جو حضرت عمر نے کیا تھا صبح کی نماز پڑھ رہے تھے قاتل نے زخمی کیا مگر اسی حالت میں انہوں نے نماز پوری کی۔

بزرگان دین کی استقامت نماز با جماعت اور روزہ کی پابندی تو معلوم ہو گئی۔ اب ان کے حج کا حال سنو۔ مولوی اسماعیل شہید جن کو کوئی الہام اس قسم کا نہیں ہوا تھا کہ خدا تجھ کو انسان کے ہاتھ سے بچاوے گا اور ان کے مخالفین نے کفر کے فتوے لگا کر شریف مکہ کے پاس بھیج دیئے کہ اگر وہ مکہ شریف میں جاویں تو قتل کر دیئے جائیں حج کرنے گئے شریف مکہ نے ان کا مذہب معلوم کرنے کو ان سے بعض مسائل پوچھے نتیجہ

یہ ہوا کہ بجائے قتل کرنے کے وہ آپ کا معتقد ہو گیا آپ کے وعظ کرائے اور ایک مدت تک آپ کو واپس نہ آنے دیا

اب ایک نظارہ آنحضرت کے بروز (مرزا غلام احمد قادیانی) صاحب کا بھی لے لیجئے ایک عدالت میں تحریری اقرار نامہ دیتے ہیں: (۲۴ فروری ۱۸۹۹ء والے اس اقرار نامہ کو منشی عبدالحی صاحب نے مختصرا نقل کیا تھا۔ میں نے باریک خط میں مفصل نقل کر دیا ہے۔ بہاء)

(میں مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو بحضور خداوند تعالی حاضر جان کر اقرار صالح کرتا ہوں کہ آئندہ

۱۔ میں ایسی پیشگوئی جس سے کسی شخص کی تحقیر و ذلت کی جاوے یا مناسب طور سے حقارت ذلت سمجھی جاوے یا خدا تعالی کی ناراضگی کا مورد ہو شائع کرنے سے اجتناب کرونگا۔

۲۔ میں اس سے بھی اجتناب کرونگا شائع کرنے سے کہ خدا کی درگاہ میں دعا کی جاوے کہ کسی شخص کو حقیر ذلیل کرنے کے واسطے جس سے ایسا نشان ظاہر ہو کہ وہ شخص مورد عتاب الہی بنے یا یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون صادق اور کون کاذب ہے۔

۳۔ میں ایسے الہام کی اشاعت سے بھی پرہیز کرونگا جس سے کہ کسی شخص کا حقیر (ذلیل) ہونا یا مورد عتاب الہی ہونا ظاہر ہو یا ایسے اظہار کے وجوہ پائے جاتے ہوں

۴۔ میں اجتناب کرونگا یعنی؟ مباحثہ میں مولوی ابوسعید محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کے برخلاف گالی گلوچ کا مضمون یا یا تصویر لکھوں یا شائع کروں جس سے اس کو درد پہنچے میں اقرار کرتا ہوں کے اس کے یا اس کے دوست یا پیرو کے برخلاف اس قسم کے الفاظ استعمال نہ کرونگا جیسا کہ دجال کا فر کاذب بطالوی میں کبھی اسکی (نجی).زندگی یا خاندانی رشتہ داروں کے برخلاف کچھ شائع نہ کرونگا جس سے اس کو آزار پہنچے۔

۵۔ میں اجتناب کرونگا مولوی محمد حسین یا اس کے کسی دوست یا پیرو کو مباہلہ کیلئے بلاؤں اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ مباحثہ میں کون صادق اور کون کاذب ہے، نہ میں اس محمد حسین یا اس کے دوست یا پیرو کو اس بات کے لئے بلاؤں گا کہ وہ کسی کے متعلق کوئی پیش گوئی کریں

۶۔ میں حتی الوسع ہر ایک شخص کو جس پر میرا اثر ہو سکتا ہے اس طرح کار بند رہنے کے لئے ترغیب دوں گا جیسا کہ میں نے فقرہ نمبر ۱ تا ۵ میں اقرار کیا ہے)۔

اس کے بعد اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں رب انی مغلوب ۔اے رب میں مغلوب ہوں۔

اقرار نامہ کی ضمن ۲ کے خوف سے امام الزمان اور بروزی محمد صاحب کا اس قدر حوصلہ نہ ہوا کہ حضرت نوح کی دعا کا باقی لفظ بھی کہتے یعنی فانتصر (میری مدد کر) کچھ مدت بعد مولوی محمد حسین صاحب کی بابت آپ کو الہام ہوا تو آپ ان کو لکھتے ہیں کہ اگر اجازت ہو تو میں اس کو شائع کر دوں۔ نہ مولوی صاحب نے اجازت دی اور نہ مرزا صاحب نے شائع کیا اور اللہ میاں کے الہام کرنے کی محنت ضائع گئی۔ اور پھر مرزا صاحب کو اللہ تعالی نے اشجع الناس کا خطاب دیا کہ تو انسانوں میں سب سے زیادہ بہادر ہے۔ مرزا جی نے یہ خطاب پا کر علی رؤس الاشہاد اعلان کر دیا کہ

،صد حسین ست درگر یبانم۔

سو حسین میں جیبوں میں ڈالے پھرتا ہوں۔

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم

اسی ایک مصرعہ یا قول نے ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب کی نظر میں آنحضرت ﷺ کی نہ قدر تھی نہ منزلت نہ محبت۔ مرزا جی کی کیا مجال تھی کہ ان کے نور چشم اور لخت جگر کی اس قدر توہین کرتے۔ دوم یہ ثابت ہوا کہ جو جوہر حضرت امام حسین میں تھے اور جن کے سارے مورخ قائل ہیں ان سے مرزا جی بالکل کورے تھے کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو جوہر کسی انسان میں ہوتا ہے وہ جوہر کسی دشمن میں بھی پاوے تو اس کی قدر کرتا ہے اور اگر دوسرے میں کوئی جوہر دیکھتا ہے تو اپنے میں نہیں پاتا۔ تو اس کی تضحیک و تذلیل کرتا ہے مثلاً انگریز ترکوں کی بہادری اور انسانیت کی تعریف کرتے ہیں تو یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ انگریزوں میں یہ دونوں وصف موجود ہیں اگر مرزا جی میں حضرت امام حسین کے جوہر ہوتے تو خلقت دیکھتی کہ مرزا جی کی تصانیف بجائے اپنی اور چندہ دینے والوں کی تعریفات کے امام حسین کی تعریفات سے پر ہوتیں مگر ایک پلاؤ خور اور موت سے ڈرنے والا امام حسین کی قدر کیا جان سکتا ہے:

قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

قرآن کریم کے پڑھنے والوں پر مخفی نہیں کہ یہودیوں کی مغضوبیت ضلالت

اور ملعونیت کے اعمال میں سے ایک بڑا فتنہ یہ تھا کہ شریعت کیا حکام سے بچنے کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے نکالتے تھے چونکہ ایسے شخص ابھی بہت سے زندہ ہیں جنہوں نے مرزا جی کی نمازیں دیکھی ہیں روزے دیکھے ہیں زکوۃ دیکھی ہے اور ان کے حج دیکھے ہیں اس لئے یہ فیصلہ میں ان پر چھوڑتا ہوں کہ کیا ان کے یہ اعمال آنحضرت ﷺ کے یا ان کے متذکرہ بالا افراد امت کے قدم بقدم تھے یا ان کے حیلے بہانے ان کو یہود میں شامل کرتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۷ نمبر ۱۔ مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۹ء ص ۸۔۹)

## حقیقی کامیابی

جناب بابو محمد حسین صابری بریلوی الہ آباد سے لکھتے ہیں:

قادیانی مسیح کے خلیفہ ثانی مرزا محمود احمد صاحب اخبار الفضل ۷۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء میں لکھتے ہیں کہ،

امام حسین علیہ السلام ناکام شہید ہوئے اور بظاہر دشمن نے ان پر غلبہ پالیا۔،

جو ایک گستاخانہ حملہ ہے اور امام عالی مقام علیہ السلام کی سخت توہین ہے۔ یوں تو اس سے پہلے خود مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نے کیا کچھ نہیں کہا، حضرات انبیاء و اولیاء کی توہین میں کون سی کسر رکھی تھی جو یہ رکھیں گے۔ تاہم خاکسار اس الزام کی تردید کرتا ہے۔ مرزا محمود احمد کے اصل الفاظ یہ ہیں:

لیکن حضرت حسین (اپنے معمولی مریدوں کے نام کے آگے تو صاحب لکھا جاسکتا ہے یہاں کچھ بھی نہیں شاید مثیل عمر ہونے کے گھمنڈ میں ہیں۔ صابری) نے تلوار کے ذریعہ فتنہ کو فرو کرنے کی کوشش کی مگر اس میں انہیں کامیابی نہ ہوئی اور وہ خود مارے گئے۔ یوں تو وہ مومن (بلکہ تمہارے باپ مسیح موعود کے آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کے نواسے تھے۔ صابری) تھے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا (ایسا لکھ دوگے تو تم سے کون پوچھنے والا ہے۔ صابری) کہ جس غرض کے حاصل کرنے کے لئے انہوں نے کوشش کی وہ حاصل نہ ہوئی لیکن بظاہر دشمن نے ان پر غلبہ پالیا۔ ص ۸

حضرت امام عالی مقام نے جس وقت دشمن کے مقابل تلوار اٹھائی اس وقت آپ کی بے کسی کی یہ حالت تھی کہ نہ تو فوج ساتھ تھی نہ سامان جنگ ہی پاس تھا صرف بہتّر نفوس شریک حال تھے جن میں بوڑھے بچے اور بیمار بھی تھے ادھر دشمن کے پاس مسلح فوج اور سامان جنگ موجود تھا ایسی حالت میں کس کا یہ حوصلہ ہوسکتا ہے کہ تلوار کے ذریعہ فتنہ کوفرو کیا جاوے بلکہ یہ تو وہ وقت تھا کہ کسی کو مدافعت کا خیال بھی نہیں آسکتا اور دشمن کے حسب دلخواہ اطاعت کرنے ہی میں جان کا بچاؤ تھا مگر آفرین ہے اس استقلال اور ہمت پر کہ برادروں اور عزیوں کو بچشم خود خاک وخون میں لوٹتے دیکھتے ہیں جوان اور شیر خوار اولاد کی موت آنکھوں کے روبرو ہورہی ہے اپنی شہادت گھر کی تباہی پیش نظر ہے تاہم ارادہ وہی ہے کہ سفاک اور ظالم دشمن کی اطاعت ہرگز نہ ہوگی

ہم تیری راہ میں سو جائیں گے سوچا ہے یہی
درد مندان محبت کا طریقہ ہے یہی

آخرکار اپنے ارادہ کی پختگی میں جام شہادت پیتے ہیں اور پوری کامیابی کے ساتھ دنیائے فانی کو چھوڑ جاتے ہیں اللھم صل علی محمد و علی آل محمد

جناب مرزا صاحب! امام عالی مقام کا ارادہ بوقت جنگ فتنہ فرو کرنے کا نہ تھا بلکہ یہ تھا کہ جو کچھ بھی ہوسو ہو، دشمن کی اطاعت نہ کرونگا۔ ایمان سے کہیے کہ اس میں ان کو ظاہری اور باطنی کامیابی ہوئی یا نہیں؟ ضرور ہوئی۔..

ہاں آپ کا یہ فرمانا درست ہے کہ مومن کو کسی غرض کے حاصل کرنے میں کامیابی ہوتی، ذرا اسی قاعدہ کو مدنظر رکھ کر اپنے والد ماجد مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر بھی نظر کیجیئے کہ انہوں نے اپنی غرض یعنی آسمانی نکاح کیلیئے کس قدر کوشش کی حالانکہ بار بار الہام ہوتا تھا کہ یہ تیرا نکاح ضرور ہوگا۔ زمین وآسمان ٹل جائیں مگر منکوحہ آسمانی تیرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ مرزا نے صرف الہامی تسلیوں میں رہنا پسند نہیں کیا بلکہ ہر طرح سے جا وبے جا کوشش تمام عمر کرتے رہے یہاں تک کہ آخرکار بالکل ناکامی اور مایوسی کی حالت میں یہ کہتے ہوئے مرگئے کہ

ترے آتے ہی آتے کام آخر ہو گیا میرا
رہی حسرت نہ دم میرا تمہارے رو برو نکلا

اب آپ اپنے قاعدہ کے موافق اپنے مسیح موعود کو مومن کہیں یا نہ کہیں مجھے اس سے مطلب نہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

امام حسینؑ نے جو استقلال دکھایا وہ دنیا کو معلوم ہے اس کے مقابلہ میں مرزا صاحب قادیانی نے جو استقلال دکھایا وہ گورداسپور میں نظر آیا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مقدمہ میں صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے ذرہ سے کہنے پر لکھ دیا کہ آئندہ کسی کے حق میں موت کی پیش گوئی نہ کرونگا۔ یوں کہنے کو یہ دعوی کہ

صد حسین است در گریبانم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ نومبر ۱۹۱۹ء۔ ۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ جلد ۱۷ نمبر ۲۔ص ۳)

## جماعت احمدیہ سے چند سوال۔۱

جناب بابو حبیب اللہ صاحب کلرک لکھتے ہیں:

**پہلا سوال:** مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور چودھویں صدی کا مجدد ہوگا (ضمیمہ براہین جلد پنجم ص ۱۸۸)

جماعت احمدیہ کے علماء خصوصاً قادیانی جماعت کے خلیفہ ثانی بتائیں ایسی احادیث صحیحہ کہاں ہیں۔ براہ مہربانی ان احادیث صحیحہ کو مع حوالہ کتاب تحریر کریں۔

**دوسرا سوال:** مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

جیسا کہ تمام محدثین کہتے ہیں میں بھی کہتا ہوں کہ مہدی کے بارے میں جس قدر حدیثیں ہیں تمام مجروح اور مخدوش ہیں اور ایک بھی ان میں صحیح نہیں ہے (ضمیمہ براہین احمدیہ جلد پنجم ص ۱۸۵)

جماعت احمدیہ ان تمام محدثین کا نام دے جن کی تحریروں کی بنا پر مرزا کہتے تھے کہ تمام احادیث در بارہ مہدی مخدوش وغیرہ ہیں۔ (مفہوماً لکھا ہے کیونکہ فوٹو کاپی مسودہ اچھی طرح پڑھا نہیں جاتا۔ بہاء)

**تیسرا سوال** : مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ مسیح موعود کی تیرھویں صدی میں پیدائش ہوگی اور چودھویں صدی میں اسکا ظہور ہوگا (رسالہ ریویو جلد ۲ نمبر ۱۱۔۱۲)

احمدیوں سے سوال ہے کہ ان حدیثوں میں سے صرف تین حدیثیں پیش کریں۔...حوالہ کتب دیں جن میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ یا آپ ﷺ کے صحابہ کا کہنا ہے کہ مسیح موعود تیرھویں صدی میں پیدا ہوگا اور چودھویں صدی میں اس کا ظہور ہوگا۔ مفہوماً ہے کیونکہ مسودہ اچھی طرح پڑھا نہیں جاتا۔ بہاء)

راقم: حبیب اللہ اسسٹنٹ کلرک کوٹھی ..لاہور

(اہل حدیث ۲۱ نومبر ۱۹۱۹ء۔ ۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ جلد ۱۷ نمبر ۲ ص ۳۔۴)

## مرزا غلام احمد قادیانی مہدویت کے رنگ میں

(کیفیت مباحثہ موضع ترگڑی)

منشی اللہ دتا خادم سمبڑیال ضلع سیالکوٹ سے لکھتے ہیں:

موضع ترگڑی ضلع گوجرانوالہ میں مرزائیوں اور اہل اسلام کے درمیان مورخہ ۲۰۔ اگست ۱۹۱۹ء کو مناظرہ ہوا۔

مرزائیوں کی طرف سے مولوی جمال احمد قادیانی اور اہل اسلام کی طرف سے مولوی سید نادر شاہ (مولوی فاضل) سجادہ نشین سمبڑیال ضلع سیالکوٹ مناظر تھے۔مناظرہ بڑے امن کے ساتھ ختم ہوا جس کی روداد قابل دید ہے جو اشتہار کی صورت میں شائع ہوچکی ہے مگر ناظرین کی واقفیت کے لئے مختصر کر کے لکھتا ہوں۔

سب سے پہلے شاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگ مرزا غلام احمد کی نبوت کے قائل ہیں اور میں اس کی نبوت کا منکر۔ اس وجہ سے میرا حق ہے کہ میں جو چاہوں آپ سے دریافت کروں۔

اب سوال یہ کہ مرزا صاحب قادیانی کا دعوی مہدی موعود بھی ہے، اسلئے آپ جواب دیں کہ سچے مہدی کی بابت جناب مخبر صادق حضرت رسول اکرم ﷺ نے کیا

کیا نشانیاں حدیث شریف میں بیان فرمائی ہیں ۔اوران نشانیوں کے مطابق واقعی مرزا صاحب مہدی موعود ہیں ۔

اس پر مولوی جمال احمد قادیانی نے جواباً کہا کہ آپ میرے ساتھ حیات وممات مسیح میں بحث کریں ۔

جناب شاہ صاحب نے کتاب صحیفہ آصفیہ جوان کے مذہب کی ایک معتبر کتاب ہے، ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ دیکھو مولوی صاحب ! تمہارے رہنما یعنی مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ میں ہندوؤں کے لئے کرشن اور عیسائیوں کے لئے مسیح اور مسلمانوں کے لئے مہدی مسعود بن کر آیا ہوں ۔ اس لئے حصہ کرشنی اور حصہ مسیحی ہندوؤں اور عیسائیوں کے لئے مبارک ہو، ہم صرف مہدی کی بابت دریافت کرتے ہیں جو مسلمانوں کے لئے بن کر آیا ہے ۔کیا واقعی مرزا صاحب مہدی موعود ہیں ۔

بس جناب شاہ صاحب کا اتنا دریافت کرنا تھا مولوی صاحب قادیانی حواس باختہ ہو گئے ۔ لاجواب ہو کر ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے ،اور ادھر اودھر تا کنے لگے ۔

مگر انصاف پسند منصفین جو کہ غیر مذاہب کے مقرر تھے، جھٹ بول اٹھے کہ

مولوی صاحب قادیانی ،شاہ صاحب کے سوال کا جواب ضرور دیویں، تا کہ آگے بحث چلے ،

مگر قادیانی جواب کہاں سے لاکر دیتے ۔سوائے خاموشی کی کوئی جواب نہ آیا۔

تب سردار بوٹا سنگھ رئیس دیہہ (جو منصفوں میں سے تھے ) نے شاہ صاحب کو فرمایا کہ آپ ہی بیان فرماویں کہ سچے مہدی مسعود کی کیا کیا نشانیاں ہیں ۔ چنانچہ شاہ صاحب نے ابوداؤد اور مشکوۃ شریف سے یہ حدیثیں سنادیں :

عن ام سلمه قالت سمعت رسول الله ﷺ... الخ

عن عبد الله بن مسعود قال اسه اسمی و اسم ابیه اسم ابی و یملأ الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً ۔ مشکوة

اس کے بعد سردار بوٹا سنگھ منصف نے قادیانی مولوی کو مخاطب کر کے کہا کہ کیا آپ یہ کتابیں حدیث کی مانتے ہیں ۔ مولوی صاحب کی طرف سے جواب ندارد ۔دوبارہ سہ بارہ دہرایا مگر قادیانی مولوی نے ایسی خاموشی اختیار کی کہ کہنا ہی کیا ۔آخر

کوئی جواب نہ دیا اور قادیانی مولوی صاحب معہ اپنے ہمراہیوں کے میز و کرسی اٹھا کر چلتے بنے اور خاص قادیان میں جا کر دم لیا

جمال احمد جمال اپنا چھپا کے
نہ حملے نادری کی تاب لا کے
گیا ایسا کہ پھر کر دم نہ مارا
خدا نے جھوٹ اور سچ کو نتارا

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۱ نومبر ۱۹۱۹ء۔ ۲۷ صفر ۱۳۳۸ھ جلد ۱۷ نمبر ۲ ص..)

## انعامی جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کی یہ بھی ایک سنت ہے کہ عوام کو بھڑکانے کے لئے اپنے بعض مضامین کے جواب پر انعام رکھ دیا کرتے، انعام بھی معمولی نہیں دس دس ہزار تک۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے جواب پر دس ہزار روپیہ آپ نے تجویز کیا۔ جب پنڈت لیکھ رام نے جواب لکھا تو حسب قرار داد اس جواب کا فیصلہ منصفوں سے نہ کرایا، نہ انعامی روپیہ دیا۔ چاہیے تھا کہ پنڈت مذکور کا دعوی باطل کرنے کو اسے للکارتے کہ میرے اعلان کے مطابق اس جواب کا فیصلہ منصفوں سے کرالو۔

خیر اس کے بعد انہوں نے رسالہ اعجاز احمدی میں خاکسار کو للکارا کہ قادیان میں آ کر میرے ساتھ گفتگو کرلو، میں فی پیش گوئی (درصورت کذب کے) مبلغ سو روپیہ دونگا۔ جملہ پندرہ ہزار ایک لاکھ علاوہ۔

جب میں قادیان پہنچا تو آپ نے اندرون خانہ سے خط بھیج دیا کہ ہم نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ کسی سے مباحثہ نہیں کریں گے حالانکہ دراصل بات یہ تھی کہ:

خود سوئے ما ندید و حیا را بہانہ ساخت

اب تیسرا موقعہ یہ ہوا ہے کہ ایک صاحب عبداللہ الہ دین سکندرآبادی ہیں جو ہزار روپیہ کا انعامی اعلان کرتے ہیں کہ منکرین مرزا زمانہ موجودہ کے مجدد کا پتہ دیں تو

ہزار روپیہ انعام لیں

دوسرے صاحب قاضی یوسف پشاوری ہیں جنہوں نے ایک مضمون کے جواب کے لئے یک صد روپیہ کا چیلنج دیا ہے۔

ہم ان انعاموں کی حقیقت خوب جانتے ہیں کہ بجز اتباع مرزا کے اور کوئی مطلب نہیں۔ اس لئے ہم بھی بقول مرزا صاحب کے اس کے جواب میں اعلان کرتے ہیں کہ دونوں سوالوں کے جواب دینے کو ہم تیار ہیں مگر چونکہ جواب انعامی ہے، جو نہ ہمارے کہنے سے مل سکتا ہے، نہ آپ کے انکار سے رد ہوسکتا ہے، اس لئے کسی مسلمہ ثالث بالخیر کی ضرورت ہے۔ پس ایک تو وہ ثالث مقرر کریں جس کا فرض ہو جواب کی تنقید کر کے فیصلہ کرے کہ جواب صحیح ہے یا نہیں۔

قاضی یوسف کے دس سوال ہیں جو سارے کے سارے ختم نبوت کے متعلق ہیں۔ ان سارے سوالوں کے جوابات دینے ہمارا فرض ہوگا۔ صحیح شرعی جواب ہونے کی صورت میں ہم انعام کے مستحق ہوں گے اس کے بغیر نہیں۔ منصف کے تقرر کے بعد انعامی رقم کسی معتمد کے پاس امانت رکھوا دیں بایں وعدہ کہ جس کے حق میں فیصلہ ہو اس کو دی جائے۔

ہاں ان دونوں صاحبوں سے ہم بھی ایک انعامی سوال کریں گے جو صرف ایک ہوگا جس کے جواب کے لئے ہم بھی دونوں صاحبوں کو مخاطب کرتے ہیں وہ سوال کچھ مشکل نہیں بلکہ بہت آسان ہے۔ سنئے! وہ یہ ہے: مرزا صاحب صداقت شعار کیوں نہ تھے؟

اس کی دو جانبیں ہوں گی یعنی صدق اور کذب۔ آپ کو اختیار ہے ہمیں مدعی بنائیں یا خود مدعی بنیں۔ لیکن اتنا یاد رکھیں کہ سامنے کون ہے۔

ستعلم لیلی ای دین تداینت
و ای غریم فی التقاضی غریمها

(ہفت روزہ اہل حدیث نمبر۳ جلد ۱۷۔ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۹ء۔ ۴ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ ص ۳)

# مسیح ابن مریم کی حیات و آمد ثانی

## مرزا غلام احمد قادیانی کی زبانی

جناب منشی اللہ دتا صاحب جھنگوی لکھتے ہیں:

صاحبان! میں اپنے عنوانی دعوے کے ثبوت میں مرزا جی کی چند کتب سے اصل عبارت معہ پتہ ذیل میں نقل کرتا ہوں تا کہ کسی مخالف کو انکار کی گنجائش نہ ہو اور طالبان حق کی تسلی کا باعث ہو۔

ا۔ حضرت مسیح انجیل ناقص چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے (براہین احمدیہ۔ ص ۳۶۱)

۲۔ خدا ان (انبیاء) کو موت نہیں دیتا جب تک وہ کام پورا نہ ہو جائے جس کے لئے وہ بھیجے گئے ہیں اور جب تک پاک دلوں میں ان کی قبولیت نہ پھیل جائے تب تک سفر آخرت ان کو پیش نہیں آتا (ازالہ اوہام۔ طبع اول۔ ص ۴۴۸)

ہر دو کتب کی عبارات منقولہ بالا سے بقول قادیانی مرزا جی آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو رہا ہے کہ حضرت عیسی انجیل چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھے ہیں۔ اور یہ بھی بشہادت مرزا جی ظاہر ہے کہ خداوند تعالی اپنے خاص بندوں کو تب تک موت نہیں دیتا جب تک وہ کام پورا نہ ہو جاوے جس کیلئے وہ بھیجے جاتے ہیں، اور نیز جب تک کہ پاک دلوں میں ان کی قبولیت نہ پھیل جائے تب تک سفر آخرت ان کو پیش نہیں آتا، یعنی وہ نہیں مرتے۔

پس جب بموجب مقرر کردہ اصول مرزا جی نہ حضرت مسیح انجیل کی تکمیل کر کے آسمان پر گئے، اور نہ یہودیوں نے ان کو سچا نبی قبول کیا، بلکہ اب تک ان کے ویسے ہی دشمن ہیں جیسے ان کی موجودگی میں تھے، تو پھر حضرت مسیح کے زندہ ہونے اور واپس آنے سے انکار کرنا ان کا بعد اقرار نہیں تو کیا ہے۔

براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۹ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

هو الذی ارسل رسو ل با لهدی و دین الحق لیظهره علی

الدین کلہ ۔

یہ آیت سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین کا وعدہ دیا گیا ہے وہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا جب حضرت مسیح دوبارہ تشریف لاویں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام تمام آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا

اس عبارت سے بھی بقول مرزا جی چند امور ظاہر ہیں

۱۔ آیت ھو الذی ارسل رسولہ... حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے

۲۔ کامل غلبہ دین کا مسیح کے وقت میں ہوگا

۳۔ جب وہ دوبارہ تشریف لائیں گے

۴۔ تمام دنیا میں ان کے ہاتھ سے دین اسلام پھیل جائے گا،

دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۵ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ہونے کا اشارہ ہے اگر فریق وفق اور نرمی اور لطف احسان کو قبول نہ کریں گے اور حق محض .. سے کھل گیا ہے اس سے سرکش رہیں گے تو وہ زمانہ آنے والا ہے کہ جب مجرمین کے لئے شدت حنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح نہایت جلالت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کردیں گے اور کج اور ناراستی کا نام نہ رہے۔

بقول مرزا قادیانی، عبارت ہذا سے چند امور صاف ظاہر ہیں:

۱۔ حضرت مسیح جلالی طور پر ظاہر ہوگا

۲۔ حضرت مسیح جلالت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے

۳۔ اس کے زمانہ میں کج اور ناراست کا نام ونشان نہ رہے گا۔

نیز آسمان پر جانے اور آنے کا بھی اقرار ہے۔ خود قلم سے جو لکھا اب اس سے کیوں انکار ہے۔

۶۔ ازالہ اوہام طبع بارسوم صفحہ ۸۲ میں لکھتے ہیں:

پس اس بیان کی رو سے ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح

بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے۔

بقول مرزا جی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ:

۱۔مرزا جی خود اقرار کرتے ہیں کہ یہ بات بالکل ممکن ہے کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جاوے کہ جس کا احادیث میں حاکم اور بادشاہ ہونے کا ذکر ہے۔

۲۔میں درویشی اور غربت کی حالت میں آیا ہوں

(ہفت روزہ اہل حدیث نمبر ۳ جلد ۱۷۔مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۹ء۔۴ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ ص ۳۔۴)

## روشنی سے چندھیانے کا علاج

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مولوی محمد علی صاحب امیر لاہوری پارٹی اپنے خط موسومہ مرأۃ الحقیقۃ میں جو میاں محمود احمد صاحب کی طرف ہے، ان کی بہت سی بے جا باتوں کی شکایت کرتے ہیں۔ چنانچہ چند ان میں سے یہ ہیں:

ص ۱۲۔ جب تک کوئی آپ کے ساتھ ہم خیال ہو وہ خوبیوں کا مجموعہ ہوتا ہے آپ سے اختلاف رائے ہوا تو وہی فوراً فاسق بن جاتا ہے

ص ۲۶۔ یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ آپ کسی اصول پر قائم نہیں

ص ۳۲۔کوئی بات تو آپ صاف کہیں خدا شاہد ہے میں ہنسی نہیں کرتا مجھے اس پر رونا آتا ہے کہ مذہب کو آپ نے ایک کھیل کی صورت کیوں دے رکھی ہے۔

ص ۴۷۔ بات کیا ہوتی ہے آپ اس کو کسی رنگ میں پیش کرتے ہیں۔

ص ۵۳۔مگر آپ نے ایک نہایت غلط راہ اختیار کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر بھی وہی حملہ کر دیا۔

ص ۶۰۔اسلئے آپ کو ایک نظیر رسول پاک ﷺ کی زندگی سے بتانے کی ضرورت پیش آئی

ص ۶۲ ۔ رسول اللہ ﷺ جیسے حکیم انسان کے فہم کی اس قدر تحقیر ہے اس سے بڑھ کر ممکن نہیں

ص ۶۷ ۔ افسوس ہے کہ آپ تاریخ کو بھی اپنی رائے کے مطابق بنانا چاہتے ہیں

ص ۷۰ ۔ یہاں تک کہ اپنے ہی چندہ پیشتر کے لفظوں کی بھی پرواہ نہیں رہتی

ص ۸۱ ۔ آپ کن ہتھیاروں سے کام لے رہے ہیں اور کس طرح دنیا کی آنکھوں میں خاک جھونک رہے ہیں

ص ۸۴ ۔ دکھانا صرف یہ ہے کہ آپ اپنی غرض کے لئے کیا کچھ کر لیتے ہیں ۔

جن لوگوں نے مرزا صاحب کی تصانیف پڑھی ہیں ان سے یہ بات مخفی نہیں کہ یہ کل اعتراض کی باتیں مرزا صاحب آنجہانی میں بدرجہ اتم موجود تھیں ۔ پس مولوی محمد علی صاحب کا یہ کیا انصاف ہے کہ مرزا صاحب کے شہتیروں سے آنکھیں بند کرتے اور ان کے خلف الصدق کے تنکوں پر اعتراض کرتے ہیں ۔ کیا ان کا ضمیر کہتا ہے کہ میاں محمود میں یہ باتیں مرزا صاحب سے نہیں آئیں ۔ آج میں ایک مختصر سا قصہ مسیح اور دجال کا بیان کر کے ناظرین کو دکھاتا ہوں کہ اس مختصر قصہ میں مرزا صاحب اسی قسم کی کیا کیا باتیں کر گئے ۔ چونکہ اس قصہ سے ابن صیاد کے معاملہ کو بڑا بھاری تعلق ہے اس لئے اسکا قصہ شمس الہدایت سے نقل کرتا ہوں جو پیر مہر علی صاحب نے تالیف کیا ہے ۔

ابن صیاد : پہلے آنحضرت ﷺ نے بعض علامات دجال کی جن کا آپ کو علم تھا اصحاب کرام کے سامنے بیان فرمائیں جو منطبق ہوتی تھیں ابن صیاد پر یعنی آپ نے فرمایا تھا کہ دجال کے ماں باپ کے گھر تیس سال تک اولاد نہ ہوگی بعد ازاں ایک لڑکا کانا بڑی بڑی داڑھوں کچلیوں والا پیدا ہوگا کم منفعت ، اسکی آنکھیں سویا کریں گی اور دل جاگتا ہوگا۔ چونچ جیسی اسکی ناک ہوگی اس کی والدہ موٹی لمبی چوڑی ہوگی ۔ رواہ فی الشرح السنہ

ابو بکرہ صحابی کہتے ہیں ہم نے سنا کہ مدینہ کے یہود میں ایسا ہی لڑکا پیدا ہوا ہے میں اور زبیر بن العوام مل کر گئے سب علامات اس میں اور اس کی والدہ میں ویسی ہی پائیں جس طرح آپ نے فرمائی تھیں ۔ یہ حلیہ دجال جس سے آپ نے پہلے خبر

دی تھی جب صحابہ نے ابن صیاد پر مع والدین اس کے منطبق پایا تو یقین کرلیا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اس لئے حضرت عمر نے اسے قتل کرنے کی اجازت مانگی مگر آپ نے اجازت نہ دی اور فرمایا ان یکن ھو فلست صاحبہ و انما صاحبہ عیسی ابن مریم و الا یکن ھو فلیس لك ان تقتل رجلاً من اھل العھد یعنی یہ اگر دجال ہے تب تو تو اس کا قاتل نہیں بغیر عیسی بن مریم کے قاتل اس کا کوئی نہیں اور اگر یہ ابن صیاد دجال نہیں تو اہل ذمہ میں سے ایک شخص کا قتل کر دینا تجھ کو سزاوار نہیں

تیس دجال یعنی جھوٹے نبیوں کی حدیث:

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون..
یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم و لا آباءکم فایاکم و ایاھم لایضلوکم۔ اخرجہ مسلم عن ابی ھریرہ مرفوعاً

یعنی آخری زمانہ میں دجالین کذابین ہوں گے تم کو ایسی باتیں سنائیں گے جو نہ کبھی تم نے سنی، نہ تمہارے باپ دادوں نے، تو تم ان سے بچتے رہنا کہیں تم کو گمراہ نہ کردیں

سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم یزعم انہ نبی و انا خاتم النبیین لانبی بعدی اخرجہ ابو داؤد و الترمذی و صححہ ابن حبان کما فی الفتح

پس میری امت میں تیس بڑے جھوٹے ہوں گے ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا اور میں سب نبیوں کا پچھلا ہوں کوئی میرے بعد نبی نہیں۔

ناظرین اب آیئے ایک نظارہ مرزا صاحب قادیانی کے ازالہ اوہام کا بھی لیجئے

حدیثوں سے ظاہر ہے کہ بالآخر یقین کیا گیا کہ یہی (ابن صیاد) دجال معہود ہے چنانچہ صحابہ نے قسمیں کھا کر کہا کہ اب ہمیں اس میں شک نہیں کہ یہی دجال معہود ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی آخر کار یقین کرلیا (ص ۹۴۔ ازالہ)

پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اور یہ ظاہر رہے کہ یہ کچھ میرا ہی خیال نہیں کہ مثیل مسیح بہت ہو سکتے ہیں بلکہ احادیث نبوی کا بھی یہی منشاء پایا جاتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ دنیا کے آخر تک قریب تیس کے دجال ہوں گے اب ظاہر ہے کہ جب

تیس دجال کا آنا ضروری ہے تو بحکم لکل دجال عیسی ۔تیس عیسی بھی آنے چاہییں (ازالہ اوہام۔ ص ۸۱)

اور بپایہ ثبوت پہنچ گیا کہ مسیح دجال جس کے آنے کی انتظار تھی یہی پادریوں کا گروہ ہے ۔(ص ۲۰۶۔ازالہ اوہام)

گمان مت کرو کہ دجال جان سے مارا جائے گا بلکہ اس میں راز یہ ہے کہ اس کے کفروشرک کی باتیں دور کردی جائیں گی ۔ (ایام الصلح ۔ص ۱۳۷)

اب مسلمان عام طور اور مولوی محمد علی صاحب لاہوری خاص طور پر توجہ فرمائیں اور دیکھیں کہ آنخضرت ﷺ کی حدیثیں کدھر جا رہی ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لوگوں کو کدھر لے جاتے ہیں:

وائے گر از پس امروز بود فردائے

ابن صیاد والی حدیث سے جو کچھ ثابت نہیں اسے مرزا صاحب ثابت شدہ مانتے ہیں اور جو ثابت ہے اس سے منکر ہیں ۔یعنی آنخضرت ﷺ تو قتل کیلئے اجازت طلبی کے جواب میں جملہ شرطیہ استعمال کرتے ہیں کہ اگر ابن صیاد دجال ہے تو اس کا قاتل سوائے حضرت عیسی کے اور کوئی نہیں اور اگر وہ دجال نہیں ہے تو ذمی کا قتل جائز نہیں ۔مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ آنخضرت ﷺ نے بھی آخر کار یقین کرلیا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے ۔ یہ رسول اللہ ﷺ پر کتنا بڑا افتراء ہے۔ عیاذا باللہ

پھر اسی حدیث سے ثابت ہے کہ حضرت عمر اور آنخضرت ﷺ کا مذہب یہ تھا کہ دجال قتل کیا جاوے گا، مرزا صاحب فرماتے ہیں، گمان مت کرو دجال جان سے مارا جاوے گا، شاید ایسی ہی متابعتوں سے مرزا صاحب خود آنخضرت بن گئے۔

پھر فرماتے ہیں کہ حدیثوں (جمع کا صیغہ) کا منشا پایا جاتا ہے کہ مثیل مسیح بہت ہونگے اور ثبوت میں ایک حدیث بھی پیش نہیں کرتے، تاکہ ان کو ہوا نہ لگ جائے۔ اور ہر فرعونے را موسی کے ہم معنی ایک عربی مثل بیان کر کے لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہیں (امام الزمان کی شان) بھلا اگر لکل دجال عیسی کے یہ معنی ہیں جو مرزا نے کئے ہیں تو ابن صیاد کا جس کو بقول مرزا جی صحابہ نے آنخضرت ﷺ نے دجال یقین کیا عیسی کون تھا۔ پھر آنخضرت ﷺ تو حدیث میں دجال یعنی فریبی (دجل کرنے

والے) ان لوگوں کو فرما رہے ہیں جو آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کریں گے لیکن مرزا صاحب نبوت کا دعوی کر کے بکف چراغ داشتہ، الٹے مسیح بنتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ جھوٹے نبی یعنی دجال تمہیں ایسی باتیں سناویں گے جو تمہارے باپ دادوں نے نہ سنی ہونگی مرزا جی ہم کو یہ سنا کر کہ حضرت عیسی جیتے سولی سے اتار لئے گئے پھر بمعہ والدہ کشمیر بھاگ گئے ۸۷ سال وہاں رہ کر فوت ہوئے اور سری نگر محلّہ خان یار میں مدفون ہوئے خود عیسی بنتے ہیں اور پادریوں کو جو آج تک اسی عقیدہ پر چلے آتے ہیں جو عقیدہ ان کا خدا نے قرآن میں بیان کیا تھا، دجال کہتے ہیں۔ واہ سبحان اللہ قربان جایئے۔ ایسے رسول کے قدم بقدم چلنے والے کے۔

پھر اسی حدیث سے ثابت ہے کہ صحابہ نے یقین کیا اور بقول مرزا صاحب آنحضرت ﷺ نے بھی یقین کیا کہ ابن صیاد بھی دجال ہے کیا معنی کہ دجال شخص واحد ہے اور مرزا صاحب ہم سے پادریوں کے گروہ کو دجال منوانا چاہتے ہیں۔ ہائے غضب۔ کیا پادری آنحضرت ﷺ کے وقت میں نہ تھے کہ آنحضرت ﷺ فرمادیتے کہ یہ دجال ہیں؟ یا آنحضرت ﷺ کی نظر چوک گئی۔

جناب امیر صاحب لاہوری!

آپ نے دیکھ لیا میاں محمود کے والد صاحب نے چند سطور میں کس قدر ہیر پھیر کئے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے فرمانوں کا کس قدر تخالف کیا ہے۔ مولانا صفحہ ۴۰ پر آپ کا یہ ثابت کرنا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خدا نے جو ان کو نبی اور رسول کیا وہ مجازی یا اصطلاحی طور پر کیا ظاہر کرتا ہے، کہ مرزا صاحب کا خدا جاہل نہیں اجہل تھا یعنی باوجودیکہ وہ دیکھ چکا تھا کہ حضرت عیسی کے معاملہ میں اصطلاحی الفاظ نے کس قدر فتنہ دنیا میں بپا کیا پھر بھی اس نے ٹھوکر کھائی اور اصطلاحی الفاظ مذہبی معاملہ میں استعمال کر کے ایک اور فتنہ بپا کیا جس کے فرو کرنے میں آپ کا قیمتی وقت ضائع ثابت ہو رہا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث نمبر۳ جلد ۱۷۔ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۱۹ء۔ ۴ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ ص ۴۔۶)

# اڈیٹر الفضل جواب دے

آپ کے اخبار مورخہ یکم نومبر ۱۸۱۹ء میں ایک تقریر بعنوان، چونڈے میں مولوی ابراہیم سیالکوٹی سے مباحثہ، چھپی ہے جو حافظ جمال احمد صاحب مبلغ جماعت قادیانی کی لکھی ہوئی ہے جنہوں نے جناب مولانا موصوف سے موضع چونڈہ ضلع سیالکوٹ میں مباحثہ کیا تھا۔ لیکن افسوس اخبار میں صرف وہ تقریر شائع ہوئی جو حافظ جمال احمد صاحب مذکور مضمون نگار نے پہلی مرتبہ بیان کی تھی اور جو کچھ جناب مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے اسکے جواب میں تقریر فرمائی تھی اور پھر اس کے جواب میں جو کچھ حافظ جمال احمد صاحب نے کہا اور پھر اس کے جواب میں جو کچھ جناب مولوی صاحب نے کہا اس کو مطلقاً ذکر نہیں کیا

عنوان مضمون کو لفظ مباحثہ سے باندھا ہے اور ظاہر ہے کہ مباحثہ باب مفاعلہ ہے جو فریق ثانی کی تقریر و جواب بھی چاہتا ہے لیکن جو کاروائی درج اخبار ہوئی ہے وہ یک طرفہ ذکر ہوئی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا جناب مولوی ابراہیم صاحب سحبان ہند آپ کے مناظر کے سامنے بالکل چپ رہے تھے یا کچھ بولے بھی تھے۔

مہربانی کر کے حافظ جمال احمد باقی کاروائی بھی درج اخبار کرا کر پبلک کی حیرانی کو دور کریں کیونکہ ہم لوگ جو اس میں شامل تھے اس مضمون کے نامکمل رہ جانے سے سخت تشویش میں ہیں اور قادیانی مشن کی نسبت طرح طرح کے ظنون کر رہے ہیں۔

بعض حاضرین مجلس مناظرہ از موضع چونڈہ سیالکوٹ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانیوں کی یہ کاروائی (کہ مباحثہ کے مضامین کو یک طرفہ بتاتے ہیں) کوئی نئی نہیں۔ رام پور میں بماتحتی نواب صاحب رام پور جو مباحثہ ہوا تھا اس کی روداد بھی ان حضرات نے ایسی ہی لکھی تھی جس میں اپنی تقریروں کو سنوار کر درج کر کے فریق ثانی کی طرف سے چند اشعار لکھ دیئے تھے کہ مولوی ثناء اللہ نے سارے جلسہ میں یہ اشعار پڑھے۔ یہ کن لوگوں کا کام ہے؟ اس کا جواب بھی اڈیٹر الفضل دے گا۔

(اہل حدیث امرتسر نمبر ۴ جلد ۱۷۔ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۱۹ء مطابق ۱۱ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ۔ص ۸)

# مرزا صاحب کی کتابوں کا خط تقدیر

دنیا میں جدھر نظر اٹھا کر دیکھو لوگ اپنی مذہبی کتابوں کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں غیر زبانوں میں ان کے ترجمے کرتے ہیں برائے نام قیمتوں پر فروخت کرتے ہیں اور وہ بھی اس خوف سے کہ مفت دینے کی حالت میں وہ پنساریوں کی پڑیوں میں استعمال نہ کی جائیں کوئی رکاوٹ نہیں کہ کون ان کو خریدے، کون نہ خریدے۔ نہ یہ پڑتال ہے کہ کوئی کس غرض سے خریدتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اپنے مذہب کی کتابوں کو اور اپنے مذہب کو وثوق سے سمجھا سکتے ہیں۔

برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ مرزائی مرزا صاحب کی کتابوں کو عیب کی طرح چھپاتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ وہ کسی کے ہاتھ میں جاویں کسی اخبار میں کسی رسالہ میں کسی کتاب کی فروخت کا اشتہار نہیں۔ ہاں خضاب کا جو شرعاً ممنوع ہے بڑا لمبا چوڑا اشتہار موجود ہوگا لیکن انجام آتھم یا حقیقت الوحی کا نہیں۔ اگر مرزائی کتب فروش کو خط لکھو تو دکاندارانہ جواب ملتا ہے کہ بار دوم طبع ہونے پر بھیجی جائے گی۔ نہ وہ بار دوم آتی ہے نہ کتاب بھیجی جاتی ہے اس کے معنی سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ مرزائی خود محسوس کر رہے ہیں کہ یہ کتابیں اشاعت کے لائق نہیں۔ سر سید احمد مرحوم کو کسی نے اطلاع دی کہ فلاں ملّا نے آپ کی کتابیں فلانے سے لے کر جبراً جلا دیں آپ نے جواب میں لکھا کیا اچھا ہوتا کہ وہ ملّا یہ کتابیں ہم سے .... ملاتا تاکہ اس کا دل بھی ٹھنڈا ہو جاتا اور ہمارا بھی فائدہ ہوتا

صاحبزادہ صاحب کی صحت یابی پر ہمیں بڑی امید تھی کہ شاید اس مضمون کا اشتہار نکلے کہ اس خوشی کی تقریب میں انجام آتھم کی قیمت پانچ روپئہ اور حقیقت الوحی کی قیمت سات روپئہ کر دی گئی ہے کیونکہ کہ جواہر اس قیمت پر بھی ارزاں تھے مگر کوئی اشتہار اس قسم کا دیکھنے سننے میں نہ آیا۔ پس کیا یہ جواہر مرزائیوں کو کھوٹے نظر نہیں آئے کہ ان کی چھپائی اور فروخت بند کر دی گئی اور جب حالت یہ ہے کہ مرزا صاحب کی

کتابوں کو وہ خود ناپید کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور تاریخ مرزا کے سر پر مولوی ثناء اللہ صاحب کے فجعلنا هم احادیث لکھنے سے کیوں بگڑتے ہیں۔

اسکا جواب اگر یہ ہوگا کہ فہرست کتب مرزا صاحب بھیجی جاتی ہے جس کتاب کی ضرورت ہو ہم دینے کو تیار ہیں تو وہ بیشک جواب ہوگا اور اگر کچھ اور جواہر ریزیاں ہوئیں تو وہ ہوں گی اور ردی کی ٹوکری

سرسید احمد خان کی کتابوں کو تو مخالفین رد کرنا چاہتے تھے اور مرزا صاحب کی کتابوں کو خود مرزائی۔ یاللعجب۔ اور خود جو لکھتے ہیں اس کی تکذیب ان کا اپنا دوسرا فرقہ کر دیتا ہے یہ عجیب مذہب ہے۔ سبحان اللہ

مسلمانوں نے جب مرزائیوں کا قافیہ تنگ کیا کہ تمہارے مسیح موعود کا تو دعوی ہے کہ میں انہی نشانوں کے ساتھ آیا ہوں جو حضرت عیسی (آنے والے) کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے فرمائے ہیں جو یہ ہیں:

پیداوار کی کثرت۔ دودھ گھی کی بہتات۔ دولت کی کثرت۔ امن وامان کی حالت۔ بغض وحسد کی ناپیدی۔

یہ سب باتیں تو ہم مرزا صاحب کے زمانہ میں دیکھ چکے مگر حضرت کے زمانہ میں دنیا میں اسلام ہی اسلام رہ جانا یہ تو مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے اور بڑے زور سے تسلیم کیا ہے چنانچہ ان کے چشمہ معرفت کے صفحہ ۸۲ کا مضمون یہ ہے کہ،

> مسیح موعود جس کے نام سے میں آیا ہوں اس کے زمانہ میں تمام قومیں ایک قوم بن جائیں گی اور ایک ہی مذہب اسلام ہو جائے گا۔

اور اخبار بدر میں تو اس سے بھی زیادہ زور سے لکھا کہ اگر ایسا نہ ہوا، اور میں مرجاؤں تو میں جھوٹا۔

اور مرزا جی نے تو ایک کافر بھی مسلمان نہ کیا۔ تو مرزائیوں کو ... جیسا کہ وہ دور دراز فاصلہ پر بھاگے تاکہ وہاں .. لوگوں کو تصویر کا ایک رخ دکھا کر دس بیس نادان .. الو بنا کر یہ داغ مرزا صاحب قادیانی سے پونچھ ڈالیں جو رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیوں سے لگا ہے ...

یہ علامات حضرت عیسی کی جو آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہیں ایسی نہیں کہ ہر

کوئی ان کو اپنے پر چسپاں کر سکے (ایک لاکھ الہاموں سے یہ.... ہو سکتی ہے۔ الہامات یہاں عاجز ہیں کیونکہ وہ تو صرف یہ بتا سکتے ہیں کہ فلانی سے تیرا نکاح کر دیا گیا اس اس لیاقت اور عظمت کا بیٹا تجھے دیا جائے گا فلاں فلاں تیرے دشمن تیری زندگی میں مر جائیں گے تیری ہم نے عمر بڑھا دی تجھے جوانی واپس کر دی جائے گی (لاحول ولاقوۃ) قدرت خدا کی مرزا جی کی تشریف آوری سے نرخ ہر چیز کا گراں ہو گیا۔ دودھ گھی صرف امیروں کے استعمال کی چیز رہ گیا۔ دنیا کا امن و امان جاتا رہا۔ سونا چاندی کم نظر آنے لگا۔ بغض وحسد تو سب سے زیادہ مرزائیوں میں گھس گیا۔ اسلام کا یہ حال ہے کہ آفتاب لب بام نظر آتا ہے اور مغرب میں اسلام کا آفتاب ڈوبتا نظر آتا ہے۔ دنیا کے چالیس کروڑ مسلمان جو مرزا صاحب قادیانی اور ان کے فرزند رشید نے کافر بنا دیئے۔ اگر بقول لاہوری پارٹی انہیں مسلمان مان لیا جائے پھر بھی سال میں جس قدر کافر بنائے جاتے ہیں، کافر مسلمان نہیں بنائے جاتے۔ اور مذاہب باطلہ کے نشان مٹنے کا کوئی نشان نہیں۔ اس حالت میں اگر مرزائی لوگ کہیں کہ تم مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مان لو، تو بہتر ہے کہ وہ شکار پر تشریف لے جائیں۔ ایسے ...وہی ہوں گے کہ ساری علامات برعکس پا کر ان کو سچا مان لیں:

برعکس نام نہند زنگی کا فور

اگر مرزائیوں کے واسطے سچ نہیں آتا تو کسی کے حق میں صادق نہیں آ سکتا
مگر شرم وحیا کہیں دکان سے ملے تو ان کے لے خرید لیں (مضمون نامکمل اور ناقص ہے کیونکہ کئی جگہ سے تحریر پڑھی نہیں جاسکتی یا الفاظ غائب ہیں۔ بہاء)

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۱۷ نمبر ۵ مورخہ ۱۲۔ دسمبر ۱۹۱۹ء مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ ص ۹۔۱۰)

## مرزا صاحب کو فلاح حاصل ہوئی؟

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

چودھویں صدی میں جب چند عیسائی پادریوں کیٹی لسٹوں اور نوجوان جوشیلے آریوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام پر زبان درازیاں کیں، تو جوشیلے مگر ناعاقبت اندیش مسلمان اسے برداشت نہ کر سکے۔ وہ بھڑک اٹھے اور جوش انتقام سے بھر گئے اور ایسے

شخص کی تلاش میں تھے کہ ان کو اینٹ کا جواب پتھر دے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے یہ ایک سنہرا موقعہ تھا کہ ایک جماعت کو خوش کر کے ان کا دل ہاتھ میں لے کر (جیسے کہ اس زمانہ کی ہوا چل پڑی تھی) ایک قوم کے لیڈر بن جاویں۔ چنانچہ وہ ایک اسلامی مناظر کی حیثیت سے میدان میں نکلے۔ اگر چہ یہ بات ایک جاہل سے جاہل بھی جانتا ہے کہ مباحثوں سے کبھی کچھ بنا نہیں، اور اللہ تعالی بھی فرماتا ہے ہر ایک فرقہ اپنے مذہب میں خوش ہے

کل حزب بما لدیھم فرحون

مگر مرزا صاحب قادیانی نے جو شیلے مسلمانوں کا دل ٹھنڈا کر کے ان کو گرویدہ احسان بنا لیا۔ مرزا صاحب قادیانی کی تو مراد بر آئی مگر علماء اسلام کو جو خطرہ تھا وہ ظاہر ہو کے رہا۔ یعنی اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف اور زیادہ سخت کلمات تحریر میں آکر اور طبع ہو کر دنیا میں ایک دائمی ریکارڈ بن گئے جن کا جواب نہ مرزا جی سے بن پڑا، نہ ان کے خلیفوں سے۔ دیکھو تکذیب براہین احمدیہ، اور نسخہ خبط احمدیہ وغیرہ اور امہات المومنین جن کے پڑھنے سے ایک مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ مرزا جی کو دونوں قوموں آریوں اور عیسائیوں سے مباحثہ میں زک اٹھانا پڑی (زک اٹھانے کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ آپ کو ان مسائل سے ہی انکار کرنا پڑا جن پر اعتراض ہے۔ عبدالحی) آریاؤں سے اس وجہ سے کہ ان کے پاس کتب احادیث تفاسیر اور قرآن مترجم موجود اور ان کو اردو فارسی اور انگریزی میں کمال دسترس اور کتب خانوں کے مالک اور مرزا صاحب ویدوں سے بالکل ناآشنا۔ اور ان کے الہام کہہ رہے ہیں کہ انگریزی ٹوٹی پھوٹی بھی نہ جانتے تھے۔ آریوں پر سنے سنائے اعتراض جو انہوں نے کئے، وہ یوں دور کر دیئے گئے کہ اگر سچے ہو تو ویدوں میں دکھا دو کہاں لکھا ہے، ورنہ جھوٹ بولنے سے باز آجاؤ۔ اب دکھاوے کون؟ دکھاوے تو وہ جو سنسکرت جانتا ہو اور ویدوں پر اس کا عبور ہو (مرزا صاحب قادیانی کے باوجود کرشن مہاراج ہونے کے سنسکرت میں الہام نہ ہونا اس بات کا کافی ثبوت ہے کہ وہ اور ان کے حواری سنسکرت سے بے بہرہ تھے) (کرشن ہونے کا دعوی آخری عمر میں کیا تھا جو سنسکرت پڑھنے کا وقت نہ تھا لہذا عذر معقول۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)

عیسائیوں سے تنگ آئے تو حسب عادت خود یسوع مسیح کو گالیاں دینا شروع

کیں اور قرآن سے ان کو بدچلن ثابت کیا۔ مثلاً ان کا یہ کہنا کہ اسی لئے خدا نے حضرت یحی کو حصورا کہا اور مسیح کو نہیں کہا۔ اس حرکت بے جا سے علماء اسلام نے مرزا صاحب قادیانی پر کفر کا فتوی دے دیا کہ پیغمبر کو گالیاں دینے والا شخص کبھی مسلمان نہیں رہ سکتا۔ مگر جو لوگ مرزا صاحب قادیانی کی اینٹ کا پتھر سے جواب دینے کے دلدادہ تھے، وہ اپنے مناظر کی نسبت یہ فتوی کفر سن کر باضد ہو گئے جیسا کہ طاقت رک کر ہیٹ یعنی حرارت ہو جاتی ہے، ان کا جوش ضد اور ہٹ دھرمی میں تبدیل ہو گیا اور اس طرح پر مرزا صاحب کو ایک ایسی جماعت مل گئی جس نے آمنا و صدقنا کی مہر بنوا کر مرزا صاحب قادیانی کے حوالہ کر دی کہ جو کچھ آپ کہتے جاویں اس مہر کو اس پر ثبت کر لیا کریں۔ جب صورت حال یہاں تک پہنچ گئی تو مرزا جی نے جو بڑے دادا کے پوتے تھے اور اسلئے کسی بڑے منصب کے خواہاں تھے، صرف مناظر بنے رہنا شایان شان نہ دیکھا۔ مجدد ہونے کا دعوی کیا۔ پھر فرمایا میں محدث بھی ہوں۔ پھر یہ کہ مجدد کی یہ یہ تعریف ہے اور نبی میں اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہوتا۔ یعنی دعوی نبوت کر دیا۔ پھر کہا کہ میں علم غیب دیا گیا ہوں اور سچا غیب کا علم خدا رسولوں میں سے جس کو منتخب کر لے اس کو دیتا ہے یعنی میں رسول اور رسولوں میں منتخب رسول ہوں

سال اول شیخ بودم سال دویم خاں شدم
غلہ چوں ارزاں شود امسال سید مے شوم

مرزا صاحب قادیانی کے بتدریج یہ منازل طے کرنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ آئے تو تھے اصلاح کرنے، لیکن خود ان کی امت کیا بلکہ بلا تشبیہ آپ کے اصحاب کے تین فرقے ہو گئے۔ ایک فرقہ آپ کو مجدد کہہ رہا ہے، دوسرا نبی، تیسرا رسول با شریعت۔ ان تینوں فرقوں کے پاس مرزا صاحب قادیانی کی صداقت کی بڑی بھاری یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مفتری علی اللہ ظالم ہے اور ظالم کی نسبت فرماتا ہے انّ اللہ لا یفلح الظالمون (اللہ ظالموں کو فلاح نہیں دیتا) مرزا صاحب کو خدا نے ایک بڑی امت دی اس لئے وہ مفتری نہ تھے۔

مسلمان جب اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ فلاح سے مراد فلاح آخرت ہے، تو وہ اس جواب کو قبول نہیں کرتے۔ اسلئے میں آج ان سے یہ سوال کرتا ہوں کہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انه لا یفلح الکافرون (اللہ کافروں کو فلاح نہیں دیتا) (پارہ ۱۸ رکوع ۶)

دنیا میں کوئی ایسا کافر گذرا ہے یا نہیں جس کو خدا نے بڑی امت دی ہو۔ اگر گذرا ہے تو پھر فلاح کے معنی تمہارے صحیح ہیں یا ہمارے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۹ دسمبر ۱۹۱۹ء مطابق ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ جلد ۱۷ نمبر ۶ ص ۷۔۸)

# براہین احمدیہ کی تکمیل اور قرآن شریف کا نزول

جناب بابو محمد حسین صاحب صابری، بریلی سے لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی اکثر مسائل میں قرآن مجید کی تفسیر حسب دل خواہ کیا کرتے تھے۔ بعض مقامات آیات قرآنی بے موقع اور بے محل ہی پیش کر دیتے تھے اور اپنی نبوت کا ثبوت باتوں ہی باتوں سے بالکل اس شخص کی طرح نکال دیا کرتے تھے کہ جس نے کسی بادشاہ کے دربار میں پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا تو بادشاہ نے پوچھا کہ تمہارا معجزہ کیا ہے۔ اس نے کہا حضور جو چاہیں دکھا سکتا ہوں۔ بادشاہ نے کہا کوئی ایسا پھل اسی وقت لاکر دکھاؤ جس کا اب موسم نہ ہو۔ اس نے جواب دیا کہ پھل تو سبھی لا سکتا ہوں مگر حضور انصاف کریں کہ خدا تو چھ ماہ میں پھلوں کو تیار کرے، تو میں نبی ہو کر اس سے پہلے کیسے موجود کر سکتا ہوں۔

بعینہ یہی حالت مرزا صاحب قادیانی کی تھی۔ جب براہین احمدیہ کے لئے اشتہار دیا کہ ڈیڑھ سو جزو پر کتاب مذکور ختم ہوئی ہے، نو سو چالیس روپیہ طبع کے لئے درکار ہیں، تو ہر طرف سے روپیہ جمع ہونا شروع ہو گیا۔ مطلوبہ رقم سے بھی کئی گنا آ گئی مگر کتاب کی تکمیل نہ ہوئی، تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ دس ہزار روپیہ لے کر خورد برد کر لیا۔ اس پر مرزا صاحب قادیانی نے جواب دیا:

> آپ کا یہ خیال کہ گویا یہ عاجز براہین احمدیہ کی فروخت میں دس ہزار روپیہ لوگوں سے لے کر خورد برد کر گیا ہے، یہ اس شیطان نے آپ کو سبق دیا ہے جو ہر وقت آپ کے ساتھ رہتا ہے آپ کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ میری نیت

میں براہین کا طبع کرانا نہیں۔ اگر براہین طبع ہوکر شائع ہوگئی تو کیا اس دن شرم کا تقاضا نہیں ہوگا (مرزائیوں کو چاہیے کہ اب شرم کریں کیونکہ براہین کی تکمیل نہیں ہوئی) کہ آپ غرق ہوجائیں۔ ہر یک دیر بدظنی پر مبنی نہیں ہوسکتی (سچ ہے خاص کر وہ دیر کہ جس کی کبھی انتہاء نہ ہو) اور میں نے تو اشتہار بھی دیدیا تھا کہ ہر ایک مستعجل اپنا روپیہ واپس لے سکتا ہے اور بہت سا روپیہ واپس بھی کر دیا۔ قرآن کریم جس کی خلق اللہ کو بہت ضرورت تھی جو لوح محفوظ میں قدیم سے جمع تھا تئیس سال میں نازل ہوا (حافظ شیرازی نے شاید ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا ہے کہ: جامہ تزویر مکن چوں دگراں قرآن را) اور آپ جیسے بدظنیوں کے مارے ہوئے اعتراض کرتے رہے کہ لو لا انزل علیه القرآن جملة واحدة۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۳۰۶)

سبحان اللہ! کیا عمدہ جواب ہے۔ مگر افسوس کہ کسی مرید نے یہ دریافت نہ کیا کہ جناب! قرآن شریف کے نزول سے پہلے کس قدر رقم جمع کر لی گئی تھی؟ جو آپ بے موقع قرآن کی آڑ لے رہے ہیں۔ اور وعدہ تو یہ تھا کہ تین سو دلائل قرآن شریف کی حقانیت اس میں ہونگی مگر یہ تین سو کی جگہ تین بھی پوری نہ ہوئیں۔ بلکہ بقول شخصے داڑھی سے مونچھیں بھاری، اصل کتاب کی فی صفحہ دو تین سطریں باقی حاشیہ در حاشیہ عبارات میں اپنے الہامات کا سلسلہ شروع کر دیا اور پھر مسیحیت میں ایسے غرق ہوئے کہ آخر دم تک کتاب کی تکمیل نہ ہوئی اور دعوی یہ کہ ہم بعض پیغمبروں سے بھی افضل ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۹ دسمبر ۱۹۱۹ء مطابق ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ جلد ۱۷ نمبر ۶ ص ۱۱)

## انذاری پیش گوئیاں چھن گئیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے بمقابلہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی گورداسپور میں بعدالت صاحب ڈپٹی کمشنر ۱۸۹۹ء میں تحریری اقرار کیا تھا کہ میں کسی کے حق میں موت کی پیش گوئی نہ کرونگا اس پر اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۱۹ء میں

ایک نامہ نگار نے اعتراض کیا تھا کہ مرزا صاحب نبی تھے مگر حاکم ضلع کے خوف سے پیش گوئی کرنے سے باز رہ گئے، اس کی نظیر انبیاء کرام تو کیا اولیا میں بھی نہیں ملے گی۔ اس کا جواب اخبار الفضل دیتا ہے اور عجیب طرح سے دیتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اڈیٹر الفضل کو قادیانی لٹریچر سے کوئی اچھی واقفی نہیں۔ چنانچہ لکھتا ہے:

حضرت اقدس نے کہیں نہیں لکھا، نہ کسی عدالت میں اقرار نامہ لکھ کر دیا کہ میں انذاری پیش گوئیاں کرنے سے مجتنب رہونگا۔

لیجئے ہم بتاتے ہیں کہ آپ کے اعلیٰ حضرت (بڑے حضرت) نے کیا لکھا اور کیا وعدہ کیا تھا۔ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے سامنے مرزا صاحب نے ایک اقرار نامہ لکھ کر دیا جس کی کئی ایک دفعات تھیں پہلی دفعہ یہ تھی:

میں ایسی پیش گوئی کرنے سے پرہیز کرونگا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی رکھنے خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہو یا ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ مورد عتاب الٰہی ہوگا۔

۲۔ میں خدا کے پاس ایسی اپیل کرنے سے بھی اجتناب کرونگا کہ وہ کسی شخص کو ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ مورد عتاب الٰہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مذہبی مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

کیوں صاحب! یہ انذاری پیش گوئیوں کا خاتمہ ہے یا نہیں؟ اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب پر اس اجتناب کا یہ اثر تھا کہ اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء میں لکھتے ہیں کہ میں نوح نبی کی طرح کہتا ہوں رب انی مغلوب مگر بغیر فانتصر کے۔

اللہ اللہ! جو شخص انسانی حکومت سے اتنا ڈرے کہ ایک نبی کی دعا میں جو لفظ آئے ہوں کہ خداوندا میری مدد کر، وہ بھی منہ پر نہ لائے اور اسپر دعوے نبوت بھی کرے۔ تو بس سمجھ لو کہ اس کی نبوت:

شیر قالین دگراست شیر نیستاں دگراست

کے مصداق ہے۔

الفضل کا فاضل اڈیٹر اپنی معمولی ناواقفی سے لکھتا ہے:

حضرت مسیح موعود انفرادی انذاری پیش گوئیاں اسی صورت میں کیا کرتے

تھے جب کہ کوئی خود اپنے متعلق انذاری پیش گوئی کا مطالبہ کرتا تھا۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اگر یہ سچ ہے تو بتائیے پادری عبد اللہ آتھم نے انذاری پیش گوئی کا کب مطالبہ کیا تھا۔ مرزا سلطان محمد شوہر زوجہ منکوحہ نے کب مطالبہ کیا تھا۔

ہاں یاد آیا کہ اس وعدہ اجتناب نے مرزا صاحب قادیانی پر یہاں تک اثر کیا تھا کہ ہر بات میں اس سے خائف اور پرحذر رہتے تھے کہ اپنی نزاع کے آخری فیصلہ میں میری موت کی دعا کرتے ہوئے بھی یہ لکھا تھا کہ

یہ دعا کسی وحی یا الہام کی بنا پر نہیں،۔

اللہ اللہ! کس قدر خوف ہے کہ آخری فیصلہ کو (جسے دوسرے موقع پر الہامی دعا کہتے ہیں) کو بھی الہام کے نام سے کہنے کی نفی کرتے ہیں۔ آخر نتیجہ کیا ہوتا ہے

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بھگارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ دسمبر ۱۹۱۹ء جلد ۱۷ نمبر ۷ ص ۲۔ و ۶)

## صداقت اور یہودیت

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

(مضمون ہذا فوٹو کاپی میٹر کے ص ۳ سے شروع ہوتا ہے، جو پڑھا نہیں جاتا اسلئے مفہوماً نقل ہے، بہاء)

۴۔ دسمبر ۱۹۱۹ء کا پرچہ الفضل قادیان میری نظر سے گذرا ...اس میں میرے مضمون صداقت اور یہودیت کے جواب کی کوشش کی گئی ہے اور اس جواب کے لفظ لفظ سے الفضل کے اسم بامسمی ہونے نیز اس کی راست گوئی اور ایمان داری کی بوآتی ہے سبحان اللہ کیا کلام ہے گرو جہاں نے ٹپنے چیلے جان شرپ خلاصہ اس کا یہ ہے

مرزا جی نے انذاری پیش گوئیاں لوگوں کی درخواست پر کرتے تھے۔

استغاثہ ہونے پر بھی انہوں نے وہی اقرار نامہ حاکم کو لکھ دیا۔

۲۔ ان کے اشجع الناس ہونے پر اس سے حرف نہیں آتا کیونکہ بعد اس کے

انہوں نے انذاری پیش گوئیاں چھوڑ کر بڑی بڑی پیش گوئیاں سلطنتوں کے متعلق مثلاً روس و جاپان کے متعلق کیں نیز جنگ کے متعلق (غالباً جنگ سے وہ جنگ مراد ہے جس کی نسبت مرزا جی کا یہ فصیح و بلیغ مصرعہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار۔ یعنی پانچ سال تک اس سے پاجامہ یا تہہ بند ہی نہیں بندھ سکے گا۔

آمنا وصدقنا مسلمانوں کا یہ ثابت کرنا کہ یہ پیش گوئی ایک عظیم الشان زلزلہ کی تھی بالکل غلط ہے)

۳۔ آنحضرت ﷺ نے بھی حدیبیہ کے عہدنامہ پر کفار کے کہنے سے رسول اللہ کا لفظ اپنے نام کے ساتھ سے کاٹ دیا تھا۔

۴۔ مکہ والوں کو اگر اسماعیل شہید سے اختلاف تھا تو چند فروعی مسائل میں تھا اور مرزا جی سے اصول میں ان کا دعی مسیح موعود اور نبی اللہ ہونے کا تھا۔

۵۔ آنحضرت ﷺ وعدہ حفاظت الٰہی و اللہ یعصمك من الناس تھا مگر آپ کو مکہ والوں سے ... غار میں .(جا کر).. پناہ لینا پڑی۔ تعجب ہے کہ آئے دن یہ اعتراض ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور اس بات کی ذرہ بھی پرواہ نہیں کی جاتی کہ اس کی زد آنحضرت ﷺ پر پڑتی ہے۔ (اس چالاکی کے قربان جایئے۔ اڈیٹر اہل حدیث)

میرا ہمیشہ سے یہ اصول ہے کہ جو کچھ لکھتا ہوں اگر اس کا کوئی جواب دیتا ہے تو ان دونوں کو حوالہ ناظرین کرتا ہوں کہ وہ فیصلہ کریں اور جواب الجواب کو پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ ایک بھٹیاریوں کا سا معاملہ بن جاتا ہے مگر اس مرزائی نے اس کا جواب الجواب دینے پر مجبور کیا ہے لہذا بادل نخواستہ کچھ عرض کئے دیتا ہوں۔

۱۔ بے وقوف سے بے وقوف بھی جانتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ یا جوتشی یا رمال وغیرہ سے کوئی سوال کرے، اور اس کو جواب ملے کہ آئندہ زمانہ میں یہ معاملہ پیش آنے والا ہے، تو سائل کبھی اس کی نسبت استغاثہ نہیں کرتا، نہ اس کو سزا دلانا چاہتا ہے۔ لہذا یہ بیان الفضل کا محض کذب دروغ اور جھوٹ ہے۔

۲۔ زلزلوں اور لڑائیوں کی نسبت پیش گوئیاں کرنا کسی کو اشجع الناس ثابت

نہیں کر سکتا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو اس قدر بزدل تھے کہ معمولی جنتریاں بنانے والے ان سے ہزار درجہ دلیر ہیں۔ دیکھو مرزا جی انگریزوں اور روسیوں کو یاجوج ماجوج قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آخر میں یہ دونوں قومیں آپس میں لڑ پڑیں گے۔ لڑائی کا نتیجہ انگریزوں کے خوف سے بیان نہیں کرتے بلکہ یوں ٹالتے ہیں معلوم نہیں فتح کس کی ہوگی، مگر دعا کرو کہ فتح انگریز کی ہو۔ یہ دعا کی ضرورت صاف کہہ رہی ہے کہ مرزا جی کے جوتش کی رو سے جو انگریزوں اور روسیوں کی آپس میں لڑائی ہونے والی ہے اس میں فتح روسیوں کی ہوگی۔ اس سے ہمیں غرض نہیں کہ یہ پیش گوئی مجدد وقت نبی رسول مسیح موعود مہدی مسعود صاحب کی ... ہے ... جو فرماتے ہیں کہ اپنے وقت پر ضرور پوری ہوئیں ...............

۳۔ آنحضرت ﷺ نے رسول اللہ کا لفظ اپنے نام کے ساتھ سے ...... کاٹ دیا تھا، اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اپنی رضا ورغبت و مصلحت سے کاٹا تھا اور دشمن سے .... ۔ اگر آپ ثابت کر دیں کہ مرزا صاحب نے یہ اقرار نامہ کہ میں ایسا نہ کرونگا میری آل اولاد بھی ایسا نہ کرے گی، اپنے مشیر قانون کی مرضی کے خلاف لکھ دیا تھا تو ہم مان لیں گے کہ مرزا جی نے یہ سب کچھ قانون اور مجسٹریٹ سے دب کر نہیں بلکہ کسی مصلحت سے کیا تھا۔ ہاں اس مصلحت کا ثابت کرنا الفضل کا ذمہ ہوگا اور اگر ایسا نہ کیا اور ہرگز نہیں کر سکیں گے تو آنحضرت ﷺ کی گستاخیوں سے باز آئیں۔

یہ کیا اسلام ہے کہ قادیانی مرزا جی کے داغ صاف کرنے کو آپ لوگوں نے آنحضرت کو ایک جھاڑن قرار دے رکھا ہے۔ مسلمانوں سے تو یوں پیچھا چھڑانے کی کوشش کرتے ہو دوسرے مذاہب والوں کو کیا جواب دو گے۔ اور کیا وہ ہنستے نہیں ہوں گے کہ محمدی جب مرزائیوں کو کہتے ہیں کہ تمہارا نبی مفتری اور بزدل تھا تو وہ یوں جواب دیتے ہیں کہ تمہارا نبی بھی تو ایسا ہی تھا۔

۴۔ مکہ والے وہابیوں کے خون کے پیاسے بیٹھے تھے اور حضرت شاہ

اسماعیل شہید کی نسبت ان کو خبر دی گئی تھی کہ وہ وہابی ہے اور کافر ہیں۔آپ نے ان کو بتایا کہ چند فقہی مسائل میں اختلاف تھا۔

دوم یہ مسئلہ ابھی زیر بحث ہے کہ مرزا جی نے نبوت کا دعوی کیا بھی تھا یا نہیں ۔علاوہ بریں جن آسمانی نشانات الہامات وحقائق و دقائق کے زور سے پنجابی کھوپڑیوں کو وہ اپنے دعوی منوا چکے تھے ان کا ساتھ لے جانا سفر حج میں ممنوع نہ تھا۔ اور سچ پوچھئے تو جب مرزا صاحب محمد ہی تھے تو ان کے اپنے وطنی اہل عرب ان سے ہدایت پانے کے زیادہ مستحق تھے۔اور اگر یہ مان لیا جائے کہ انہوں نے دعوی نبوت واقعی کیا تھا تو اس دعوی سے پہلے یعنی ۱۹۰۱ء سے پہلے کیا وہ مسلمان نہ تھے۔اور ان پر حج فرض نہ تھا۔ان سب باتوں کو چھوڑ کر ہم یہ پوچھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے حج کے بارہ میں صریح جھوٹ کیوں بولا کہ آنخضرت ﷺ نے مسیح موعود اور دجال کو آن واحد میں طواف کعبہ کرتے دیکھا تھا۔پس میرا (مسیح موعود کا) وقت حج وہ ہوگا جب دجال (پادریوں اور کلیں ایجاد کرنے والوں کا گروہ) اسلام کی طرف راغب ہو کر میرے ساتھ حج کرنے جائے گا۔اس میں کوئی کلام نہیں کہ کوئی پادری یا موجد مرزا صاحب پر ایمان لا کر ان کے ساتھ حج کرنے نہیں گیا اور نہ مرزا صاحب حج کرنے گئے۔ پس ثابت ہوا کہ نہ مرزا صاحب مسیح موعود تھے اور نہ پادری اور موجد دجال تھے کیونکہ اگر وہ دجال ہوتے تو کوئی اور مسیح ان کے واسطے پیدا ہو کر انہیں اپنے ساتھ حج کرانے لے جاتا اور مرزا جی کے اشجع الناس والے الہام کی نسبت میری رائے یہ کہ وہ کتاب جس میں یہ الہام درج ہے بمعہ اس کتاب کے جس میں مرزا صاحب کا یہ شعر درج ہے

براہ یار عزیزاں از بلا نہ پرہیزد
اگرچہ در رہِ آں یار اژدہا باشد

اس موسم سرما میں استعمال کر لی جاویں یا امرتسر بھیج دی جاویں کہ ان کا چوڑہ یا کنگھیاں یا سرمہ دانیاں بنالی جائیں۔

۵ ۔ مجھے نہایت شرم آتی ہے کہ ایک اخبار کے اڈیٹر اور پھر اس اخبار کے اڈیٹر کی نسبت جس کا نامی نامی اور اسم گرامی الفضل ہو، اور ایسے قلم سے لکھا ہوا گو یا کسی بانس سے بنایا گیا ہو، یہ کہوں کہ وہ جاہل ہی نہیں بلکہ اجہل ہے۔ مگر جب اس نے اپنے آپ کو ایسا ثابت کر دکھایا تو بقول شخصیکہ شرع میں کیا شرم، اس قدر عرض کئے دیتا ہوں کہ مسلمان قرآن خوان لڑکیوں سے بھی یہ بات پوشیدہ نہیں کہ آیت

فا الله يعصمك من الناس مدنی ہے (المائدہ)

یعنی آنحضرت ﷺ کے وطن چھوڑنے اور غار حرا میں پناہ لینے کے بعد نازل ہوئی ہے اور اس پر اس امام المفسرین کی گواہی ہے جن کے متو فيك کے معنی مميتك کرنے پر اس فرقہ کا دارو مدار ہے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جنوری ۱۹۲۰ء ص ۳۔۴)

(الفضل قادیان ۴ دسمبر ۱۹۱۹ء ص ۱۰ پر ذیل کا مضمون شائع ہوا۔ بہاء

تاریخ مرزا پر سرسری ریویو:

مولوی ثناء اللہ امرت سری المشہور: چودھویں صدی کا یہودی، نے ۶۴ صفحات پر یہ کتاب شائع کی ہے۔ اس کے سبب تالیف کی نسبت مولوی صاحب فرماتے ہیں:

> بعض دور اندیش احباب نے ایک روز بر سبیل تذکرہ فرمایا کہ یہ جتنا کچھ آج تک لکھا گیا ہے مسائل مرزا پر لکھا گیا جو کافی ہے۔ اس وقت تو بہت سے لوگ مرزا صاحب کی شخصیت کو جاننے والے خاص کر پنجاب میں موجود ہیں۔ ممکن ہے کچھ مدت بعد ان کی شخصیت کی تلاش ہو، نہ ملنے پر ان کی تصنیفات اپنا اثر کر جائیں۔ اس لئے کوئی کتاب بطور سوانح لکھی جاوے تو موجودہ اور آئندہ نسلوں کو بہت مفید ہو۔ (دیباچہ تاریخ مرزا ص ۱۔۲)۔

ہم مولوی (ثناء اللہ) صاحب سے پوچھتے ہیں کہ مسیح ناصری کے ہم عصر معاندین نے جو تاریخیں مسیح ناصری کی لکھی ہیں، ان کا اثر مسیح ناصری کے سلسلہ پر کیا ہوا۔ یہی کہ ان کی کتب کے مصنفین جہنم واصل ہو گئے کتب کو کوئی پوچھتا تک نہیں مگر مسیح کا سلسلہ بڑھا پھولا اور پھلا۔

پھراس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کے مخالفین کی تحریرات کا اسلام پر کیا اثر ہوا۔

شاید آپ کو معلوم ہو کہ جوزیفس (یا یوسیفس) ایک یہودی معتبر و مستند مورخ گذارا ہے۔ وہ قریباً مسیح کا ہم عصر تھا مگر اس نے شائد کسی وجہ سے (یقیناً عناد سے) حضرت مسیح ناصری اور آپ کے سلسلہ کا تذکرہ اپنی تصنیف میں نہیں کیا۔ بتایئے اس کے عناد کا مسیح ناصری اور آپ کے سلسلہ پر کیا اثر ہوا۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ باوجود صدہا مخالفین و معاندین کے انبیاء علیهم الصلوة کے سلسلے یوماً فیوماً ترقی کرتے ہیں مخالفین کی تقریریں اور تحریریں ان کے سلسلوں کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ آپ کو معلوم ہو کہ جس طرح آج اس زمانہ تک باوجود آپ اور آپ کی ذریت کی صدہا مخالفانہ و معاندانہ کوششوں کے سلسلہ عالیہ احمدیہ روز بروز ترقی پر ہے اسی طرح ہمیشہ ترقی کرتا رہے گا اور آپ کی منجملہ دیگر تصنیفات کے اس تصنیف، تاریخ مرزا کی نسبت آئندہ اور موجودہ سلسلہ عالیہ کے افراد وہی گمان کریں رکھیں گے اور رکھتے ہیں جو آپ یہود و نصاری کی ایسی تصنیفات کی نسبت رکھتے ہیں جن کی فروخت کا اشتہار آپ بیسیوں ملک کے اخبارات میں پڑھتے ہیں کہ: لائف آف محمد۔ سستی قیمت پر خرید فرمائیں۔ پس آپ کی تصنیفات آپ کو مشقت رنج سے بچا نہیں سکیں گی ... عبدالخالق نو مسلم)

تاریخ مرزا: جدید تالیف ثناء اللہ پر ریویو

۱۹۱۹ء بہتیرے انقلابات عظیم کی رو سے خاص سال ہے۔ ثناء اللہ نے بھی اس سال جناب میرزا کی مخالفت میں رنگ بدلا اور بجائے مناظرہ کے مورخانہ رنگ میں نمودار ہوا اور ماہ جولائی میں تاریخ مرزا ایک جدید تصنیف شائع کی جس میں بقول ثناء اللہ، میرزا صاحب قادیانی کے تاریخی حالات از تاریخ پیدائش تا وفات معتبر و مستند تحریرات سے درج کئے گئے ہیں،

دیباچہ میں لکھتا ہے کہ:

> اس رسالہ میں بطور تاریخ مضامین لکھے ہیں بطور مناظرہ نہیں۔ مناظرانہ رنگ دیکھنا ہو تو خاکسار کی فلاں فلاں تصنیفات ملاحظہ کریں۔ (قادیانی مبصر نے ان تصنیفات کا نام نہیں لکھا۔ بہاء) اس سے آگے لکھتا ہے کہ میرزا صاحب کے مریدوں نے بھی ان کی سوانح لکھی ہیں مگر وہ محض اعتقادی اسول پر ہیں۔ ہماری تاریخ واقعات صحیحہ کی بنا پر ہے۔

لیکن سچ ہے کہ تعصب انسان کو بالکل اندھا کر دیتا ہے۔ تمہید و دیباچہ میں تو ثناء اللہ کا دعوی وہ ہے جو اوپر درج ہے مگر تاریخ لکھنے کے لئے قلم اٹھاتے ہی آپ جوش طبیعت سے مناظرانہ سٹیج پر ہی آ گیا اور اپنی غرض تالیف کتاب یک لخت بھول گیا۔ مقصد تالیف کیاب کی یہ امیت کہ ثناء اللہ بموجب مضمون تمہید کے اس کتاب کو آئندہ نسلوں کو میرزا صاحب سے بچانے کے لئے بطور یادگار چھوڑنا چاہتا ہے مگر اصلیت یہ ہے کہ ساری کتاب میں صرف چودہ سطریں ہی تاریخ کی حیثیت سے لکھیں۔

چنانچہ راقم اول ان چودہ سطروں کو بجنسہ درج کرتا ہے اس کے بعد تمام کتاب کے مضامین کے عنوان دکھائے گا جس سے مولف کتاب کی عیاری عیاں ہوگی

: امرت سر سے شمال مشرق کو ریلوے لائن پر ایک پرانا قصبہ بٹالہ ہے جو ضلع گورداسپور کی تحصیل ہے بٹالہ سے گیارہ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا قصبہ قادیان ہے جو میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جائے ولادت ہے۔ میرزا صاحب کی تاریخ ولادت صاف تو نہیں ملتی البتہ ان کی اپنی کتاب تریاق القلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۲۶۱ھ مطابق تخمیناً ۱۸۴۵ء میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کے والد کا نام حکیم مرزا غلام مرتضی تھا۔ قوم زمین دار پیشہ طبابت کرتے تھے۔ ابتداء میں مشرقی علوم مولوی گل شاہ شیعہ سے بٹالہ میں پڑھے اردو عربی فارسی کے سوا انگریزی وغیرہ سے واقف نہ تھے۔ ثابت نہیں کہ کسی درس گاہ میں آپ نے تحصیل علم کی ہو۔ جوان ہو کر تلاش معاش میں نکلے۔ سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپیہ ماہوار کے محرر ہوئے۔ وہاں سے بغرض ترقی آپ نے قانونی مختار کاری کا امتحان دیا فیل ہو گئے۔ زاں بعد تصنیف کی طرف طبیعت کا رخ ہوا۔ طبیعت میں ایجاد تھی اس لئے بڑی کتاب شائع کرنے سے پہلے اشتہاری طریق اختیار کیا۔ کبھی آریوں سے مخاطب ہوئے کبھی عیسائیوں سے، کبھی برہموؤں سے۔ چنانچہ ایک دو اشتہار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

یہ ہے ۶۴ صفحہ کی کتاب تاریخ میرزا کا لب لباب جسے ثناء اللہ آئندہ نسلوں کے لئے بطور مشعل ہدایت چھوڑنا چاہتا ہے۔ اب ساری کتاب کا خلاصہ دیکھئے

صفحہ ۱ تا ۳ دیباچہ و تمہید

ص۴۔ تاریخ میرزا۔ مذکورہ بالا

ص۴ تا ۶۔اشتہارات بنام آریہ سماج متعلق بحث روح وغیرہ

ص ۷ تا ۹۔اشتہار طبع واشاعت کتاب براہین احمدیہ

ص۱۰ تا ۲۳، میرزا صاحب کا اشتہار در بارہ تولد ایک فرزند صالح اور اس کے جواب وجواب الجواب

ص۲۴ تا ۲۶: میرزا صاحب کے اقتباس کتاب ازالہ اوہام در بارہ دعوی مسیح موعود

ص ۲۷ تا ۳۴ : میرزا صاحب کا مباحثہ پادری عبد اللہ آتھم کے ساتھ اور لیکھ رام پشاوری کی نسبت مرزا صاحب کی پیش گوئی اور احمد بیگ ہوشیار پوری کے متعلق میرزا صاحب کی پیش گوئی

ص۳۴ تا ۳۸۔ مولوی عبدالحق غزنوی سے میرزا صاحب کا مباہلہ

ص ۳۹ تا ۴۴۔اشتہار مرزا صاحب بمقابلہ مولوی نذیر حسین اور اس کے متعلق مولوی ثناء اللہ کی بحث

ص ۴۵۔مہر علی شاہ گولڑوی اور میرزا صاحب کا مباحثہ

ص ۴۶۔۴۷۔میرزا صاحب کی سہ سالہ میعادی پیش گوئی

ص ۴۸۔۵۱۔میرزا صاحب کا مضمون در بارہ دعوی نبوت

ص۵۲۔ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی اور مرزا صاحب کے معاملے کا ذکر

ص۵۳۔مرزا صاحب کا دعوی الوہیت

ص۵۴ تا ۶۴ مرزا صاحب اور ثناء اللہ کے باہمی مقابلے۔تمت تمام شد

مختصراً ثناء اللہ نے ساری کتاب میں صرف مرزا صاحب کے چند اشتہارات وپیش گوئیوں کو ہاتھ میں لے کر ان پر مناظرانہ تنقید کی ہے۔اس کا دیگر ثبوت ثبوت یہ ہے کہ کتاب کے خاتمہ پر ثناء اللہ لکھتا ہے:

نتیجہ یہ ہوا کہ جناب مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کر گئے اور یہ خاکسار تا دم تحریر ہذا بفضلہٖ زندہ ہے۔ آہ!

حیف درچشم زدن صحبت یار آخر شد۔روئے گل سیر ندیدم وبہار آخر شد

کون ہے جو ثناء اللہ کی اس اختتامی عبارت سے یہ نتیجہ نہ نکال سکے کہ ثناء اللہ نے یہ کتاب

صرف میرزا صاحب کے مقابلہ میں اپنے مناظرانہ تفوق کے دکھانے کے لئے لکھی۔

کیا ایک مورخ کا فرض صرف یہی تھا کہ وہ جس نیک یا بد ہیرو کی لائف لکھ رہا ہے اس کی صرف تاریخ وفات لکھ دے۔ کم ازکم یہ دکھانا اس کا فرض تھا کہ اس کی وفات پر اہل الرایان اور اخبارات نے کیا ریویو کیا۔ کم ازکم چند ایک معتبر اخبارات ملک کی رائیں ہی نقل کر دی جاتیں۔ بوقت وفات اس نے اپنے سچے یا جھوٹے مشن کو کس حالت میں چھوڑا اس کا جانشین کون ہوا۔ آج تک اس کے جانشینوں و اہل جماعت کا کیا حال ہے۔ اگر کسی ہیرو کی لائف میں کسی ایک امر مندرجہ بالا کا ذکر تک نہ ہو اس کو آئندہ نسلوں کے لئے ایک تاریخی یادگار چھوڑنے کا دعوی کرنا ایک عیاری اور طفلانہ بازی نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ فیصلہ خداترس و منصف مزاج تاریخ دانوں پر چھوڑا جاتا ہے کہ آیا اس تاریخ نویس کا جو میرزا صاحب کی لائف کے لئے ۶۴ صفحات کی کتاب لکھتا ہے، یہ فرض نہ تھا کہ وہ کم ازکم امور ذیل پر روشنی ڈالتا

۱۔ میرزا کا خاندان۔ اس بارے میں کم ازکم مورخ صاحب تاریخ رؤسائے پنجاب یا گزیٹیر ضلع گورداسپور سے ہی میرزا کے خاندانی حالات نقل کر دیتا

۲، میرزا کی طفلی۔ قادیان کے لوگوں کی شہادتیں لکھتا کہ اس شخص کی عادات و خصائل بچپن میں کیسی تھیں

۳۔ میرزا کی نوجوانی و ایام ملازمت۔ اس بارے میں کم ازکم سیالکوٹ کے معتبر لوگوں کی رائیں معلوم کر کے لکھتا کہ میرزا صاحب آیا نوجوانی میں زاہد و عابد خلوت پسند اور متقی و دیانتدار خوش معاملہ وحلم وحیا و شرافت وتہذیب کا نمونہ تھے یا کس قماش کے تھے

۴: ترک ملازمت: کے بعد زمانہ دعوی مسیحیت تک میرزا صاحب کے مشاغل

۵۔ بعد دعوے مسیحیت۔ میرزا کے کارنامے۔ بمقابلہ مذاہب غیر، عام اور مسلمانوں اور میرزا صاحب کا اختلاف، اس اختلاف میں میرزا صاحب کا جماعت تیار کرنا۔ جماعت میں بعض سربرآوردہ علماء مثل قبلہ مولوی نورالدین، مولانا عبدالکریم، شاہ عبداللطیف کابلی، وغیرھم کا داخل ہونا اور بوقت وفات ان کی جماعت کن کن ممالک میں موجود تھی (محمد علی، خواجہ کمال الدین محمد احسن، عبدالحکیم پٹیالوی پیر سراج الحق، اکبر شاہ نجیب آبادی وغیرھم کے نام کیوں نہیں لکھے۔ بہاء)

۶۔ میرزا صاحب نے جدید علم کلام پیدا کیا جو حفاظت اسلام بمقابلہ مذاہب کے بارے میں حصن حصین کا

کام دیتا ہے یا نہ (مرزا جو عیسائیوں سے مناظرہ کیا آتھم سے، اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ بہاء)

میرزا صاحب کا مذہب ۔ قطع نظر دعاوی مسیحیت کے میرزا صاحب کا مذہب در بارہ خدا انبیاء محمد رسول اللہ ملائکہ جزاء سزا کتب الٰہی قرآن شریف صحابہ کرام اہل بیت اولیائے عظام آئمہ اربعہ مجتہدین، روز قیامت حشر نشر کیا تھا۔

۸ ۔ دس شرائط بیعت جن پر میرزا صاحب کی بیعت کا مدار تھا درج کرنی ضروری تھیں۔

۹ ۔ میرزا کے خاص مسائل: در بارہ جہاد مسئلہ بروز ختم نبوت حدیث وسنت میں فرق

۱۰ ۔ میرزا کے خاص مضامین ۔ مثل جلسہ مہوتسو لاہور ۱۸۹۶ء،

۱۱ ۔ میرزا نے کس قدر تصنیفات لکھیں اور کس کس موضوع پر اور درحالیکہ بقول ثناء اللہ، میرزا صاحب کسی درس گاہ میں تحصیل علم نہیں کی ۔ اس قدر تصنیفات کی علمی استعداد کیوں کر پیدا ہوئی

۱۲ ۔ مباہلوں کا حال لکھنا تھا تو ڈاکٹر دوئی امریکہ کے مدعی نبوت مسیحیت کے عالم گیر مباہلہ کا حال لکھا جاتا اور اس مباہلہ کے نتیجہ پر امریکہ کے کثیر التعداد اخبارات نے جو ریویو لکھے ان میں سے چند ایک نقل کئے جاتے

۱۳ ۔ قادیان کا حال ۔ میرزا صاحب کے دعوی سے پہلے قادیان کی کیا حالت تھی بوقت وفات قادیان کو کس حال میں چھوڑا ۔ قادیان کی عالی شان تعلیم گاہوں توسیع ڈاک خانہ لنگر خانہ مہمان خانہ شفا خانہ دفتر صدر انجمن احمدیہ قبرستان موسومہ بہ بہشتی مقبرہ کا حال ۔

میرزا کی پرائیویٹ زندگی ۔ میرزا کی شادیاں میرزا کی اولاد ۔ میرزا کا کیریکٹر اور عادات و خصائل ۔ جن حالات میں اس نے دعوی ماموریت کیا وہ حالات ایسے امامور کی آمد کے مقتضی تھے یا نہ؟ آیا گذشتہ نسلوں کی نظر امام آخر الزمان کے لئے چودھویں صدی پر تھی یا نہ؟ اگر تھی تو بصورت میرزا صاحب کے جھوٹے مدعی ہونے کے صادق مدعی کون سا ہے یا کیوں کر؟ وغیرہ اور بالانجام میرزا کی لائف پر ایک وسیع النظری کے ساتھ آزادانہ تبصرہ

ثناء اللہ نے جن مباحثات یا اشتہارات میرزا صاحب میں ساری کتاب صرف کی ہے ان کے جوابات فرداً فرداً جماعت احمدیہ کی طرف سے دیئے جا چکے ہیں مثلاً پادری عبداللہ آتھم، پیر مہر علی شاہ کے

مباحثات کے بارے میں جناب مرزا کی اپنی تصنیفات موجود ہیں میرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے بارے میں مولانا اکمل نے ایک رسالہ تشحیذ الاذہان میں چند سال ہوئے ناطق بحث لکھی ہے جناب مرزا، ثناءاللہ کے مباہلہ سے فوت ہوئے یا کیوں کر؟ اس پر بھی نہایت مفصل بحث ہو چکی ہے۔ دراصل ثناءاللہ کو خوف ہے کہ میرزا صاحب کی روز افزوں قبولیت ایک زمانہ میں ان خاصان حق کی طرح عالمگیر ہو جائے گی جیسا کہ باوجود اس کے ...علامہ ابن جوزی نے حضرت محبوب سبحانی کی مخالفت میں ۸۰۰ مولویوں سے فتوی تکفیر پر دستخط کرائے اور تلبیس ابلیس کتاب سے اپنا توشہ آخرت تیار کیا اور جیسا کہ امام ابن العربی کی تحقیر میں ثناءاللہ کے ہم جنسوں نے شیخ اکفر کے فتوے لگائے مگر آج ان بزرگوں کا تمام دنیا پر بول بالا ہے اور ان کی مکفرین گمنامی میں مرکر خائب وخاسر ہو چکے ہیں یقیناً ثناءاللہ اور اس کے ہم قبیل لوگوں کی کوششوں کا بھی بالآخر وہی انجام ہوگا جو اوپر مذکور ہوا

ہر کہ تف زند بہ مہر منیر ۔ ہم بر ویش فتد تفِ تحقیر
تا قیامت تف است بر رویش۔ قدسیاں دور تر زبد بویش

آج کل تاریخ تحقیق پسند دنیا میں ایک بلند پایہ اور پسندیدہ فن سمجھا جاتا ہے۔ ثناءاللہ نے عیاری کر کے اپنی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے نیا روپ مخالفت حضرت مسیح موعود کے لئے اختیار کیا ہے۔ لہذا یہ مختصر مضمون ثناءاللہ کے نئے روپ مورخی کے بے نقاب کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔ ثناءاللہ کی مناظرانہ روش سے مجھے اس وقت کوئی سروکار نہیں کیونکہ اس کی اس دیرینہ روش سے معقول وتحقیق پسند دنیا مدت سے ایک نتیجہ پر پہنچ چکی ہے۔ والسلام راقم خاکسار دوست محمد۔ حجانہ۔

(الفضل قادیان ۱۸ دسمبر ۱۹۱۹ء ص ۸۔۹)

## جماعت احمدیہ سے چند سوال۔۲

(گذشتہ سے پیوستہ)

جناب بابو حبیب اللہ اسسٹنٹ کلرک کوٹھی نہروالی۔ لاہور لکھتے ہیں:

**چوتھا سوال:** مرزا صاحب قادیانی ارشاد فرماتے ہیں:

حضرت یحیٰ نے بھی یہودیوں کے فقیہوں اور بزرگوں کو سانپوں کے بچے کہہ کر ان کی شرارتوں اور کارسازیوں سے اپنا سر کٹوایا۔

(ازالہ اوہام طبع ۱۹۰۸ھ جلد اول ص ۱۶)

جماعت احمدیہ قرآن مجید کی کسی آیت سے کسی حدیث صحیح یا حسن صحیح مرفوعہ یا موقوفہ سے کسی کتب تواریخ یہود و نصاریٰ و اسلام سے، کسی تفسیر سے یا بائبل مروجہ سے دکھلا دے کہ حضرت یحیٰ نے یہودیوں کے فقیہوں اور بزرگوں کو سانپوں کے بچے کہہ کر اپنا سر کٹوایا تھا۔

**پانچواں سوال**: مرزا صاحب قادیانی ارشاد فرماتے ہیں:

تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے

(ازالہ اوہام۔ ج ا ص ۲۴۸ طبع اول)

جماعت احمدیہ بتاوے کہ کتنے فرقے نصاریٰ کے اس قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ حضرت مسیح قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ یاد رہے کہ انجیل مرقس و لوقا و اعمال سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کوہ زیتون پر سے آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔

**چھٹا سوال**: مرزا صاحب قادیانی تحریر فرماتے ہیں:

پھر دوسری آیت جو عام استدلال کے طریق سے مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے یہ آیت ہے

و ما جعلنا هم جسداً لا یأ کلو ن الطعا م و ما کا نوا خالدین۔

یعنی کسی نبی کا ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانے کا محتاج نہ ہو اور وہ سب مر گئے، کوئی ان میں باقی نہیں (ازالہ اوہام۔ ج ا ص ۳۲۵)

جماعت احمدیہ بتاوے کہ مرزا صاحب قادیانی نے (اور وہ سب مر گئے کوئی ان میں سے باقی نہیں) آیت مرقومہ کے کن الفاظ کا ترجمہ کیا ہے۔ جس حالت میں

مرزا صاحب خود ازالہ اوہام ص ۳۵۳؟ پر خالدین فیھا کا ترجمہ، اور ہمیشہ اس میں رہیں گے، کر چکے ہیں، اور حکیم خدا بخش احمدی عسل مصفی جلد اول طبع ۱۹۱۳ء کے صفحہ ۳۴۴ پر بحوالہ تفسیر النہر لکھتے ہیں:

و نفی عنھم الخلود و ھو البقاء السّر مدی لا البقاء المدّۃ المتطاولۃ ۔اس زندگی کی نفی ہے جس سے مراد بقائے سرمدی ہے نہ مدت دراز ہا۔

اور حکیم صاحب صفحہ ۳۱۸ پر بحوالہ تفسیر سواطع الالہام صفحہ ۴۰۰ لکھتے ہیں:

وما جعلنا لبشر، ( ما ) من قبلك ( محمد ) الخلد ( دوا م العمر دار ا لا عمام عمِروا سر مداً ) ہم نے تجھ سے پہلے اے محمد اس دارا لاعمال میں کسی کو ہمیشہ نہیں رکھا اور نہ ہمیشہ عمر دی۔

پس ثابت ہوا کہ آیت مرقومہ کے صحیح معنی یہ ہیں کہ انبیاء اس دنیا میں ہمیشہ کی زندگی رکھتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جنوری ۱۹۲۰ء۔ص۴)

## ایک مرزائی اور منشی عمر دراز سوہاگپوری کا مکالمہ

بلڈہانہ برار میں منشی رحمت علی صاحب کے مکان پر بموجودگی چند صاحبان بابو حیات محمد مرزائی نے اثنائے گفتگو میں منشی عمر دراز خان سوہاگپوری سے کہا کہ آج کل جسقدر بلیات مسلمانوں پر نازل ہو رہی ہیں ان کا نزول محض ایک نبی سے منکر ہونے کی وجہ سے ہے۔منشی عمر دراز خان جو ہنوز حیات محمد مرزائی سے ناآشنا تھے نہائت متعجبانہ لہجہ میں بولے:

کیوں جناب کیا کوئی شخص کسی نبی سے منکر ہونے کے بعد مسلمان کہلا سکتا ہے اور وہ کون سے نبی ہیں جن کو نبی نہ ماننے کے بعد بھی لوگ مسلمان تو رہے لیکن ان پر بلیات کا نزول ہو رہا ہے۔

حیات محمد مرزائی: ایسے لوگوں کو جو منکر نبوت ہوں مسلمان تو نہیں کہنا چاہیے لیکن اس جگہ جو میں نے انہیں مسلمان کہا ہے وہ محض عام محاورے کے طور پر ہے نہ کہ وہ حقیقی مسلمان ہیں اور وہ نبی جن کے یہ لوگ منکر ہیں غلام احمد قادیانی ہیں،

منشی عمر دراز خان۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہ بلیات کس قسم کی ہیں جو نبوت غلام احمد کے منکرین پر نازل ہو رہی ہیں

حیات محمد مرزائی: یہی موجودہ قحط طاعون اور انفلوانزا وغیرہ

عمر دراز خان: کیا مرزائی فرقہ کسی ایک بلا سے بھی جو اس وقت نازل ہو رہی ہیں محفوظ رہ سکا ہے؟ اور اگر خصوصیت سے مرزائی فرقہ ان بلیات سے محفوظ نہیں رہا تو کیا منکرین مرزا غلام احمد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ یہ کہہ سکیں کہ اس وقت جس قدر بلیات کا ظہور ہو رہا ہے وہ قہر محض اور جھوٹے نبی غلام احمد قادیانی کے دعوی نبوت کے سبب سے ہے۔

حیات محمد مرزائی: خصوصیت سے تو کوئی فرقہ محفوظ نہیں رہ سکا ہے لیکن اصل بات یہ ہے کہ جب قہر الٰہی نازل ہوتا ہے تو اس میں مصدق و منکر کسی کو بھی نجات نہیں ملتی۔

عمر دراز خان: نعوذ باللہ من ذلک۔ آپ خدا کے صفت عدل سے معرا سمجھتے ہیں۔ کیا آپ کتب سماوی سے کوئی ایسی مثال پیش کر سکتے ہیں کہ جس میں مصدق و منکر دونوں کو نجات نہ ملی ہو۔

حیات محمد مرزائی: آپ ہی کوئی ایسی مثال پیش کریں جس سے مصدق کی سلامتی اور منکر کی گرفتاری پائی جاوے۔

عمر دراز خان: اس وقت آپ کا سوال کرنا بدون میرے سوال کے جواب دیئے فن مناظرہ کے خلاف ہے، تو میں بھی آپ کی تسلی کے لئے بہت سی مثالوں میں سے دو تمثیل پیش کرتا ہوں۔ اول جناب سیدنا نوح کے ہمراہیان کشتی کو دیکھئے کہ وہ

بلائے پانی سے نجات پا گئے اور مخالفین میں سے تمام حتی کہ خود آپ کا بیٹا جو نا فرمان تھا غرق کر دیا گیا اگر مصدق اور فرمان بردار ہوتا طوفان پانی سے ضرور نجات پا تا۔

دوسرے جناب سیدنا موسیٰ کے مصدق ہمراہیان کو دیکھئے کہ دریائے نیل نے ان کے واسطے راستہ دے دیا اور ہمراہیان فرعون منکرین کو دیکھئے کہ اسی دریا میں غرق کر دیئے گئے۔

اب میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ قرآن کریم میں جناب نبی کریم فداہ ابی وامی ﷺ کی شان اقدس میں خاتم النبیین کا لفظ آیا ہے جب کہ عہدہ نبوت جناب رسالت مآب پر ختم ہو چکا تو پھر اس کے بعد دوسرے نبی کا آنا کیسا؟ اور اسکا ثبوت؟

حیات محمد مرزائی: آپ لوگوں کی عقلوں پر پردے پڑے ہیں اور مطالب قرآن بالکل نہیں سمجھتے۔ خاتم معنی مہر کے ہیں اور لفظ خاتم النبیین سے آپ نبیوں کی مہر قرار دیئے گئے، نہ کہ نبیوں کے ختم کرنے والے۔ اور غلام احمد کی نبوت کی بشارت تو جناب عیسیٰ دے گئے ہیں چنانچہ فرمایا

مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد

لہذا ہم مجبور ہیں کہ اس بات کے ماننے میں کہ نبوت نہ تو ختم ہوئی ہے اور نہ ہو گی۔ اگر نبوت ختم ہو جاتی تو حضرت عیسیٰ، غلام احمد قادیانی کی نبوت کی بشارت نہ فرماتے۔

عمر دراز خان: یاللعجب! شیطان قربان جائے اس عقل کے جس نے اپنی واقفیت کے زعم میں دوسروں کو انجان سمجھ رکھا ہے۔

جناب من! کان کھول کر سنئیے! اول تو خاتم النبیین کے معنی اس جگہ نبیوں کی مہر نہیں ہے بلکہ وہی معنے ہیں جسے علماء کرام متقدمین سمجھتے چلے آئے ہیں۔ تو بھی اس کے مطابق ہمارے علمائے سلف کے سمجھائے معنوں کی تائید ہوتی ہے اور آپکے خیال باطل کی تردید سنئیے! اور غور سے سنئے! اس جگہ آپ نے خاتم کے معنی مہر کے تجویز کئے ہیں لہذا میں اسی معنے کو ملحوظ رکھ کر آپ کو راہ راست دکھاتا ہوں۔ مہر اسی وقت لگائی جاتی

ہے جس وقت فرمان شاہی مکمل ہو جاتا ہے نہ کہ نامکمل فرمان پر مہر لگا دی جاتی ہے، یا جسوقت کوئی پارسل بند کر دیا جاتا ہے اس وقت اسپر مہر لگائی جاتی ہے اس لحاظ سے چونکہ نبوت ختم ہو چکی اور آخری نبوت پر خداوند قدیر نے مہر لگا دی تا بلفظ دیگر کتب سماوی کے احکام مکمل ہو کر قرآن شریف تک ختم ہو چکے اور قاصد فصیح البیان یعنی احمد مجتبیٰ ﷺ کی زبان مبارک پر ان احکام الٰہی کا اختتام ہوا۔ اس لئے آپ مہر نبوت قرار دیئے گئے۔ اور اس کی تصدیق خود قرآن کریم کے لفظ الیوم اکملت لکم دینکم اتممت علیکم نعمتی کے ساتھ کر رہا ہے جب کہ احکامات الٰہیہ ختم ہو چکے نبی کریم مہر نبوت قرار دے دیئے گئے کیونکہ مہر ثبت ہو جانے کے بعد فرمان الٰہی نے درجہ تکمیل اختیار کر لیا۔ پھر تو اسکے بعد دعوی نبوت کرنا کذابین میں سے کسی کذاب کا ہی ہو سکتا ہے جن کے لئے حبیب خدا ﷺ خود پیش گوئیاں فرما چکے ہیں۔ رہا سیدنا عیسیٰ کا احمد کا احمد نامی رسول کی بشارت دینا، تو جناب من! یہ بشارت اشرف الانبیاء ﷺ احمد مجتبیٰ ﷺ کے لئے ہے نہ کہ غلام احمد قادیانی کے لئے۔ ممکن کہ جناب احمد مرسل کی نسبت آپ کہیں کہ ان کا اسم اقدس محمد ہے نہ کہ احمد، تو جناب سن لیجئے کہ احمد، حضور ﷺ کا صفاتی نام ہے اور اس آیت مبارکہ میں جو بشارت دی گئی ہے وہ اسم صفاتی کے ساتھ دی گئی ہے کیونکہ جب کسی سردار یا حاکم کی آمد کی خبر دی جاتی ہے تو اس سردار کے اوصاف بھی بیان کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اگر آپ اس کے منکر ہیں کہ رسول خدا ﷺ کا صفاتی نام احمد نہیں ہے اور نہ پیش گوئی رسول خدا ﷺ کے لئے تھی تو آپ ہی بتا دیجئے کہ آپ کے پیرو مرشد کے نام کے ساتھ غلامی کی نسبت احمد سے منسوب ہے، وہ کون سے احمد ہیں، جن کی غلامی کو فخر یہ اپنے نام سے منسوب کر لیا۔

غریب مرزائی سے اس کا جواب نہ بن پڑا اور فرار پر قرار پکڑا۔

راقم: عمر دراز خان، سوہا گپور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جنوری ۱۹۲۰ء۔ ص ۵۔۶)

# حضرت مسیح کی وفات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی پیغمبر اس بات کا مدعی تھا کہ میں عیسائی مذہب کا ستون گرانے آیا ہوں اس گرانے کی صورت یہ بتاتا تھا کہ میں حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کرتا ہوں جس سے ثابت ہوا کہ مسیح خدا نہ تھا بندہ تھا اس لئے مر گیا۔ اس کی موت سے عیسائی مذہب کا مینار دھم سے گر جائے گا۔ یہ بھی کہتا تھا کہ مجھے افسوس ہے کہ علمائے اسلام اس کی خلاف مسیح کی حیات ثابت کرنے کے لئے ساعی ہوتے ہیں گویا وہ حضرت عیسیٰ کوحی و قیوم ثابت کر کے عیسائی مذہب کوتقویت پہنچاتے ہیں۔ ہم اس کے جواب میں ہمیشہ کہتے رہے چنانچہ مباحثہ امرتسر میں بھی ہم نے یہ امر ذکر کیا کہ وفات مسیح سے عیسائی مذہب کوایک گونہ قوت پہنچتی ہے حیاۃ مسیح سے عیسائی مذہب بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ پھر آپ کوصحیح حوالہ جات سے ثابت کیا تھا مگر افسوس مرزائی پارٹی نے ہمارے اس قول کوتسلیم نہیں کیا اور الٹے وفات مسیح ہی کو آج تک کامیابی کا ذریعہ بتاتے رہے ان کے خاموش کرنے کے لئے خدا نے عیسائیوں ہی سے اصل حقیقت کا اظہار کرایا پس وہ غور سے سنیں۔

عیسائیوں کا مشہور اخبار نور افشان لدھیانہ لکھتا ہے:

## خداوند یسوع کی موت

مسیحی دنیا کی تمام عمارت صرف اس ایک بات پر ہی قائم ہے کہ اسکا بانی اس کے لئے قربان ہوا اور اب اس کے بدلے وہ نجات اور تمام نعمتیں حاصل کرتے ہیں۔ اور اگر یہ خاص بات ہی ثابت نہ ہو تو تمام عمارت قائم نہیں رہ سکتی۔ یہ ایک بنیادی بات ہے جس پر تمام روحانی برکتوں کا دارو مدار سمجھا جاتا ہے اس لئے خداوند یسوع کی موت کا ایسا مفصل اور مکمل بیان

نہ صرف ایک انجیل نویس کا بلکہ چوروں انجیل نویسوں کا بیان متفقہ موجود ہے۔ (نور افشان ۲ جنوری ۱۹۲۰ء)

اڈیٹر اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں:

کس خوبی اور کس وضاحت سے اڈیٹر نور افشاں نے اپنے ایمان اور عیسائی مذہب کا بنیادی پتھر بتایا ہے جو وفات مسیح ہے اگر وفات مسیح چابت نہیں تو بس عیسائی مذہب کی بنیاد کیا ہے۔ خرّ علیھم السقف من فوقھم دہم سے گر جاتی ہے۔ چنانچہ عیسائیوں کا خود اعتراف ہے اور انجیل اور اتگا ناسیس جیسے ان کے امام کا عقیدہ اس پر شاہد عدل ہے کہ مسیح ہمارے لئے مرزا، ہم اس کی موت سے زندہ ہوئے۔

کیا اب مرزائی اپنے خیال سے باز نہ آویں گے اور مرزا جی کی پرانی لکیر ہی پیٹتے جاویں گے:

گیا ہے سانپ نکل گیا اب لکیر پیٹا کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۲۰ء ص ۲۔۳)

## آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے شعر

آنچہ دادند ہر نبی را جام
داد آن جام را مرا بہ تمام

(کہ قضا قدر نے جو کچھ ہر نبی کو تھوڑا تھوڑا دیا تھا وہ مجھ اکیلے کو مکمل طور پر دیا)

نے اہل اسلام کو حیرت اور غصہ میں ڈال رکھا ہے کہ یہ تو کل انبیاء سے اکمل اور اس لئے افضل ہونے کا دعوی ہے۔ مگر اہل اسلام اگر اس کا حال ان کے مریدوں کے اقوال سے دیکھ لیں تو پھر نہ کوئی جائے حیرت ہے نہ انبیاء کی گستاخی کا رنج۔

دیکھئے اگر ہم کہتے ہیں کہ مرزا جی کو اپنے الہاموں پر اعتبار نہ تھا اور بزدل تھے جان کے خوف سے حج کرنے نہ گئے باوجودیکہ ان کو اشجع الناس اور و الله یعصمك من الناس کا الہام ہو چکا تھا اور ان کا اپنا قول تھا:

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| آنچہ | من | بشنوم | روحی | فدا |
| بخدا | پاک | دانمش | ز | خطا |
| ہمچو | قرآن | منزہ | اش | دانم |
| از | خطاہا | ہمیں | ست | ایمانم |

تو وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ بھی تو باوجود وعدہ یعصمك من الناس کے وطن چھوڑ کر راتوں رات غار ثور میں جا کر چھپے۔

اگر ہم کہتے ہیں کہ خود مرزا صاحب کا بیٹا اور ان کی بیوی ایک ایسے اسلامی کام میں جس نے اسلام کا بول بالا کرنا تھا اور جس نے مرزا صاحب کو پادریوں اور آریوں کی نظروں میں ذلت س بچانا تھا، مرزا صاحب کی مخالفت کی یعنی محمدی بیگم کے ساتھ مرزا جی کا زمین پر نکاح نہ ہونے دیا تو وہ کہتے ہیں کہ حضرت نوح کا بیٹا بھی اپنے باپ پر ایمان نہیں لایا تھا۔

اگر ہم کہیں کہ مرزا جی نے پیش گوئی کی تھی کہ پادری آتھم ۱۵ ماہ میں بذریعہ موت ہاویہ میں گرایا جائے گا یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی یا محمدی بیگم کا نکاح جو محمدی بیگم اور اس کے لواحقین کے واسطے رحمت کے دروازے کھل جانے کا باعث ہونا تھا وقوع میں نہ آیا تو وہ ہمیں حضرت یونس کا حوالہ دیتے ہیں کہ ان کی قوم کا عذاب بھی توتوبہ کی وجہ سے ٹل گیا تھا۔

اگر ہم کہیں کہ مرزا جی پر ایک پادری کے قتل کا الزام لگایا گیا، ایک ڈاک خانہ کے محکمہ کا الزام لگایا گیا لیکھ رام کے قتل کے متعلق آلہ قتل کے واسطے ان کی خانہ تلاشی ہوئی مولوی کرم الدین کے مقدمہ میں ان کو ۵۰۰ روپئہ جرمانہ ہوا، تو وہ کہتے ہیں کہ اس مقدمہ کے دوران مرزا جی کو الہام ہو گیا تھا کہ انت یوسف، تو یوسف ہے۔ یعنی

یوسف بھی تو قید میں رہے تھے

اگر ہم کہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پیش گوئی کی تھی کہ تقسیم بنگال کا حکم منسوخ نہیں ہوگا حالانکہ ہوگیا تو وہ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں چار سو نبیوں کی پیش گوئی جھوٹی نکلی تھی۔

اگر ہم کہیں کہ مرزا جی نے دولت جمع کی جائداد بنائی اور عیش و عشرت کی زندگی بسر کی تو وہ کہتے ہیں کہ کیا حضرت سلیمانؑ نبی نہ تھے۔

اگر ہم کہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے جسم کے دونوں حصے بیماری سے خالی نہ تھے تو وہ کہتے ہیں کہ کیا حضرت ایوبؑ نبی نہ تھے۔

ان جوابات سے صاف ثابت ہے کہ دیگر انبیاء کرام میں جو آثار بشریت فرداً فرداً تھے وہ مرزا غلام احمد صاحب میں یک جا جمع تھے۔ پس کون کہہ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کا یہ فرمان:

آنچہ دادند ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بہ تمام

صحیح نہیں۔ مگر مرزائی صاحبان کو تو علم نہیں یا ان کی آنکھیں چندھیاتی ہیں وہ نہیں دیکھتے کہ

۱۔ آنحضرت ﷺ کو و الله يعصمك من الناس کا الہام وطن چھوڑنے کے بعد ہوا اور جب مدینہ میں یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے اسی وقت کھڑکی سے سر مبارک نکال کے اپنے باڈی گارڈ کو فرمادیا کہ اب تمہاری ضرورت نہیں اپنے گھر چلے جاؤ۔

۲۔ حضرت نوح کے بیٹے نے دین کے کسی اہم کام میں اپنے باپ کا خلاف کر کے اس کو کفار کی نظر میں ذلیل نہیں کرایا تھا۔

۳۔ حضرت یونس کے عذاب کی مثال پادری آتھم کے عذاب سے کچھ لگا نہیں کھاتی حضرت یونس کی قوم پر عذاب آیا اور اسکے کھلم کھلا ایمان لے آنے پر وہ ایک پہاڑ کی

طرف بھیج دیا گیا۔ پادری آتھم اگر بقول مرزا صاحب دل میں ڈر ہی گیا تھا لیکن چونکہ علانیہ ایمان نہیں لایا تھا، یا مسیح کو خدا بنانے سے توبہ کار نہیں ہوا تھا تو وہ منافق تھا اور ظاہر ہے کہ قرآن منافقوں کو کافروں سے بدتر کہتا ہے پھر ایک منافق سے عذاب کا ٹل جانا چہ معنی دارد۔

۴۔ محمدی بیگم کے معاملہ میں تو حضرت یونس کے عذاب ٹل جانے کی مثال دینا قیامت تک بچوں کو اپنے اوپر ہنسانا ہے۔ یہاں تو توبہ سے عذاب ٹلا اور وہاں توبہ کرنے سے وہ بات ہوئی جس سے بقول مرزا صاحب لڑکی اور لڑکی والوں پر رحمت کا دروازہ کھلنا تھا، ببیں تفاوت رہ از کجا تا بکجا۔ یا حسرتا وائے حسرتا

۵۔ حضرت یوسف اگر قید کئے گئے تو ایک گناہ نہ کرنے کی وجہ سے لیکن مرزا صاحب کو چھ ماہ قید کا حکم ایک گناہ کے ثابت ہو جانے پر سنایا گیا۔

۸۔ جن چارسو آدمیوں کو مرزا جی نے نبی کہہ کر دنیا کی آنکھوں میں مٹی ڈالی ہے وہ نبی نہ تھے بلکہ بت پرست مہنت اور مندروں کے پجاری تھے مرزا صاحب نے یہ بھی ایک شرمناک جھوٹ بولا ہے۔

۷۔ حضرت سلیمان نے اگرچہ بادشاہی اور دولت وراثت میں پائی تھی لیکن ان کا طرز زندگی یہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے زنبیل بناتے تھے اور اسکو فروخت کرکے جو کی دو روٹیاں خریدتے تھے شام کو قبرستان میں جا کر روزہ افطار کر کے ایک روٹی خود کھاتے تھے اور دوسری خدا کی راہ میں خیرات کرتے تھے۔ یہ نہیں تھا کہ غریب مسلمانوں کی پسینہ کی کمائی ہضم کر کے پلاؤ خوری کرتے تھے۔ ببیں تفاوت رہ از کجا تا بکجا

۸۔ حضرت ایوب کے جسم مبارک میں اگر بیماری تھی تو وہ اللہ تعالیٰ کی ایک آزمائش تھی بعد اس کے وہ بیماری سے پاک وصاف کر دیئے گئے مگر مرزا صاحب اپنی علوی اور سفلی بیماریوں کو محمدی بیگم کے نکاح کی ہوس کی طرح قبر میں اپنے ساتھ لے گئے

آہ مرزا صاحب کا فرمانا:

جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

اب قادیانی مرزا جی کے مسیح موعود ہونے میں جو کوئی شک کرے وہ کافر نہیں تو اور کیا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۲۰ء ص ۴۔۵)

# نبوت مرزا

مرزائی جماعت دو گروہوں میں منقسم ہے ایک گروہ قادیانی پارٹی کے نام سے موسوم ہے دوسری کو لاہوری جماعت کہتے ہیں۔ قادیانی جماعت تو مرزا صاحب قادیانی کی تعلیم پر جمی ہوئی ہے جو کچھ انہوں نے اپنے حق میں کہا ہے وہ بھی ان کو ایسا ہی جانتے ہیں اور مانتے ہیں۔ لاہوری جماعت اصل سے کچھ ڈھیلی ہے۔ چونکہ مرزا صاحب کے دعاوی قرآن و حدیث کے صریح خلاف ہیں اس لئے لاہوری جماعت قرآن وحدیث کو تو نرم نہیں کرسکتی وہ مرزا صاحب کے دعاوی جو قرآن و حدیث کے مقابلہ میں نرم و کمزور کرتی ہے انہی دعاوی میں سے ایک دعوی نبوت ہے۔ لاہوری پارٹی نے آج کل ایک دو ورقہ اشتہار مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۱۹ء دیا ہے جس پر کئی ایک ممبران (مولوی محمد علی لاہوری، خواجہ کمال الدین لاہوری وغیرہ) کے دستخط ہیں اس میں لکھا ہے:

مرزا صاحب قادیانی سچے مسلمان تھے اور ان تمام عقاید پر تھے جو اہل سنت والجماعت کے عقاید ہیں آپ آنحضرت ﷺ کو آخری نبی یقین کرتے تھے اور آپ کے بعد دعوی نبوت کرنے والے کو کاذب اور کافر یقین کرتے تھے۔

قادیانی پارٹی کی طرف جو مرزا صاحب کی اصل تعلیم پر ہیں مشرک مفرط اور گمراہ وغیرہ القاب سے ایماء کیا ہے اس بیان کی تو ہم بھی تردید نہیں کرتے جو مرزا صاحب کو نبی اور رسول وغیرہ مانتے ہیں وہ گمراہ ہیں بلکہ ہمارے عقیدے میں وہ لوگ

بھی گمراہی سے خالی نہیں جو ان کی نبوت سلب کر کے ان کو صرف مجدد مانتے ہیں بلکہ ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ جو شخص مرزا صاحب کو راست گو انسان بھی سمجھے وہ بھی اتنے حصے میں گمراہ ہے جس کا ثبوت دینے کو ہر وقت تیار ہیں لیکن جو لوگ (یہاں فوٹو کاپی میٹیریل سے چند سطور پڑھی نہیں جاتیں۔ بہاء......)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایک اشتہار خاص مسئلہ نبوت خود کے متعلق دیا جس کا نام تھا، ایک غلطی کا ازالہ۔ اس میں آپ نے اپنے عندیہ اور مرتبہ نبوت کا صاف صاف لفظوں میں اظہار کر دیا ہے جس کے متعلق ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوی اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا، اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے، وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے، اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالی کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں۔ چنانچہ وہ مکالمات

الہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ وحی اللہ هو الّذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدین کله۔
دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ۔ اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے جری اللّٰه فی حلل الانبیاء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں، دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۰۴۔ پھر اسی کتاب میں اسی مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ محمد رسول اللّٰه و الّذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم، اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ پھر یہ وحی اللہ جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے، دنیا میں ایک نذیر آیا، ۔ اس کی دوسری قرأت یہ ہے کہ دنیا میں ایک نبی آیا۔ اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔
سو اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ تو خاتم النبیین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آ سکتا ہے، اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا جس طرح آپ لوگ عیسی علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت و لکن رسول اللّٰه و خاتم النّبیین، اور حدیث لا نبیّ بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔ لیکن ہم اس قسم کے عقاید کے سخت مخالف ہیں اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ و لکن رسول اللّٰه و خاتم النّبیین اور اس

آیت میں ایک پیش گوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد پیش گوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔ اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت

کہ ما کان محمد ابا احدٍ مّن رجالکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین

اسکے معنی یہ ہیں کہ لیس محمد ابا احدٍ من رجال الدنیا و لکن ھو اب لرجال الآخرۃ لانّہ خاتم النبیین و لا سبیل الی فیوض اللّٰہ من غیر توسطہ

غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بحیثیت فنا فی الرسول مجھے ملا۔ لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا (مکمل اشتہار جلد ۱۳ میں نقل کیا گیا ہے۔ بہاء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس عبارت کا مضمون صاف ہے مرزا صاحب کو نبوت کا دعوی تو ہے مگر اس کا طریق حصول وہ نہیں جو عام مسلمان سمجھے ہیں بلکہ اس کا طریق حصول اتباع محمدی

ہے یعنی مرزا صاحب کہتے ہیں کہ میں اس وجہ سے نبی بنا ہوں کہ میں کامل طور پر آنحضرت ﷺ کا متبع ہوں۔ طریق حصول کوئی ہو بہر حال آپ کو نبوت کا دعوی ہے اسی لئے اس اشتہار کے بعد آپ نے کسی طرح سے اخفا یا توریہ نہیں کیا بلکہ صاف صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول رسول اور نبی ہیں خدا تعالی جس کے ساتھ مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ ہو اور اس میں بہت سی پیش گوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعرف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں (قول مرزا مندرجہ بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸؟ ص ۲)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ان صاف اور صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے بھی کوئی شخص کہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے نبوت کا دعوی نہیں کیا تو اس کا بجز اس کے جواب کیا ہے کہ:

تو آشنائے حقیقت نہء خطا ایں جاست

ہاں ہم یہ سن کر خوش ہیں کہ لاہوری پارٹی کے نزدیک مرزا صاحب اہل سنت کے عقاید پر تھے اس لئے ہم اہل سنت کے عقاید کی مسلّمہ اور معتبر کتاب شرع عقائد نسفی سے ایک عقیدہ نقل کر کے پوچھتے ہیں کیا مرزا صاحب کا یہی عقیدہ تھا اور آپ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ غور سے سنئے

ماا خبر به النبی ﷺ من اشراط الساعة من خروج الد جا ل و دا بة ا لا ر ض و یا جو ج ما جو ج ونزو ل عیسی من السماء و طلوع الشمس من مغر بها (ص ۲۴۴)۔

جو آنحضرت ﷺ نے قیامت سے خبر دی ہے کہ قریب قیامت دجال نکلے گا اور حضرت عیسی آسمان سے اتریں گے وغیرہ، یہ سب حق ہے۔

اگر یہ عقاید اہل سنت آپ کے نزدیک صحیح ہیں جن میں سے بڑا عقیدہ نزول

عیسی من السماء کا ہے تو پھر ہم یہ شعر پڑھیں گے

کون کہتا ہے کہ تم ہم میں جدائی ہو گی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہو گی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۷ نمبر ۱۳ مورخہ ۶ فروری ۱۹۲۰ء ص ۱۔۲ و ۱۱)

# تم چھیڑو گے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بہت پرانا قصہ ہے کہ کسی بھلی مانس کو کسی شخص نے جائز کام کے لئے بلایا تو وہ کہتی ہے، تم چھیڑو گے،

وہی حال ہمارے مسیح کے لاہوری حواریوں کے آرگن پیغام صلح کا ہے۔ ۲۸ جنوری کے پرچہ میں بہت خفا ہے۔ کیوں؟ اہل حدیث ہر ہفتے قادیانی مشن لکھتا ہے۔ اچھا پھر خفگی کیا؟ ہم اشاعت اسلام کا کام کرتے ہیں ان کی آنکھوں میں کانٹا چبھتا ہے؟ کیسا جھوٹ ہے حالانکہ ہم نے بہت جگہ ولایت میں اشاعت اسلام پر ان کو چندہ دینے کی ترغیب دی بعض جن لوگوں نے چندہ دیا تھا وہ ان کی مرزائیت کا حال سن کر واپس لینا چاہتے تھے مگر ہم نے ان کو روکا، کہ تم اپنی نیت کا پھل پاؤ گے۔ اس کی شہادت غالبا ان کے سکرٹری ڈاکٹر محمد حسین بھی دیں گے۔ مگر یہ شیخی خورے ریاکار ہمیشہ اپنی بیمار بلکہ بند آنکھ کو چھپانے کے لئے کھلی آنکھ سامنے .. دیتے ہیں۔ سنو! ہمیں تمہارے اسلام سے رنج نہیں۔ تمہارے اشاعت اسلام سے ملال نہیں تمہارے کسی کام سے کدورت نہیں ہاں سب کچھ اس میں ہے کہ تم مدعی نبوت کو (جسے تم خود دجال کہتے ہو) اپنا پیشوا اور مجدد مانتے اور لوگوں سے منواتے ہو۔

ہاں ایک سوال کا جواب تو دو۔ ذرہ ٹھنڈے دل سے غور کر کے دینا جلدی میں گھبرا کر نہ دینا۔ تمہاری پارٹی جو فخر کرتی ہے کہ ہم اشاعت اسلام کرتے ہیں، کیا

تمہارے سامنے قادیانی پارٹی اشاعت اسلام نہیں کرتی۔ پھر تم کیوں ان پر جلے کٹے فقرے جھاڑتے ہو۔ جس کی وہ بے چارے شکایت کرتے ہیں (بغور ملاحظہ ہو پیغام ۴ جنوری اور الفضل ۲۹ جنوری)۔ ہائے حسد تیرا ستیا ناس۔

ہاں یاد آیا کہ تم لوگ قادیانی پارٹی سے اس لئے خفا ہو کہ وہ لوگ مرزا آنجہانی کے حق میں نبوت کا دعوی کرتے ہیں مگر خود تو وہ اپنے حق میں دعوی نبوت نہیں کرتے۔ بھلا بتاؤ تو سہی جس کی تحقیق یہ ہو کہ مرزا نے واقعی نبوت کا دعوی کیا ہے (جس دعوی کو تم لوگ بھی دجالیت سمجھتے ہو) تو وہ شخص مرزا پر اور مرزا کو سچا جاننے والوں پر جتنا کچھ خفا ہو کچھ بے جا ہے؟ میرے خیال میں انصاف تو یہ ہے کہ جتنا تم میاں محمود اور اسکے اتباع پر خفا ہو اس سے دگنا مرزا پر اور اس کے اتباع پر اس شخص کو خفا ہونے کا حق حاصل ہے جس کے نزدیک مرزا صاحب کا دعوی نبوت کرنا ثابت ہے۔ کہیے تمہارے مقابلہ میں ہم اپنا حق پورا لیتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

فیس کی بابت: یہ خوب کہی کہ اسلامی خدمت کے لئے شیر پنجاب کو بلا جائے تو فیس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر تم ایسا نہ لکھتے تو تم پکے احمدی فنا فی المرزا نہ ہوتے اس مرنے والے نے بھی اعجاز احمدی میں میری نسبت یہ بڑ ہانکی ہے کہ مولوی ثناء اللہ کا گذارہ کفن فروشی اور وعظ کے دو دو آنوں پر ہے اس کی زندگی میں وہ ثبوت نہ دے سکا تو اب تم کیا دو گے سوائے اس کے کہ تم بھی یہی جواب دو کہ:

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہء خمار دارد پیر ما

اگر یہ جواب غلط ہے تو تم ایک واقعہ بھی ایسا پیش کرو جس میں ہم نے فیس طلب کی ہو سنو! میرا دعوی ہے کہ جتنے میں بفضلہٖ تعالی اکیلے غیر مسلموں سے مباحثہ کئے جواب دیئے تم سب پیروان مدعی نبوت جدیدہ نے مع نبی ندیدہ کے نہیں کئے ہوں گے۔ کیا شمار کرانے کے لئے سامنے آ سکتے ہو۔

سنئے! جتنی کتابیں مخالفین اسلام کے جواب میں بفضلہٖ تعالیٰ میں اکیلے نے لکھی ہیں تم سب نے مل کر بھی نہیں لکھی ہوں گی۔

سنو! آریوں کی طرف سے جتنی کتابیں اسلام کے رد میں نکلی ہیں ان سب کی ماں ستیارتھ پرکاش ہے باقی سب اس کی بچیاں ہیں۔ اس ماں کا جواب کس نے دیا؟ اسی خادم دین نے جس کو تم ہیچ کارجان کر شیخی بگھارتے ہو۔ جواب کا نام حق پرکاش بجواب ستیارتھ پرکاش ہے۔ مہاشہ دھرم پال کے ترک اسلام کا جواب (ترک اسلام) سب سے پہلے کس نے دیا؟ پھر جو دھرم پال نے رسالہ نورالدین اور ترک اسلام کو جواب الجواب تہذیب الاسلام لکھی تو کون اس کے مقابلہ پر آیا اور کس نے تغلیب الاسلام چار جلدوں میں لکھی اور کون خاموش ہوکر بیٹھ رہا۔ پھر اس نے نخل اسلام لکھی تو کس نے تبراسلام (بقیہ بصفحہ ۱۰ کالم اپر ہے۔ لیکن وہ صفحہ موجود نہیں ہے۔ بہاء)

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۱۷ نمبر ۱۴ مورخہ ۲۱ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ۔ ۱۳ فروری ۱۹۲۰ء ص ۴)

(مولوی ثناء اللہ کی بددیانتی

مولوی ثناء اللہ نے اپنے ۱۳ فروری کے پرچہ میں حضرت مسیح موعود کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

اس مرنے والے نے بھی میری نسبت یہ بڑہانکی ہے کہ مولوی ثناء اللہ کا گذارہ کفن فروشی اور وعظ کے دوآنوں پر ہے اس کی زندگی میں وہ ثبوت نہ دے سکا۔

مولوی ثناء اللہ کی بددیانتی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ جس بات کی اصلاح کر دی گئی پھر اس کو پیش کرنے سے باز نہیں آیا۔ کیا مولوی مذکور نہیں جانتا کہ جب اعجاز احمدی شائع ہوا اور اس نے یہی اعتراض کیا جواب کرتا ہے تو اسی وقت حضرت اقدس نے اس کی اصلاح شائع کرادی تھی۔ اگر مولوی ثناء اللہ دیانتدار ہوتا تو پھر اس اعتراض کا نام نہ لیتا لیکن اس کا اسی بات کو ہمیشہ پیش کرنا جس کی تردید کردی گئی، اس سے بڑھ کر اس کی بددیانتی اور ہٹ دھرمی کی اور کوئی دلیل کیا ہوسکتی ہے۔ الفضل ۱۹ فروری ۱۹۲۰ء ص ۵)

(جس کتاب میں غلطی شائع ہوئی اس کا نام اعجاز احمدی ہے، یعنی وہ معجزانہ کتاب ہے۔ اور

مرزا صاحب کی الہامی کتاب ہے اور مرزا صاحب و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کے مدعی ہیں ، اور جب وہ کچھ لکھتے ہیں تو بقول ان کے ان کے اندر سے کوئی انہیں لکھوا رہا ہوتا تھا۔ جب مرزا صاحب ایک غلط بات لکھ رہے تھے ایک جھوٹی بات لکھ رہے تھے ، الزام تراشی کر رہے تھے ، اس وقت وماینطق عن الھوی کے ماتحت تھے یا نہیں ، اس وقت انہیں اندر سے کوئی لکھوار ہا تھا یا نہیں ۔ کتاب کا وہ صفحہ جہاں یہ جھوٹ بولا گیا ہے اعجاز احمدی کا حصہ ہے یا نہیں ۔

جہاں تک اصلاح کرنے کی بات ہے وہ تو دراصل اس بات کا اعتراف ہے کہ میں نے ایک جھوٹ بولا ہے ۔ الزام تراشی کی ہے ، کذب کا ارتکاب کیا ہے ۔ غلطی کی ہے ۔ اور یہ کذب بیانی کرتے وقت میں ملہم نہیں تھا یا میرا الہام کنندہ سو گیا تھا ، یا شیطان نے یہ الہام کر دیا تھا ۔ وغیرہ ۔ )

## مسیح موعود اور سیاست

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں :

اس میں شک نہیں اسلام جب سے دنیا میں آیا ، سیاست ( پالٹکس ) ساتھ لایا ۔ بلکہ یوں کہنا بھی بجا ہے کہ دنیا کی بگڑی ہوئی سیاست کو سنوارنے کے لئے آیا ۔ اس نے اپنی سیاست کا نمونہ دنیا کو دکھایا کہ امیر المومنین ( یا پریذیڈنٹ ) رعایا کے لئے مثل باپ کے ہے جو اپنے بچوں کو کھلا کر بعد میں کھاتا ہے مگر مسلمانوں کی نحوست قسمت کی وجہ سے ان کے سرکردگان اہل علم نے سیاست میں دخل دینا چھوڑ کر دنیاوی کاروبار اہل دنیا کے سپرد کر دیئے پھر انہوں نے جس طرح چاہا چلایا ۔ اہل دنیا کا غلبہ دیکھ کر جاہ طلب اہل علم بھی ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگے تو کسی عارف خدا کو یہ شعر لکھنا پڑا :

هل افسد الناس الا الملوك
و علماء سوء و رهبانها

یعنی دنیا کو بادشاہوں اور برے علماء نے تباہ کیا کیونکہ یہ برے علماء ہوا کا رخ دیکھ کر چلنے لگے

اس زمانہ میں قادیانی پیغمبر نے بھی ہوا کا رخ دیکھ کر اپنے مریدوں کو سیاست سے الگ رہنے کا اعلان کیا تھا جو بہت پرانا ہونے کی وجہ سے ان کے خلیفہ

کے حکم سے قادیانی رسالہ ریویو بابت جنوری ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا۔ اس مضمون کا خلاصہ درج ذیل ہے:

سیاست سے جو مسیح موعود (مرزا) نے منع کیا ہے تو اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ اس کا موقع اور محل نہیں ہے اور خواہ گورنمنٹ اس کی اجازت بھی دیتی ہے مگر یہ ناجائز ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ گورنمنٹ ایک حد تک سیاسی امور کی طرف توجہ رکھنے کی اجازت دیتی ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اس کام کا انجام خراب ہوگا اس لئے میں اپنی جماعت کو اس کی اجازت نہیں دیتا... چونکہ ایک طرف تو سیاست ایک ایسی چیز ہے جو اور سب کچھ بھلا دیتی ہے حتی کہ جان تک کی بھی ہوش نہیں رہنے دیتی اور اپنی طرف ہی کھینچتی جاتی ہے اور دوسری طرف آج کل اسلام پر جو نازل وقت آیا ہوا ہے اس سے پہلے اس پر کبھی نہیں آیا۔ اس لئے اس وقت اسلام کو جتنے بھی ہاتھ کام کے لئے مل جائیں اور جسقدر بھی سپاہی اسلام کی حفاظت کے لئے مل جائیں اتنے ہی کم ہیں۔ اس لئے آج مسلمانوں کے لئے سیاست کی طرف متوجہ ہونا ایک ایسا زہر ہے جسے کھا کر انکا بچنا محال بلکہ ناممکن ہے (محال سے ناممکن کی طرف ترقی کرنا قادیانی جماعت کی علمی قابلیت کا ثبوت ہے۔ ثناء اللہ) کیونکہ سیاست بہت بڑی توجہ کو چاہتی ہے اور جو شخص سیاست میں پڑتا ہے وہ بالکل سیاست ہی میں غرق ہو جاتا ہے.... یہ ایک تجربہ شدہ بات ہے کہ جو چھوٹی جماعتیں سیاست کی طرف اپنا رخ کرتی ہیں انہیں اپنا جتھا بنانے کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ جیسا کہ میں بتا چکا ہوں بغیر جتھے کے کوئی قوم سیاسی امور میں کامیاب نہیں ہوسکتی، اس لئے وہ دوسروں سے ملنا جلنا شروع کر دیتی ہے چونکہ وہ خود چھوٹی ہوتی ہے اس لئے بجائے اس کے کہ اوروں کو اپنے ساتھ ملائے خود ان میں جذب ہو کر اپنی ہستی کو فنا کر لیتی ہے۔ دیکھو آج جو

ہماری جماعت کو نقصان پہنچا ہے وہ بھی اسی سیاست کی وجہ سے پہنچا ہے پہلے پہل تو ہماری جماعت کے چند لوگ سیاست کی طرف متوجہ ہوئے لیکن چونکہ سیاست ہمیشہ جتھہ چاہتی ہے اس لئے ان کو دوسری جماعتوں میں شامل ہونا پڑا۔ اور ابتداء میں وہ یہی کہتے رہے کہ میل جول کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم دوسروں کو اپنی طرف کھینچ لائیں گے لیکن رفتہ رفتہ خود ان میں جزب ہونے لگے۔ اول وہ انجمن حمایت اسلام کے ممبر بنے پھر اور زیادہ جو سیاست کی چوٹ لگی تو مسلم لیگ میں شامل ہو گئے پھر جب دیکھا کہ مذہبی اختلاف کی وجہ سے ان لوگوں میں ہم کامیاب نہیں ہو سکتے تو آہستہ آہستہ بڑی جماعت کو خوش کرنے اور خود عزت حاصل کرنے کے لئے اپنے عقاید کو قربان کرنا شروع کر دیا۔ جانتے ہو یہ ضرورت ان کو کیوں پیش آئی ؟ اس لئے کہ یہ جتھا بنائیں مگر دین لیتے لیتے ان کی دنیا بھی گئی ... انگریزوں نے دین میں تو ان کو کامل طور پر آزاد کر دیا اور دنیا میں بھی ان کو بہت کچھ آزادی دی۔ پس ان کو تو چاہیے تھا کہ ان کے ممنون ہوتے نہ کہ نکتہ چین بنتے۔ جو لوگ دین کی قدر جانتے ہیں ان کے نزدیک تو انگریز مذہبی آزادی دے کر اگر دنیاوی عہدوں میں سے ایک چپڑاسی کا عہدہ بھی ہندوستانیوں کو نہ دیتے، تو پھر بھی ان کی وجہ شکایت نہ ہوتی، کیونکہ محسن ہر حال میں شکریہ کا مستحق ہوتا ہے اور انگریز ہمارے محسن ہیں۔ (ریویو آف ریلیجنز۔ جنوری ۱۹۲۰ء ص ۴ تا ۱۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس سارے خلاصہ کا ملخص یہ ہے کہ کہ سیاست میں دخل دینا برا ہے مذہب کے اصل مقصد کے خلاف ہے بلکہ گورنمنٹ کی وفاداری اور نیک شعاری کے بھی مخالف ہے۔

بہت خوب ! مگر یہ تو فرمایئے کہ براہین احمدیہ کی مندرجہ ذیل عبارت کا مطلب کیا ہے۔ ذرہ غور سے پڑھ کر جواب دیں۔ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

هو الّذی ارسل رسوله با لهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه ۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح موعود کے حق میں پیشگوئی اور جس غلبہ کاملہ یا دین دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا، (براہین احمدیہ جلد چہارم۔ص ۴۹۸)

اس میں جو بحوالہ آیت قرآنی مسیح موعود کا نشان لکھا ہے کہ وہ سیاسی رنگ میں آئے گا وہ سیاست کیسی ہوگی، حالانکہ مسیح موعود کی جگہ پر تو آپ (مرزا قادیانی) آ گئے مگر سیاست کا حصہ کیوں چھوڑ دیا؟ بے شک یہ حصہ چھوڑنے کے قابل تھا کیوں؟

زاہد نہ تاب داشت جمال پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

مرزا صاحب مسیح موعود نہ تھے، مرزا صاحب کے منقولہ اقتباس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں ۔ کیونکہ باقرار مرزا صاحب مسیح موعود کی علامت ہے کہ وہ باسیاست آئے گا جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے لیکن مرزا صاحب قادیانی تو ایسے بے سیاست آئے کہ اپنے اتباع کو بھی سیاست میں دخل دینے سے منع کرتے ہیں ۔ اس کا نتیجہ صاف ہے کہ آپ مسیح موعود نہیں: آہ

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

## مسیح موعود نہ ہونے کی دوسری دلیل:

دلیل اول تو خالص اقوال مرزا قادیانی سے مرکب تھی، دلیل دوم خلیفہ مرزا محمود احمد کے اقوال سے مرکب ہے ۔ خلیفہ مرزا میاں محمود اسی مضمون مندرجہ ریویو میں

سیاست سے روکنے کو لکھتا ہے:

اس وقت اسلام کے گھر کو دشمن نے آگ لگائی ہوئی ہے۔ اور احمق ہے وہ جو اس انتظار میں بیٹھے کہ سقے اس آگ کو بجھائیں۔ اس عظیم الشان آگ کو اسلام کے مکان کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے ایک دو آدمی نہیں بجھا سکتے بلکہ ہر ایک شخص کا جو اپنے دل میں ذرہ بھی ایمان رکھتا ہے کام ہے کہ وہ اس آگ کے بجھانے میں لگ جائے اور تم میں سے ہر ایک کا یہ فرض ہے خواہ مرد ہو یا عورت جوان ہو یا بوڑھا بچہ ہو یا نوجوان لڑکی ہو یا لڑکا کہ وہ اس آگ کے بجھانے کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ اگر کوئی ایسے وقت میں غفلت کرتا ہے تو وہ اسلام میں نہیں۔،

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

واقعی یہ بات صحیح ہے کہ اسلام کی آج یہی حالت ہے جو بتائی گئی ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر کیا تبدیلی ہونی چاہیے تھی۔ اس کا جواب ہم اپنے لفظوں میں نہیں دیتے بلکہ خود مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ میں دیتے ہیں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے، اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ ﷺ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہونچ گئی اس لئے خدا تعالی نے اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب ہو جائیں، زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک

نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اسکے آخر میں مسیح موعود ہے۔ اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوۃ سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے

ھو الّذی ارسل رسو له بالھد ی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کله ۔

یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالم گیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو، اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالم گیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔

(چشمہ معرفت۔ص۸۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس اقتباس سے صاف ثابت ہے کہ مسیح موعود کے آنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دنیا کی ساری مختلف قومیں ایک مسلمان قوم ہو جائے گی اور دنیا ساری کا مذہب صرف اسلام ہوگا، دگر ہیچ۔ مگر اب تو بقول خلیفہ مرزا، اسلام کی ترقی کا یہ حال ہے کہ خود اسلام کے گھر میں چاروں طرف سے آگ لگ رہی ہے، پھر کون کہہ سکتا ہے کہ مسیح موعود آ گیا نتیجہ صاف ہے کہ مرزا قادیانی مسیح موعود نہ تھے اگر ہوتے تو اسلام کی یہ کیفیت نہ ہوتی

مرزا جی کے مریدو! مرزا جی کو مسیح موعود مان کر بھی تم اسلام کے ضعف کو دیکھو اور محسوس کرو تو تمہارے حق میں ہندی مثال کیا ہی موزوں ہے:

تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۲۰ء مطابق ۲۸ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ ص ۴۔۶)

# قادیان اور دیوبند

## پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

علماء دیوبند اور قادیانیوں میں مدت سے تحریرات شائع ہو رہی ہیں۔ کچھ روز وقفہ ہوا تھا اب پھر جاری ہوئی ہیں۔ قادیانی زمانہ شناس ہیں وہ تو بغیر خرچ کئے اپنے اخبار الفضل میں لکھ دیتے ہیں مگر دیوبندی الگ اشتہار چھاپتے ہیں جن پر خدا جانے سینکڑوں روپے خرچ ہو چکے ہوں گے۔ لطف یہ ہے کہ مضمون ابھی شروع ہی نہیں ہوا بلکہ تمہید ہی میں اتنا خرچ اور اتنا وقت لگا ہے کہ الامان۔ نزاع کیا ہے؟ آؤ مباہلہ کریں۔ مباہلہ کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کوئی جواب نہیں دیتا۔ مبادی میں اتنا حرج ہوا ہے کہ ایک دانا کی نگاہ میں یہ فعل عبث تک پہنچ چکا ہے۔ مگر دونوں فریق ہیں کہ ڈٹے ہوئے۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور آج بھی لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نے امرتسر ہی میں مباحثہ کیا اور امرتسر ہی میں مباہلہ کیا۔ اس لئے دونوں کاموں کے لئے امرتسر ہی مناسب ہے۔ رہا مباہلہ، سواس کے تو ہم بذات خود مخالف ہیں کیونکہ مرزا صاحب کی جماعت میں کوئی شخص روحانی قوت میں ان سے بڑھ کر نہیں تو جو اثر مرزا صاحب کے مباہلہ کا ہوا ہوگا اس سے زیادہ اس کا کیا ہوسکتا ہے۔ خیر اگر دونوں فریق مباہلہ پر تلے بیٹھے تو مباہلہ کریں مگر مباحثہ کس مضمون پر ہوگا؟ ہم خدالگتی کہتے ہیں، امید ہے دونوں فریق اس سے سرتابی نہ کریں گے، مرزا قادیانی کی زندگی میں ہر ایک مضمون پر بحث ہو چکی ہے سب مباحث کے اخیر میں انہوں نے جو مبحث قائم کیا تھا بس وہی ہونا چاہیے۔ وہ کیا تھا؟

مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ۔،

اس آخری فیصلہ میں جو مضمون تھا بس وہی مبحث ہونا چاہیے، تاکہ آنجہانی کے خلاف منشا نہ ہو۔ اس آخری فیصلہ کا مضمون کیا ہے؟ دو لفظی ہے کہ، مولوی ثناء اللہ اور مجھ مرزا میں سے خداوندا! جو تیرے نزدیک جھوٹا ہے تو اسے سچے کی زندگی میں موت دے۔ مضمون تو بہت مختصر ہے۔ بحث اس پر کیا ہوگی؟ بحث بھی مختصر ہے کہ یہ دعا قبول ہوئی یا نہیں؟ ہوئی تو اس کا نتیجہ کیا ہوا۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۱ فروری ۱۹۲۰ء مطابق ۲۸ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ ص ۶۔۷)

(قادیانی دیوبندی مناظرے اور مباہلے کی بابت فریقین سے جو تحریریں شائع ہیں ان کی فہرست خاصی طویل ہے۔ قادیان سے پہلی تحریر نکلی جس کا جواب خدائی فیصلہ کے عنوان سے سہارن پور سے دیا گیا جو قبل ازیں نقل ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے بعد علماء دیوبند کی طرف سے نکلنے والی کوئی تحریر ابھی تک نہیں مل سکی جب کہ چند قادیانی تحریریں (جن میں دیوبندی تحریروں کے جواب یا حوالے ہیں)، مجھے الفضل قادیان سے مل گئی ہیں جنہیں ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ علمائے دیوبند کی تحریریں جب ملیں گی تو انہیں بھی کسی مناسب مقام پر درج کر دیا جائے گا۔ بہاء)

(الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۱۸ء میں بعنوان:

<u>کیا علمائے دیوبند ہم سے مباہلہ کریں گے</u>

قاضی اکمل قادیانی کا مضمون شائع ہوا جو درج ذیل ہے:

وہ کمیٹی جو ہندوستان میں سازشوں کی رپورٹ کرنے کے لئے مقرر ہوئی تھی اس نے اسلامی شورش کی لہر کے سلسلہ میں دیوبندیوں کے مولانا محمود حسن کا ذکر بھی کیا کہ وہ بھی ایک حد ٹھیک اس سازش میں شریک تھے اور مولوی عبید اللہ سندھی کا تو بہت ہی دخل بتایا ہے اس پر بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اہل دیوبند نے مخبری کی ہے اس کے جواب میں مولوی حبیب الرحمٰن صاحب مددگار مہتمم دیوبند کی طرف سے ایک ضمیمہ اخبار الخلیل کے ساتھ شائع ہوا ہے جو اپنے مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے پاس بھی تردید کے لئے قابل اعتماد اور مسکت دلائل موجود ہیں لیکن یہ امران منصف طبائع کے لئے جن کو ایسی جھوٹی خبروں سے کچھ اشتباہ ہو گیا ہو ان معاندوں کو بایں ہمہ کوئی دلیل اور حجۃ روکنے والی نہیں ...تو پھر صورت فیصلہ وہی ہے جس کی نسبت کلام اللہ میں ارشاد ہے قل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم و نسا نا و نساء کم جناب رسول اللہ ﷺ کو مباہلہ کا حکم بمقابلہ ان لوگوں کے ہوا تھا جن کا جحود وعناد اور کم بختی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ کوئی قوی اور روشن دلیل بھی ان کے لئے مفید نہ تھی پس جماعت معترضین جمع ہو جائے اور موافق شرائط وقواعد مباہلہ کرے جماعت دیوبند ہے۔ ضمیمہ الخلیل بجنور یکم ستمبر ۱۹۱۸ء

عبارت مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کہ علماء دیوبند کے نزدیک مباہلہ جائز ہے اور کسی امر کے فیصلہ کے لئے وہ اس طریق پر عمل پیرا ہونے کے لئے بالکل تیار ہیں تو کیا میں عرض کرسکتا ہوں کہ جب جماعت دیوبند چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے مباہلہ کو تیار ہے تو کیوں اس امر کے بارے میں مباہلہ نہیں کرتی جس پر آخرت کی نجات کا دار و مدار ہے۔ خدا کا برگزیدہ نبی مرزا غلام احمد مبعوث ہوا اور اس نے تمام ہندوستان کے علماء اور سجادہ نشینوں کو مباہلہ کا چیلنج دیا مگر کوئی مقابل پر نہ آیا حتی کہ علماء دیوبند بھی خموش رہے اور یوں خدا کے مسیح کی صداقت پر مہر کر دی اور بعض بے ہودہ عذر تراشنے لگے۔ کسی نے کہا پہلے عذاب کی تعیین کرو۔ کسی نے کہا غیر مامور کیلئے مباہلہ جائز نہیں، یہ تو پرانی باتیں ہیں ابھی کل کی بات ہے کہ جب علماء دہلی سے مباہلہ کا ذکر آیا تو انہوں نے اشتہار شائع کیا ہم مباہلہ اس شرط پر کریں گے کہ ہم اسی مجلس میں سؤر یا بندر بن جائیں لیکن جب ان سے اس بات کا شرعی ثبوت پوچھا گیا تو خاموش رہ گئے۔ سلسلہ کے مشہور مخالف مولوی ثناء اللہ کو بارہا مباہلہ کا چیلنج دیا گیا مگر مسیح موعود کے مقابلہ میں مباہلہ کے نام سے اس کی جان قبض ہوتی ہے۔ وہ بھی اسی قسم کے بہانے پیش کیا کرتا ہے کہ عذاب کی تعیین کرو۔ پچھلے دنوں جب مسیح موعود کے خدام سے مباہلہ کا ذکر آیا تو سور و بندر کا جھگڑا لے بیٹھا حالانکہ خود اپنا عمل اس کے خلاف تھا۔ اپنے مخالفین کو خود اس نے مباہلہ کا چیلنج دیا۔ جب ہم نے پوچھا کہ آیا ان کی نسبت یقین سے اعلان کر سکتے ہو کہ وہ سور بندر بن جائیں گے، تو کچھ جواب نہ بن آیا سوائے اس کے کہ عذاب دینا خدا کے اختیار میں ہے جب صورت معاملہ یہ ہے تو کیا وجہ ہے کہ مسیح موعود اور اس کے خدام کے مقابلہ میں مخالفین میں سے کسی کو حوصلہ نہیں ہوتا کہ مباہلہ کے لئے آمادگی ظاہر کرے۔ حسن نظامی کس جوش سے اٹھا اور یہ بڑا

بول بولا کہ ایک گھنٹہ کے اندر اندر مسیح موعود کے موجودہ خلیفہ کی جان قبض کرلوں گا جب اسے بتایا گیا کہ ہم مسلمان ہیں اسلامی طریق پر مباہلہ کرلو تو باوجود بارہ آدمیوں کا سیکنڈ کلاس کا کرایہ آمدورفت دینے اور ذمہ داری امن وامان کے قادیان نہ آسکا اور نہ ہی سات کروڑ مسلمانوں کے قائم مقام کو یہ حوصلہ ہوا کہ ایک ہزار مرید ساتھ لے کر لاہور آجائے اور مباہلہ کرے ادھر حضرت مسیح موعود کے خدام کا یہ حال تھا کہ ایک ہزار کیا قریباً دو ہزار عرضیاں حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور میں پہنچ گئیں کہ خدا کے واسطے ہمیں اس مباہلہ میں ضرور شریک کر لیجئے بعض نے تو یہاں تک جوش اخلاص دکھایا کہ اپنا خرچ بھی پیش گی جمع کرادیا ہر ایک ان میں سے یہی سمجھتا تھا کہ ہزار کی تعداد پوری ہوگئی ہوگی اور میں اس شرف کو حاصل نہیں کرسکوں گا۔

اے علماء دیوبند یہ ہے وہ ایمان جس کی نظیر صحابہ کرام کے سوا کہیں نہیں مل سکتی سر بکف اور کفن بدوش پھرنا ہر مدعی اسلام سے ممکن نہیں صادق وکاذب مخلص وغیر مخلص کی پہچان امتحان ہی کے وقت ہوتی ہے۔حسن نظامی کو یا تو یہ دعوی تھا کہ میں سات کروڑ مسلمانوں کا قائم مقام ہوں اور کئی نواب اور راجے میرے مرید ہیں اور میں بڑا انشا پرداز ہوں، یا خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کے مقابل میں آکر یہاں تک بے بس ہوا کہ پانچ سو آدمی بھی اپنے ساتھ لاہور نہ لاسکا۔ اور نہ خود معہ اہل وعیال قادیان میں کرایہ ہم سے لے کر آنے کا حوصلہ پڑا۔ اور نہ ہی جواب میں کوئی پرزور مضمون لکھ سکا وہ جو مچھر اور جھنگر کا جنازہ بھی اٹھائے تو ایک شان سے اٹھائے ایسا دم بخود ہوا کہ ان ایک سطر بھی لکھنی دشوار ہوگئی۔غرض طالبان حق کے لئے اس میں نشان ہے کہ بڑے بڑے علماء اور فقراء جن کو علم وفضیلت کا دعوی ہے اور جو نمائندگان اسلام ہیں ہمارے مقابل میں آکر رہ جاتے ہیں اور باتیں بنانے لگتے ہیں

اگر کسی کو شک ہو اور پچھلی باتوں کو بھول گیا ہو تو اب علماء دیوبند کو مباہلہ کے لئے تیار کرے ان کا کوئی زعیم اپنے دلائل جو ہماری تردید میں رکھتا ہے سنائے پھر ہمارا جواب سنے اس کے بعد بھی اگر اسے یقین رہے کہ یہ سلسلہ احمدیہ خدا کی طرف سے نہیں بلکہ اس کا امام (نعوذ باللہ) مفتری اور کذاب اور اپنے دعوی میں غیر مصدق تھا تو ہم سے حسب سنت رسول اللہ ﷺ بعد تصفیہ شرائط مباہلہ کرلے اور پھر دیکھے کہ ایک سال کے بعد کس پر عذاب نازل ہوتا ہے

کیا علمائے دیوبند میں یہ ہمت ہے کہ وہ اپنے اسلام کا ثبوت دینے کے لئے میدان میں آئیں اگر آئیں تو ہمیں وہ ہر طرح تیار پائیں گے۔

لیکن اگر وہ انواع واقسام کے حیلوں سے ٹالنے لگے جیسا کہ مجھے یقین ہے تو دنیا گواہ رہے کہ ایک دفعہ پھران پر حجت ملزمہ قائم ہوگئی۔

کیا جوخشیۃ اللہ رکھتے ہیں اورحق کی طلب میں ہروقت سرگرداں رہتے ہیں ان کے لئے اس میں ایک نشان نہیں کہ یہ لوگ آپس میں تو فروعی باتوں پر بھی مباہلہ کا زچیلنج ایک دوسرے کو دے دیتے ہیں مگر ہمارے مقابلے میں اول تو آتے ہی نہیں اور جو آتے بھی ہیں تو پھر خلاف شریعت اسلام شرطیں لگاتے اور یوں اپنا پیچھا چھڑاتے ہیں۔ اے مدعیان اسلام! یہ فرار وانکار کب تک آؤ ایک دفعہ فیصلہ کرلو یا پھر سیدھی طرح خدا کے برگزیدہ رسول پر ایمان لاؤ کہ اس میں تمہارا بھلا ہے (الفضل ۱۰ ستمبر ۱۹۱۸ء ص ۸۔۹)

الفضل قادیان ۱۰ دسمبر ۱۹۱۸ء میں درج ذیل مضمون شائع ہوا:

## مباہلہ کی طرف آیئے

ایک عرصہ ہوا الفضل میں، کیا علماء دیو بند ہم سے مباہلہ کریں گے، کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں علمائے دیو بند کو حضرت مسیح موعود کی صداقت کے متعلق مباہلہ کرنے کے لئے بلایا گیا تھا اور جس پرچہ میں یہ مضمون شائع ہوا تھا وہ علمائے دیو بند اور دیگر مولویوں کو اسی وقت بھیجا گیا اور پھر اسی مضمون کو انجمن احمدیہ میرٹھ نے چھپوا کر سہارن پور، دیو بند، مظفرنگر، وغیرہ کے مولویوں کے نام بذریعہ رجسٹری بھیجا۔ان مولویوں میں سے تو تاحال کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ جواب میں ایک لفظ بھی لکھتے۔ البتہ مبلغین انجمن ہدایت الرشید مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور، کی طرف سے ہمارے پاس ایک اشتہار پہنچا ہے جس میں حضرت مسیح موعود کی مولوی ثناء اللہ اور ڈاکٹر عبدالحکیم کے متعلق پیش گوئیوں کو یہودیوں کی طرح تحریف کے ساتھ پیش کر کے عوام الناس کو دھوکہ دینے اور چند مقامات کے مناظرات کو غلط طریق سے بیان کر کے اپنی کامیابی دکھلانے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ چال صرف اس لئے چلی گئی ہے کہ وہ باتیں جن پر پیشتر ازیں نہایت تفصیل کے ساتھ روشنی پڑ چکی ہے اور متعدد کتب ورسالجات اور اخبارات میں ہماری طرف سے دندان شکن جوابات شائع ہو چکے ہیں۔ پھر انہیں کے متعلق تو تو میں میں کر کے مباہلہ کا تلخ پیالہ پینے سے اپنی جان بچالیں۔ لیکن ہم اس موقع پر ان کے جوابات

دینے کی اس وجہ سے ضرورت نہ سمجھتے ہوئے کہ اگر مباہلہ قرار پا گیا تو ان کا خود بخود فیصلہ ہو جائے گا۔ اشتہار شائع کرنے والوں کو اصل مقصد کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں اگر ان کے پاس صداقت ہے اگر وہ اپنے فرض مذہبی اور منصبی کے ادا کرنے کے لئے تیار ہیں اگر وہ خدا کے برگزیدہ حضرت مرزا صاحب کے کسی خادم کے مقابلہ پر آ کر مباہلہ کرنے کی جرأت رکھتے ہیں، تو سامنے آئیں اور آنوں بہانوں اور حیلوں حوالوں سے راہ فرار اختیار نہ کریں جس کا آسان اور عمدہ طریق یہ ہے کہ علمائے دیوبند وغیرہ جو ہمارے مخاطب اول تھے، مل کر اپنے میں سے جس کو چاہیں اپنا قائم مقام قرار دیں اور اس کی کامیابی یا ناکامی کو اپنی کامیابی یا ناکامی کا اعلان کر کے پیش کریں۔ یہ کیا بے ہودگی ہے کہ خود تو اشتہار شائع کرنے والوں کو اتنی بھی جرأت نہ ہو کہ اپنے میں سے کسی ایک کا نام ہی لکھ دیں اور مطالبہ یہ ہو کہ:

مرزائی جماعت کے تمام نفوس اپنی یکجائی اور متفقہ قوت کے ساتھ عموماً اور مرزا محمود احمد صاحب خصوصاً ہمارے مقابلہ میں آویں اور تقریری مناظرہ کے بعد بھی کچھ طے نہ ہو تو حسب تحریر خود مباہلہ کریں۔

ہم نہیں سمجھتے کہ پس پردہ بیٹھ کر یہ الفاظ لکھنے والے کون لوگ ہیں۔ ان کی کیا حیثیت ہے۔ ان کا ساختہ پرداختہ منظور کرنے کے لئے کوئی تیار ہے یا نہیں۔ پس اگر کسی کو مباہلہ کرنے کی ہمت ہے، تو اپنے نام کے ساتھ اعلان شائع کرے اور اس میں اس بات کی بھی تصریح کر دے کہ میں تمام ان علماء کا قائم مقام بن کر جماعت احمدیہ کے قائم مقام سے مباہلہ کرنے پر آمادہ ہوں جو مرزا صاحب کے مخالف ہوں۔

پس ہم مبلغین انجمن ہدایت الرشید کو اگر اس کا کوئی وجود صفحہ دنیا پر موجود ہے تو آگاہ کرتے ہیں کہ وہ جہاں تک ممکن ہو جلد سے جلد مذکورہ بالا اعلان شائع کر دے تاکہ حسب سنت رسول اللہ ﷺ بعد تصفیہ شرائط مباہلہ ہو جائے اور دنیا دکھ لے کہ حق پر کون ہے

یوں گمنام دلشان اشتہار شائع کر کے ادھر ادھر کی باتیں لکھ دینا اور غلط بیانی اور دھوکہ دہی سے کام لینا کسی سمجھ دار کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں رکھتا بلکہ اس سے اشتہار شائع کرنے والوں کی بزدلی اور کم ہمتی کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے اور مباہلہ سے فرار پایا جاتا ہے

پس اگر کسی کو مباہلہ کرنے کی جرأت ہے تو اپنے منہ سے نقاب اتار کر سامنے آئے اور جب وہ

جماعت احمدیہ کے امام اور مقتداء سے مباہلہ کرنا چاہتا ہے تو خود بھی اپنے آپ کو تمام مسلمانوں کا قائم مقام ثابت کر کے دکھلایئے

کیا ہم امید رکھیں کہ کوئی جبہ پوش مولوی صاحب اپنے اور اپنے ساتھیوں کے حق پر ہونے کا ثبوت دینے کے لئے نقاب اتار کر مقابلہ پر آئیں گے ہم ہر وقت خدا کے فضل و کرم اور اسی کی توفیق سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے لئے مباہلہ کرنے کے لئے تیار اور آمادہ ہیں اور ہمارے قدم صداقت کی اس مضبوط چٹان پر قائم ہیں جہاں سے کوئی بڑے سے بڑا مخالف بھی ہٹانے کی طاقت نہیں رکھتا۔

جس انجمن کی طرف سے مذکورہ بالا اشتہار شائع ہوا ہے اس کے متعلق جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ہے اس کی بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ یا تو یہ بالکل فرضی انجمن ہے یا ایسی گمنامی اور قعر مذلت میں پڑی ہوئی ہے کہ اس سے قبل کبھی اس کا نام سننے میں نہیں آیا۔ جس انجمن کی یہ حیثیت ہو اس کی طرف سے شائع ہونے والے کسی اعلان کی طرف ہمیں توجہ کرنے کی ضرورت نہ تھی، لیکن اس خیال سے کہ شائد اس اشتہار کے شائع کرنے میں در پردہ ان لوگوں کے ہاتھ ہوں جن کو مباہلہ کی دعوت دی گئی ہے، اس لئے یہ چند سطور شائع کر کے علمائے دیوبند وغیرہ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر وہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں اور اپنے حق پر ہونے کا ثبوت دینے کیلئے مباہلہ کو ایک ذریعہ یقین کرتے ہیں، تو چہرہ سے نقاب اتار کر سامنے آئیں ۔ جب مولوی حبیب الرحمٰن مددگار مہتمم مدرسہ نے ان لوگوں سے مباہلہ کے ذریعہ فیصلہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی تھی جنہوں نے علمائے دیوبند پر مولوی محمود حسن صاحب کے متعلق گورنمنٹ کے خلاف سازش میں شریک ہونے کی مخبری کرنے کا الزام لگایا تھا اور لکھا تھا کہ: جماعت معترضین جمع ہو جائے اور موافق شرائط و قواعد مباہلہ کرے جماعت دیوبند تیار ہے۔

تو پھر کیا وجہ ہے کہ علمائے دیوبند وغیرہ اپنے اسلام کا ثبوت دینے کے لئے ہمارے ساتھ مباہلہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے کیا ہم امید رکھیں کہ علمائے دیوبند وغیرہ توجہ کریں گے

(الفضل قادیان ۱۰ دسمبر ۱۹۱۸ء ص ۳۔۴)

اخبار الفضل قادیان ۱۰ جون ۱۹۱۹۔ کے صفحہ ۳۔۴ پر

علمائے دیوبند سے شرائط مباہلہ ومناظرہ کا تصفیہ

کے عنوان سے ذیل کا مضمون شائع ہوا۔

ہمارے اشتہار نمبر ۷ کا جواب علمائے دیوبند کی طرف سے ہمیں قریباً ایک ماہ کے بعد ایسے ایام میں پہنچا جب کہ سوء اتفاق سے تمام ہندوستان میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً ایک شورش پھیل رہی تھی جس کی طرف تمام لوگوں کی توجہ لگ گئی ان ناگوار حالات میں ہم نے جواب شائع کرنا مناسب نہ سمجھا لیکن اب جب کہ خدا کے فضل اور گورنمنٹ کی زبردست طاقت سے اندرونی شورش مٹ کر امن وامان قائم ہو گیا ہے تو ہم علمائے دیوبند کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اس وقت تک دیوبندی علماء کو مباہلہ کی طرف لانے کے لئے ہم نے جس قدر کوشش کی ہے اس کا پتہ ہمارے اشتہارات سے واضح طور پر لگ سکتا ہے۔ ہم نے ان کے لئے ہر طرح کی سہولتیں بہم پہنچانے میں حتی الامکان فراخ حوصلگی سے کام لیا ہے۔ لیکن افسوس انہیں نہ مباہلہ کی طرف آنا تھا، اور نہ اس وقت تک آئے ہیں۔ ہاں چونکہ جس چکر میں انہوں نے اپنے آپ کو ڈال لیا ہے اس سے نکل جانا بھی ان کے لئے مشکل ہو گیا ہے، اس لئے ان کے قائم مقام مولوی عبد السمیع صاحب نے یہ طریق اختیار کر رکھا ہے کہ خواہ ہماری طرف سے تصفیہ کی طرف لانے کے لئے کتنی ہی کوشش کی جائے، پھر بھی وہ کسی امر کے طے کرنے کی طرف ہرگز نہیں آتے۔ اور ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ روکیں پیدا کی جائیں۔

چنانچہ اس وقت کہ مباہلہ کی ابتدائی کارروائی کو شروع ہوئے ۹ ماہ سے زیادہ عرصہ ہونے کو ہے وہ انہیں باتوں میں الجھے پڑے ہیں جن کا یا تو ہماری طرف سے کبھی کا فیصلہ ہو چکا ہے، یا جو مناظرہ اور مباہلہ کے ذریعہ ہی طے ہو سکتی ہیں۔ مثلاً ان کی طرف سے آخری اشتہار جو ہمارے پاس پہنچا ہے، اس میں سب سے پہلے پھر ایڈیٹر الفضل کی قائم مقامی کے متعلق بحث شروع کر دی گئی ہے حالانکہ امام جماعت احمدیہ تمام ان مضامین کی تصدیق فرما چکے ہیں جو اڈیٹر الفضل نے اس وقت تک مباہلہ کے متعلق علمائے دیوبند کے مقابلہ میں لکھے ہیں اور آئندہ کے متعلق اعلان کر چکے ہیں کہ میں ہر ایک تحریر کو پڑھ کر اس پر تصدیق کروں گا۔

نہ معلوم اس سے بڑھ کر اڈیٹر الفضل کی قائم مقامی کی اور کیا تصدیق ہو سکتی ہے کہ مولوی عبد السمیع صاحب کو اطمینان حاصل ہی نہیں ہوتا۔ لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ یہ محض مباہلہ

سے بچنے کے لئے تضیع اوقات کیا جا رہا ہے اور جان بوجھ کر کسی امر کا فیصلہ نہیں ہونے دیا جاتا پھر حضرت مسیح موعود کے دعوی نبوت پر اپنے پہلے اعتراض کو نقل کر دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ کچھ اور اعتراض بھی پیش کئے گئے ہیں۔ یہ بھی صریح طور پر مباہلہ کو ٹالنے کی ایک چال ہے کیونکہ جب مباہلہ کے ساتھ ہی مناظرہ بھی تجویز ہو چکا ہے تو اعتراضات اس میں کئے جا سکتے ہیں۔ پھر مناظرہ اور مباہلہ کے شرائط طے کرتے ہوئے اعتراضات کا باب کھولنے کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ اصل معاملہ سے ہٹ کر سلسلہ تحریر اور طرف چلا جائے اور علمائے دیو بند مباہلہ و مناظرہ کے تلخ گھونٹ پینے سے بچ جائیں۔ ورنہ جب کہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی پر ہی مباہلہ ہونا ہے، اور نہ صرف مباہلہ ہوگا بلکہ مباحثہ میں آپ لوگوں کو اعتراضات پیش کرنے کا بھی موقعہ دیا جائے گا، تو پھر کیا وجہ ہے کہ مباہلہ اور مناظرہ کے شرائط طے ہونے سے قبل اعتراضات شروع کر دیئے جاتے ہیں۔ ہم آپ لوگوں کے اعتراضات سے گھبراتے نہیں، بلکہ بفضل خدا ہر وقت جواب دینے کیلئے تیار ہیں۔ اور آپ لوگوں کے عجیب وغریب عقائد پر اعتراضات کرنے بھی خوب جانتے ہیں۔ لیکن شرائط کے طے ہونے میں ان دونوں صورتوں کا اختیار کرنا ہم اس لئے مناسب نہیں سمجھتے کہ آپ لوگوں کو اصل معاملہ سے ہٹنے کا موقعہ نہ مل سکے، جسے آپ ڈھونڈھ رہے ہیں اور جس طرح بھی ہو سکے مباہلہ اور مناظرہ کی طرف لایا جائے یہی وجہ ہے کہ ہم بارہا آپ کو شرائط کے طے کرنے کی طرف متوجہ کر رہے ہیں اور شرائط کے طے ہونے کے بعد ہی اعتراضات پیش ہو سکتے اور ان کے جواب کوئی نتیجہ پیدا کر سکتے ہیں۔ مہربانی کر کے اس پر غور فرمایئے اور شرائط کے طے کرنے کی طرف آیئے۔ ورنہ یاد رکھئے اعتراض کرنا کوئی بہادری نہیں بلکہ مناظرہ اور مباہلہ سے پہلو تہی کرنیکی سعی ہے پس ہم اس مختصرسی تمہید کے بعد اصل شرائط کی طرف آتے ہیں اور ان پر دوسری بار جو تنقید کی گئی ہے اس کا جواب دیتے ہیں۔

شرط نمبر ا کے متعلق اگر چہ مولوی محمد احمد صاحب کو دیو بند سے تعلق رکھنے والے لوگوں میں وہ درجہ اور پوزیشن ہرگز حاصل نہیں ہے جو امام جماعت احمدیہ کو احمدی جماعت میں خدا کے فضل سے حاصل ہے، لیکن چونکہ ان کے متعلق یہ اقرار کر لیا گیا ہے کہ:

ان کا ہر ایک فعل تمام جماعت (دیو بند) کا فعل متصور ہوگا،

اس لئے ہم ان کو علمائے دیو بند کا قائم مقام تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ اگر زیادہ نہیں

تو خاص دیو بند میں جس قدر علماء رہتے ہیں وہ اپنے دستخطوں سے اس امر کا اعلان کر دیں کہ مولوی محمد احمد صاحب کا ہر فعل؛

ہم پر حجت ہوگا اور ان کی کامیابی یا ناکامی کو ہم اپنی کامیابی یا ناکامی سمجھیں گے

یہ ہم نے ایسی آسان صورت پیش کر دی ہے کہ جس کے بعد علماء دیو بند کو ہندوستان کے تمام گوشوں میں دیو بندی علماء کی تلاش کیلئے جانے کی ضرورت نہیں۔ نہ ہندوستان سے باہر حجاز یمن عراق وغیرہ میں ڈھونڈنے اور جزیرہ مالٹا کے نظر بند کو رہائی دلانے کی حاجت۔ وہاں مرکز میں جس قدر علماء موجود ہیں صرف انہی سے لکھوا دیجئے۔ امید ہے اس کے تسلیم کرنے میں آپ کو کوئی عذر نہیں ہوگا اور نہ کوئی نیا حیلہ تراشیں گے۔

شرط نمبر ۲ میں تقرر ثالث پر پھر زور دیا گیا ہے۔ مگر افسوس ثالث کے مقرر کرنے کے خلاف جو باتیں ہم نے پیش کی تھیں، یا تو ان پر غور نہیں کیا گیا یا جان بوجھ کو ناظرین کو غلطی میں مبتلاء کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم نے لکھا تھا کہ:

گو تقریروں کے سلسلہ کو اس قدر وسیع کرنے میں وقت بہت سا صرف ہوگا مگر چونکہ اصل غرض احقاق سے ہے اس لئے ہم اس امر کو بھی تسلیم کر لیتے ہیں لیکن چونکہ بالکل غیر محدود سلسلہ سے بھی خطرہ ہے کہ مناظرہ مباہلہ کی صورت اختیار ہی نہ کرے اور کوئی فریق بحث کو بے جا طول دیتا چلا جاوے، اس لئے اس کے لئے بھی کوئی روک تھام کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ تقریروں کو ایک یا دو کی تعداد میں محدود رکھا جاوے۔ بلکہ اس وقت تک اس سلسلہ کو لمبا کیا جاوے جب تک مدعی یہ نہ کہدے کہ اب فریق ثانی باوجود دلائل بینہ کے ضد کر رہا ہے اور یہی رسول کریم ﷺ کے وقت میں ہوا۔ آپ ﷺ نے وفد نجران سے گفتگو کرتے کرتے آخر ایک وقت پر قرار دیا کہ اب یہ لوگ ضد پر آ گئے ہیں اور ان پر سوائے مباہلہ کے اور کوئی چارہ نہیں۔

ہماری اس تحریر کے ایک حصہ کا یہ مطلب نکالا گیا ہے کہ؛

جب مرزا محمود صاحب یہ فرما دیں گے کہ اب علمائے دیو بند ضد پر اتر آئے اور ہار مان گئے تو ان کو اپنی ہار ماننی پڑے گی۔

حالانکہ ہماری اس شرط میں ہار جیت کا کوئی سوال ہی نہیں ہے، بلکہ یہ شرط تو صرف مناظرہ کو ختم کر کے مباہلہ کی نوبت لانے کے لئے ہے، اور اسی طریق پر ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے وفد

نجران سے گفتگو ختم کر کے اسے مباہلے کی طرف بلایا تھا۔

اس سے آپ کا یہ سمجھنا کہ ہم علمائے دیو بند کو کہدیں گے کہ تم ہار گئے اور انہیں اپنی ہار ماننی پڑے گی، عجیب خوش فہمی ہے۔ ہمارے کہدینے سے علمائے دیو بند کا ہار مان لینا تو الگ رہا ہم تو سمجھتے ہیں کہ اگر وہ خود بھی اپنی ہار سمجھ لیں تو بھی اس کا مان لینا ان کے لئے محال ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ ہم ان سے مباہلہ کر کے فیصلہ کو اس احکم الحاکمین کے سپرد کرنے پر زور دے رہے ہیں جس کے فیصلہ سے کوئی شخص کسی حیلہ یا بہانے سے بچ نہیں سکتا ورنہ اگر ہم یہ سمجھتے ہوں کہ علمائے دیو بند ہمارے صرف اتنا کہدینے سے کہ آپ لوگ حق کے مقابلہ سے ہار گئے ہیں یا دلائل اور براہین کے ذریعہ سے اس بات کو ثابت کر دینے سے کہ وہ حق پر نہیں اپنی ہٹ دھرمی سے باز آجائیں گے تو پھر ہمیں مباہلہ کے لئے انہیں مجبور کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ چونکہ ہمارے نزدیک وہ اس حد سے گذر چکے ہیں کہ مناظرہ اور مباحثہ سے حق کو تسلیم کر لیں، اسی لئے تو ہم مباہلہ کے ذریعہ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔

پس علمائے دیو بند کو یہ بات نوٹ کر لینی چاہیے کہ ان کے ساتھ ہم حق و باطل کا فیصلہ مباہلہ کے ذریعہ کرنا چاہتے ہیں، نہ کہ مناظرہ کے ذریعہ۔ اور مناظرہ ایک ضمنی بات ہے جو انہیں مباہلہ کی طرف لانے کے لئے ان کی خواہش سے اختیار کی گئی ہے۔ اس لئے ہماری کسی تحریر کا یہ مطلب بیان کرنا کہ ہم کہدیں گے کہ تم ہار گئے تو تمہیں اپنی ہار ماننی پڑے گی، بالکل غلط اور نادرست ہے۔ آپ لوگ اس بودی آڑ کے پیچھے اپنے آپ کو نہ چھپائیں اور مباہلہ سے بچنے کے لئے ایسے کچے عذرات پیش نہ کریں۔

اسی شرط میں ہم نے رسول کریم ﷺ کی نظیر پیش کر کے جو یہ بتایا تھا کہ آپ نے کسی ثالث کے یہ فیصلہ دینے پر کہ وفد نجران محض عناد و تعنت یا ناجائز بدتہذیبی، پر اتر آیا ہے، انہیں مباہلہ کے لئے نہیں فرمایا تھا بلکہ جب گفتگو کرتے کرتے دیکھا کہ وہ لوگ ضد پر آگئے ہیں تو مباہلہ کے لئے کہا اس کے متعلق لکھا گیا ہے کہ:

شائد آپ کو یاد نہیں رہا کہ نبی کریم ﷺ نے جس وقت یہ قرار دیا ہے اس وقت خود وفد نجران کا سب سے بڑا اہل الرائے عبدالمسیح اپنی جماعت سے بے تو ریہ یوں کہہ رہا تھا کہ

و اللہ یا معشر النصاری لقد عرفتم ان محمداً لنبی مرسل و لقد جاء کم بالفصل من خبرصا حبکم و لقد علمتم انہ ما لا من قوم نبیا قط فبقی کبیر

هم و لا نبت صغیر هم و انه الا ستیصال منکم ان فعلتم۔
اے گروہ نصاری قسم ہے خدا کی تم بے شک جانتے ہو کہ محمد نبی مرسل ہیں اور تمہارے صاحب (عیسی) کی جو خبر لائے ہیں وہ قول فیصل ہے اور تم خوب جانتے ہو کہ کسی قوم نے کبھی کسی نبی سے مباہلہ نہیں کیا جس کے بعد اس قوم میں کا کوئی بڑا آدمی باقی رہا ہو، یا کوئی چھوٹا بچہ نشو ونما پا سکا ہو۔ اور بلا شبہ اگر تم مباہلہ کرو گے تو بیخ و بنیاد سے تباہ ہو جاؤ گے۔
پس اگر آپ اپنے مخالفین کو وفد نجران سے تشبیہ دیتے ہیں تو یہ ثابت کرنا بھی آپ کا فرض ہوگا کہ آپ کے مخالف بھی اس درجے میں پہنچ چکے ہیں کہ وہ اپنی مجلسوں میں علانیہ آپ کے مسیح موعود کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔
سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی عبدالسمیع صاحب کا عبدالمسیح کے اس قول کو پیش کرنے سے کیا مطلب ہے۔ اس سے اس بات کی تو ذرا بھی تردید نہیں ہوتی جو ہم نے پیش کی ہے۔ یہ تو کہا نہیں جا سکتا کہ رسول کریم ﷺ ایسی حالت میں ان سے مباہلہ کرنا چاہتے تھے جب کہ وہ آپ کی نبوت اور رسالت کا اقرار کر رہے تھے بلکہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جب انہیں مباہلہ کے لئے بلایا تو چونکہ انہوں نے آپ کی نبوت اور رسالت کا اقرار کر لیا اور حضرت مسیح کے متعلق آپ جو فرماتے تھے اسے صحیح تسلیم کر لیا اس لئے ان سے مباہلہ نہ ہوا۔
پس اس روایت کی رو سے ہمیں یہ ثابت کرنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے کہ ہمارے مخالف (علمائے دیوبند) اس درجے میں پہنچ چکے ہیں کہ وہ اپنی مجلسوں میں علانیہ حضرت مسیح موعود کی نبوۃ کا اقرار کرتے ہیں کیونکہ اگر یہ ثابت کر دیا جائے تو پھر اس کے بعد مباہلہ کیسا۔
مولوی عبدالسمیع صاحب ذرا غور وفکر سے کام لے کر بتائیں، یہ انہوں نے کیا لکھ دیا کہ پہلے ہم سے اپنے مسیح موعود کی نبوت کا بے تور یہ اقرار کرا لو اور پھر مباہلہ کرو۔ ہم علمائے دیوبند سے مباہلہ اس لئے تو نہیں کرنا چاہتے کہ وہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کے قائل ہیں بلکہ اس لئے کرتے ہیں کہ منکر ہیں۔ پس ہمیں ضرورت نہیں کہ مباہلہ کرنے کے لئے ان کے متعلق یہ ثابت کریں کہ وہ حضرت مسیح موعود کی نبوت کے قائل ہیں۔ ہاں اگر وہ مباہلہ سے بچنا چاہتے ہیں تو مباہلہ کرنے کے وقت اسی طرح حضرت مسیح موعود کی نبوت کا اقرار کر لیں جس طرح وفد نجران کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اس صورت میں ہم بھی ان سے مباہلہ نہیں کریں گے۔
باقی رہا یہ کہ مباہلہ کے معاملہ میں رسول کریم ﷺ کے منصب کے وارث علمائے دیوبند ہیں یا

ہم، اس کے متعلق یادرہنا چاہیے کہ جس طرح نصاری خدا تعالی کی اس وحی کے منکر تھے جس کی رو سے رسول کریم ﷺ اپنے آپ کو خدا کا رسول اور حضرت مسیح کو عبداللہ کلمۃ اللہ روح اللہ اور خدا کا رسول قرار دیتے تھے اسی طرح علمائے دیو بند خدا تعالی کی اس وحی کے منکر ہیں جس کی رو سے حضرت مرزا صاحب اپنے آپ کو خدا کا نبی رسول اور مسیح موعود سمجھتے تھے اور حضرت مسیح کو وفات یافتہ زمین میں مدفون نہ کہ آسمان پر جسم عنصری سے موجود فرماتے تھے۔

پس علمائے دیو بند کے نصاری کے منصب اور پوزیشن پر ہونے میں ذرا بھی کلام نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ خود مولوی عبدالسمیع صاحب عبدالمسیح کا قول نقل کر کے ہمیں کہہ چکے ہیں کہ ہم علمائے دیو بند کی نسبت وہی امر ثابت کریں جو نصاری میں رسول کریم ﷺ کے مقابلہ میں پایا جاتا تھا اس سے ظاہر ہے کہ وہ اپنے آپ کو نصاری کے مقام پر ہی سمجھتے ہیں پس یہ حق ہمیں بھی حاصل ہے کہ جس وقت ہم دیکھیں کہ علمائے دیو بند ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے ہیں اس وقت مباہلہ کے لئے کہہ دیں اور انہیں مباہلہ کرنے سے کوئی چارہ نہ رہے

ثالث کی تجویز کے متعلق جو ہم نے یہ لکھا تھا کہ: رسول کریم ﷺ کے بعد بھی اس امت میں مباہلے ہو چکے ہیں اور ان میں آج تک ایسا نہیں ہوا کہ وضوح حق کے لئے کوئی اور حکم بٹھایا جاوے۔،

اس کے جواب میں کہا گیا ہے کہ اگر رسول کریم اور آپ کی امت کے علماء نے کبھی کوئی ثالث اور حکم نہیں بٹھلایا تھا، تو کیا دوسری شرطیں مثلاً پانچ ہزار روپیہ جرمانہ یا پولیس کا انتظام یا داخلہ بذریعہ ٹکٹ وغیر کرایا تھا۔

اس کا ایک جواب تو وہی ہے جو ہماری طرف سے خود دے دیا گیا ہے کہ، ان سب امور کی اس وقت ضرورت نہ تھی۔ اور دوسرا یہ کہ یہ سب امور ایسے ہیں جو بآسانی عمل میں لائے جاسکتے ہیں لیکن اصولی مسائل کے تصفیہ کے لئے ثالث کا تقرر ایسا محال ہے کہ نہ کبھی ہوا ہے اور نہ ہوسکتا ہے، اس لئے اس پر زور دینا بالکل فضول ہے۔

ہماری جماعت کی طرف سے آج تک کسی اصولی دینی مسئلہ کے متعلق کوئی ثالث نہیں مقرر کیا گیا اور نہ اب مقرر ہوسکتا ہے۔ آپ کا اس پر بار بار زور دینا صاف ظاہر کرتا ہے کہ نہ کوئی ثالث مل سکے گا اور نہ مباہلہ کی نوبت آئے گی۔ ورنہ جب اس وقت تک کبھی کسی مباحثہ میں اصولی دینی مسائل کے تصفیہ کے لئے ثالث مقرر نہیں کیا گیا تو اب کس طرح ہوسکتا ہے۔ آپ

مہربانی کر کے اس طرح اپنی جان نہ چھڑائیے اور جو طریق مباہلہ کرنے کا ہے اس کے مطابق مباہلہ کیجئے۔

باقی رہی مناظرہ میں تقریروں کی ترتیب، اس کے لئے شق نمبر (الف) صرف یہیں تک محدود ہے کہ، پہلے علمائے دیوبند کا قائم مقام حضرت مرزا صاحب کے دعوی نبوت اور مسیحیت کے متعلق جو ثبوت اور دلائل حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کی طرف سے پیش ہو چکے ہیں ان کی تردید کرے گا اس کے بعد جماعت احمدیہ کا مسلمہ قائم مقام اس کے خلاف تقریر کرے گا اگر اس کے بعد بھی علمائے دیوبند اپنے خیالات پر مصر ہوں تو اسی وقت اسی مقام پر حضرت مرزا صاحب کی مسیحیت اور نبوت پر فریقین میں مباہلہ ہوگا۔

یعنی یہ شق صرف دو تقریروں کے لئے مجوز تھی لیکن چونکہ آپ نے اسکو منظور نہیں کیا اس لئے آپ کا کوئی حق نہیں ہے کہ اس میں بیان کردہ ترتیب ہم سے منوائیں۔ ہاں اگر اب بھی آپ بعینہ اسے منظور کر لیں تو ہم اسی ترتیب کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ ورنہ بصورت دیگر وہی ترتیب رہے گی جو آپ کی طرف سے اس شرط کو بدل دینے کی صورت میں ہماری طرف سے اشتہار نمبرے میں پیش کی گئی ہے۔ اور تحریریں اسی طریق سے طرفین کو پہنچائی جائیں گی جو ہم نے پیش کیا ہے۔ اس کے متعلق آپ کا یہ کہنا نہایت مضحکہ خیز ہے کہ اگر اس سلسلہ مناظرہ میں دو ماہ لگ گئے تو عام شرکاء ٹھہر نہیں سکیں گے۔ کیا یہ بات آپ کو اس وقت یاد نہ تھی جب کہ اس مناظرہ کے متعلق آپ نے یہ لکھا تھا کہ:

ضرور ہے کہ جب تک اتمام حجت واضح طور پر نہ ہو جائے اس وقت تک دلائل سننے اور جوابات سنانے کا سلسلہ منقطع نہ ہو۔

ان الفاظ سے تو ظاہر ہے کہ پہلے آپ ایسا مناظرہ کرنے پر آمادہ اور تیار تھے جن کا سلسلہ اس وقت تک منقطع نہ ہو، جب تک اتمام حجت واضح طور پر نہ ہو جائے۔ پھر اب آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ وضوح حق کے لئے دو ماہ تک کے لئے بھی مناظرہ کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور عام لوگوں کا عذر پیش کر کے پہلو تہی کر رہے ہیں ہمارے نزدیک تو اگر دو ماہ کے عرصہ میں واضح طور پر اتمام حجت ہو جائے تو بھی بہت خوشی کی بات ہے اور ہر ایک وہ شخص جو حق اور باطل میں کھلا کھلا فیصلہ دیکھنے کا متمنی ہے وہ نہایت خوشی کے ساتھ اتنا عرصہ مناظرہ میں شمولیت اختیار کر سکتا ہے لیکن جو شخص صرف تماشا دیکھنے کے طور پر شامل ہونا چاہتا ہے اور دو

ماہ میں چند دن بھی دین کے لئے دینے کے لئے تیار نہیں ہے اس کا مناظرہ میں داخل ہونا نہ ہونا مساوی ہے ایسے لوگوں کے نہ شامل ہونے کی کوئی پرواہ نہیں ہونا چاہیے اور ان کی وجہ سے مناظرہ کو اس رنگ میں تبدیل نہیں کیا جا سکتا جس سے پورے طور پر اتمام حجت نہ ہو جائے پس تحریری مناظرہ اسی صورت میں کامیابی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے جو پیش کی گئی ہے ساتھ کے ساتھ بیٹھ کر بہت محدود وقت میں اول تو اس تحقیق کے ساتھ لکھنے کی گنجائش نہیں ہوتی جس کی اتمام حجت کے لئے ضرورت ہے دوسرے عوام کا اس عرصہ میں بے کار بیٹھے رہنا بہت مشکل ہے اور اگر وہ بیٹھے بھی رہیں تو ان کا شور وغل اور باتیں کرنا لکھنے والوں کے لئے سخت بدمزگی اور حرج کا موجب ہوسکتا ہے اس لئے مناسب یہی ہے کہ جلسہ میں سنانے کے لئے تحریریں اطمینان کے ساتھ قیام گاہ سے لکھ کر لائی جائیں اور وقت مقررہ پر حاضرین کو سنا دی جائیں پھر اجتماع کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ جو لوگ طرفین سے مباہلہ میں شامل ہونے والے ہیں ان میں سے کوئی سننے سے محروم نہ رہ جائے اور یہ عذر نہ کر سکے کہ میں نے تو فلاں تحریر پڑھی ہی نہیں تھی پس چونکہ گھر بیٹھ کر مناظرہ کرنے کی صورت میں ہمارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے کہ جس سے ہر ایک مباہلہ میں شامل ہونے والے کو اپنی تحریر پڑھنے پر مجبور کر کے اس پر اتمام حجت کر سکیں اس لئے اجتماع ضروری ہے۔

شرط نمبر ۳ کے متعلق: ہمارے نزدیک لدھیانہ ایسا مقام ہے جو فریقین کے لئے مناسب ہے اگر آپ کے خیال میں اس سے بہتر کوئی اور ایسا مقام ہو جہاں یہ شرط اس سے بہتر صورت میں پوری ہوسکتی ہو، تو وہ پیش کریں۔

شرط نمبر ۶ کے متعلق: جلسہ میں داخلہ کے لئے ٹکٹوں کا ہونا نہایت ضروری ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ اور جلسہ میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہو سکے گا جس کے پاس طرفین میں سے کسی طرف کا ٹکٹ نہیں ہوگا تا کہ کسی قسم کی کوئی خلاف امن کارروائی نہ ہونے پائے۔

آپ کے یہ الفاظ، کہ فریقین کے عام شرکاء جلسہ اپنی ہر ایک حرکت کے خود ذمہ وار ہوں گے، ظاہر کرتے ہیں کہ آپ کچھ ایسے لوگوں کو بھی جلسہ میں شامل کرنا چاہتے ہیں جن کی حرکات کے آپ خود ذمہ دار نہیں بننا چاہتے۔ گویا ان کے شامل کرنے کی غرض ہی یہ ہوگی کہ جلسہ میں بدامنی اور شورش پیدا کریں۔ آپ لوگوں کے اسی قسم کے ارادوں کی وجہ سے تو ضرورت ہے کہ داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہو اور ہر فریق جس کو ٹکٹ دے کر داخل کرے اس کی حرکات کا ذمہ وار ہو۔

ہاں جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں جس قدر افراد کوئی فریق داخل کرنا چاہے اسی قدر وہ دوسرے فریق سے ٹکٹ لے سکے گا۔

شرط نمبر ۱۰ کے متعلق: تصفیہ شرائط کیے بعد معاطرفین ایک دوسرے کو ان لوگوں کی فہرست دے دیں گے جو مباہلہ کرنے والوں میں شامل ہوں گے۔

شرط نمبر ۱۱ کے متعلق: اس شرط میں کسی فریق کے حاضر نہ ہونے یا حاضر ہو کر تقریروں کے بعد بغیر اس کے کہ دوسرے فریق کے اعتقادات کے ساتھ اتفاق کرے مباہلہ کرنے سے انکار کرنے پر جو پانچ ہزار روپیہ جرمانہ ادا کرنا رکھا گیا ہے وہ طرفین کے لئے مساوی اثر رکھتا ہے اس لئے اس کی تعیین میں آپ کو کوئی عذر نہیں ہونا چاہیے۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ اگر:

کسی فریق کو پانچ ہزار روپیہ کے مصارف برداشت کرنے پڑے تو کیا پانچ ہزار روپیہ میں اتنی بڑی کامل اور دائمی فتح کچھ گراں ہے اور کیا یہ فتح عظیم ان چند دراہم بخسہ کے نقصان کے لئے کافی نہیں ہے۔،

اس کے متعلق گذارش ہے کہ ایک فریق کا مباہلہ کرنے سے انکار کر دینا دوسرے فریق کے لئے کامل اور دائمی فتح کا نشان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس انکار کے ساتھ کچھ گرہ سے نہ نکالنا پڑے اور اصل بات تو یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مخالفین اسی چیز کو سب سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں جس کو کہنے کو تو چند دراہم بخسہ، کہہ رہے ہیں لیکن اس کی ادائیگی کے خیال سے ہی کانپ رہے ہیں۔ پس مباہلہ کی کارروائی کو انجام تک پہنچانے کے لئے ہمارے نزدیک ضروری ہے کہ ہم اسی چیز کی کفالت رکھیں جو ان کے نزدیک سب سے زیادہ قابل قدر ہے اور جس کی کفالت کے بعد کسی دھوکے کا خطرہ نہ رہے۔ اس لئے اس شرط کے متعلق کوئی ترمیم منظور نہیں کی جاسکتی

شرط نمبر ۱۵ کے متعلق: ہمارے خیال میں مباہلہ کے نتیجہ میں سنت رسول اللہ ﷺ سے کسی خاص قسم کے عذاب کی تعیین نہیں ہوتی۔ ہاں وہ عذاب ایسا ہوگا جس میں فریق مخالف کے کسی منصوبہ کا دخل نہ ہو۔ اس کے لئے ایک سال کی میعاد ہم اس لئے قرار دیتے ہیں کہ ان روایات کے متعلق جو رسول کریم سے بیان کی گئی ہیں ہمارے حضرت مسیح موعود کو الہامی طور پر ایک سال کی مدت بتلائی گئی ہے۔ اب آپ اس کے متعلق جو کچھ رسول کریم ﷺ سے سمجھتے ہوں وہ پیش کریں۔

اخیر میں ہم آپ کے اس مشورہ کے متعلق کہ:

فریقین کے وکلاء جمع ہو کر شرائط پر مفصل بحث کر لیں اور مزید سہولت کے لئے کوئی غیر جانبدار ثالث شرائط وغیرہ کا فیصلہ دینے کے لئے تجویز کیا جائے پھر جو امر منقح ہو اس پر فریقین کے دستخط ہو جائیں اور شائع ہو کر مناظرہ اور مباہلہ کی تاریخیں فوراً معین کر دی جائیں۔

یہ کہنا چاہتے ہیں کہ فریقین کے وکلاء کے جمع ہو کر شرائط پر مفصل بحث کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک زبانی اور دوسری تحریری۔ اب اگر زبانی گفتگو ہو اور اس طرح شرائط کا تصفیہ نہ ہو سکے اور نہ کوئی امر منقح ہو کر فریقین کے اس پر دستخط کرنے کی نوبت آئے تو اس زبانی گفتگو کے متعلق پبلک کو یہ بتانا مشکل ہو جائے گا کہ کس فریق نے شرائط طے کرنے سے عملاً پہلوتہی کی کیونکہ جب تمام کی تمام گفتگو زبانی ہو گی تو پہلوتہی کرنے والا فریق اس کے متعلق جو چاہے بیان کر سکتا ہے اور جس طرح اپنے مفید مطلب سمجھے واقعات کو توڑ مروڑ سکتا ہے۔ پس زبانی گفتگو کرنے میں تو یہ خدشہ ہے اور یہ اتنا بڑا خدشہ ہے جو ہرگز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اور اگر تحریری طور پر شرائط کا تصفیہ ہو، تو پھر اس کے لئے فریقین کے وکلاء کی کسی ایک مقام پر اجتماع کی ضرورت نہیں۔ اس طرح تو کارروائی ہو ہی رہی ہے۔ اب اس سلسلہ کو بدلنا ان لوگوں کے لئے بڑا سخت ناگوار ہو گا جو نہایت دل چسپی کے ساتھ شروع سے لے کر اب تک طرفین کے اشتہارات کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ پس شرائط کے تصفیہ کے لئے یہی طریق موزوں اور مناسب ہے جس پر اس وقت تک عمل ہو رہا ہے۔

ہم شروع سے لے کر اس وقت تک بہت سی رعایتیں اس لئے دے رہے ہیں اور آسانیاں اس لئے بہم پہنچا رہے ہیں کہ آپ کو کسی نہ کسی طرح مباہلہ کی منزل تک لے جائیں اور اس اشتہار میں بھی آپ دیکھیں گے کہ جلدی کسی نتیجہ تک پہنچنے کے لئے ہم نے کس قدر فراخ حوصلگی سے کام لیا ہے۔ آپ بھی مہربانی کر کے گفتگو کو بے جا طول نہ دیجئے تا کہ دنیا کے لئے حق و باطل میں امتیاز کرنے کا موقعہ بہم پہنچ سکے۔

اگر چہ اس وقت تک ہمارے مقابلہ میں آپ نے جو روش اختیار کر رکھی ہے اس سے خیال نہیں کیا جا سکتا کہ آپ لوگ بآسانی مباہلہ کی طرف آئیں گے۔ لیکن یاد رکھئے ہم اس وقت تک آپ کا تعاقب کئے جائیں گے جب تک آپ یا تو مباہلہ کرنے کے لئے مجبور ہو جائیں یا اپنے عجز کا اعتراف کر لیں

خاکسار غلام نبی اڈیٹر الفضل دارالامان قادیان ضلع گورداسپور

میں اس مضمون کی تصدیق کرتا ہوں۔ مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی یکم جون ۱۹۱۹ء
(الفضل قادیان ۱۰ جون ۱۹۱۹ء ص ۳۔۷)

الفضل ۱۶ ستمبر ۱۹۱۹ء کے صفحہ ۳۔۶ پر ذیل کا مضمون شائع ہوا:

علمائے دیو بند مباہلہ سے بچنے کے لئے کسی قسم کی حیل وحجت سے کام نہ لیں

اور جلد مفہوم مباہلہ کی تشریح اور اثر مباہلہ کی نوعیت شائع کریں

تین ماہ سے زیادہ عرصہ کے صلاح مشورہ اور سوچ بچار کے بعد علمائے دیو بند کی طرف سے ہمارے اشتہار نمبر ۸ مورخہ یکم جون ۱۹۱۹ء کا جواب ۸ ستمبر ۱۹۱۹ء کو ہمیں موصول ہوا ہے۔ اس میں جہاں حسب معمول لفظی بحثوں میں پڑ کر وقت ضائع اور کاغذ سیاہ کیا گیا ہے، وہاں خوشی اور مسرت کی بات ہے کہ مباہلہ تک پہنچنے کے لئے بہت سا راستہ طے کرتے ہوئے ان شرائط مباہلہ کو جن کا ہماری طرف سے مدت ہوئی فیصلہ ہو چکا ہے اگر طوعاً نہیں تو کرہاً منظور کر لیا گیا ہے۔ چونکہ ہماری غرض علمائے دیو بند کو مباہلہ کی طرف لانا ہے، نہ کہ بے فائدہ باتوں میں پڑ کر وقت ضائع کرنا، جیسا کہ اس وقت تک کے ہمارے اشتہارات کو پڑھنے والے اہل نظر اصحاب سے پوشیدہ نہیں ہے، اس لئے ہم ان سب باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے جو محض اشتہار کو طول دینے کی غرض سے لکھی گئی ہیں، اور جن میں پڑنے کا کچھ بھی نتیجہ نہیں نکل سکتا، اصل امر کے متعلق مختصر طور پر لکھنا چاہتے ہیں تا کہ جلدی مباہلہ قرار پا سکے۔

جو اصحاب علمائے دیو بند کی طرف سے شائع ہونے والے اشتہارات کا مطالعہ کرتے رہے ہیں وہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان اشتہارات میں سارا زور مباہلہ کی بجائے مناظرہ پر ہی صرف کیا جاتا تھا جسے ہم نے بھی بڑی خوشی کے ساتھ منظور کر لیا تھا اور مباہلہ کے ساتھ اس کے شرائط بھی طے ہو رہے تھے لیکن اب یہ بات نہایت ہی حیرت اور تعجب سے سنی جائے گی کہ علمائے دیو بند اپنے آخری اشتہار میں مناظرہ کو غیر ضروری قرار دے کر صرف مباہلہ پر آمادہ ہو گئے ہیں اور صاف الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ :۔ ہم بغیر مناظرہ ہی مباہلہ کے لئے آمادہ ہیں۔ جماعت قادیان بھی اب مناظرہ کے خدشہ کو دل سے نکال کر اس مباہلہ کے لئے تیار ہو جائے جس کے لئے بلا عاقبت بینی نہایت بہادری اور جرأت علی اللہ کے ساتھ آمادگی ظاہر کرتے ہیں،

ہمارے دل میں خدا کے فضل سے مناظرہ کا خدشہ نہ کبھی پہلے پیدا ہوا ہے اور نہ اب پیدا ہو سکتا ہے چنانچہ ہم نہایت جلی الفاظ میں عرصہ ہوا لکھ چکے ہیں کہ:

ہم مباہلہ اور مناظرہ دونوں کے لئے تیار ہیں (دیکھو ہمارا اشتہار نمبر ۷)

اور اب بھی علی الاعلان یہی کہتے ہیں لیکن اگر علمائے دیو بند خود تجویز کردہ مناظرہ سے اب عاقبت اندیشی کے خیال سے بچنا چاہتے ہیں، تو ہمیں بھی اس پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں۔ اور پھر اس صورت میں جب کہ وہ اعلان کر چکے کہ علمائے دیو بند نے بطریق اپنی ذاتی تحقیق کے حضرت مسیح موعود کے متعلق پہلے سے جو فیصلہ کیا ہوا ہے کہ آپ نعوذ باللہ کافر ہیں اس پر وہ، اس وقت تک علی وجہ البصیرۃ قائم ہیں، مناظرہ کی چنداں ضرورت بھی نہیں۔ پس ہم علمائے دیو بند کو مباہلہ سے قبل مناظرہ کرنے کے لئے مجبور نہیں کرنا چاہتے۔

اور جس طرح وہ کہتے ہیں اسی طرح کرنے کے لئے تیار ہیں لیکن اگر وہ مناظرہ کی طرف پھر رجوع کرنا چاہتے ہوں، تو ہم بھی اپنے پہلے اعلانوں کے مطابق ان سے مناظرہ کرنے پر تیار ہیں، بشرطیکہ کوئی ایسی صورت وہ منظور کر لیں جس سے مناظرہ کے بعد مباہلہ ضرور ہو جائے ایسی ہر ایک معقول صورت ہمیں منظور ہو گی۔

اب رہا مباہلہ، اس کی شرائط علمائے دیو بند کی طرف سے مان لینے کی ہمیں اس قدر خوشی اور مسرت ہوئی کہ ہم بیان نہیں کر سکتے۔ کاش! علمائے دیو بند کے قائم مقام پہلے ہی جرأت اور دلیری سے کام لیتے تا شرائط کے منوانے میں ہمارا نہ تو اس قدر وقت ضائع ہوتا اور نہ اس قدر تکلیف اٹھانی پڑتی۔

شرائط کی منظوری پر خوشی کا اظہار کرنے کے بعد ہم یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ شرط نمبر ۱۱ کے متعلق (جو کہ علمائے دیو بند کے حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارے نزدیک نہائت ضروری اور اہم ہے) ہماری نسبت جو یہ لکھا گیا ہے کہ: ہمیں اس کی ضرورت نہیں کہ آپ سے پانچ ہزار روپیہ جمع کرائیں۔

اس کے لئے ہم نہایت ہی شکر گذار ہیں، لیکن آپ لوگوں کے نہیں بلکہ اس خدا تعالی کے جس نے ہماری راست بازی اور دیانت داری کو دنیا پر اس قدر واضح اور نمایاں کر دیا ہے کہ آپ ایسے مخالفین بھی ہم پر بھروسہ اور اعتماد کرنے کیلئے تیار اور آمادہ ہیں۔ الحمد لله علی ذلك

شرائط مباہلہ کی منظوری کا اعلان کرنے کے بعد دو ایسے امر ہمارے ذمہ لگائے گئے ہیں جن کو

دیکھ کر خدشہ پیدا ہوتا ہے کہ انہی کے طے کرنے میں سارا کیا کرایا ضائع نہ ہو جائے۔لیکن ہم ان کے تصفیہ کا نہایت آسان طریق پیش کرتے ہیں اگر علمائے دیوبند فی الواقعہ مباہلہ کے لئے تیار ہیں اور نیک نیتی کے ساتھ شرائط کو منظور کرنے کا انہوں نے اعلان کیا ہے تو امید ہے وہ بہت جلدی اس طریق پر کاربند ہوکر مباہلہ کرلیں گے۔

امر اول: ہمارے ذمہ یہ لگایا گیا ہے کہ:

مفہوم مباہلہ کی تشریح حسب اصول مرزا صاحب کردے جس کی تشریح کے بدون مباہلہ اپنے حقیقی معنی میں منعقد نہیں ہوسکتا۔

دوم یہ کہ:

اثر مباہلہ کی نوعیت کو ایسی طرح بیان کردے جس سے اس کا فیصلہ کن ہونا معلوم ہو جائے۔

ان کے متعلق اول تو یہ دریافت طلب امر ہے کہ جب مباہلہ فریقین کے لئے مساوی حیثیت رکھتا ہے، تو ان امور کو صرف ہمارے ہی ذمہ کیوں لگایا گیا ہے۔کیا جس طرح ہم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں اور اپنے مخالفین پر اثر مباہلہ مترتب ہونے کا یقین رکھتے ہیں، اسی طرح علمائے دیوبند اہل حق ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے۔اور ہم پر مباہلہ کا اثر ہونے کا خیال نہیں رکھتے ہیں۔اور اگر رکھتے ہیں جیسا کہ ان کے اشتہار نمبر ۶ میں ان کا اپنے آپ کو رسول کریم ﷺ کے منصب کا وارث اور ہمیں نصاری نجران کے مشابہ ٹھہرانے سے ظاہر ہے، تو ان امور کی تشریح کرنا جس طرح ہمارے لئے ضروری ہے اسی طرح خود ان کے لئے بھی ضروری ہے۔

پس جب کہ انہوں نے ان امور کی تشریح ضروری سمجھی ہے اور انکے نزدیک اس کے بغیر مباہلہ اپنے حقیقی معنی میں منعقد ہی نہیں ہوسکتا، تو ان کا فرض تھا کہ بات کو طوالت سے بچانے کے لئے پہلے خود ان دونوں امروں کی تشریح کرتے، اور پھر ہم سے مطالبہ کرتے۔

لیکن تعجب ہے ایک طرف تو وہ خود خاموشی اختیار کر کے ہم سے ایسے امور کی تشریح کا مطالبہ کرتے ہیں جن کے بغیر بقول ان کے مباہلہ حقیقی معنوں میں منعقد ہی نہیں ہوسکتا اور دوسری طرف اسی مضمون کو، تمام مباحث کو ختم کر کے آخر مرحلہ مباہلہ تک پہنچا دینے والا، قرار دیتے ہیں۔چونکہ ہم کسی مزید مباحثہ کا باب نہیں کھولنا چاہتے اس لئے ایک آسان طریق پیش کرتے ہیں اور وہ یہ کہ جب کہ علمائے دیوبند کو ان امور کی تشریح وتوضیح کی ضرورت پیش آئی ہے، تو پہلے وہ خود مفہوم مباہلہ کی تشریح اپنے اصول کے مطابق کریں۔نیز اثر مباہلہ کی نوعیت کو ایسی

طرح بیان کر دیں جس سے اس کا فیصلہ کن ہونا معلوم ہو جائے۔ اس کے متعلق انہیں اختیار ہو گا کہ جو چاہیں لکھیں۔ ہم اس اشتہار کے جواب میں ان کے بیان پر جرح وتنقید کر کے بات کو طول نہ دیں گے، بلکہ جس دن وہ اشتہار ہمارے پاس پہنچے گا اس سے تین دن کے اندر اندر ہمارے نزدیک جو مفہوم مباہلہ کی تشریح اور اثر مباہلہ کی نوعیت ہے، اسے چھاپ کر ان کی خدمت میں بھیج دیں گے۔ اگر ہمارے بیان کو انہوں نے تسلیم کر لیا تب تو کچھ بحث کی ضرورت نہ رہے گی اور اگر انہوں نے اس کو قبول نہ کیا بلکہ اس پر معترض ہوئے تو ہم بھی مجبوراً مفہوم مباہلہ واثر مباہلہ مطابق عقائد فریقین پر کچھ لکھنے کے لئے مجبور ہوں گے۔ ہم اپنے اسی اشتہار میں جس میں اثر مباہلہ اور مفہوم مباہلہ کی تشریح کریں گے اور یہ بھی لکھ دیں گے کہ علمائے دیوبند اپنا پانچ ہزار روپیہ بطور ضمانت کس شخص کے پاس جمع کرائیں

پس علمائے دیوبند کو چاہیے کہ جس قدر جلدی ہو سکے مفہوم مباہلہ اور اثر مباہلہ کو جو ان کے نزدیک رونما ہونا چاہیے، بیان کر دیں تاکہ جلدی یہ امور طے ہو کر مباہلہ قرار پا سکے۔

<u>شرائط مباہلہ جو ہمارے اور علمائے دیوبند کے درمیان طے ہو چکی ہیں</u>

ذیل میں ان شرائط کو درج کیا جاتا ہے جو جرح وقدح کے بعد فریقین کے مابین طے ہو چکی ہیں اور جن کے مطابق انشاء اللہ تعالی مباہلہ کی کارروائی ہو گی۔

۱۔ ضروری ہو گا کہ مولوی محمد احمد صاحب جن کے ہر ایک فعل کا اپنے اوپر حجت ہونا اور ان کی کامیابی یا ناکامی کو علمائے دیوبند نے اپنی کامیابی یا ناکامی تسلیم کر لیا ہے، تمام علمائے دیوبند کے قائم مقام کی حیثیت سے اس مباہلہ میں شریک ہوں جن کی شرکت کل علمائے دیوبند کی شرکت سمجھی جائے گی اور جماعت احمدیہ کی طرف سے امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی شامل ہوں گے۔

ہاں جائز ہو گا کہ جن احمدیوں کو امام جماعت احمدیہ مباہلہ میں شامل ہونے کی اجازت دیں وہ شامل ہو سکیں۔ اسی طرح مولوی محمد احمد صاحب اپنے لوگوں میں سے جس کو شرکت کی اجازت دیں گے وہ شریک ہو سکے گا۔

۲۔ علمائے دیوبند کا قائم مقام کھڑے ہو کر حضرت مرزا صاحب کے دعوی نبوت اور مسیحیت کے متعلق جو ثبوت اور دلائل حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت کی طرف سے پیش ہو

چکے ہیں ان کی تردید میں تقریر کرے گا۔اس کے بعد جماعت احمدیہ کا مسلمہ قائم مقام اس کے خلاف تقریر کرے گا۔ اگر اس کے بعد بھی علمائے دیوبند اپنے خیالات پر مصر ہوں تو اسی وقت اسی مقام پر حضرت مرزا صاحب کی مسیحیت اور نبوت پر فریقین میں مباہلہ ہوگا اور وقت دعا مباہلہ ایک گھنٹہ ہوگا۔

۳۔ یہ مباہلہ بشمول ان تقریروں کے جن کا ذکر شرط نمبر۲ میں ہے لدھیانہ میں ہوگا۔

۴۔مکان مباہلہ کے جو اخراجات ہوں گے وہ فریقین پر نصف نصف پڑیں گے۔

۵۔ضروری ہوگا کہ قیام امن کے لئے سرکاری انتظام کرایا جائے اور اگر اسکے بھی کچھ اخراجات ہوں تو وہ بھی فریقین کو بحصہ مساوی ادا کرنے پڑیں گے۔

۶۔ داخلہ مکان مباہلہ میں بذریعہ مصدقہ ٹکٹوں کے ہوگا اور فریقین جن لوگوں کو قابل اعتماد سمجھیں گے ان میں بطور خود ٹکٹ تقسیم کریں گے۔ اور ہر فریق ان لوگوں کی طرف سے امن کا ذمہ وار ہوگا جن کو ٹکٹ دے کر داخل کرے گا ہم اپنے لئے ایک ہزار ٹکٹ کافی سمجھتے ہیں علمائے دیو دیوبند کا قائم مقام اپنے حلقہ میں اپنی ذمہ داری پر جس قدر عام مشتاقین کو شریک کرنا چاہے مصدقہ ٹکٹوں کے ذریعہ داخل کرسکتا ہے۔ اس کے لئے جس قدر مصدقہ ٹکٹوں کی اسے ضرورت ہوگی ہم اسی قدر ٹکٹوں پر دستخط کر کے دے دیں گے۔ اسی طرح اگر ہزار سے زیادہ ٹکٹوں کی ہمیں ضرورت محسوس ہوئی تو ہم بھی ٹکٹوں کی تصدیق کراسکیں گے۔غرض جلسہ میں کوئی ایسا شخص داخل نہیں ہوسکے گا جس کے پاس طرفین میں سے کسی طرف کا ٹکٹ نہیں ہوگا۔

۷۔مکان جس میں مباہلہ ہوگا دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا تا کہ ہر فریق کے آدمی بآسانی علیحدہ علیحدہ بیٹھ سکیں۔

۸۔امن قائم رکھنے کے لئے ایک ایک ناظم دونوں فریقوں میں سے اور ایک تیسرا ناظم جو کسی فریق سے تعلق نہ رکھتا ہو، لیکن دونوں فریقوں کے اتفاق سے منتخب کیا گیا ہو، مقرر ہوں گے۔ ان تینوں کا فرض ہوگا کہ دونوں فریق سے طے شدہ شرائط کی پابندی کرائیں اگر کسی انتظامی امر میں فریقین کے ناظمین میں اختلاف ہوتو تیسرے ناظم کا فیصلہ تسلیم کیا جائے گا۔

۹۔کسی فریق کو حق نہیں ہوگا کہ یہ کہہ سکے کہ تقریروں کے بعد (جن کا ذکر شرط نمبر۲ میں ہے) مباہلہ کی ضرورت نہیں بلکہ اگر ایک فریق مباہلہ پر مصر ہو تو دوسرے کو لازماً مباہلہ کرنا ہوگا۔ سوائے اس حالت کے کہ وہ دوسرے فریق کے خیالات سے اتفاق کا اعلان کردے۔

۱۰۔فریقین کی طرف سے جو لوگ مباہلہ میں شامل ہوں گے ان کی فہرست بمعہ مفصل پتوں کے تاریخ مباہلہ سے ایک ماہ پہلے فریقین لکھ کر دے دیں گے تاکہ ان کے متعلق اطمینان کیا جا سکے۔

۱۱۔مولوی محمد احمد صاحب ہمیں یہ تحریر تاریخ مباہلہ سے کم از کم ایک ہفتہ قبل لکھ کر دے دیں گے کہ اگر وہ بوقت معین مقام مقررہ پر نہ آئے یا تقریروں کے بعد انہوں نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا (بجز اس کے کہ اپنے عقاید سے دست بردار ہونے کا اعلان کر دیں) تو وہ ہمیں بطور ہرجانہ پانچ ہزار روپیہ ادا کریں گے جو ہمارے اطمینان کے لئے پہلے سے ہی ہمارے منتخب کردہ شخص کے پاس جمع کرا دیں گے۔اسی قسم کی تحریر ہم بھی لکھ کر دینے کے لئے آمادہ ہیں۔لیکن علمائے دیوبند نے اپنے اشتہار نمبر ۷ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۱۹ء میں اعلان کر دیا ہے کہ انہیں ہم سے ایسی تحریر لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

۱۲۔مکان مباہلہ اور دیگر انتظامات کے لئے ہر فریق اپنا ایک ایک وکیل مقرر کرے گا اور وہ دونوں مل کر ان امور کا مناسب انتظام کریں گے۔

۱۳۔مباہلہ کی تاریخ مقرر ہونے پر ہر ایک فریق مصدقہ شرائط کی ایک ایک نقل اپنے دستخطوں سے دوسرے فریق کے حوالہ کر دے گا جس کے بعد کسی فریق کو ان شرائط میں کمی بیشی یا تغیر و تبدیل کا اختیار نہ ہوگا۔

۱۴۔مباہلہ کے بعد فریقین کے مسلّمہ قائم مقاموں کے دستخطوں سے وقوع مباہلہ کا اعلان معہ فہرست مباہلین اخبارات میں شائع کرنا ہوگا۔

۱۵۔اثر مباہلہ کے ظاہر ہونے کا یوم مباہلہ سے ایک سال کے عرصہ تک انتظار کیا جائے گا خواہ سال کے کسی حصہ میں ظاہر ہو۔اس سے قبل اور بعد کا کوئی واقعہ لائق حجت نہ ہوگا۔

۱۶۔مولوی محمد احمد صاحب اور امام جماعت احمدیہ پر اپنے ابناء و نساء کا مباہلہ میں شامل کرنا واجب ہوگا اور باقیوں کے لئے جائز۔

۱۷۔مولوی محمد احمد صاحب کی طرف سے مذکورہ بالا شرائط کی تصدیق ہونے پر ایک ماہ بعد کی کوئی تاریخ مباہلہ کے لئے مقرر کی جائے گی۔

یہ شرائط ہم نے اس لئے شائع کر دیئے ہیں کہ علمائے دیوبند کے قائم مقام جو اپنے مختلف اشتہاروں میں ان کے تسلیم کرنے کا اقرار کر چکے ہیں،مولوی محمد احمد صاحب ان کی یکجائی طور

پر تصدیق کر دیں ۔ نیز اس لئے بھی کہ بعض شرائط مثلاً شرط نمبر ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۷ جن پر عمل در آمد کرنا پہلے سے ضروری ہے ان کے مطابق کاروائی کرنے کی طرف مولوی محمد احمد صاحب کو توجہ دلائیں ۔ پس وہ مہربانی کر کے بہت جلدی ان امور کا فیصلہ کر دیں تا کہ مباہلہ کے متعلق ضروری انتظام شروع ہو جائے

خاکسار۔ غلام نبی اڈیٹر الفضل قادیان دارالامان ضلع گورداسپور۔

میں اس تحریر سے متفق ہوں اور اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ خاکسار مرزا محمود احمد

(خلیفۃ المسیح الثانی) ۸ ستمبر ۱۹۱۹ء مطابق ۱۲ ذی الحج ۱۳۳۷ھ

الفضل قادیان ۲ فروری ۱۹۲۰ء کے شمارے میں ذیل کا مضمون شائع ہوا:

مباہلہ سے جان بچانے کے لئے علمائے دیو بند کے حیلے ، اور مباہلہ سے ان کا کھلا کھلا فرار

آثار مباہلہ کی تعیین کرنے سے علمائے دیو بند کی پہلو تہی

اب انعقاد مباہلہ کا انحصار علماء دیو بند کی طرف سے آثار مباہلہ کی تعیین پر ہے

ہمارے اشتہار نمبر ۱۰ کے جواب میں جو ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو چھاپ کر علمائے دیو بند کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری پہنچا دیا گیا تھا ہمیں ۱۳ جنوری ۱۹۲۰ء کو ایک رسالہ جس پر ۲۷ نومبر ۱۹۱۹ء اور ایک اشتہار جس پر ۲۸ دسمبر ۱۹۱۹ء کی تاریخیں ثبت ہیں ملے ۔ ہم علمائے دیو بند کی اس دیانت اور امانت پر بغیر کسی قسم کا افسوس کئے کہ اگر یہ تاریخیں واقعہ میں اس رسالہ اور اشتہار کے شائع ہونے کی صحیح تاریخیں ہیں تو انہوں نے کیوں اتنا لمبا عرصہ ہم سے انہیں پوشیدہ رکھا اصل امر کے بیان کرنے کی طرف آتے ہیں؛

اس طول طویل رسالہ کے لکھنے اور شائع کرنے سے علمائے دیو بند کے مضطرب الحال قائم مقام کی جو غرض اور غایت ہے وہ تو اسی کے ان الفاظ سے ظاہر ہے جو اس نے رسالہ کے علاوہ الگ اشتہار شائع کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے اس طرح لکھے ہیں کہ:

اس مختصر اشتہار کے چھاپنے کی ضرورت ہم کو اس لئے ہوئی کہ ان طولانی سوال و جواب کی بھول بھلیوں میں پھنس کر کہیں اصل مبحث گم نہ ہو جائے ۔

گویا وہ ایک طرف طولانی سوال و جواب میں پھنس کر اصل مبحث کے گم ہو جانے کے خطرہ کو

تسلیم کرتا ہے اور دوسری طرف باوجود ہمارے بار بار روکنے اور منع کرنے کے لمبے چوڑے اشتہارات کو کافی نہ سمجھ کر طولانی سوال و جواب کی بھول بھلیاں تعمیر کرنے کے لئے رسالے لکھ رہا ہے تاکہ اصل مبحث کو گم کردے۔ مگر معلوم ہوتا ہے اس غلط کاری پر اسے خود بھی ندامت اور شرمندگی لاحق ہوئی ہے اور اسی لئے وہ رسالہ کے پورے ایک ماہ بعد مختصر اشتہار لکھنے اور اس میں یہ الفاظ درج کرنے پر مجبور ہوا ہے کہ:

ہم اپنے تمام مطالبات اور مواخذات سے تھوڑی دیر کے لئے علیحدہ ہو کر صرف دو سوالات پر اکتفا کرتے ہیں جن کے تصفیہ کے بدون یا تو مباہلہ منعقد ہی نہیں ہوسکتا اور یا اس کا انعقاد لغو اور بے سود ہے۔

پس ہم علمائے دیوبند کے قائم مقام کی اس زود پشیمانی کو مدنظر رکھ کر یہی ضروری سمجھتے ہیں کہ جن دو سوالات کو اس نے ضروری قرار دیتے ہوئے باقی سارے رسالہ کو اپنے ہاتھوں ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا ہے انہی کا جواب دے کر منصف مزاج لوگوں پر ایک بار پھر ثابت کردیں کہ طولانی سوال و جواب کی بھول بھلیاں تیار کرتے ہوئے اصل مقصد سے ہٹ کر ضمنی مباحث کے اختلاط سے تلبیس و خدع کا موقع تلاش کرنے کے لئے اشتہار کے جواب میں رسالے شائع کرنا علمائے دیوبند کا ہی کام ہے اور ہمارا مدعا بار بار ان کو اصل مبحث کی طرف کھینچ کر لانا ہے۔ پس ذیل میں ہم انہی دو سوالوں کے متعلق لکھتے ہیں۔

پہلا سوال دیوبندی قائم مقام نے اپنے اشتہار میں جو درج کیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ مباہلہ کے معاملہ کو خبط کرنے اور اس سے اپنی جان بچانے کے لئے نہایت اوچھے طریق سے ہاتھ پاؤں مارنے پر مجبور ہو گیا ہے ہم نے اس خیال سے دیوبندی قائم مقام جو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی مثال کو تازہ کرتا ہوا لفظ لفظ پر بے ہودہ سرائی شروع کردیتا ہے اس کے لئے چون و چرا کا کوئی موقع نہ رہے انہی کے الفاظ کے ساتھ اپنا اتفاق ظاہر کردیا تھا جو اس نے مفہوم مباہلہ کے متعلق شائع کئے تھے اور سمجھا تھا کہ اگر اور نہیں تو کم از کم یہ مرحلہ تو طے ہو گیا لیکن افسوس کہ ہماری حسن ظنی غلط ثابت ہوئی۔ دیوبندی قائم مقام جس نے پہلے ہی دن سے یہ بات اٹھائی ہوئی ہے کہ کوئی امر طے ہی نہ ہونے دیا جائے اس نے اس میں بھی ٹانگ اڑا ہی دی۔ اور اس کو ایک ایسی خود ساختہ بات کے ساتھ ملتبس کر کے پیش کردیا ہے جس کا مجوزہ مباہلہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے:

جب کہ علمائے دیو بند کے بیان کئے ہوئے مفہوم مباہلہ سے آپ نے بعد از خرابی بسیار اتفاق کیا ہے (یعنی یہ کہ دونوں فریق گڑگڑا کر خداوند عالم سے دعا کریں کہ وہ اپنی لعنت فریقین میں سے جو جھوٹا ہو اس پر مسلط کر دے) اور ظاہر ہے کہ اس تعریف کے موافق کوئی مباہلہ بددعا سے خالی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ لعنت کی دعا سے بڑھ کر اور کون سی بددعا ہوسکتی ہے۔ تو آپ کے مسیح موعود کا مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کے مقابلہ میں یہ لکھنا کہ مباہلہ تو ہوا تھا مگر بددعا نہ ہوئی تھی۔ کیا معنی رکھتا ہے اور اگر اپنے مسیح موعود کی نسبت یہ تسلیم کرتے ہیں کہ ان کو مباہلہ کے معنی معلوم نہ تھے یا عمداً انہوں نے جان بچانے کے لئے ایسا لکھ دیا، تو اس کا صاف طور پر اقرار کیا جائے۔

اب اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ عبدالحق کے مباہلہ میں بددعا نہ کی گئی تھی تو ہم پوچھتے ہیں کہ اس موقع پر جب کہ ہم نے اعلان کر دیا ہے کہ علمائے دیوبند کے ساتھ ہمارا جو مباہلہ ہوگا وہ لعنت اور بددعا سے خالی نہ ہوگا بلکہ اس میں ان پر لعنت برسانے کے لئے خدا تعالی سے التجا کی جائے گی، تو اس سوال کے اٹھانے کی وجہ کیا ہے۔ اگر عبدالحق کے مباہلہ میں بددعا نہیں کی گئی تھی تو نہ سہی علمائے دیوبند کو اس سے کیا جب کہ انہیں کہہ دیا گیا ہے کہ تمہارے ساتھ جو مباہلہ ہوگا اس میں بددعا کی جائے گی۔ بات دراصل یہ ہے کہ اس قسم کی باتوں کو یہ لوگ سپر نہ بنائیں تو اور کیا کریں۔ اور کیونکر مباہلہ سے اپنی جان بچائیں لیکن وہ یاد رکھیں کہ اس طرح ان کا جان بچانا انہیں ذلت اور رسوائی کی آخری حد تک پہنچا رہا ہے اور ان کے مباہلہ سے فرار کا کھلا ثبوت ہے

دیو بندی قائم مقام کو خوب اچھی طرح کان کھول کر سن لینا چاہیے کہ اس وقت ہمارے اور علمائے دیوبند کے درمیان اس امر پر بحث نہیں ہے کہ عبدالحق کے ساتھ مباہلہ ہوا تھا یا نہیں؟ اور اگر ہوا تھا تو کس طرح ہوا تھا اور کیا کہا گیا تھا۔ اس وقت تو خود علمائے دیوبند کو مباہلہ کیلئے ہمارے سامنے آنا ہے اس لئے ان کے لئے ہمارا یہ لکھ دینا کافی ہے کہ ان کے ساتھ جو مباہلہ ہو گا اس میں بددعا کی جائے گی پس انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ اب ان کے لئے دو ہی راستے ہیں کہ یا تو بغیر چون و چرا کے ہمارے مقابلہ میں مباہلہ کے لئے نکل آئیں یا قعر مذلت میں گر کر ہمیشہ کے لئے دم بخود ہو جائیں۔ ورنہ غیر متعلق امور کو بددیانتی کے ساتھ اصل مبحث سے ملتبس کر کے وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا رہے بلکہ حقیقت شناس اصحاب کی نظروں میں دن بدن ذلیل و رسوا

ہو رہے ہیں اور اپنے فرار کو روز بروز واضح کر رہے ہیں

دوسرا سوال دیو بندی قائم مقام نے یہ دریافت کیا ہے کہ: نصوص قرآن و حدیث سے آثار مباہلہ کی نوعیت اور ان کے ظہور کی میعاد کا جو تعیین ہوتا ہے اس کی تشریح صاف الفاظ میں ایسی کی جائے کہ جماعت قادیان کو پھر ندامت کے پانی یا ذلت کی آگ میں جلنے کی نوبت نہ آئے اور مباہلہ کا فیصلہ کن ہونا آپ کے اصول کے موافق ثابت ہو سکے کیونکہ جب آپ کے مرزا صاحب خود یہ تصریح کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) اللہ جل شانہ بہت دفعہ کسی قوم پر عذاب کرنے کا صریح وعدہ کر کے بھی مخفی اسباب کی بنا پر عذاب نازل نہیں کرتا تو آپ کو یہ اطمینان کس طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ مباہلین میں سے کسی ایک فریق پر ضرور ہی عذاب نازل فرمائے گا۔

اس عبارت میں بھی دیو بندی قائم مقام نے پھر اسی بات کو ایک من گھڑت اعتراض کے ساتھ پیش کر دیا ہے جس کے متعلق ہم اپنی طرف سے صاف طور پر فیصلہ کر چکے ہیں چنانچہ ہم اپنے اشتہار نمبر ۱۰ میں لکھ چکے ہیں:

ہمارے نزدیک مباہلہ کے نتیجہ میں سنت رسول کریم ﷺ اور ارشادات حضرت مسیح موعود سے کسی خاص قسم کے عذاب کی تعیین نہیں ہوتی۔ ہاں وہ عذاب ایسا ہوگا جس میں فریق مخالف کے کسی منصوبہ کا دخل نہ ہوگا علمائے دیو بند کی طرف سے ہماری نسبت بار بار کہا گیا ہے کہ ہم انہیں یہ نہ کہہ دیں کہ وہ مباہلہ کے نتیجہ میں ذلت کی آگ اور ندامت کے پانی میں ڈوب مرے ہیں اس کے متعلق ہم کہتے ہیں کہ اگر علمائے دیو بند کے نزدیک عزت و حرمت ننگ و ناموس کی بربادی معمولی بات ہے تو انہیں یقین رکھنا چاہیے کہ اظہار صداقت کے لئے خدا تعالیٰ اس سے بھی بڑھ کر اپنی قدرت نمائی پر قادر ہے وہ مباہلہ کے لئے ہمارے مقابلہ میں نکل آئیں اور پھر دیکھیں کہ خدائے شدید العقاب کیسے کیسے عبرت ناک طریق سے ان پر لعنت مسلط کرتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی ہم نے یہ بھی لکھ دیا تھا کہ:

ہمارے نزدیک مباہلہ کا نتیجہ جس رنگ میں ظہور پذیر ہو سکتا ہے وہ ہم نے لکھ دیا ہے اب علمائے دیو بند کا فرض ہے کہ وہ جو کچھ آثار مباہلہ سمجھتے ہیں ان کی تعیین کر دیں۔

لیکن کس قدر تعجب کی بات ہے کہ علمائے دیو بند کے قائم مقام نے اس بات کا تو کوئی جواب نہیں دیا اور پھر ہم سے سوال کر دیا۔ حالانکہ اس کا فرض تھا کہ اگر جو کچھ ہم نے لکھا تھا اس کو وہ درست نہیں سمجھتا تو خود نصوص قرآنیہ اور حدیث سے آثار مباہلہ کی نوعیت اور ان کے ظہور کی

میعاد کی تعیین کر دیتا۔ کیونکہ مباہلہ کے ذریعہ حق و باطل میں فیصلہ کا طریق کوئی ہمارا ایجاد کردہ نہیں ہے بلکہ اس اسلام کا جاری کردہ ہے جس کے ماننے کا علمائے دیوبند کو بھی ادعا ہے اور جو تیرہ سو سال سے چلا آرہا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ علمائے دیوبند، نصوص قرآن وحدیث، جو آثار مباہلہ کی نوعیت اور ان کے ظہور کی میعاد، سمجھے ہوئے ہیں وہ پیش نہیں کرتے اور باوجود اس کے کہ اس کے متعلق ہمارا جو اعتقاد ہے وہ ہم شائع کر چکے ہیں پھر بھی ہم سے ہی مطالبہ کر رہے ہیں اگر مباہلہ کا مسئلہ ہماری ایجاد ہوتی اور دیوبندی علماء اس کو فیصلہ کن نہ سمجھتے تو ان کا حق تھا کہ خود اس کے آثار کی نوعیت اور ان کے ظہور کی میعاد کا تعیین کرنے سے خاموش رہتے لیکن جب یہ ہمارا ایجاد نہیں ہے بلکہ تیرہ سو سال سے اسلام میں چلا آتا ہے اور وہ خود بھی اس کو حق و باطل میں فیصلہ کن قرار دیتے ہیں تو پھر وہ خود کیوں اس کے آثار کی نوعیت بتانے اور ان کے ظہور کی میعاد مقرر کرنے سے کنی کتراتے ہیں اور کیوں اس کے متعلق چند الفاظ لکھتے ہوئے بھی ان کا لہو خشک ہوتا ہے۔ بالکل صاف اور آسان بات ہے کہ ہمارے نزدیک مباہلہ کے آثار جس طریق سے ظاہر ہو سکتے ہیں وہ ہم نے لکھ دیئے ہیں اب علمائے دیوبند جس طرح ان کا ظہور یقین کرتے ہیں اسے شائع کر دیں تاکہ ہمیں بھی معلوم ہو کہ ان کے نزدیک مباہلہ کے آثار کس طرح ظاہر ہوتے ہیں اور کس مدت میں ظاہر ہوتے ہیں اور کوئی صورت فیصلہ کی نکل سکے۔

اس صاف اور سیدھی بات کی طرف نہ آنا اور آثار مباہلہ کے متعلق اپنا عقیدہ شائع نہ کرنا اور آثار مباہلہ کے متعلق ہمارے اعتقاد پر بے ہودہ اعتراض کرنا صاف ظاہر کر رہا ہے کہ علمائے دیوبند کو دراصل مباہلہ کی طرف آنا ہی منظور نہیں اور وہ جان بچانے اور پیچھا چھڑانے کے لئے یہ ڈھنگ اختیار کر کے نہائت ہی بودی اور لغو باتوں کی پناہ لے رہے ہیں۔

دیوبندی قائم مقام نے آثار مباہلہ کی نوعیت کے بتانے اور ان کے ظہور کی میعاد کی تعیین کرنے سے پہلو تہی کرتے ہوئے پھر ہم سے جو مطالبہ کیا ہے اس کی بنیاد اس نے نہایت ہی شرمناک دھوکہ دہی پر رکھی ہے چنانچہ لکھا ہے:

جب آپ کے مرزا صاحب خود یہ تصریح کرتے ہیں کہ (معاذ اللہ) اللہ جل شانہ بہت دفعہ کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کا صریح وعدہ کر کے بھی مخفی اسباب کی بنا پر عذاب نازل نہیں کرتا تو آپ کو یہ اطمینان کس طرح حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ مباہلین میں سے کسی ایک فریق پر ضرور ہی

عذاب نازل فرمائے گا۔

حالانکہ یہ بات بالکل صاف ہے جس موقع اور محل کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ خدا تعالی کا عذاب ٹل جاتا ہے وہاں بالکل ٹھیک اور درست ہے لیکن چونکہ آپ نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ مباہلہ کرنے والے جھوٹے فریق پر سے بغیر اس کے تائب ہونے کے عذاب ٹل جاتا ہے اس لئے ہمیں اطمینان ہے کہ خدا تعالی مباہلین میں سے جھوٹے فریق پر اپنی لعنت ضرور نازل کرے گا۔ پس اس بات کو ہمارے سامنے پیش کرنا علمائے دیو بند کے قائم مقام کی سخت بے ہودگی اور نادانی ہے کیا ہم امید رکھیں کہ وہ اس پر غور کر کے شرمائے گا۔

دیو بندی قائم مقام نے اپنے اشتہار میں جس تلبیس سے کام لے کر عوام کو دھوکہ دینا چاہا تھا خدا کے فضل سے ہم نے اس کی قلعی کھول دی ہے اور بتا دیا ہے کہ اصل مبحث سے علیحدہ ہو کر اس قسم کی باتوں میں پڑنے سے اس کی غرض محض مباہلہ سے جان بچانا اور اپنے فرار پر پردہ ڈالنا ہے لیکن ہم اس کی روباہ بازیوں سے خوب آگاہ ہیں۔ وہ خواہ کہیں کا کہیں بھاگتا پھرے ہم مرکز سے علیحدہ نہیں ہوں گے اور نہ اسے ہونے دیں گے۔ پس اب اس کے لئے یہی چارہ کار ہے کہ نصوص قرآن وحدیث سے آثار مباہلہ کی جو نوعیت اور ان کے ظہور کی جس قدر میعاد وہ یقین کرتا ہے اسے شائع کر دے تا کہ مباہلہ ہو سکے۔ ورنہ اس کو چھوڑ کر جس قدر الٹے سیدھے ہاتھ وہ مار رہا ہے اسی قدر اپنی ناکامی اور نامرادی کو ظاہر کر رہا ہے اور علمائے دیو بند کے ماتھے پر ایسا کلنک کا ٹیکہ لگا رہا ہے جو کبھی مٹائے نہ مٹ سکے گا

اب بھی اگر دیو بندی قائم مقام نے ان آثار مباہلہ کو شائع نہ کیا جو نصوص قرآن وحدیث سے علمائے دیو بند کے زعم میں پائے جاتے ہیں تو صاف ظاہر ہو جائے گا کہ وہ میدان مباہلہ میں آنے سے قبل ہی شکست فاش کھا کر بھاگ گیا ہے اور اس میں ہرگز طاقت نہیں ہے کہ ہمارے مقابلے میں مباہلہ کے لئے آ سکے۔

جن اصحاب نے طرفین کے اشتہارات کا مطالعہ کیا ہے ان پر واضح ہو گیا ہے کہ اب مباہلہ کے انعقاد کا انحصار صرف علمائے دیو بند کی طرف سے آثار مباہلہ کی تعیین پر ہی ہے۔ کیونکہ ہمارا جو اعتقاد ہے وہ ہم شائع کر چکے ہیں اگر انہوں نے آثار مباہلہ کے متعلق اپنا اعتقاد شائع کر دیا تو بہتر ورنہ صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے مباہلہ سے کھلا کھلا فرار اختیار کر لیا ہے اور انہیں اب کوئی طاقت ہمارے مقابلہ میں کھڑے ہونے کے لئے سہارا نہیں دے سکتی اور یہی باطل کا ہمیشہ

انجام ہوا کرتا ہے۔ جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا۔
خاکسار غلام نبی اڈیٹر الفضل قادیان۔
میں اس مضمون سے متفق ہوں۔ خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی
۲۵ جنوری ۱۹۲۰ء مطابق ۲ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ۔
اشتہار مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان (الفضل ۱۹۲۰ء ص ۳۔۶)

نیز ذیل کا مضمون بھی قادیانی اخبار میں شائع ہوا:

## کہاں ہیں علمائے دیوبند

## یا آں شورا شوری یا ایں بے نمکی

علماء دیوبند بڑے جوش سے اٹھے ہم مباہلہ کریں گے ہم مناظرہ کریں گے۔ ہم نے کہا بسم اللہ آیئے حق ہی غالب رہے گا، باطل مغلوب ہوگا سچائی کے جھنڈے بلند ہوں گے، جھوٹ اور فریب کے دیو بند ہوں گے۔

دیکھنے والو! دیکھو کیا ہوا اور کیا ہو رہا ہے چند روز علماء دیوبند بولے تھے اب خاموش ہیں ساکت ہیں سامت ہیں۔ ساکن ہیں جامد ہیں۔ کیا ہوا کیوں نہیں بولتے۔ کس سوچ میں ہیں کیا فکر ہے کیوں لب نہیں کھولتے ما لكم لا تنطقون

بہت دنوں سے چپ ہیں ایسے کیوں خفا ہو گئے یاد نہیں سعدی نے کیا کہا
کنونت کہ امکان گفتار ہست۔ بگواے برادر بلطف وخوشی
مولانا عبدالسمیع! ہماری بات سن کر آپ کیوں سن ہو گئے
مولانا عبدالغفور! خدا آپ کی مغفرت فرمائے آپ بھی جواب بھی تحریک فرمائیں
مولانا محفوظ علی! آپ ہی بتائیں کہ ہمارے اشتہار کا جواب کب تک محفوظ و مکتوم رہے گا
مولانا گل محمد خان! آپ ہی کچھ گل فشانی فرمایئے آخر یہ کیا پژمردگی ہے
مولانا عبدالقدیر! کیا آپ کو بھی قدرت و طاقت نہیں کہ جواب شائع کرائیں
مولانا احمد امین! کیا ہمارے اشتہار کا جواب ہمیشہ کے لئے امانت میں رکھ دیا گیا
مولانا منظور احمد! فرمایئے کیا علماء دیوبند کو جواب دینا منظور نہیں

مولانا احمد شیر! آپ ہی کچھ دلیری کیجئے اور جواب شائع کرائیے

مولانا نبیہ حسن! آپ ہی ذرا علماء دیوبند کو جواب کے لئے تنبیہ فرمائیے

مولانا عماد الدین! خبر لیجئے کہ دیوبند کی طمطراق کا ستون گرا جاتا ہے

مولانا اعزاز علی! ذرا دیکھئے کہیں دیوبند کا اعزاز باطل نہ ہو جائے

مولانا سراج احمد! یہ کیا اندھیر ہے مہینوں سے دیوبندی اشتہار کا چراغ نہیں ٹمٹمایا۔ کیا نومن تیل نہیں ہے۔

مولانا محمد رسول خان! آپ ہی سچ سچ فرمائیں کیا یہی راستی کی راہ ہے جس پر علماء دیوبند چلتے ہیں، نہیں بلکہ بیٹھے ہیں۔

مولانا ظہور احمد! ہمارے اشتہار کا جواب کب برسر ظہور آئے گا۔

مولانا شفیع! کیا آپ سفارش کریں گے علماء دیوبند جواب مرحمت فرمائیں۔

مولانا طیب! یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ ایک اشتہار کے جواب میں اتنی دیر ہو۔

مولانا اصغر حسین! اتنے بڑے بڑے علماء اور ایک اشتہار کا جواب نہ لکھ سکیں خاموشی میں اتنی مدت گذر جانا کوئی چھوٹی بات نہیں۔

مولانا حبیب الرحمٰن! اب تو خدا کے لئے جواب شائع کرائیں اگر خدا کے لئے نہیں تو کم از کم دیوبند کی عزت کے لئے۔

مولانا انور شاہ! جناب ہی اس معاملہ پر کچھ روشنی ڈالیں آخر یہ مباہلہ کا معاملہ کب تک تاریکی میں رہے گا۔

میری عرض اس تحریر سے صرف یہ ہے کہ آپ حضرات بیدار ہوں ایسا نہ ہو کہ حق کی شناخت اور توبہ و رجوع کا وقت نکل جائے اور پھر کف افسوس ملنا اور دانت پیسنا ہو۔

و لا تکونوا کالذین قالوا سمعنا و هم لا یسمعون

احمدی دوستو! تمہارا امام اولوالعزم ہے فضل عمر ہے کون ہے جو اس کے سامنے آسکے اس کی ایک ہی صدا سے حسن نظامی کا کلیجہ دہل گیا ہوش گم ہو گئے آج تک بے چارا مبہوت ہے۔

علماء دیوبند کہاں ہیں کیا کر رہے ہیں برسر ظہور جلوہ فرما ہوں ہم مشتاق ہیں منتظر ہیں راستہ تکتے ہیں مگر آہ: وہ تو غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں۔

مجھے افسوس ہے وہ کیوں مہر بدہان ہو گئے وہ کہاں ہیں کیا کہیں چھپ گئے یا گم ہو گئے یا سو گئے

آہ چنیں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

حضرات علماء دیو بند: ہمارے آخری اشتہار کو پڑھیے اور سب مل جل کر جواب مرحمت فرمائیے یا قبول حق کے لئے اپنے قلوب کو تیار کیجئے عام مخلوق سے خائف نہ ہو جیئے خدا آپ کے منہ روشن اور دل منور فرمائے ۔علمی احمدی (الفضل قادیان ۲۹ مارچ ۱۹۲۰ء ص ۷)۔

نیز الفضل قادیان میں شائع ہوا:

## دیو بند کے سپوت

ہمارے آقا ہمارے مولیٰ سیدنا مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ امت میں سے کچھ لوگ یہود کے نقش قدم پر چل کر یہودی صفت ہو جائیں گے۔

سو ظاہر ہے کہ آنے والے محمدی مسیح کا انکار کر کے وہ ایسے ہی ہو گئے ۔ جب علماء دیو بند اور ہمارے درمیان مباہلہ کی گفتگو شروع ہوئی اور دو تین اشتہار نکل چکے تو اس وقت ہی ایک مولوی صاحب نے جو رام پور ضلع سہارن پور کے رہنے والے ہیں برادر مکرم جناب آصف زمان صاحب احمدی ڈپٹی کلکٹر سے کہا کہ آپ نے دیو بند کے مولویوں کو یوں ہی مباہلہ کے لئے بلایا وہ بے چارے پہلے ہی سے مجذوم ہیں ۔ دیو بند کے سپوتوں کے متعلق خود ان میں سے ایک کی یہ شہادت ہے اسکے علاوہ ایک تازہ شہادت اور بھی دیکھئے جو دیو بند کے ایک سپوت کے کرتوت پر روشنی ڈالتی ہے آج ۲۵ اپریل کی ڈاک میں ذیل کا خط مجھے ملا ہے جناب مولانا صاحب علمی : اخبار الفضل کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ آپ نے علمائے دیو بند سے مطالبہ کیا ہے جس میں مولانا احمد شیر کا نام بھی درج ہے ۔کیا آپ ایسے کچے مولویوں سے مباہلہ کا مطالبہ کرتے ہیں جن میں سے ایک نے تو محض فطرانہ کی خاطر میمن سنگھ بنگال میں دو دفعہ عید کی نماز پڑھ لی اور جس کا یہ اعتقاد ہو نعوذ باللہ کہ خدا پاک جھوٹ بول سکتا ہے۔

زیادہ والسلام مرسلہ عاصی عبدالرزاق ٹھیکیدار غیر احمدی حنفی بنگہ قاسم ڈاک خانہ مردان

(الفضل قادیان ۳ مئی ۱۹۲۰ء ص ۸)

اور الفضل ۳ جون ۱۹۲۰ء ص ۳۔۴ پر شائع ہوا:

## کیا علماء دیو بند ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے

علماء دیو بند کو مباہلہ کی طرف لانے کے لئے بذریعہ اشتہارات جو گفتگو ہو رہی تھی اس کے متعلق ہم نے ۲۵ جنوری ۱۹۲۰ء کو، مباہلہ سے جان بچانے کے لئے علماء دیو بند کے حیلے، کے عنوان سے ایک مفصل اشتہار ان کے جواب میں چھاپ کر بذریعہ رجسٹری ان کے قائم مقام مولوی عبد السمیع کے نام بھیج دیا تھا لیکن آج تک کہ پورے چار ماہ اور کچھ دن گذر چکے ہیں ان کی طرف سے ہمیں کوئی جواب موصول نہیں ہوا جس سے خیال ہوتا ہے کہ شائد ہمارے مقابلہ میں علمائے دیو بند نے بالکل سکوت اختیار کر لیا ہے اور اس وقت تک مباہلہ کے جس پیالہ سے ادھر ادھر کی غیر متعلق باتوں میں الجھ کر اور بے حقیقت فقرہ بازیوں کو آڑ بنا کر بچنا چاہتے تھے بالآخر ہماری زبردست اور مجبور کن گرفتوں سے عاجز آ کر خموشی میں ہی اپنا بچاؤ سمجھا ہے۔ جن اصحاب کی نظر سے ہمارے مقابلہ میں دیو بند سے شائع ہونے والے اشتہار گذرے ہوں گے انہیں معلوم ہو گا کہ اگر ان میں ایک طرف یہ کوشش ہوتی تھی کہ کوئی بات طے ہی نہ ہوتا کہ مباہلہ کی نوبت نہ آ سکے تو دوسری طرف ایسے نمائشی فقرے بھی شائع کئے جاتے تھے جن سے یہ ظاہر ہو کہ علماء دیو بند اس گفتگو کو کسی نتیجہ تک پہنچانے اور مباہلہ کرنے پر آمادہ ہیں۔ ذیل میں ان کے اشتہارات کے چند ایک ایسے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں

ہماری دعوت مباہلہ کا جواب دیتے ہوئے سب سے پہلے اشتہار میں لکھا:

واضح ہو کہ علمائے دیو بند کی جماعت خواہ مرکز میں ہے یا دوسرے مقامات پر ہر ایک باطل جماعت کے مقابلہ میں ہر طرح سے احقاق حق کے جملہ طریق استعمال کرنے کے لئے ہر وقت آمادہ و مستعد ہے۔

اس کے بعد لکھا:

اب وقت آ گیا ہے کہ تمام فضول قصے بالائے طاق رکھ دیئے جائیں اور نہایت صدق و اخلاص اور متانت کے ساتھ اولاً اس بات کا فیصلہ کر لیا جائے کہ مرزا غلام احمد جن کو آپ نے ۱۰ ستمبر کے پرچہ میں خدا کا برگزیدہ نبی لکھا ہے وہ فی الواقع ایسے ہی تھے۔

پھر تیسرے اشتہار میں لکھا:

کیا میں یہ امید رکھ سکتا ہوں کہ مرزا محمود اور اڈیٹر الفضل اور انکی جماعت کے سر برآوردہ ارکان

مناظرہ اور مباہلہ کیلئے اپنے آپ کو مستعد کریں گے جسکے واسطے علماء دیو بند ہر وقت تیار ہیں۔

ایک اور اشتہار میں لکھا:

یہ واضح رہے کہ اب علمائے دیو بند کسی صورت سے بھی اس معاملہ کو نا تمام نہ چھوڑیں گے اس قسم کے تمام فقرات کی حقیقت اور اصلیت سے تو ہم پہلے ہی واقف تھے اور خوب جانتے تھے کہ یہ محض دکھاوے کی باتیں ہیں۔ مباہلہ کی طرف علمائے دیو بند کو نہ آنا ہے اور نہ آئیں گے۔ لیکن شائد وہ لوگ جو ہمارے مقابلہ میں ہر کس و ناکس کی تحریر کو وقعت دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں دیو بندی اشتہارات کے اس قسم کے فقرات میں بھی کچھ حقیقت سمجھتے ہوں اور انہیں خیال ہو کہ جب اس زور شور سے علماء دیو بند کی طرف سے مباہلہ پر آمادگی ظاہر کی جا رہی ہے تو وہ ضرور مباہلہ کر کے ہی رہیں گے۔ لیکن ایسے لوگوں کو ہم نہایت افسوس کے ساتھ اطلاع دیتے ہیں کہ علماء دیو بند نے اپنے قول وقرار کو پس پشت ڈالتے ہوئے اور اپنے ہوا خواہوں کی امیدوں کا خون کرتے ہوئے مباہلہ کے معاملہ میں بالکل خاموشی اختیار کر لی ہے ان کی تمام فقرہ بازیاں ختم ہوگئی ہیں ان کا سارا جوش وخروش کافور ہو گیا ہے۔

دراصل مباہلہ ہے ہی ایسا دل دہلا دینے اور کپکپی پیدا کر دینے والا فعل کہ باطل پرست اور حق و صداقت سے محروم انسان کبھی اس کو اختیار کرنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتے یوں خواہ وہ اپنے سچے اور راستی پر ہونے کا کتنے ہی زور شور کے ساتھ اعلان کریں لیکن ممکن نہیں کہ مباہلہ کے ذریعہ اپنے عقاید کی صداقت ثابت کرنے کے لئے قوت قلب کے ساتھ تیار ہوسکیں چنانچہ اس وقت تک ایک بار نہیں بلکہ متعدد بار اس بات کا تجربہ ہو چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے مخالفین ہرگز اتنی جرأت نہیں رکھتے کہ مباہلہ کے ذریعہ آپ کی صداقت کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔

خود حضرت مسیح موعود نے تمام علماء اور مشائخ ہند کو مباہلہ کا چیلنج دیا مگر کوئی سامنے نہ آیا پھر آپ نے دہلی کے علماء اور خواجہ حسن نظامی صاحب نے علیحدہ علیحدہ اس معاملہ میں ایسی زک اٹھائی کہ انہیں تمام عمر یاد ہی رہے گی۔ اب علمائے دیو بند نے مباہلہ سے فرار اختیار کر کے اس قسم کے گذشتہ تمام واقعات کی یاد تازہ کر دی ہے اور سمجھ دار اور سچائی سے پیار رکھنے والے اصحاب کے لئے یہ معلوم کرنے کا موقعہ بہم پہنچا دیا ہے کہ جن لوگوں کا سہارا باطل پر ہوتا ہے وہ حق کے مقابلہ میں کبھی ٹھہر نہیں سکتے۔

کس قدر رنج اور افسوس کی باست ہے کہ جماعت دیوبند ایک اتنی سی بات پر تو اپنے معاندین سے مباہلہ کے لئے تیار ہو جائے کہ اس نے مولوی محمود حسن صاحب کے متعلق مخبری کی ہے یا نہیں اور بڑے زور شور کے ساتھ مباہلہ کا چیلنج شائع کر دے لیکن جب ہم اسے اس امر کے متعلق مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں جس پر آخرت کی نجات کا دار و مدار ہے تو کچھ عرصہ ہاتھ پاؤں مارنے کے بعد دم توڑ کر بیٹھ جاتی ہے۔ اگر یہ جماعت ابتداء میں ہماری دعوت کا جواب نہ دیتی تو گو اسی سے اس کی حقیقت ظاہر ہو جاتی لیکن یہ عذر تو کر سکتی تھی کہ اس نے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی، لیکن اب ایک عرصہ کے شور و غوغا کے بعد دم بخود ہو جانے پر وہ یہ بھی نہیں کہہ سکتی کیونکہ ایک عرصہ کی تگ و دو کے بعد جب اس نے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ سوائے خموشی اختیار کر لینے کے اور کوئی صورت بچاؤ کی نہیں تب اسے چپ ہونا پڑا۔

لیکن کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہو گیا کہ دیوبندیوں کے نزدیک دین کی اتنی بھی اہمیت نہیں جتنی معمولی سے معمولی دنیاوی باتوں کی ہے اور ان کے خیال میں آخرت کی نجات ایک چھوٹے سے چھوٹے ذاتی الزام کے مقابلہ میں بھی بالکل ادنی اور حقیر چیز ہے۔ پس سمجھ دار اصحاب سوچیں اور دیکھیں کہ ان علماء کہلانے والے اور دین اسلام کے ستون ہونیکا دعوی کرنے والوں کی حالت کیسی حیرت انگیز اور افسوس ناک ہو گئی ہے کہ یہ لوگ آپس میں تو ذرا ذرا سی بات پر ایک دوسرے کو مباہلہ کا چیلنج دیتے رہتے ہیں لیکن جب ہم انہیں مباہلہ کے ذریعہ اس امر کا تصفیہ کرنے کے لئے بلاتے ہیں جس پر آخرت کی نجات کا دارو مدار ہے تو اول لغو اور خلاف شریعت اسلام شرائط لگا کر اپنا پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں اور جب اس طرح بھی ان کی خلاصی نہیں ہوتی تو ایسے دم بخود ہو جاتے ہیں کہ: گوئی مردہ اند۔ حق کی طلب میں سرگردان رہنے والوں کے لئے عبرت اور نصیحت کا یہ بہت بڑا سامان ہے بشرطیکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔

ہمارے ساتھ مباہلہ کرنے علماء دیوبند کے فرار نے ایک بار اور دنیا پر ثابت کر دیا ہے کہ حق کے مقابلہ میں باطل ہرگز نہیں ٹھہر سکتا اور ہم جو کچھ دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہی حق اور صداقت ہے کسی میں طاقت نہیں کہ اسے جھٹلانے کے لئے ہمارے سامنے آئے اور مسنون طریق سے مباہلہ کر کے فیصلہ خدا تعالی پر چھوڑ دے۔

اس موقعہ پر ہم اپنے اندرونی مخالفین غیر مبائعین کو بھی غیرت اور شرم دلاتے ہیں جن کے اخبار پیغام نے ہماری مخالفت کرتے ہوئے علماء دیوبند کی تائید میں لکھا تھا کہ:

ہمیں خطرہ ہے کہ اگر مباہلہ اس بنا پر قرار دیا گیا (یعنی حضرت مسیح موعود کو بحیثیت نبی پیش کر کے آپ کی صداقت پر مباہلہ کیا گیا) تو اس کا نتیجہ برعکس نہ ہو اور سابقہ لغو اعتراضات کی طرح اس کو بھی جماعت احمدیہ کے بالمقابل ایک اور حجت نہ بنالیں۔

ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر علماء دیوبند ہم سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے متعلق مباہلہ کرتے تو پیام کے نزدیک اس کا نتیجہ ہمارے خلاف اور ان کی تائید میں نکلتا۔ جس وقت یہ الفاظ پیغام میں شائع ہوئے اسی وقت ہم نے، اہل پیغام مباہلہ کرلیں، کے عنوان سے لکھ دیا تھا کہ:

ہم پیام صلح کے متعلقین کو متوجہ کرتے ہیں کہ چونکہ وہ نبوت حضرت مسیح موعود کے منکر ہیں اور ہم مومن، اور بقول پیام مصدقین نبوت مسیح موعود کے خلاف مباہلہ کا نتیجہ نکلے گا اس لئے اگر وہ اب تک مباہلہ کو ٹالتے رہے ہیں تو اب ہی میدان مباہلہ میں آئیں اور خدا سے امر متنازعہ کیلئے فیصلہ چاہیں۔ پھر حق خود واضح ہو جائے گا لیکن اگر پیامیوں کے سرکردہ کار مباہلہ کے لئے آمادہ نہ ہوں تو سمجھا جائے گا کہ پیام والے اپنے دعاوی میں جھوٹے ہیں۔ پیغام کو چاہیے کہ اپنے امیر کو آمادہ کرے۔

اس کے متعلق پیغام نے آج تک ایک لفظ بھی نہیں لکھا اور نہ امید ہے کہ آئندہ لکھ سکے۔ یہی ندامت اور شرمندگی اس کے لئے کافی تھی لیکن اب جب کہ علمائے دیوبند نے ہمارے مقابلہ سے فرار کر کے ہمارے حق وصداقت پر ہونے کا ثبوت بہم پہنچا دیا ہے غیر مبائعین کو اپنی حالت پر خود ماتم کرنا چاہیے کہ باوجود ان کے سہارا دینے کے علمائے دیوبند ہمارے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکے اور اس سہارے کے ذریعہ وہ ٹھہر کیوں کر سکتے تھے جب کہ خود سہارا دینے والے آج تک ہمارے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہیں کرتے۔ (الفضل قادیان ۳ جون ۱۹۲۰ء ص ۳۔۴)

## الفضل جواب دے

پیغام صلح لاہور ۴ فروری ۱۹۲۰ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں ایک فقرہ یہ بھی ہے:

آنخضرت ﷺ کے بعد کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا اور جو گروہ اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ اسلام کے اصولوں میں رخنہ اندازی کر رہے ہیں اور اسلام میں فتنہ و دجل، اور خبث پیدا کر رہے ہیں جس کے لئے احکم الحاکمین کے سامنے روز محشر مواخذہ ہوگا۔ (ص۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس اقتباس میں دو لفظوں پر خفگی ہے:

آنخضرت کے بعد کوئی نبی، نیا یا پرانا،۔

پرانا کہنے میں شائد مسلمانوں کی طرف اشارہ ہے جو حضرت مسیح ابن مریم کے حق میں اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ قرب قیامت بوصف نبوت بما تحت شریعت محمدیہ تشریف لاویں گے۔ اور نیا کہنے میں غالباً قادیانی پارٹی کی طرف اشارہ ہے جو مرزا صاحب کو نبی مانتی ہے

ہمارا جواب تو بہت مختصر ہے کہ خود مرزا صاحب قادیانی بھی اپنی الہامی کتاب بلکہ الہامی تھیلہ براہین احمدیہ میں لکھ چکے ہیں:

مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاویں گے (براہین۔ص ۴۹۹)

پس اگر دجل ہے تو مرزا صاحب اس قول کے مطابق دجال ہیں، اگر یہ خبث ہے تو بھی وہی اس صفت سے موصوف ہیں۔ ہمارا جواب تو یہی کافی ہے مگر قادیانی پارٹی کیا جواب دے گی اس کا ہمیں علم نہیں لہذا ہم وہ سننا چاہتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۲۰ء ص ۷)

مولانا بٹالوی کا جنازہ قادیان:

مولوی محمد حسین صاحب کا جنازہ غائب ہم نے قادیان میں پڑھا اور دعاء مغفرت کی۔ قریباً سو آدمی شریک جنازہ تھے۔ امانت اللہ زرگر۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۲۰ء ص ۱۳)

انہی دنوں الفضل ۱۶ فروری ۱۹۲۰۔ص ۸ پر ایک چٹھی شائع ہوئی جس میں مولانا بٹالوی کا بھی تذکرہ آیا۔ ملاحظہ فرمایئے:

## کھلی چٹھی

ہمارے پاس چند ایک غیر احمدی اصحاب کے دستخطوں سے ایک تحریر مولوی محمد حسین بٹالوی پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور پیر جماعت علی شاہ علی پوری کے متعلق پہنچی ہے مولوی محمد حسین بٹالوی کو اس کے شائع ہونے سے قبل ہی دنیا سے چل بسے۔ باقی رہ گئے دونوں پیر صاحبان۔ ان کی اطلاع کے لئے یہ تحریر شائع کی جاتی ہے اور فی الحال ہم اتنا ہی کہتے ہیں کہ اس کے جواب میں اگر انہوں نے کچھ لکھا تو اس کا جواب بھی دیا جائے گا۔ اڈیٹر

بخدمت جناب مولوی محمد حسین بٹالوی و پیر مہر علی شاہ گولڑوی و پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری صاحبان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوی مسیحیت اور مہدویت کا اس زمانہ میں کیا لاکھوں انسانوں نے ان کو قبول کرلیا ہے لیکن آپ تا حال منکر ہیں۔ احمدی جماعت آپ کو غلطی پر اور آپ ان کو غلطی پر یقین کرتے ہیں۔ اس امر کا فیصلہ بذریعہ مناظرہ یا مباہلہ ہوسکتا ہے۔ لہذا بڑے ادب سے التماس ہے کہ آپ بغرض مباہلہ بمقابلہ مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ ثانی مرزا صاحب کے اس اشتہار مطبوعہ بغرض دعوت مباہلہ فوراً شائع کریں تاکہ بذریعہ مباہلہ حق و باطل میں تمیز ہو جائے اور خلق خدا گمراہ نہ ہو۔ آپ کو خاکساران اس وقت تک رہبر دین خیال کرتے ہیں اور آپ کو اس لئے بھی تکلیف دیتے ہیں کہ ضرور آپ بذریعہ مباہلہ اس متنازعہ امر کا فیصلہ کرکے دنیا پر حق و باطل واضح کریں.... موہلن کے تحصیل وزیرآباد کے ۹۔ افراد کے دستخط اور نشان انگوٹھے ہیں:

اس سے معلوم ہو کہ تا دم آخر لوگ مولانا بٹالوی ہی کو مرزا صاحب کے مخالفین میں سب سے بڑا سمجھتے تھے، پیر مہر علی اور جماعت علی کے نام بعد میں لکھے گئے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ تادم آخر مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے مخالف رہے، اور اڈیٹر الفضل نے بھی یہ نہیں لکھا کہ ان کا نام کیوں لکھتے ہو وہ تو رجوع کر چکے ہیں اور قادیانیت میں داخل ہو چکے ہیں۔ نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی آپ کے رجوع کے بارے میں ایک نہیں کئی پیش گوئیاں جھوٹی ہوئیں اور ان کا اقرار خود مرزائیوں نے بھی اس خط اور اس پر نوٹ دے کر کرلیا ہے۔ بہاء)

# مرزائیوں کا دین وایمان

جناب بابو محمد حسین صاحب صابری لکھتے ہیں:

آج کل زور شور کے ساتھ قادیانی گروہ مرزائیہ آواز اٹھا رہا ہے کہ اسلام کا سچا پیرو صرف ان کا فرقہ ہے باقی کل دنیا کے مسلمان ہندوستانی ہوں یا عربی خارج از اسلام ہیں ۔ اس دعوی میں بعض مرزائی اس قدر ترقی کر گئے ہیں کہ وہ اپنے خیالی ایمان و اسلام پر مغرور ہو گئے ہیں اور دوسروں کو نہایت حقارت سے دیکھتے ہیں ۔ خدا کی شان ہے ایک دن وہ تھا جب مرزا صاحب خود اپنے اسلام کی خیر مناتے پھرتے تھے ، اپنا اسلام ثابت کرنا زمانے میں مشکل ہو رہا تھا ۔ جدھر نظر اٹھاتے تھے اپنے حق میں کفر کا فتوی موجود پاتے تھے اس وقت میں یہ اصول تھا کہ کسی مسلمان کو کافر کہنا اور کلمہ گو اور عقاید اسلام کا معتقد پا کر پھر بھی کافر کہنے سے باز نہ آنا خود کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا ہے ۔ ( آئینہ کمالات اسلام ۔ ص ۲۵۶ ) ۔ یا آج کا یہ زمانہ ہے کہ وہی مرزا اور ان کے مرید کل مسلمانوں کو باوجود عقاید اسلام کے معتقد ہونے کے اسلام سے خارج سمجھتے ہیں بلکہ یہود و نصاری سے تشبیہہ دیتے ہیں اور نہیں ڈرتے کہ وہی پرانا فتوی ہم پر بھی لگتا ہے اور ہم دوسروں کو کافر کہنے کی وجہ سے خود اسلام سے خارج ہو جائیں گے

کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے عقائد اور اعمال خراب ہو گئے ہیں میں کہتا ہوں کہ خود مرزا اور مرزائیوں کے عقاید اور اعمال پہلے ہی سے خلاف اسلام ہیں مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ میرے نشانات تین لاکھ سے زیادہ ہیں لیکن آنحضرت ﷺ کے معجزات کل تین ہزار ہیں جس کا صاف مطلب ہے کہ اپنے آپ کو حضور انور ﷺ سے سو حصے بڑا جانتے تھے کیونکہ تین ہزار والے کی تین لاکھ والے کے سامنے کیا حقیقت ہے ( توبہ نعوذ باللہ ) کہتے ہیں کہ: میں امام حسین سے افضل ہوں ، اور حسین میں اور مجھ میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے ۔ ،

خدا معلوم افضلیت مرزا صاحب قادیانی کو کن معنوں میں تھی شاید اس کا مطلب ہوگا کہ خود مالدار تھے امام عالی مقام کو مسکین اور مظلوم پا کر اپنے آپ کو ان سے افضل خیال کرنے لگے۔

سوال ہوتا ہے کہ جب مرزا صاحب کو محبت رسول ﷺ کا دعوی تھا اور بوجہ تمول حج ان پر فرض تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ زیارت مدینہ طیبہ اور حج بیت اللہ سے محروم رہے۔ ساتھ ہی دکھایا جاتا ہے کہ مولوی محمد اسماعیل شہید دہلوی پر مخالفین کی طرف سے کفر کا فتوی لگ کر شریف مکہ کے پاس پہنچ چکا تھا تاہم وہ باعزاز واکرام حج کر آئے، تو جواب ملتا ہے کہ مولوی اسماعیل وغیرہ کا اختلاف فروعی تھا اس لئے وہ حج کر سکے اور مرزا صاحب کا اختلاف اصولی ہے اس لئے مکے والے اپنی جاہلیت اولی میں جب آنحضرت ﷺ کو مصائب اور تکالیف پہنچاتے رہے تو اب وہ مجھ (مرزا) سے کیا نہ کرتے۔ لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اگر مکے والے ایسے ہی جاہل ہیں کہ بلا تحقیق مار ڈالتے ہیں تو مولوی اسماعیل شہید دہلوی کیسے زندہ لوٹ آئے۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کے عقاید کی تحقیق کی گئی جس سے حاکم مکہ مطمئن ہو گیا۔ کیا ایسی تحقیق کا موقع مرزا صاحب کو نہ دیا جاتا؟ ضرور دیا جاتا۔ لیکن افسوس کہ وہ جسے ہندوستان میں اپنی نبوت کا ثبوت نہیں دے سکے ایسے ہی وہاں بھی ہرگز نہ دے سکتے۔ نبوت کا ثبوت قرآن و حدیث سے دینا کوئی دل لگی نہیں ہے۔

باوجود ایسے عقاید اور اعمال کے مرزائی ایسے ڈرڑ ہیں کہ وہ کل اہل اسلام کو خارج از اسلام قرار دے کر صرف مرزا پر مدار نجات سمجھتے ہیں۔ ابھی حال میں اڈیٹر الفضل نے ایک مضمون بعنوان:

کیا اب کسی مصلح کی ضرورت نہیں؟

لکھا ہے۔ جس میں ایک اخبار سے ایک نوٹ نقل کیا ہے جس میں صاحب اخبار نے مسلمانوں کی حالت زار دکھائی ہے اس پر الفضل لکھتا ہے:

جب مسلمانوں کی حالت یہ ہے تو کیوں وہ خدا کے اس نبی کی طرف توجہ نہیں کرتے جو عین ضرورت کے وقت مبعوث ہوا اور جسکی تائید میں ہزار ہا ارضی وسماوی نشانات ظاہر ہوئے اگر کہا جائے کہ محض کتاب الٰہی ہمارے لئے کافی ہے تو یہ دعوی باطل ہے کیونکہ کتاب کو جب تک سکھانے والا نہ ہو کتاب چنداں مفید نہیں ہوسکتی۔ (الفضل قادیان ۱۱ دسمبر ۱۹۱۹ء)

مرزائیوں کا ایسا کہہ دینا کوئی بڑی بات نہیں ان کو ہمیشہ سے عادت ہے کہ وہ خواہ مخواہ بلاثبوت مرزا صاحب قادیانی کو آگے کر دیا کرتے ہیں اگر کہیں سیلاب یا طوفان آوے تو جھٹ بول اٹھیں گے کہ ہمارے مسیح موعود کی سچائی ظاہر ہوگئی۔ ابھی حال میں کسی امریکن منجم نے پیش گوئی کی تھی کہ سترہ سے ۱۹ دسمبر ۱۹۱۹ء تک آفتاب میں سوراخ ظاہر ہوگا جس کی وجہ سے زلزلے وغیرہ ہوں گے تو مرزائیوں نے پہلے ہی سے اڑانا شروع کر دیا کہ ہمارے حضرت صاحب نے زلزلوں کی پیش گوئی کی ہوئی ہے۔ خیر یہ تو ان کی معمولی عادت میں داخل ہے اور وہ خود جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی کی اصلیت کیا تھی۔ ہمیں اس سے بحث نہیں البتہ یہ دکھانا ہے کہ جو الفضل اڈیٹر الفضل کے قلم سے نکلے ہیں ان کو دیکھ کر کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ ان کا لکھنے والا مسلمان ہے؟ ہرگز نہیں۔ قرآن شریف تو مدار نجات اپنے اوپر رکھے اور آنحضرت ﷺ فرماویں

ترکت فیکم الثّقلین لن تضلّوا ما تمسّکتم بهما کتاب اللّه و سنّتی ۔یعنی میں تم میں دو چیزیں چھوڑ چلا ہوں جب تک تم ان دونوں سے وابستگی رکھو گے اوران پر عمل کرتے رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے ایک کتاب اللہ، دوسری اپنی سنت۔

مگر یہ نئے مسلمان کہتے ہیں کہ قرآن شریف کا سمجھنا مرزا غلام احمد قادیانی پر موقوف ہے۔ قیامت کے دن آنحضرت ﷺ سے جب امت کی گمراہی کے متعلق

سوال ہوگا تو حضور جواب دیں گے کہ اے میرے مالک! میری قوم نے قرآن شریف چھوڑ دیا، یہ نہیں کہیں گے کہ مرزا قادیانی کو نہیں مانا۔

لیکن مرزائی نہ تو قرآن شریف سے کچھ مطلب رکھتے ہیں، نہ حدیث شریف سے۔ اپنی غفلت میں ایسے ڈوبے ہوئے ہیں کہ دنیا بھر کو احمق خیال کر کے جو منہ پر آیا کہہ دیتے ہیں۔ نہ اپنے دین وایمان کا خیال ہے نہ کسی کے پوچھنے کا خدشہ۔

تعجب ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو ہمیشہ مریدوں کی بد باطنی اور جہالت وغیرہ پر روتے رہے، مگر آج مرزائی اپنے آپ کو ہدایت یافتہ خیال کرتے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

> ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی ہیں، میں انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں۔
>
> (اشتہار ملحقہ شہادت القرآن از مرزا قادیانی۔ ص۲)

یہ تو مرزائیوں کی اصل حالت کا فوٹو ہے جو مرزا صاحب قادیانی نے خود کھینچا ہے جس سے ہدایت ہونا تو درکنار مرزائیوں کا معمولی سے معمولی اخلاق سے بھی گرے ہونا ثابت ہوتا ہے، تاہم الٹے چالیس کروڑ مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہوئے مطلق شرماتے نہیں۔ کیا سچ ہے۔ ظالم کو دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آتا ہے اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دکھتا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ فروری ۱۹۲۰ء مطابق ۶ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ ص ۳۔۴)

# خدا کی توحید کی نسبت قرآن اور قادیانی کا مقابلہ

جناب منشی اللہ دتا صاحب جھنگوی لکھتے ہیں:

مذہب اسلام کو دیگر مذاہب اگر فخر اور برتری کا دعویٰ ہے تو وہ توحید ہی ہے اور اس میں کچھ شک بھی نہیں کہ جس قسم کی خالص توحید اسلام نے دنیا کے سامنے پیش کی ہے کسی اور مذہب نے ہرگز نہیں کی اور مجھ کو توحید خالص کے منکروں پر اس قدر افسوس اور شکایت نہیں ہے کہ جس قدر افسوس اور شکایت مرزا جی قادیانی کی نسبت ہے کہ باوجود دعویٰ کے میں مجدد ہوں، امام الزمان ہوں، اور مرسل من اللہ ہوں، اور توحید خالص کو قائم کرنے اور کسر صلیب کرنے کے لئے دنیا میں آیا ہوں، مگر خلاف دعویٰ یہود اور نصاریٰ اور دیگر مشرکوں سے بھی بڑھ کر توحید خالص کی تکذیب کی۔ یعنی خلاف آیات قرآن مجید خود توحید اور تفرید اور تثلیث اور خدا کے بیٹا ہونے کے مدعی بن گئے۔ اور ڈبل افسوس ہے مرزا جی کے ماننے والوں پر کہ باوجود خواندہ ہونے کے مرزا جی کی کتب میں سے مرزا جی کے عقائد خلاف آیات قرآن پڑھ سن کر بھی حق کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ پس میں اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں پہلے قرآن مجید سے آیات مع ترجمہ نمبر وار اور پھر مرزا جی کی چند کتب سے اصل عبارت معہ نقل کرتا ہوں تاکہ مریدان مرزا جی کو انکار کی گنجائش نہ ہو۔

۱: قرآن مجید میں ہے:

قل لله الخالق كل شيء و هو الواحد القهار۔

(ترجمہ: اے نبی کہہ، اللہ پیدا کرنے والا ہر چیز کا اور وہی اکیلا غالب ہے۔ (س ۱۳۔ ع ۸)

قادیانی مرزا جی کہتے ہیں:

میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں

۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۵۹۴)

۲: قرآن مجید میں ہے:

قل هو الله احد ۔(ترجمہ: کہہ وہ اللہ ایک ہے ۔سورہ اخلاص)

دیگر: فلا تجعلوا لله اندا داً۔مت مقرر کرو واسطے اللہ کے شریک (س ا ع ۳)

قادیانی مرزاجی فرماتے ہیں:

براہین احمدیہ میں خدا نے مجھے کہا انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی ۔تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید وتفرید۔(ضمیمہ انجام آتھم۔ ص۲)

۳۔ قرآن مجید میں ہے:

ليس كمثله شيء و هو السميع البصير۔

(نہیں ہے مانند اس کے کوئی چیز اور وہ ہے سننے والا دیکھنے والا۔(سورہ ۲۵۔ع ۴)

قادیانی مرزاجی فرماتے ہیں:

دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی زبان میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں، خدا کی مانند، گویا اس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ میں ہے انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی۔

(اربعین نمبر۳ حاشیہ ص ۲۵)

۴۔قرآن مجید میں ہے:

اولم ير الذين كفروا انّ السماوات والارض كانتا رتقاً ففتقناهما (الانبیاء: ۳۰)(کیا نہیں دیکھا انہوں نے کہ کافر ہوئے یہ کہ آسمان اور زمین تھے ملے ہوئے پس جدا کیا ہم نے دونوں کو)

دیگر: و لقد زيّنا السّماء الدنيا بمصابيح ۔(تحقیق زینت دی ہم نے آسمان دنیا کو ساتھ چراغوں کے)

قادیانی مرزاجی فرماتے ہیں:

سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں تر

تیب اور تفریق نہ تھی۔ پھر میں نے منشاء حق کے موافق اسکی ترتیب اور تفریق کی اور دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زیّنّا السّماء الدّ نیا بمصا بیح۔ (آئینہ کمالات اسلام)

۵۔قرآن مجید میں ہے:

انّما امره اذا اراد شیئاًان یقول له کن فیکو ن۔ (سوئے اس کے نہیں کہ حکم اس کا جب چاہے پیدا کرنا کسی چیز کا یہ کہ کہتا ہے واسطے اس کے ہو پس ہو جاتی ہے)

قادیانی مرزا جی کو الہام ہوا:

انّماامر ك اذا ار دت شیئاً ان یّقو ل له کن فیکو ن۔ (تحقیق تیرا ہی حکم ہے جب تو کسی شئے کا ارادہ کرے تو اسے کہدے پس وہ ہو جاتی ہے) (البشری ج ۲)

۶۔قرآن مجید میں ہے:

انّ اللّٰه یفعل ما یر ید (تحقیق اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے)۔

قادیانی مرزا جی کا الہام ہے:

ار ید ما تر یدو ن (میں ارادہ کرتا ہوں جیسا کہ تم کرتے ہو) (البشری ج ۲)

۷۔قرآن مجید میں ہے:

لا یشر ك فی حکمه ا حدا۔ (شریک نہیں کرتا بیچ حکم اپنے کے کسی کو)۔

قادیانی مرزا جی کا الہام ہے:

کل لك و لا مر ك۔ (سب تیرے لئے اور تیرے حکم کے لئے)۔ (البشری ج ۲)

۸:قرآن مجید میں ہے:

وان من شیء الا یسبح بحمده (نہیں کوئی چیز مگر تسبیح کرتی ہے ساتھ حمد اسکی کے)

قادیانی مرزا جی کا الہام ہے:

یحمد ك الله من عر شه (خدا تیری عرش پر سے حمد کرتا ہے (اربعین نمبر ۲)

۹:قرآن مجید میں ہے:

فسبّح بحمد ربّك و كن من السّاجدين ۔(پس پاکی بیان کر ساتھ حمد رب اپنے کے اور ہو سجدہ کرنے والوں سے )۔

قادیانی مرزا جی کا الہام ہے:

یحمدك الله و یمشی الیك (خدا تیری حمد کرتا ہے اور تیری طرف چلا آتا ہے) ( اربعین نمبر ص ۱۰۔البشری ج ا ص ۲۸)

۱۰۔قرآن مجید میں ہے:

و ما تشاؤن الا ان یشاء الله ۔(نہیں چاہتے تم مگر یہ کہ چاہے اللہ )

قادیانی مرزا جی کا الہام ہے:

انّی مع الرسول اقوم و ...(میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا اور اس بات کا قصد کرونگا جس کا وہ قصد کرے گا۔(البشری ج ۲ ص ۱۳۲)...

۱۱: قرآن مجید میں ہے:

الله لا اله الا هو الحی القیوم ۔(اللہ نہیں کوئی لائق بندگی کے مگر وہ زندہ ہے ہمیشہ قائم رہنے والا نہیں پکڑتی اس کو اونگھ اور نیند )۔

قادیانی مرزا جی کا الہام ہے:

اصلی و اصوم اسهم و انام : میں نماز پڑھونگا اور روزہ رکھونگا جاگتا ہوں اور سوتا ہوں البشری ج ۲ ص ۷۹

۱۲۔قرآن مجید میں ہے: لا یضل ربی و لا ینسی ۔ نہیں بہک جاتا رب میرا اور نہ بھول جاتا ہے۔س ۱۶ ع ۱۱

قادیانی مرزا جی کا الہام ہے:

اخطی و اصیب انی مع الرسول محیط ۔میں خطا کرونگا میں بھلائی کرونگا میں اپنے رسول کے ساتھ محیط ہوں ۔(البشری ۔ج ۲ ص ۷۹)

۱۳۔ قرآن مجید میں ہے:

وجعلوا من عباده جزء ان ا لا نسا ن لکفور مبین ۔(اور مقرر کیا انہوں نے واسطے حق تعالی کے بندوں میں سے اسکے جز و بنائے بیشک انسان کا فر ظاہر ہے۔س ۲۵۔ ع ۸)

قادیانی مرزا جی کا الہام ہے:

خدا تیری عرش پر سے تعریف کرتا ہے تو اس سے نکلا ہے۔کتاب البریت ص ۵۷

قرآن مجید میں ہے:

لم یلد و لم یو لد ۔(نہیں جنا اس نے اور نہ جنا گیا)

قادیانی مرزا جی کا الہام ہے:

انت منی و انا منك ۔تو مجھ سے ہے اور میں تجھ میں سے ہوں۔البشری ج ۲ ص ۶

۱۵۔قرآن مجید میں ہے۔

و لا تقولوا ثلا ثة انتهوا خیر لکم انما الله اله وا حد ۔اور مت کہو تین ہیں۔ باز رہو بہتر ہوگا واسطے تمہارے سوائے اس کے نہیں اللہ معبود اکیلا ہے۔(س ۶)

دیگر:لقد کفر الّذین قا لوا انّ الله ثالث ثلا ثه ۔

(تحقیق البتہ کافر ہوئے وہ لوگ کہ کہتے ہیں تحقیق اللہ تیسرا ہے تین کا۔س ۶ ع ۱۴)

قادیانی مرزا جی فرماتے ہیں:

اس مقام اور مرتبہ کی محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ خدا تعالی کی محبت سے بھری ہوئی انسانی روح جو بارادہ الہی اب محبت سے پھر گئی ہے ایک نیا تو لد بخشتی ہے اس وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح خدا تعالی کی روح دسے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہو جاتا ہے اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ دونوں کے لئے بطور ابن ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ سمجھ لیا ہے۔(توضیح المرام۔)

۱۴۔قرآن مجید میں ہے:

هو الّذی خلقکم من طین ۔(الانعام:۲)(وہی ہے اللہ جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے)

قادیانی مرزا جی کا الہام ہے:

تو ہمارے پانی سے ہے اور دوسرے لوگ فشل سے یعنی خشکی سے (کتاب البریت ص ۷۵)

۱۵۔قرآن مجید میں ہے:

الذی له ملك السماوا ت و ا لار ض و لم یتخذ ولدا ۔

(اللہ وہ ہے جس کی سلطنت آسمان اور زمین کی ہے اور نہیں پکڑا اس نے کوئی بیٹا)

قادیانی مرزا جی کا الہام ہے:

انت منّی بمنز لة و لدی

(تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے حقیقت الوحی ص ۸۶)

۱۸۔قرآن مجید میں ہے:

قا لوا اتخذالله و لداًا لهم به من علم و لا لآ با ء هم کبر ت کلمة تخر ج من افوا ههم ان یقولو ن ا لا کذ با

(کہتے ہیں پکڑی ہے اللہ نے اولاد نہیں ان کو ساتھ اس کے علم اور نہ باپوں ان کے کو بڑی بات ہے جو نکلتی ہے مونہوں ان کے سے نہیں کہتے مگر جھوٹ۔)

قادیانی مرزا جی کا الہام ہے:

انت منی بمنز لة او لا دی (تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری اولاد) (اخبار الحکم ج ۲ نمبر ۴۴ ص ۶؟ مورخہ ۱۰ادسمبر ۱۹۰۲ء؟

قرآن: بد یع السما وات و ا لار ض انی یکو ن له و لد و لم تکن له صاحبه (پیدا کرنے والا آسمانوں کا اور زمین کا کیونکر ہو واسطے اس کے اولاد نہ ہے واسطے اس کے جورو

۔(س ۷ ع ۱۹)

دیگر: و قالوااتّخذ الر حمن و لدا۔ لقد جئتم شیئا ادا ۔تکا د السما وا ت یتفطر ن منه و تنشق الا ر ض و تخر الجبا ل هدا ان دعوا للر حمن ولدا ۔(اور کہا انہوں نے پکڑی ہے رحمٰن نے اولا دالبتہ تحقیق لائے تم ایک چیز بھاری نزدیک ہے کہ آسمان پھٹ جاوے زمین اور گر پڑیں پہاڑ کانپ کر اس سے کہ دعویٰ کیا انہوں نے واسطے رحمان کے اولاد کا (س ۱۶۔ ع ۹)

مرزا: الہام: اسمع و لدی ۔ اے میرے بیٹے سن (البشری ج ا ص ۴۹)

قرآن: و لله الاسماء الحسنی فا دعوه بها و ذروا الذین یلحدون فی اسماء ہ یجز و ن ما کا نوا یعلمو ن ۔(اور واسطے اللہ کے ہیں نام اچھے۔ پس پکارو اس کو ساتھ اس کے اور چھوڑ دو ان کو جو کج راہی کرتے ہیں بیچ ناموں اس کے کے البتہ جزا دیئے جاویں گے جو کچھ تھے کرتے۔ س ۹ ع ۱۲)

مرزا: الہام۔ ربّنا عا ج ۔ ہمارا رب عاجی ہے۔(البشری۔ ج ۲ ص ۷۶)

الہام: انی ساعقة ۔ میں ساعقہ ہوں۔ نوٹ یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔(البشری ج ۲ ص ۷۶)

۲۱، قرآن۔ و من ا ظلم ممن افتری علی الله کذ باً او کذ ب بآ یا ته انه لا یفلح الظا لمون

اور کون بہت ظالم ہے اس شخص سے کہ باندھ لیوے اوپر اللہ کے جھوٹ یا جھٹلا وے آیتوں اس کی کو تحقیق نہیں چھٹکارا پاتے ظالم۔ س ۷ ع ۹

مرزا: الہام: اعمل ما شیت فا نی قد غفر ت لك ۔ جو کچھ تو چاہے کر میں نے تجھے بخشا ۔(البشری۔ ج ا ص ۴۶)

دیگر: اربعین نمبر ۲ صفحہ ۱۸، جو چاہے کر تو مغفور ہے۔

۲۲، قرآن: و ان الشیا طین لیو حو ن الی او لیاء هم لیجا د لو کم و ان اطعتمو هم انکم لمشر کو ن۔(اور تحقیق شیاطین وسوسہ ڈالتے ہیں طرف دوستوں اپنے کی تو

کہ جھگڑیں تم سے اور اگر تم نے کہا مانا ان کا تحقیق تم ہی البتہ مشرک ہو (س ۸ ع ۱)

دیگر: هل انبئكم على من تنز ل الشيا طين تنز ل على كل افاك ا ثيم يلقون السمع و اكثر هم كا ذبو ن ۔

(کیا بتلاؤں میں تم کو اوپر کس کے اترتے ہیں شیطان اترتے ہیں اوپر ہر جھوٹ باندھنے والے گنہگار کے رکھتے ہیں شیطان کان اپنے اور اکثر ان کے جھوٹے ہیں (س ۱۹۔ ع ۱۵)

مرزا جی: سو اس امت میں وہ ایک شخص میں بھی ہوں جس کو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کی مدت دی گئی اور تئیس برس تک یہ سلسلہ برابر جاری رکھا گیا ہے۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۲۲)۔

صاحبان! مرزا جی کے تمام الہامات مرقومہ بالا جو صریح قرآن مجید کی آیات کے خلاف ہیں مرزا جی کے خود ساختہ ہیں یا غیر خدا کی طرف سے ہیں، خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہرگز نہیں ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ فروری ۱۹۲۰ء مطابق ۶ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ ص ۴۔۶)

## استفسار بابت نبوت

مرزائی صاحبان اپنے ادعا نبوت کے ثبوت میں آیت سورہ اعراف

يا بنى آ د م امّا يأ تينّكم رسل منكم يقصّو ن عليكم آ يا تى فمن اتقى و ا صلح فلا خوف عليهم و لا يحز نو ن ۔

بڑے زور سے پیش کرتے ہیں کہ اللہ فرما چکا ہے کہ ضرور تمہارے پاس تم میں رسول آتے رہیں گے۔

پس کیا مرزا صاحب بہ حسب دعوی خود اس قرآنی حکم وپیش گوئی میں داخل ہیں؟ اگر نہیں تو اس آیت کریمہ کے مصداق کون لوگ ہیں اور کیا وہ گذر چکے یا آئیں گے؟ اور اگر داخل ہیں تو پھر ان کے انکار نبوت کی کیا وجہ ہے؟ اگر جواب میں کہا

جائے کہ یہاں رسل معنی مجازی رسل مرسلین ہے جیسا کہ مفسرین نے زیر تفسیر آیت سورہ یسین اذ جاء ھا المر سلون رقم فرمایا ہے کہ اہل انطاکیہ کے پاس عیسی مسیح کے رسول گئے تھے تو اس جگہ معنی مجازی کے مراد ہونے پر کون سا قرینہ دال ہو گا جو حقیقۃ سے صارفہ ہو غرض کہ ان کے ہمہ اعتراضات وسوالات کو مدنظر رکھ کر بالعموم جمیع علماء امت محمدیہ و بالخصوص مولانا ثناء اللہ ومولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی توجہ خاص فرما کر سائل کو جواب باصواب سے مسکت للخصم خوش فرماویں۔

المستفسر: سید محمد نور اللہ شاہ محلّہ کشمیری سیالکوٹ۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: آیت موصوفہ کا مضمون بالکل صاف ہے کہ حضرت آدم کے ہبوط کے وقت اللہ تعالی کی طرف سے بندوں کو اطلاع ملی کہ تم میں رسول آویں گے تو ان کی اطاعت کرنا۔ پہلے پارے میں مذکور ہے

امّا یأ تینکم منّی ھدی فمن تبع ھدا ی فلا خوف علیھم و لا ھم یحز نو ن (یعنی اے بنی آدم اگر میری طرف سے تمہارے پاس رسول آویں تو جو ان کی تابعداری کریں گے بےغم ہوں گے)

اس آیت کو محدود کر دیا دوسری آیت نے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ما کا ن محمد ابا احد من ر جا لکم و لکن رسو ل اللہ و خا تم النبیین

یعنی محمد رسول خاتم النبیین ہیں

اگر پہلی آیت سے نبیوں کے آنے کا ثبوت ہوتا ہے تو پھر مرزا صاحب کو کیا پڑی تھی کہ وہ بروزی اور طفیلی نبی بنتے، انہوں نے صاف نبوت کا دعوی کیوں نہ کیا۔ آیت خاتم النبیین ایسی صاف ہے کہ مسلمانوں کا کوئی بھی فرقہ بعد نبوت محمدیہ کے نبوت کا قائل نہیں ہوا اسی کی تفسیر میں وہ حدیث پیش کی جاتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں لا نبی بعدی۔ یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

دوسری آیت کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ انطا کیہ والوں کی طرف اصلی رسول گئے تھے شاگردان مسیح کے جانے کا ثبوت نہیں جن مفسروں نے کہا ہے انہوں نے اہل کتاب کے اثر سے کہہ دیا ہے ورنہ کسی آیت حدیث سے ثابت نہیں

نوٹ: خاص نبوت کا مسئلہ تو بجائے خود رہا مگر نبوت مرزا کا مسئلہ تو اب اس قابل بھی نہیں کہ اسکو زیر بحث لایا جائے نبوت اگر جاری بھی ہو تو کیا ایسے آدمی نبی ہو سکتے ہیں، جو کانے کو دم کریں تو خدا ان کی صداقت ظاہر کرنے کو اسے اندھا کر دے۔ فاعتبروا یااولی الابصار

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۸ فروری ۱۹۲۰ء مطابق ۶ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ ص ۶۔۷)

## خلیفہ قادیان امرتسر میں

قادیانی خلیفہ (مرزا محمود) لاہور سے واپس ہوتا ہوا امرتسر میں بھی اترا۔ ۲۲،۲۳ فروری کو اس کے لیکچر کا انتظام کیا گیا۔ مولانا ابوالوفا اس سے پہلے امروہہ اور شاہجہان پور کے جلسوں میں گئے ہوئے تھے۔ ۲۲ کو آپ شاہجہان پور میں تھے۔ امرتسری علماء نے ۲۰ ہی سے خلیفہ جی کا استقبال کرنا شروع کر دیا ان سب میں پیش پیش مولوی سید عطاء اللہ شاہ صاحب تھے جنہوں نے مرزائی خیالات متعلقہ اسلام اور متعلقہ خلافت اسلام بتا بتا کر پبلک کو ان کے جلسے میں جانے سے منع کیا۔ اتنے میں مولانا ابو الوفا بھی ۲۳ فروری کی دوپہر آ پہنچے۔ مولوی عطاء اللہ شاہ سٹیشن ہی پر ملے۔ مولانا سے پوچھ کر ساڑھے سات بجے شام جلسہ کا انتظام کر دیا۔ شب کو مولانا نے قادیانی مشن پر مفصل تقریر کی۔ امرتسری پبلک چونکہ آپ کی منتظر تھی اسلئے ہجوم بھی بہت زیادہ تھا اسی روز آپ نے اعلان کر دیا کہ کل اسی وقت کٹرہ بھائی (دفتر اہل حدیث والے محلّہ) میں جلسہ ہوگا۔

دوسرے روز کا جلسہ بھی بہت بارونق ہوا خلیفہ قادیان کو دیکھ کر امرتسری

مسلمانوں میں جو جوش پیدا ہوا تھا وہ علماء کی تقریروں سے ٹھنڈا پڑ گیا الحمد للہ۔ سنا گیا کہ اثناء تقریر میں خلیفہ قادیان پر بہت سے آوازے کسے گئے بلکہ اینٹ کنکر بھی پڑے۔ ہمارے خیال میں خلیفہ جی اس بات کا ملال نہیں ہوگا کیونکہ ان کے والد آنجہانی جب امرتسر میں آئے تھے اور اسی مکان میں آپ نے لیکچر دیا تھا تو ان کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ پولیس کی حفاظت میں اگر سٹیشن نہ پہنچائے جاتے تو شاید مزار شریف بھی امرتسر میں ہی ہوتا۔

کسی صاحب نے اثنا تقریر میں اہل لاہور کی سخت شکایت کی کہ خلیفہ قادیان نے وہاں دو لیکچر دیئے مگر علماء لاہور اور پبلک نے خلیفہ جی کی قدر نہ کی جیسی کہ اہالی امرتسر نے کی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ مارچ ۱۹۲۰ء۔۱۳ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ ص ۱۲)

# ضرورت ایجاد کی ماں

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں:

دنیا جہاں خدا کے بندوں سے خالی نہیں رہتی جو ایمان قائم رکھنے کے لئے دولت عزت بلکہ جان تک دے دیتے ہیں وہ ایسے بندے بھی پیدا کرتی رہتی ہے جو دولت پر سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔ ہمارے مرزا غلام احمد قادیانی چودھویں صدی کی موخر الذکر قسم کے لوگوں میں ایک اعلیٰ پایہ رکھتے ہیں کیونکر؟ دیکھئے

مرزا صاحب اور ان کے والد جب اپنی جائیداد واگذار کرنے میں ستر (۷۰) ہزار روپئہ کے نیچے آ گئے، (دیکھو مرزا کی کتاب، ہمارے مختصر سوانح اور مقاصد) اور ایسے نواب بے ملک رہ گئے کہ انکم ٹیکس ادا کرنے سے عجز ظاہر کیا اور تحصیل دار وقت نے اس کی تصدیق کی، مرزا صاحب اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اسی نامرادی کی وجہ سے حضرت والد صاحب ایک نہایت عمیق گرداب غم اور حزن واضطراب میں زندگی بسر کرتے تھے، تو بقول شخصے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے، مرزا صاحب نے اس گرداب

عمیق سے نکلنے کی ایک ایسی تجویز سوچی جس میں نہ ہلدی لگتی تھی نہ پھٹکڑی صرف تھوڑے سے ایمان کا خرچ تھا۔ یعنی دعوی کردیا کہ مجھ کو الہام ہوتا ہے اور اس دعوی کی خدا کی قسموں سے موکد کیا (ان الہاموں اور الہامی پیش گوئیوں کا حال بھی دنیا نے دیکھ لیا کہ ایمان اور حیا سوز تاویلات کی ٹانگوں پر انہیں کھڑا کرنے کی کوششیں کی گئی) اس کے بعد مسیح ہونے کا دعوی کیا لیکن اس دعوی میں ایک دقت پیش آئی یعنی جن احادیث میں مسیح کے نزول کا ذکر تھا ان میں یہ بھی تھا کہ وہ دجال کو قتل کریں گے۔ اس لئے دجال کا قائم کرنا ضروری ہوا اور اس میں ایمان کا ذرہ زیادہ خرچ پڑا۔ یعنی دجال اس طرح قائم کیا: فرماتے ہیں کہ پس اصل بات یہ ہے کہ دجال ایک شخص کا نام نہیں لغت عرب کی رو سے دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو اپنے تئیں امین اور متدین ظاہر کرے مگر دراصل امین ہو نہ متدین۔ حالانکہ ظلو ماً جھو لاً کے معنی کرتے ہوئے آئینہ کمالات اسلام میں فرماتے ہیں کہ ہم ان کتب لغت کو جو صدہا برس قرآن کریم کے بعد اپنے زمانے کے محاورات اور موافق طیار ہوئیں ہیں قرآن مجید کا حکم نہیں ٹھہرا سکتے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن اور حدیث ایک زمانہ کی کلام ہیں۔ پس مرزا صاحب ایک اصول قائم کرنا اور دوسری جگہ اس کو توڑنا کچھ تھوڑا سا زیان ایمان نہ تھا اور طرفہ یہ کہ یہ بیان بھی جھوٹ کہ کتب لغت کی رو سے دجال اس گروہ کو کہتے ہیں۔ ہاں اگر یہ کہتے کہ گروہ کو بھی کہتے ہیں تو سچ ہوتا۔ دور نہ جاؤ صراح ہی کھول کر دیکھو دجال کے سامنے لکھا ہے ، نام مسیح کذاب و گروہ بزرگ ۔، دروغ گورا حافظہ نباشد۔ ازالہ اوہام خود تحریر فرما چکے ہیں کہ صحابہ نے بلکہ خود آنحضرت ﷺ نے یقین کرلیا کہ ابن صیاد وہی دجال ہے۔ یہ بیان بھی جھوٹ کیونکہ جب حضرت عمر نے اس کو دجال سمجھ کر اس کے قتل کی اجازت چاہی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر یہ شخص دجال ہے تو اس کا قاتل سوا حضرت عیسی کے اور کوئی نہیں۔ اور اگر یہ شخص دجال نہیں تو ذمی ہونے کی وجہ سے اسکا قتل جائز نہیں۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ صحابہ اور آنحضرت ﷺ دجال شخص واحد کو سمجھتے تھے

نہ کہ گروہ کو۔ دوم یہ کہ آنحضرت ﷺ نے ہرگز یقین نہیں کیا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ تیسرے یہ بھی ثابت ہوا کہ قتل سے واقعی قتل ہی مراد ہے نہ کہ دلائل پیش کرنے جیسے کہ مرزا صاحب ہمیں سمجھاتے ہیں۔ پھر مرزا صاحب فرماتے ہیں، سو یہ صفت (امین نہ ہونے کی) عیسائیوں کے اس گروہ میں ہے جو پادری کہلاتے ہیں کیونکہ وہ صرف محرف انجیل پیش کرتے ہیں اور وہ گروہ جو طرح طرح کی کلوں اور صنعتوں اور خدائی کاموں کو اپنے ہاتھ میں لینے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اچھا ہم نے مانا کہ کلیں ایجاد کرنے والے بہت برا کام کرتے ہیں اور دجال ہیں مگر دجال کی نسبت تو حضرت عیسی کے نزول کی بشارت دینے والا مخبر صادق فرما چکا کہ وہ مردہ زندہ کرے گا اور مینہ برسائے گا اور خدائی دعوی کرے گا۔ پھر حضرت نازل ہوکر اس کو قتل کریں گے۔ عیسائیوں کے کسی گروہ نے نہ آج تک مینہ برسایا نہ مردے زندہ کئے نہ خدائی دعوی کیا اور مسیح صاحب قادیان میں پیدا ہوکر اپنی ہی بددعا سے مولوی ثناء اللہ شیر اسلام کی زندگی میں فوت ہوکر اپنے کذاب ہونے پر مہر لگا گئے۔

علاوہ ازیں اگر کسی نے مردے زندہ کئے تو وہ ڈاکٹری فرقہ ہوگا۔ پس دجال کے معنی گروہ بھی نہ ہوئے بلکہ ایسے تین گروہوں کا مجموعہ جس میں سے ایک پر تو امین نہ ہونے کا مرزا صاحب الزام دیں اور دوسرے دو گروہوں کی نسبت گمان کیا جا سکے کہ شائد وہ مسیح کی موت کے بعد ہی کسی آئندہ زمانہ میں مینہ برسا دیں اور مردے زندہ کریں اور خدا ہونے کا دعوی کریں۔ یہ کیا خوب تعریف ہے دجال کی کہ کوئی صحیح الدماغ انسان اس کو قبول نہیں کر سکتا۔

پادریوں کے غیر متدین ہونے کی وجہ مرزا صاحب اس کتاب میں یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ محرف انجیل ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن ازالہ اوہام میں مرزا صاحب ایلیا کے قصہ کو جو انجیل میں ہے صحیح ثابت کرتے ہوئے انجیل کو غیر محرف مانتے ہیں چنانچہ ان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

پھر ہمارے امام المحدثین حضرت اسماعیل صاحب (مرزا جی کو یہ بھی خبر نہیں کہ اسماعیل امام صاحب کے باپ کا نام تھا) اپنی صحیح بخاری میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں کوئی لفظی تحریف نہیں زبردستی سے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ یہ سب کتابیں محرف ومبدل ہیں۔

جائے غور ہے کہ پادری صاحبان اگر انجیل پیش کریں تو وہ دجال قرار دیئے جائیں کیونکہ انجیل محرف ومبدل ہے اور مرزا جی اسی انجیل کو پیش کریں تو وہ مسیح موعود کیونکہ اسماعیل نے بخاری میں کہا ہے کہ انجیل محرف ومبدل نہیں کوئی سائنس والا کوئی کل ایجاد کر کے خلق اللہ کو آرام اور فائدہ پہنچاوے اور خدا کو خدا اور اپنے آپ کو اس کا بندہ مانے تو وہ دجال اور مرزا جی ایک نیا مذہب ایجاد کر کے لوگوں کا ایمان اور پیسہ غارت کریں اور امت محمدیہ میں تفرقہ ڈالیں اور خدا کا بیٹا اور باوا بنیں تو مسیح موعود۔ سبحان اللہ و بحمدہ۔ کیا منطق ہے اور کیا خوب شناخت ہے دجال اور مسیح موعود کی، اور کیا دماغ ہیں ان لوگوں کے جو اس منطق کو قبول کر رہے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔۱۹ مارچ ۱۹۲۰ء۔ ۲۰۔۲۷ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ ص ۳۔۴)

# قادیانی مکاتبت

## من جانب اراکین انجمن اہل حدیث مدراس

بگرامی خدمت جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے و جناب خواجہ کمال الدین صاحب لاہوری (یہ دونوں حضرات ان دنوں مدراس گئے ہیں وہاں کی انجمن اہل حدیث نے ان کو خط لکھا جو درج ذیل ہے افسوس ہے جواب نہیں پہنچا۔ اڈیٹر اہل حدیث)

اس کا تو آپ حضرات کو انکار نہیں کہ آپ حضرات جناب مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کے متبعین سے ہیں مگر ایسے متبعین سے نہیں ہیں جیسے میاں محمود احمد قادیانی اور ان کے تابعدار ہیں جو مرزا صاحب کو علاوہ خدا رسول نبی وغیرہ کے اور کیا

مانتے اوراعتقاد کرتے ہیں نعوذ باللہ من سوء الاعتقاد و من کل ما کرہ اللہ چنانچہ سنا گیا کہ جمعہ ۲۰ فروری کے جلسہ لیکچر مقام لالی ہال مدراس میں آپ نے بھی عموماً ان کے اعتقادات کی تردیداور ایسے فاسد اعتقادات سے اپنی برأت بھی ظاہر کی ہے

آپ حضرات نے اپنے پرچہ مورخہ ۱۱ دسمبر ۱۹۱۹ء میں تحریر فرمایا ہے کہ

ا: حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ سچے مسلمان تھے اوران تمام عقاید پر قائم تھے جواہل سنت و جماعت کے عقاید ہیں۔

ایک وسیع نظر والا اس عبارت کا یہ مفہوم سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب آنجہانی نے جس قدر دعوے اپنے حق میں خود کئے ہیں اور جن کا ذکر مرزا صاحب کی قدیم و جدید تصانیف وغیرہ میں کیا گیا ہے وہ سب دعوے اہل سنت و جماعۃ میں عموماً مسلم ہیں یا ان کا ثبوت دلائل اربعہ اہل سنت و جماعت سے ہوسکتا ہے یا فرقہائے اہل سنت و جماعت (حنفی شافعی مالکیہ حنبلی اہل حدیث) سے کسی ایک فرقہ کے پاس خصوصاً ایسے دعوے مسلّم وثابت ہیں

کتاب النبوۃ فی الاسلام مصنفہ محمد علی صاحب ایم اے وغیرہ سے جو آپ حضرات کی انجمن احمدیہ سے شائع ہوئی ہے اس کا پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرات مرزا صاحب آنجہانی کو مسیح موعود اعتقاد کرتے اورانتے ہیں اور غالباً اب بھی آپ حضرات کا یہی عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی آنجہانی مسیح موعود ہیں

بحکم فاصلحوا بین اخویکم اور بفحوائے الصلح خیر آپ حضرات سے مندرجہ ذیل سوالات کے کھلے اور صاف تحریری جوابات بپابندی اصول اہل سنت و جماعت طلب کئے جاتے ہیں اور امید ہے کہ آپ حضرات عوام وخواص ہردو کی تشفی کے لئے ان سوالات کا تحریری جواب بہ پابندی اصول سنت و جماعت جلد عنایت فرمائیں۔اس کے ساتھ ہی وہ حصہ مضمون بھی قلم بند کردیجئے جو جمعہ ...کو لال ہال میں

آپ نے بہ نسبت مرزا صاحب آنجہانی اور ختم نبوت وغیرہ وغیرہ کے بیان فرمایا ہے کیونکہ مثل مشہور ہے لاکھ بکا ایک لکھا۔ یہ دونوں مساوی نہیں ہو سکتے اور اس سے غیروں کو بھی فائدہ ہونا یقینی ہے

سوالات: ۱: آپ حضرات جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی کو مسیح موعود اعتقاد کرتے ہیں یا نہیں؟

۲۔ اگر آپ حضرات جناب مرزا صاحب کو مسیح موعود اعتقاد کرتے ہیں تو کیا آپ حضرات مسیح موعود اعتقاد کرنے کے باوصف مرزا صاحب کو نبی بھی مانتے ہیں کہ نہیں؟

موعود کے لفظ سے کیا آپ حضرات کے بھی وہی مفہوم ہے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے کہ احادیث میں اس کا وعدہ کیا گیا ہے؟

۴۔ اگر موعود کا مفہوم وہی ہے جو احادیث میں وعدہ کیا گیا ہے تو ان احادیث میں کیا مسیح موعود کو ابن مریم اور نبی کے لفظ سے بھی یاد کیا گیا ہے؟

۵۔ کیا جناب مرزا صاحب آنجہانی کی قدیم وجدید تصانیف میں ایسے الفاظ اور دعوی نہیں ہیں جو عموماً تمام اہل سنت و جماعت کے عقاید کے صاف خلاف ہیں اور جن کے لینے اور صحیح سمجھنے سے قائل ہر اصول اہل السنہ و جماعت کے برابر کفر کا اطلاق آسکتا ہے یا نہیں؟

۶۔ اگر مرزا صاحب آنجہانی کی کتب میں ایسے الفاظ و دعوی تحریراً ثابت ہیں جو منجر بکفر ہیں تو آپ حضرات ان کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں اور اس کے قائل پر کیا حکم لگاتے ہیں؟

۷۔ آپ حضرات جناب مرزا صاحب کے ان متبعین کو کیا کہتے ہیں جو قادیانی پارٹی کہلاتی ہے اور جس کی طرف سے لندن میں مفتی محمد صادق وغیرہ تبلیغ واشاعت اسلام کا کام کرتے ہیں اور جن کے اعتقاد میں مرزا صاحب خدا بھی ہیں رسول بھی ہیں نبی بھی ہیں کرشن بھی ہیں حضرت امام حسین اور جناب صدیق اکبر سے بھی افضل و برتر

ہیں وغیرہ وغیرہ۔ آیا وہ لوگ اسلام کی حدود میں ہیں یا حدود اسلام سے باہر ہو گئے ہیں۔

۸۔ کیا آپ حضرات اہل سنت و جماعت کے اس مسلّم عقیدہ کے قائل و معتقد ہیں یا نہیں جو قرب قیامت نزول عیسی من السماء کا ہے جیسا کہ تمام کتب عقائد اہل سنت و جماعت میں بلا انکار ثابت و مسلّم ہے

۹۔ کیا انگریزی ترجمہ اور شرح قرآن مجید مصنفہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے میں جو مخالفین اسلام کی ہدایت و تعلیم کے لئے لندن میں چھپوایا گیا ہے کوئی مسئلہ خلاف عقاید جمہور اہل سنت و جماعت نہیں بیان ہوا ہے؟ اگر ہوا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

۱۰۔ کیا آپ حضرات نے کبھی اپنے متبعین کو یہ فتوی دیا تھا اور آپ خود بھی اس پر عامل تھے کہ مساجد اہل سنت و جماعت میں پنج وقتہ، جمعہ و عیدین میں اہل سنت و جماعت کیا مام کے پیچھے آپ حضرات کی اقتداء درست نہیں ہے اور کیا اب بھی آپ حضرات کا یہی فتوی و عمل ہے؟

۱۱۔ کیا تاریخ اسلام سے کسی ایسے بزرگ یا ولی یا مجدد کو اس تیرہ سو سال کی مدت میں آپ پیش کر سکتے ہیں جس نے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی کی طرح اپنی فضیلت میں خود ایسے دعوے کئے ہیں اور پھر اس زمانہ کے لوگ اس کو بزرگ یا ولی یا مجدد بھی مانتے تھے۔

۱۲۔ آپ حضرات کے پاس اس مدعی کا کیا حکم ہے جو جناب مرزا صاحب آنجہانی کو جھوٹا (کاذب) سمجھتا اور مرزا صاحب کے اقوال اور کلام ہی سے اس کا ثبوت دینے کے لئے تیار و آمادہ ہے مگر کوئی مرزائی جرأت کر کے ثبوت چاہنے پر آمادہ نہیں ہوتا ہے

۱۳: جناب مرزا غلام احمد صاحب کا کشف و الہام ان کے متبعین پر خصوصاً اور عوام مسلمین پر عموماً حجت شرعی ہوسکتا ہے یا نہیں؟

۱۴: کیا کسی تصنیف میں جناب مرزا قادیانی اپنے آپ کو مرض مالیخولیا میں مبتلا ہونے

کا دعوی کیا ہے کہ نہیں؟ اگر ایسا دعوی کیا ہے تو کیا مرزا صاحب اس دعوی میں صادق ہیں یا کاذب؟

براہ کرم ان سوالات کا صاف وصریح جواب بپابندی اصول اہل سنت و جماعت عنایت کیجئے اگر آپ کا جواب تشفی بخش ہوگا تو جھگڑا پاک ورنہ اختلافی ابواب میں کسی ایک عام یا خاص جلسہ علماء وعمائدین میں طرفین کے صوابدید سے شرائط مناظرہ ضبط ہونے کے بعد بپابندی اصول اہلست و جماعت اختلافی ابواب کا تصفیہ کر لیا جائے گا۔ یقین ہے کہ آپ حضرات اس کے تحریری جواب سے جلد ممنون فرمائیں گے۔ فقط خیر اندیش: کے محمد عمر صدر انجمن اہل حدیث مدراس۔ سی عبدالحکیم نائب صدر انجمن اہل حدیث مدراس۔۔ محمد فضل اللہ نائب صدر انجمن اہل حدیث مدراس۔ فخری کا ن اللہ معتمد انجمن اہل حدیث مدراس۔ سید محمد عبدالقادر جیلانی خازن انجمن اہل حدیث مدراس۔ محمد عبداللہ مددگار معتمد انجمن اہل حدیث مدراس۔ سید نعمت اللہ مددگار معتمد انجمن اہل حدیث مدراس

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔۱۹ مارچ ۱۹۲۰ء۔۲۰۔۲۷ جمادی الثانی ۱۳۳۸ھ ص ۴۔۵)

## نبوت مرزا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کی دو پارٹیوں میں اختلاف ہے اس اختلاف کی اندرونی وجہ جو ہے وہ تو آیات متشابہات کی قسم سے ہے جس کو اللہ تعالی ہی خوب جانتا ہے یا راسخ العلم لوگ جانتے ہیں۔ مگر بیرونی وجہ اختلاف جو بیان کی جاتی ہے وہ مسئلہ نبوت ہے۔ قادیانی گدی نشین اور اسکے اتباع نبوت مرزا کے مدعی ہیں۔ لاہوری پارٹی کے لوگ اس سے منکر ہیں۔ ہم نے بارہا لکھا کہ بحیثیت تعلیم مرزا قادیانی پارٹی حق پر ہے یہاں تک کہ جب کبھی ان دونوں میں مباحثہ کی گفتگو شروع ہوئی تو ہم نے ازخود دخل دے

کر کہا کہ نبوت مرزا کا ثبوت ان کی تحریروں سے دکھانے کے لئے ہم ہم تیار ہیں شملہ پر کئی روز تک خط و کتابت اور اشتہار بازی ہوتی رہی آخر کار لاہوری پارٹی مباحثہ سے خاموش ہوگئی۔ ہمارا دعوی ہے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوی کیا مگر چونکہ ماشاءاللہ دور اندیش تھے آیات اور احادیث پر قدرے نظر رکھتے تھے جن میں نبوت نبویہ کے بعد نبوت بند ہے اس لئے انہوں نے یہ حکمت کی اپنی نبوت کو بطفیل نبوت محمدیہ ظاہر کر کے مسلمانوں کو مخالفت سے بند کرنا چاہا۔

اس امر کا اظہار بھی ہم نے اپنی متعدد تحریرات میں کر دیا ہوا ہے کہ مرزا صاحب اپنی نبوت کو بروزی ظلی یا طفیلی کہتے ہیں۔ دیکھو ہماری تصنیف کردہ تاریخ مرزا۔ باوجود اس کے ہمارا دعوی ہے کہ اس پردہ سے مرزا صاحب کی پردہ پوشی نہیں ہوسکتی بلکہ ان کا دعوی ہر حال میں خاتم النبیین کے برخلاف ہے۔ اس پر تفصیلی بحث کے لئے ہم اب بھی آمادہ ہیں۔ اس ذکر کو ہم یہاں چھوڑ کر پیغام صلح کے ایک نوٹ کا جواب دیتے ہیں

۲۸ فروری کے اہل حدیث امرتسر میں نبوت مرزا کو بقول ان کے بروزی لکھا گیا تو پیغام صلح لاہور مورخہ ۲۹ فروری میں اعتراض کیا گیا جو یہ ہے:

> گویا اس امر سے اہل حدیث بھی واقف ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے صاف طور پر نبوت کا ہرگز دعوی نہیں کیا اگر کیا تو صرف بروزی اور طفیلی نبوت کا جو اصل نبوت سے کوئی علیحدہ چیز ہے۔ اگر اہل حدیث کے نزدیک بھی حسب قواعد گروہ غالی (قادیانی پارٹی کی طرف اشارہ ہے۔ ثناء اللہ) بروز اور اصل میں کوئی فرق نہیں تو بات علیحدہ ہے مگر جب کہ وہ خود صاحب علم ہونے کا مدعی ہے تو وہ یقیناً جانتا ہے کہ کہ بروز اور اصل ایک چیز نہیں علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل سے بڑھ کر حضرت مرزا صاحب کا کوئی دعوی نہیں اور یہی بروزی نبوت کی حقیقت ہے یعنی مبشرات کا ملنا

باقی جو دلائل ختم نبوت پر اہل حدیث نے دیئے ہیں وہی حضرت مرزا صاحب نے اپنی تحریروں اور تقریروں میں یوم وصال تک دیئے ہیں اس بات کو مانتے ہوئے کہ حضرت مرزا صاحب نے صاف نبوت کا دعوی نہیں کیا اہل حدیث کا وقتاً فوقتاً غالی گروہ کا حامی ہوکر حضرت مرزا صاحب کی طرف دعوی نبوت منسوب کرنا ان کی دورخی چال پر دلیل ہے جو کسی نیک مسلمان کا کام نہیں۔ (۲۹ فروری پیغام صلح لاہور)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہمارا دعوی ابتدا سے ہی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعوی نبوت کیا اور اس کا نام بروزی رکھا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ دعوی صاف نہیں کیا۔ دعوی تو صاف کیا مگر دعوی کو مقید کیا یعنی بروزی یا ظلی لیکن اس قید یا وصف لگانے سے ان کے دعوی نبوت میں کوئی حرج واقع نہیں ہوتا۔ ان کا مطلب کہ ہے کہ حصول نبوت کے دو طریق ہیں۔

ا۔ براہ راست خدا تعالی سے۔

۲۔ کسی نبی کے وسیلے سے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ بی اے کی ڈگری ملنے کے دو طریق ہیں:

ا۔ پرائیویٹ امتحان پاس کرنے سے۔

۲۔ یا کسی کالج کی معرفت امتحان پاس کرنے سے۔ مگر بعد پاس کر لینے امتحان کے دونوں کا رتبہ برابر ہوتا ہے۔

اسی طرح دراصل مرزا صاحب کا دعوی جس کی نسبت بحسن ظن کہا جائے کہ لاہوری پارٹی نہیں سمجھا، اپنے مرشد ہادی بلکہ مہدی بلکہ مسیح موعود بلکہ ابن اللہ ولد اللہ کے کلام کو کما حقہ نہ سمجھنا کسی مخلص مومن کا کام نہیں۔ پس سنیئے مرزا صاحب کی نسبت ہمارا یقین ہے کہ وہ نبوت کے مدعی ہیں اور ان کی نبوت کی نسبت ہمارا اعتقاد ہے کہ:

رسول قادیانی کی رسالت
شرارت ہے جہالت ہے بطالت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ مارچ ۱۹۲۰ء۔ ۴ رجب ۱۳۳۸ھ ص ۶)

## گمراہی مرزا

جناب محمد اعظم انڈرسن پیٹ کے۔ جی۔ ایف ملک میسور سے لکھتے ہیں:

یہ بات مسلّمہ ہے کہ ہر ایک انسان جب وہ اپنے بھلے برے اعمال میں تمیز کرنے لگتا ہے اور اپنے اعمال قبیحہ کا اثر اپنے دل پر ہوتا ہوا پاتا ہے تو وہ فطرۃً خوف زدہ ہو کر یک بیک چونک پڑتا ہے اور اس کے خیال میں یہ گذرتا ہے کہ اپنے سوا ایک اور مقدس ہستی موجود ہے جس میں یہ قدرت موجود ہے کہ اپنے کو ان گناہوں سے سبک دوش کر کے آئندہ آنے والی مصیبتوں سے نجات دے سکے اور اس کو یہ بھی یقین ہو جاتا ہے کہ جب تک آپ اس زبردست ہستی کو نہ پہچانے اور آپ اس کے احاطہ رحمت میں جب تک نہ آئے اپنا بچاؤ نہ ہو سکے گا اور وہ اس پریشانی میں مبتلا ہو کر راہ نجات کی جستجو میں مستغرق ہو جاتا ہے۔

اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کئی لوگ اپنے اپنے خیال کے مطابق مختلف طریقے قائم کئے ہیں جن کو ایک ایک مذہب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ان میں سے ہر ایک فرقہ اس ذات پاک (اللہ تعالیٰ کی معرفت) کی جستجو کرتا ہوا کوئی چاند سورج کو اپنا خدا سمجھ کر پوجنے لگا تو کوئی آسمان و زمین کی پرستش کرنے لگا اور کوئی فرقہ ستاروں کی سیوا کرنے لگا تو کوئی آگ کو اپنا مالک حقیقی گردانا۔ کسی نے ترک دنیا کر کے جنگل و بیابان میں تپس کرنے سے اپنی نجات حاصل کرنی مناسب سمجھی تو اور کوئی کسی خاص بندہ کے ذریعہ سفارش کرا کر کامیاب ہونا ممکن خیال کیا اور کوئی ایسا بھی نکلا کہ خود خدا بن بیٹھا لیکن جیسا جیسا لوگوں کے معلومات میں وسعت ہونے لگی اور سمجھ

بڑھتی گئی تو کئی لوگوں کی نظروں میں یہ سب طریقے باطل ٹھہرنے لگے اور ان کو یقین ہونے لگا کہ اس مخلوق پرستی سے انسان کو دائمی راحت یعنی نجات ہونا ممکن نہیں ہے اسلام تو ان سب باتوں کو فضول بتانے کے علاوہ خوبی کے ساتھ تردید بھی کر چکا ہے کسی مسلمان کی مجال نہیں کہ ایسی مردود باتیں پھر زبان پر لائے

اسلامی طریقہ نجات: چونکہ اللہ تعالی جل شانہ کو یہ معلوم تھا کہ انسان باوجود اشرف المخلوقات ہونیکے کمزور ومغرور پیدا کیا گیا ہے اس لئے وہ اپنی نجات کا کوئی مستقل طریقہ آپ خود قائم کرنے میں مجبور ہے اور اسکو عذاب آخرت سے بچانا خدا تعالی کو لازم بھی تھا تو وہ رحمٰن ورحیم اپنی ہی طرف سے ان ہی انسانوں میں سے ایک ایک کو منتخب کر کے ہر ہر زبان میں ان کو رسول یا نبی یا پیغمبر بنا کر دنیا میں بھیجا اور اپنا قانون بذریعہ وحی ان پر نازل فرمایا اور انسان کو بھی ہدایت کی کہ اپنی نجات کے واسطے اس قانون کی پابندی کریں ورنہ اس کو دنیا میں ذلت ہوگی اور آخرت میں دوزخ کا عذاب بھگتنا ہوگا۔

قانون فطرت متقاضی تھا کہ انسان کی انسانیت؟... بتدریج ترقی کرے اس لئے اللہ تعالی ہر زمانے کے انسانوں کو ترقی یافتہ سمجھ کے موافق تعلیم دینے کی غرض سے مختلف زمانوں میں ..پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے مبعوث فرمایا اور اس اس زمانے کی ضروریات کے لحاظ سے جدا جدا قوانین ان پر نازل فرمایا تاکہ حجت پوری ہو جاوے کہ قیامت کے روز ہر آدمی اپنے اعمال کے مطابق سزا بھگتنے میں چوں چرا کرنے نہ پائے۔ اس طرح انسانی ترقی کے ساتھ ساتھ قوانین میں بھی مناسب ترمیم ہوتی چلی گئی۔ آخر یہ سلسلہ ہمارے آخر الزمان پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر ختم کیا گیا کیونکہ انسان کے جسمانی وروحانی عروج کا حد بھی اس زمانہ میں مکمل ہو چکا تھا۔

حضرت محمد ﷺ سے پیشتر انسانوں کی روحانی قوتیں سمجھ وغیرہ میں کمزوری رہنے کا ثبوت حضرت عیسی کے اس فرمان میں ملتا ہے۔ آپؑ اپنے امتیوں کو تسلی دینے

کے موقع پر فرماتے ہیں :

تم کو معلوم ہے کہ بہت سی باتیں باقی ہیں اب اگر سمجھاؤں تو برداشت نہ کر سکو گے آئندہ آنے والا روح القدس (حضرت محمد ﷺ) وہ باتیں تم کو سکھلائے گا تم اس کی فرمان برداری کرو۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اصول اسلام کی تعلیم حضرت عیسی کے زمان تک ترقی کرتی کرتی حد کامل نہ ہوئی تھی

چونکہ حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں تمام انسانی قوتیں مکمل ہو چکی تھیں اور اعلی درجہ کی تعلیم برداشت کرنے کا حوصلہ ان میں موجود تھا اسلئے اللہ تعالی نے اس زمانہ کی ضرورت کے مطابق کامل قانون یعنی قرآن شریف نازل فرما کر دین اسلام کے اس قانونی سلسلہ کو پورا کیا چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے

الیو م اکملت لکم د ینکم و اتممت علیکم نعمتی و ر ضیت لکم ا لاسلا م دیناً ۔(آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی رحمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو میں نے پسند کرلیا)۔

تو اس کے بعد انسان اپنی نجات کے لئے کسی دوسرے قانون کی پابندی کرنے پر مجبور کئے جانے کی بالکل ضرورت نہ رہی ۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ وہ لوگ جو قرآن شریف کے احکام کی پابندی کرتے ہیں دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب ہو چکے ہیں اور ہوتے بھی جا رہے ہیں جب انسان کی نجات کا کامل قانون خدا تعالی کی طرف سے ہو چکا ہے تو جس پیغمبر کے ذریعہ قانون دیا گیا ہے اس کے سوا کوئی دوسرا پیغمبر یا نبی کی ضرورت ہی کیا رہی ؟ ہر آدمی جو منصفانہ رائے قائم کر سکتا ہے یہی کہے گا کہ دوسرے پیغمبر کی ضرورت بالکل نہیں ہے اس لئے اللہ تعالی نے پیغمبری کا سلسلہ ہمارے حضرت محمد ﷺ پر ختم ہو چکا چنانچہ فرمایا

ما کا ن محمد ابا ا حدٍ من ر جا لکم و لکن رسو ل اللہ و خا تم

النبیین و کا ن اللہ بکل شیء علیما ۔(محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے)۔

اب باقی رہا ان نبیوں کا ذکر جو پیغمبروں کی تائید کے لئے مقرر کئے گئے تھے حضرت موسی کی مدد کے واسطے حضرت ہارون مقرر کئے گئے تھے ۔ یہ سچ ہے یہ اسلئے کہ حضرت موسی اپنی معذوری کی وجہ سے اللہ سے التجا کئے تھے کہ ہارون کو میری مدد کے لئے مقرر فرما۔ اس سبب سے آپ کو تائید دی گئی تھی چنانچہ حضرت موسی کو جب کوہ طور پر جانے کا حکم ہوا تو آپ بنی اسرائیل کی نگرانی کے لئے ہارون کو اپنا قائم مقام بنا کر آپ تشریف لے گئے تا کہ بنی اسرائیل پھر بچھڑے کی پرستش پر آمادہ نہ ہو جائیں۔ اس طرح اس سے پیشتر بھی ایسے امدادی نبیوں کو اللہ تعالی نے پیدا کیا ہوگا تو یہ کیا تعجب کی بات ہے؟ کیا ایسی مجبوری حضرت محمد ﷺ کو بھی تھی کہ آپ کو بھی اس طرح کی امداد دی جائے ۔ ایسا تو کچھ نہیں تھا کیونکہ ہمارے حضور ایسے کمزور نہ تھے کہ آپ کی امداد کے لئے بھی کسی نبی کے ذریعہ امداد کرانے کی ضرورت ہوتی ۔ آنحضرت ﷺ تو کامل انسان ہونے کے علاوہ صاحب معراج تھے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ میں کسی قسم کی کمزوری رہنا ممکن نہ تھا۔ اور آپ کا فرض منصبی ادا کرنے میں آپ کو کسی اور کی تائید کی ضرورت بھی نہ رہی نہ آپ اللہ تعالی سے کسی امدادی نبی کو طلب کئے تھے اور نہ آپ کے بعد دین اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے لئے ایسے کوئی نبی کی ضرورت رہی کیونکہ انسان کی انسانیت بھی اس زمانہ میں تمام وکمال اپنے اعلی درجہ کو پہنچ چکی تھی ۔ ان کی حالت بنی اسرائیل کی جیسی مذبذب نہ تھی ۔ اس صورت میں کوئی انسان قرآن شریف کے اصول کو نہ سمجھ سکنے کی کوئی معذوری یا اس کے احکام کی پابندی نہ کر سکنے کا کوئی حیلہ پیش نہیں کر سکتا تھا۔

اب ضرورت ہے تو صرف اس کی ہے کہ دین اسلام اور کل دنیا کے مسلمانوں کی حفاظت کے لئے حضرت محمد ﷺ ایک جانشین جس کو خلیفۃ المسلمین کہا جاتا ہے ہمیشہ کے لئے

قائم رہے اور وہ ساری کفریات پر بھی غلبہ رکھے جس کے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے:

یا ایّھا الّذین آ منوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسو ل واو لی الامر منکم (اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ذی اختیار لوگوں کی جو تم میں ہوں)۔

اب یاد رکھنا چاہیے کہ ہر ایک مسلمان کو خدا تعالی کے اس حکم کی تعمیل کے سوا کسی نبی کی ضرورت ہے نہ کسی پوشیدہ رہنما کی۔ ہاں اگر ضرورت ہے تو صرف ایک استاد کی ہے جو لوگوں کو قرآن شریف کی صحیح تعلیم دے سکتا ہو۔ کیونکہ قرآن کے احکام کو سمجھ کر اس کے مطابق عمل کرنے سے ہر ایک انسان بلا شک وشبہ نجات حاصل کر سکتا ہے نہ کوئی کسی مخلوق کی پرستش کرنے کی ضرورت ہے نہ کسی خاص بندے کی خوش آمد کر کے سفارش کرانے کی اور نہ کوئی شخص نبی یا پیغمبر ہونے کا دعوی کر سکتا ہے نہ کوئی خود خدا بن جانا ممکن ہے۔

غلام احمد قادیانی کے دماغ میں کیا فتور تھا کہ وہ پرانی مردود باتوں کی اشاعت کر کے ہدایت یافتہ مسلمانوں کے اعتقادات بگاڑنے کی کوشش کئے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ خدا تعالی آپ سے فرماتا ہے

انماامر ك اذا اعدت شیئاً ان تقول لہ کن فیکو ن

(یعنی اے قادیانی تو ایسا ہے جب تو کسی شئے کا ارادہ کرتا ہے تو فقط کن یعنی ہو جا، کہنے سے وہ ہو جاتی ہے)۔

اور کہتے ہیں

انّك لمن المر سلین (یعنی تحقیق تو مرسلوں میں سے ہے)

اور کہتے ہیں

انت منّی و انا منك (یعنی تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں)۔

پھر کہتے ہیں

انت بمنزلۃ ولدی (یعنی تو میرے بیٹے کے مرتبہ میں ہے) وغیرہ۔

کیا غلام احمد صاحب قادیانی کو نہیں معلوم تھا کہ ہندو لوگ (اہم برہماسی) یعنی میں اللہ ہوں۔ کہنے سے (تتواسی) یعنی تو ہے۔ یعنی وہ جس کی تو جستجو کر رہا ہے وہ تو ہی ہے۔ وغیرہ ایسے ناجائز جملے زبان پ لانے سے کافر کہلا رہے ہیں۔ کیا وہ صاحب دیکھتے اور سنتے نہ تھے کہ کرسچین حضرت عیسی کو خدا کا بیٹا کہنے سے دائرہ توحید سے خارج کر دیئے گئے ہیں۔ کیا وہ یہ نہ جانتے تھے کہ منصور انا الحق کہنے سے سولی پر چڑھائے گئے۔ یا فرعون مصری اللہ تعالی کے ساتھ غلام احمد قادیانی سے زیادہ کیا گستاخی کرسکتا تھا کہ اس پر لعنت کی گئی تھی اور اب تک کی جارہی ہے؟ غلام احمد قادیانی میں کن باتوں کی کمی تھی کہ ان کو دائرہ اسلام سے خارج نہ کر دیا گیا؟ ایسے کفریات کہتے ہوئے غلام احمد صاحب قادیانی بھی کہیں نبی یا پیغمبر ہو سکتے ہیں؟ کیا ایسے شخص پر اللہ تعالی کی جانب سے وحی کا نازل ہونا ممکن ہے؟ اگر یہ کسی کا دعوی ہے تو اسکو یقین کر لینا چاہیے کہ ایسا شخص ابلیس علیہ اللعنہ کی طرف سے آیا ہوا رسول ہے اور اس پر وحی تو نہیں بلکہ شیاطین نازل ہوئے ہیں یہ شخص مسلمان ہی نہیں ہے اور اسلام کے اصول کو بھی نہیں سمجھا ہوا ہے تو وہ مسلمانوں کا نبی کیونکر ہوسکتا ہے؟

اے مسلمان بھائیو! ان کے دھوکے سے بچو یہ لوگ تم کو اسلام سے بہکا کر کفر کے جال میں پھنسانا چاہتے ہیں جو شخص ان کا کہا مانے گا وہ دنیا میں خوار و ذلیل ہو گا اور آخرت میں دوزخ آگ کا لقمہ بن جائے گا اللہ تعالی سب مسلمانوں کو باطل پرستوں کے پھندے سے بچائے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ مارچ ۱۹۲۰ء۔۴ رجب ۱۳۳۸ھ ص ۷۔۹)

# قادیانی اور آریہ سماجی

جناب بابو محمد حسین صابری، بریلی سے لکھتے ہیں:

مرزائے قادیانی کا دعویٰ تھا کہ اسلام کا غلبہ مسیح موعود یعنی میرے زمانے میں ہوگا اور قرآن شریف کی آیت لیظھرہ علی الدین کلہ میرے زمانہ کے لئے ہے ۔ یہ دعویٰ کہاں تک صحیح نکلا؟ اس کا جو جواب مرزائی دیتے ہیں وہ جاننے والوں پر مخفی نہ ہوگا ۔ یہ لوگ دنیا کے چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر اور حلقہ بگوشان محمد ﷺ کو خارج از اسلام خیال کرتے ہیں اور یورپ کے کفار میں اسلام پھیلانے کے خواب دیکھ رہے ہیں وہ لوگ جو قرآن پاک کو کتاب الٰہی جانتے اور مانتے اور اس کے حکم کے آگے سر جھکانے کو آمادہ ہیں، ان کے سامنے یہ فرقہ مرزائیہ اپنی سچائی ظاہر اور ثابت کرنے میں تو قاصر مگر یورپ کے کفار میں جو مذہب کو ایک ڈھکوسلا اور آسمانی کتب کو معاذ اللہ خرافات جانتے ہیں احمدیت کی تبلیغ اور مرزا صاحب کی نبوت منوانے کے لئے جگہ جگہ بھاگے پھرتے ہیں ۔

خیر! مرزا صاحب کی اندرونی خدمت اسلام تو ظاہر ہے کہ دنیا بھر کے مسلمان کافر ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کو نبی ماننے والے کچھ چیا؟؟ نہیں جب تک مرزا صاحب کو بھی ساتھ نبی نہ مانیں ۔ (اے کاش) یہ لوگ قرآن پاک کے ذریعہ سے لوگوں کو دھوکہ دینے کی بجائے دیکھتے کہ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً اور وما ارسلناک الا کافۃ للناس کے ارشادات گونج گونج کر فرما رہے ہیں کہ اب کسی اور نبی پر ایمان لانے کی ضرورت نہیں ۔

اب بیرونی خدمات اور تبلیغ اسلام پر نظر کیجئے ۔ غیر مسلم عیسائیوں پر آخری حملہ آتھم کی پیش گوئی تھی ۔ اس میں بجائے غلبہ ہونے کے مرزا صاحب کو وہ بے عزتی نصیب ہوئی کہ خدا دشمن کی بھی نہ کرے ۔ ادھر دوسرے غیر مسلم آریہ سماجی ہیں ۔ ان

کے لئے مرزا صاحب نے پنڈت لیکھ رام کے بارے میں خارق عادت عذاب کی پیش گوئی کی تھی، پھر ایک جگہ موت کی، وہ جب قتل ہو گیا تو نہ کسی آریہ سماجی نے اس پیش گوئی کو سچا سمجھا اور نہ کروڑوں ہندوؤں اور آریوں میں سے دس بیس آدمی بھی مرزا صاحب پر ایمان لائے بلکہ الٹے قتل کا مقدمہ چلانے کو دوڑ پڑے اور اس کے بعد آج تک ہندوستان کے مختلف مقامات میں خاص کر لیکھ رام مقتول کی برسی کے موقع پر مرزا صاحب پر ان کی وجہ سے اسلام اور قرآن پر تبرے بازی ہوتی ہے جس کا نمونہ لیکھ رام کی گذشتہ برسی کے موقع پر یہاں دیکھا گیا۔ ایک نظم پڑھی گئی جو آریہ پتر بریلی ۲۴ فروری ۱۹۲۰ء میں چھپی ہے اس میں سے چند شعر یہ ہیں:

پھر ترا پھوڑیں گے بھانڈا پھر اڑیں گی دھجیاں
قادیانی پھر ترے گھر زلزلہ آنے کو ہے
جس جگہ سے رونما اسلام کا دریا ہوا
پھر اسی منبع میں اپنے جا کے چھپ جانے کو ہے
مجھ کو ہے امید تم سے تم بنو گے شیر دل
رعب قرآن پر تمہارے دم سے چھا جانے کو ہے
گر چہ اب ہیں ہر طرح سے بڑھ رہے اہل قران
وید اقدس دل میں پران کے جگہ پانے کو ہے

یہ نمونہ ہے مرزا صاحب کی بیرونی خدمات اسلام کا۔ کاش مرزائی لوگ ایک طرف مرزا صاحب کے بڑے بڑے دعوی دیکھیں اور دوسری طرف تجربہ اور مشاہدہ سے جانچیں کہ وہ کہاں تک پورے ہوئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ رجب۔ ۱۳۳۸ھ۔ ۲۔ اپریل ۱۹۲۰ء۔ ص ۵۔ ۶)

# تعزیت نامہ از انجمن اہل حدیث لاہور

## بخدمت وارثان مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اور افراد اہل حدیث اور دیگر مسلمان

نمے دانم حدیث نا فر چوں است
ہمے بینم کہ عنوانش بخون است

سچ ہے موت العالم کموت العالم ۔ ایسے قحط الرجال زمانہ میں عالم بے مثل جناب مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کا اس دار فانی سے رحلت فرمانا اہل اسلام اور خصوصاً جماعت اہل حدیث کے لئے ایسا صدمہ جانکاہ ہے جس کا بیان نہیں ہوسکتا۔ مولانا مرحوم جامع منقول ومعقول فروع واصول اور خاص کرفن حدیث میں بحر بیکراں تھے اور اپنی نظیر آپ تھے اور جناب شیخ الکل دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان تلامذہ میں سے تھے جن پر ان کو فخر تھا۔ افسوس وہ نیک صورت جو کل ہمارے ساتھ تھی اور ہماری رہبری کا کام کرتی تھی آج ہماری نظروں سے پنہاں ہو کر جوار رحمت الٰہی میں جاگزین ہے یا واسع المغفرۃ یا وسیع الرحمۃ اس مغفور کو اپنی رحمت اور مغفرت کے سایہ میں ڈھانپ لے۔

مولانا مرحوم نے کتاب وسنت کی جو خدمات کی ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں اول اول جب فارغ التحصیل ہو کر عین عالم شباب میں رونق افروز لاہور ہوئے تو بھاٹی دروازہ کی مسجد مسنونہ میں ترویج کتاب واشاعت سنت میں سرگرم رہے اور بعد ازاں مسجد چینیا نوالی میں اہل حدیث مرکز قائم کر کے وہ خدمات اسلامی انجام دیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ علیم کے ہاں ماجور ہوں گے رسالہ اشاعۃ السنہ کے ذریعے ایسی خدمات دینی انجام دیں کہ بایدوشائد مضامین میں بے بہادریا بہادیئے جس سے اہل علم عش عش کرا ٹھے۔ بعد ازاں قادیانی فتنہ نے سر اٹھایا سب سے پہلے جس نے تقریر اور تحریری تردید میں قدم اٹھایا وہ مولا موصوف ہی تھے تمام ہندوستان کے علماء سے مرزا

قادیانی کے حق میں فتوی لے کر مرتب کیا اور اسے دنیا بھر میں شائع کیا۔ مرزا نے دھمکی دی کہ ان پر عذاب الٰہی نازل ہوگا لیکن ان پر ایسی گیدڑ بھبکیوں کا پشہ کے برابر بھی اثر نہ ہوا اور وہ آگے سے بڑھ کر ہمت و استقلال سے اس کی تردید میں سرگرم ہوئے۔ مولانا مرحوم کا زہد و تقوی اس درجہ کمال کو پہنچا ہوا تھا جو خاصان خدا کو حاصل ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ شب زندہ دار تھے اور اس حالت میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ یعنی عین اس حالت میں جب کہ وہ نماز تہجد پڑھ رہے تھے فالج گرا اور قیام نماز تہجد میں ہی کھڑے کھڑے بیٹھ گئے اور پھر کوئی دنیا کی بات نہیں کی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا

اہل حدیث کے حق میں ناموزوں لفظ وہابی کا استعمال ترک کرانے کے لئے گورنمنٹ تک رسائی کی اور بالآخر یہ مکروہ لفظ قانوناً ناجائز قرار دلا کر ہی چھوڑا الغرض جماعت اہل حدیث پر جو مولانا موصوف کے ہزارہا احسانات ہیں جن سے عمر بھر شکریہ ادا کرنے سے بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالی قوم کو ان کا نعم البدل عطا کرے اور مولانا کو اپنی رحمت میں جگہ دے

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

عاجز: عبداللہ دبیر انجمن اہل حدیث لاہور

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ مرحوم اپنے نوٹ میں لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار مولانا بٹالوی رحمہ اللہ کے انتقال پر جس سفلہ پن کا اظہار کر رہے ہیں ان کا جواب ایسا دیا جائے گا کہ اپنے کیئے پر پچھتائیں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ رجب۔ ۱۳۳۸ھ۔ ۲۔ اپریل ۱۹۲۰ء۔ ص ۸)

# مرزا قادیانی اور مولانا بٹالوی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کے انتقال پر قادیانی اخبارات نے جس کمینگی کا ثبوت دیا ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔کوئی انہیں خائب و خاسر لکھتا ہے کوئی نامراد کہتا ہے کوئی کچھ۔سب سے زیادہ افسوس الحکم کے اڈیٹر پر ہے کہ وہ اصل حقیقت سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ مرزا قادیانی اور مولانا محمد حسین مرحوم میں سے کون نامراد مرا۔

مولانا مرحوم اپنی زندگی کے تمام مراحل طے کر کے بغیر کسی ہوس کو لئے ہوئے صبح کے وقت تہجد کی نماز پڑھتے ہوئے فالج کے گرنے سے فوت ہو گئے۔نہ کوئی حسرت آپ کو رہی، نہ کوئی پیش گوئی آپ کی حالتِ انتظار میں تھی، نہ کسی منکوحہ کی جدائی کا قلق تھا، تھا تو صرف یہ تھا خاتمہ بالخیر ہو جائے۔بتایئے نامرادی کیسی؟ ہاں ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا اپنی زندگی میں تو کامیاب تھے ہی اپنی موت میں بھی کامیاب ہی ہوئے۔وہ کیا؟ تفصیل آتی ہے۔

سب سے پہلے قادیانی اخبار الحکم کا ایک نوٹ ملاحظہ ہو اڈیٹر الحکم لکھتا ہے:

> مولوی محمد حسین بٹالوی کی موت کی خبر میں نے فی الحقیقت رنج اور افسوس سے پڑھی۔ہر چند وہ ہمارے سلسلہ کا دشمن اول تھا لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک زبردست عالم اور اپنے عہد و عصر کا ذی علم مناظر اور اہل قلم تھا۔مجھ کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ۱۸۹۱ء سے ملاقات تھی گویا ۲۸ برس کا ایک طویل زمانہ گذرتا ہے اور اسی وقت سے وہ سلسلہ عالیہ کا مکذب ومکفر تھا گویا یوں کہو کہ سلسلہ احمدیہ کی مخالفت کی تاریخ میں مولوی محمد حسین کے باب کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ترتیب دیا ہے اور میں چشم دید واقعات کا گواہ ہوں۔خود میرے ساتھ مولانا محمد حسین کے تعلقات

نہایت بے تکلف تھے اور میں اس طرح پر ان کی زندگی کے اکثر اندرونی واقعات سے باخبر ہوں ۔ یہ موقع نہیں کہ میں ان کے مرجانے کے بعد ان کی غلطیوں پر زور دوں ۔ سلسلہ کے ساتھ ان کی مخالفت کی تاریخ ایک دلچسپ باب اور ۲۸ سال کی ایک طویل داستان ہے اس کے علاوہ ان کی زندگی پر سلسلہ سے متعلق تین دور گذرے ہیں

دور اول : عہد اخلاص و ارادت تھا جس میں وہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے ایک مخلص نیاز مند اور ارادت مند خادم کی حیثیت سے نظر آتے ہیں (جیسے ایک مسلمان کو بحسن ظن دوسرے کے ساتھ ہونا چاہیے ۔ ثناء اللہ) ۔ دوسرا دور جو دعوی مسیحیت اور مہدویت کے بعد شروع ہوتا ہے اس میں وہ اولاً شک و تردد کے مقام پر کھڑے ہو کر پھر تمام سابقہ تعلقات کو خیر باد کہہ کر مخالفت کے میدان میں اترتے ہیں اور بالآخر اپنی تمام تجاویز اور ارادوں میں خدا کے برگزیدہ بندے کے سامنے ناکام و نامراد رہ جاتے ہیں ۔ آخری دور ان کا عہد صلح بنائے اتحاد تھا اس عرصہ میں وہ کبھی اپنے بچوں کو قادیان بھیج کر اخلاص و ارادت کے رنگ میں آنا چاہتے تھے اور کبھی دوسری تجاویز کو اختیار کرتے ہیں مگر پورے کامیاب نہیں ہو سکتے ۔

اب ان کا معاملہ اللہ تعالی کے ساتھ ہے میں تو ہمیشہ ان کی آخری زندگی میں یہی سمجھتا تھا کہ دراصل وہ رجوع کر چکے ہیں حضرت مولوی سرور شاہ سے وہ ملاقات کرنا چاہتے تھے اور ان کو تخلیے میں گفتگو کے لئے بلا رہے تھے (تم سے تو مولانا بے تکلف تھے پھر تم کو اپنا رجوع بتانے کے لئے کیوں نہ بلایا؟ ثناء اللہ) مگر حضرت شاہ صاحب کی مصروفیتوں نے موقع نہ دیا ، معلوم نہیں وہ کیا حسرتیں دل میں لے گئے ہوں گے ۔

میں مولوی صاحب کا صدق دل سے خیر خواہ تھا ان کی اولاد کا بھی شفیق

وناصح تھا اور اب بھی اپنے بچھڑنے والے قدیم آشنا کے خاندان کے ساتھ ہر نیکی اور خدمت کے لئے اپنے دل میں جوش پاتا ہوں زندگی نے وفا کی اور توفیق رفیق حال ہوئی تو سوانح حضرت مسیح موعود (مرزا) میں بسط سے ذکر کرونگا ورنہ: اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ (الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۲۰ء ص ۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس ساری عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے کہ مولوی محمد حسینؒ صاحب مرزا کی مخالفت میں ناکام و نامراد رہے ہے۔ اس کے جواب میں ہم اڈیٹر الحکم ہی کا ایک نوٹ نقل کرتے ہیں جو خاص قابل قدر ہے غالباً وہ تو اس کو بھولا ہوگا لیکن لوح محفوظ میں وہ ثبت ہے۔ الحکم نے بجواب اہل حدیث ایک دفعہ لکھا:

یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ مولوی محمد حسینؒ صاحب کے رجوع کے متعلق حضرت مسیح موعود (مرزا) کی پیش گوئی ہے مگر ہم نہیں جانتے کہ وہ کس رنگ میں پوری ہوگی۔ ہاں ہمارا ایمان ہے کہ یہ ہو کر رہے گی۔

(الحکم قادیان ۲۸۔ فروری ۱۹۰۱ء ص ۸)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین! یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ مولانا بٹالویؒ کے حق میں مرزا کی پیش گوئی ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مرزا کی مخالفت چھوڑ کر ان کی طرف رجوع کریں گے۔ گو الحکم کے ابوالحکم نے حسب سنت مرزائیہ اس کو گول بنانا چاہا ہے کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کس رنگ میں پوری ہوگی۔ لیجئے ہم بتاتے ہیں اور مرزا جی کے قول سے بتاتے ہیں جس سے تم کو مفر نہ ہو سکے سنئے اور غور سے سنئے

أ قلب حسین یھتدی من یظنه
عجیب و عند الله ھین و ایسر

(اعجاز احمدی ص ۵۱)

ترجمہ کردہ مرزا صاحب:

کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائے گا۔ یہ کون گمان کر سکتا ہے۔ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے۔

اب تو شک نہ رہا کہ اس پیش گوئی سے مراد یہی ہے کہ مولانا بٹالوی زندگی کے کسی حصہ میں مرزا صاحب پر اعتقاد کر کے اپنا ایمان درست کر لیں گے۔ بس اب سوال یہ ہے کیا ایسا ہوا؟ کہ مولانا بٹالوی نے رجوع الی المرزا کیا ہو؟ الحکم باتباع سنت مرزا نہایت صاف لفظوں میں اظہار کرتا ہے کہ مولانا بٹالوی نے رجوع کر لیا تھا چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

میں تو ہمیشہ ان کی آخری زندگی میں یہی سمجھتا تھا کہ دراصل وہ رجوع کر چکے ہیں۔

اس دعوی کی دلیل کیسی معقول پیش کی ہے کہ مولوی سرور شاہ سے ملنے کا خیال رکھتے تھے۔ ایسی زبردست جو کسی بڑے پروفیسر سے منقول ہے کہ زمین گول ہے کیونکہ چاول سفید ہیں۔ مجھے بھی اس تجربہ مرزائیہ کی بنا پر یہ خیال تھا کہ یہ لوگ ایسا کہیں گے اس لئے میں جب مولانا مرحوم کے جنازہ پر گیا تو آپ کے ملنے جلنے والوں سے دریافت کیا کہ مولانا مرحوم آخری وقت تک مرزا کے حق میں کیسے تھے۔ سب نے کہا مخالف۔ پھر میں نے تحریری ثبوت تلاش کیا تو وہ بھی مل گیا۔ مولانا مرحوم ایک مضمون تردید مرزا میں شائع کرنا چاہتے تھے اسی مضمون کی کاپیاں مل گئیں جو ابھی چھپی بھی نہیں۔ میں نے وہ کاپیاں اپنے قبضہ میں کر لیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرحوم آخر دم تک اسی دم خم پر رہے جس پر آپ ابتدائے مخالفت میں تھے۔ ہاں مولوی سرور شاہ سے ملنے کی خواہش والی روایت اگر صحیح ہے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آپ مولوی سرور شاہ کو خام مرزائی جان کر مرزائی مذہب کی غلطیاں بتانا چاہتے ہوں گے غالباً مولوی سرور شاہ کو قرینہ معلوم ہو گیا ہوگا اسی لئے وہ ملنے نہیں گئے۔

سوال: کیا اڈیٹر الحکم ۲۸ فروری ۱۹۰۱ء کا اپنا پرچہ دیکھ کر ہمیں بتائے گا کہ رجوع والی پیش گوئی کیسے صادق ہوئی اگر وہ نہ بتا سکے تو ہم ہی سے پوچھے گا تو ہم اس کو اس کا جواب سمجھا دیں گے۔ آہ!

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بھگارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ رجب ۱۳۳۸ھ، ۹ اپریل ۱۹۲۰ء ص ۱۔۲ و ۱۱)

# قابل توجہ احمدی صاحبان

## تبصرہ اور آخری فیصلہ

جناب بابو محمد حسین صابری، بریلی سے لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کی بڑی بڑی الہامی پیش گوئیاں یوں تو ہر ایک علیحدہ علیحدہ مرزائی مشن کی تکذیب کے لئے کافی ہیں مگر تبصرہ اور آخری فیصلہ کے مضامین ایسے وضاحت کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں کہ مخالفین اور موافقین سب کو ماننا پڑا ہے کہ ان میں کسی قسم کی چون و چرا کرنے کی گنجائش نہیں۔ گو مرزا صاحب کے مخالفین تو تو عام طور پر دل سے زبان سے اور قلم سے اقراری ہیں لیکن معتقدین اپنے طرز عمل سے (جب کبھی ان ہر دو مضامین قلم اٹھاتے ہیں) ثابت کر دیتے ہیں کہ ان کا جواب دینا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن ہے

گو ان پر اور اس قسم کے دوسرے مضامین پر بہت زیادہ بحث ہو چکی ہے تاہم ہمارا فرض ہے کہ جس طرح قادیانی اخبارات آئے دن انہیں پر کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے ہیں اور بزعم خود نئی نئی تاویلات کرتے رہتے ہیں ہم بھی اپنا خیال ظاہر کرنے میں ان کا تعاقب کرتے رہیں نیز جیسے یہ مضامین پرانے واقفان حال کے لئے پرانے ہیں نئے مطالعہ کرنے والوں کے لئے ضرور نئے ہوں گے۔ میرے عزیز دوست میاں محمد

حبیب صاحب بریلوی جو اس وقت کسی قادیانی پریس میں کاتب ہیں اس کو ضرور دیکھیں اور جیسا کہ انہوں نے چند روز ہوئے بوقت ملاقات فرمایا تھا کہ ان (تبصرہ اور آخری فیصلہ) پر ہمارے پاس جواب دینے کے لئے بہت سامان ہے براہ مہربانی اس سامان کو خود یا کسی کی معرفت اپنے کسی اخبار میں شائع کریں

ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کے متعلق اس وقت سب سے بڑا اعتراض یہ باقی ہے کہ انہوں نے اپنے چودہ ماہ والے الہام کو ۴۔ اگست والے الہام سے منسوخ کر دیا تھا اس لئے ضروری نہ تھا کہ تبصرہ کا الہام (جو ۱۴ ماہ والے الہام کے بالمقابل شائع ہوا تھا) بھی پورا ہوتا۔ مولوی غلام رسول راجے کی نے اخبار الفضل کے کسی نمبر میں ۱۹۱۷ء میں یہی تاویل کی تھی ایسا ہی حال میں ایک صاحب نے اخبار مذکور کے اندر لکھا ہے، اس لئے پہلے میں ڈاکٹر صاحب کے الہامات کو لکھتا ہوں۔

مرزا مسرف کذاب ہے اور عیار ہے صادق کے سامنے شریر فنا ہو جائے گا اور اس کی میعاد تین سال بتائی گئی۔ الہام کی شروع تاریخ ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء۔ الہام کی آخری تاریخ: ۱۱ جولائی ۱۹۰۹ء

یکم جولائی ۱۹۰۷ء۔ مرزا آج سے چودہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ الہام کی شروع تاریخ: یکم جولائی ۱۹۰۷ء۔ الہام کی آخری تاریخ: ۳۱۔ اگست ۱۹۰۸ء

۲۱ ساون سمت ۱۹۶۵ (۴۔ اگست ۱۹۰۸ء) تک مرزا ہلاک ہو جائے گا۔ الہام کی شروع تاریخ۔ ۱۶ فروری ۱۹۰۸ء۔ الہام کی آخری تاریخ۔ ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء

مرزا صاحب کا انتقال: ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء

اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ بعد کا الہام پہلے الہام کی مزید تشریح ہے اور ہر سہ الہامات میں سے کوئی بھی غلط نہیں پھر ناسخ اور منسوخ کا سوال پیدا کرنا اپنے دل کو تسلی دینا ہے اور کچھ نہیں۔ علاوہ اس کے تبصرے الہام کے جواب میں جو مرزا صاحب

نے خود لکھا تھا اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مرزا صاحب آخر تک ڈاکٹر صاحب کی موت بچشم خود دیکھنے کی تمنا رکھتے تھے۔ چنانچہ چشمہ معرفت میں لکھا تھا:

آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اوہ وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے ...اس نے یہ پیش گوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴ ۔ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤنگا مگر خدا نے اسکی پیش گوئی کے مقابل مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جاوے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہونگا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلا شبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے خدا اسی کی مدد کرے گا

(چشمہ معرفت۔ص ۳۲۱)

اس عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ڈاکٹر کے آخری الہام کا تذکرہ کیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب اپنے کسی الہام کو منسوخ نہ سمجھتے تھے بلکہ اٹل خیال کرتے تھے۔ پس مرزائیوں کا وہ عذر (کہ تبصرہ کے الہامات کا پورا ہونا ضروری نہ تھا) بالکل باطل ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ کے متعلق مختصر طور پر واقعات لکھے جاتے ہیں جو یہ ہیں: مرزائیوں کا آخری اعتراض اس پر ایہ ہے کہ چونکہ مولوی صاحب نے اسے منظور نہیں کیا اس لئے یہ دعا بے اثر ہوگئی۔

۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء اشتہار مذکور شائع ہوا تھا جس کا مختصر مضمون یہ ہے:

اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین۔

۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے شائع کیا کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی بنیاد خدا ہی کی طرف سے رکھی گئی ہے، اور دعا مذکور کی قبولیت شائع کی

۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار اہل حدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا کہ یہ دعا تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔

۱۳ جون ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر میں مرزا صاحب قادیانی نے پھر ایک خط مولوی صاحب موصوف کی طرف چھپوایا جس میں پھر اسی دعا پر فیصلہ موقوف رکھا۔

پس مولوی صاحب کی منظوری یا نا منظوری کو یہاں کچھ دخل نہیں۔ اگر ہے تو ۱۳ جون کے مذکورہ بالا خط سے صاف فیصلہ ہو گیا۔ علاوہ اس کے مرزا صاحب کا حق تھا کہ وہ صاف اعلان کرتے کہ چونکہ مولوی صاحب اسے منظور نہیں کرتے اس لئے یہ دعا بے اثر ہو گئی۔ جب ایسا نہیں کیا گیا اور دعا کو بدستور قائم رکھا تو کس منہ سے مرزائی اس پر رکیک تاویلات کرتے رہتے ہیں کہ مولوی صاحب نے اس دعا کو منظور نہیں کیا تھا۔ اس لئے کوئی اثر نہیں ہوا۔ بلکہ چاہیے تھا کہ اسی دعا کے مطابق مرزا صاحب کے متعلق فیصلہ کریں

احمدی صاحبان عموماً اور عزیزی میاں محمد حبیب بریلوی خصوصاً اس کو بغور مطالعہ کریں اور انصاف سے کہیں کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کو جو احمدیت کی دعوت بذریعہ خطوط یا زبانی دیا کرتے ہیں، غیر احمدی لوگ نہ قبول کرنے کی مذکورہ بالا نیز اس قسم کی دوسری معقول وجوہات اپنے پاس رکھتے ہیں یا نہیں اور مرزا صاحب کو حسب اقرار آنجناب مامورِ خدا نہ ماننے میں حق بجانب ہیں یا نہیں۔ چنانچہ منشی اروڑے خان جو ابھی قادیان میں فوت ہو کر بہشتی مقبرے میں دفن کئے گئے ہیں ان کا بیان ہے کہ جب آتھم کی پیش گوئی کی میعاد ختم ہوئی تو کئی مرید ڈگمگا گئے مگر میں نے اپنے چند دوستوں کو ساتھ لے کر مرزا صاحب کی خدمت میں تحفہ پیش کیا۔ یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس (مرزا) کو پیش گوئیوں کے لئے تھوڑا ہی قبول کیا تھا بلکہ اس کی (مرزا کی

)اور ہی باتیں تھیں (مطلب یہ کہ پیش گوئیاں تو ایک فضول چیز ہے، حالانکہ مرزا صاحب انہیں کو اپنی نبوت کی دلیل سمجھتے تھے)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ رجب ۱۳۳۸ھ، ۹ اپریل ۱۹۲۰ء ص ۳۔۴)

## خاتم الانبیاء کے معنی

جناب منشی عبدالحی صاحب کوہاٹی لکھتے ہیں

قادیانی مرزاجی فرماتے ہیں کہ میں اس صدی کا مجدد اس وجہ سے بھی ہوں کہ میں نے دعوی کیا ہے۔ اس سے پایا گیا کہ دعوی کرنا ہی سچائی کی دلیل ہے۔

نیز فرماتے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں نبیوں پر مہر لگانے والا، یعنی یہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں ہوگا، نبی ہوں گے مگر آنحضرت ﷺ کو مان کر اور آپ کی شریعت پر چل کر۔

مرزائی کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی کو جو فرمایا تھا کہ لا نبی بعدی اس کے یہ معنی تھے کہ میرے جنگ تبوک میں جانے کے بعد آپ نبی نہ ہوں۔

اب سوال یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی اگر آخری نبی نہیں تو مسیلمہ تو آنحضرت ﷺ کو مانتا تھا آپ ہی کی شریعت پر چلتا تھا خیر القرون کے زمانے میں تھا اور اس نے دعوی بھی جو بقول مرزا صاحب سچائی کی دلیل ہے کیا تھا پھر اسے کذاب کے ل کہا جاتا ہے اور اس کے مقابلہ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پاس سچے ہونے کی کیا سند ہے۔

دوم، مرزاجی کی نبوت پر آنحضرت ﷺ کی مہر لگنے کا ثبوت تو آج تک عدم سے وجود میں نہیں آیا۔ انیاب اغوال کا معاملہ ہے اور حضرت علی کی نبوت پر تو آنحضرت ﷺ کا مہر لگانا اظہر من الشمس ہے کہ انت منی بمنزلة هارون من موسی۔ آپ میرے لئے ایسے ہیں جیسے حضرت موسی کے لئے ہارون تھے۔ پھر

حضرت علی نے آنخضرۃ کے بعد اپنے آپ کو نبی کیوں نہ کہلوایا ان مین کون سی کمی تھی ۔

اگر بقول مرزا صاحب آنخضرت ﷺ کی امت میں کوئی نبی نہ ہونا آنخضرت ﷺ کی کسر شان ہے تو صرف مرزا جی کی نبوت سے حضرت موسی کے مقابلے میں آنخضرت ﷺ کی کیا عزت قائم ہوتی ہے حضرت موسی کی تھوڑی سی امت کو بقول مرزا صاحب وہ شرف کہ ان میں لگاتار نبوت کے قابل افراد پیدا ہوئے اور آنخضرت ﷺ کی اتنی بڑی امت میں بقول مرزا صاحب پانچ وقت نبوت کے لئے گڑگڑانے پر تیرہ سوسال کے بعد ایک ایسا نامقبول نبی پیدا ہو جس کی شان میں خود خدا فرمائے، کہ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔، اور بزدل ایسا کہ خدا سے اشجع الناس کا خطاب پاکر بھی صاف صاف نبوت کا دعوی نہ کر سکے۔ بہت سے ہیر پھیر اور کاغذوں کا روسیاہ کرنے کے بعد یہ چال چلے کہ خدا کے منہ سے اپنے آپ کو نبی کہلوائے ( خلافت دوم (زمانہ میاں محمود) میں جا کر امت کی آنکھیں کھلیں کہ مرزا صاحب کے کلام پر خدا کے کلام کو فضیلت ہے ۔ خدا نے جب ان کو الہاموں میں نبی رسول نذیر رحمت للعالمین کہا تو وہ ضرور نبی تھے ۔ مردانہ وار صاف صاف ان کے دعوی نبوت نہ کرنے اور کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہنے کا ثبوت وہ نزاع ہے جو لاہوری اور قادیانی پارٹی میں ڈنڈا سوٹا چلا رہی ہے ۔ اگر چہ مرزا صاحب کی عقل اور بقول انکے الہامی پیش گوئیاں تو ایسی معمولی سے معمولی باتوں میں غلط ثابت ہوئیں کہ انسان ان کو معلوم کر کے حیران رہتا ہے کہ خدایا یہ کیا تیری قدرت کے کرشمے تھے کہ مرزا جی کے الہاموں کی قلعی کھولنے کو بالکل ہو جانے والی باتیں تو نے ان ہونی کر دیں مثلاً کون کہہ سکتا تھا کہ مرزا احمد بیگ (مرحوم ومغفور) ایک سارجنٹ پولیس اپنی قوم کے اور قادیان کے رئیس اعظم کو لڑکی دینے سے انکار کر دے گا اور کسی خوف یا دباؤ یا لالچ کی پشہ کے برابر پرواہ نہ کرے گا۔ کس کے خیال میں آسکتا تھا پنشن خور پادری آتھم جیسا ضعیف العمر اور دائم المرض انسان جو ایام مباحثہ میں ہی علیل تھا، ایک مدعی الہام سے اس زور وتحدی کی

اطلاع اپنی موت کی نسبت پا کر وبائی بیماریوں کے زمانہ میں سوا سال کی سی میعاد خیر و عافیت سے گذار دے گا (بلکہ ڈھائی سال مزید گزار دے گا۔ ثناء اللہ) کس کے دماغ میں یہ بات آ سکتی تھی کہ لارڈ کرزن جیسے مدبر وائسرائے کی تجویز کردہ تقسیم بنگال کا حکم شاہی مظوری حاصل ہو جانے کے بعد اچانک منسوخ ہو کر مرزا صاحب کی تردید کر جائے گا جو کہتے تھے کہ تقسیم بنگالہ منسوخ نہ ہو گی۔ اور کون کہہ سکتا تھا کہ مرزا جی کے یہ قرین قیاس عقل ڈھکو سلے اور بقول ان (الہامات) شرمناک طور پر غلط ثابت ہوں گے لیکن مرزا جی کی اس پیش بینی اور اس چال کا میں بھی قائل ہوں کہ خدا کے منہ سے اپنے آپ کو نبی اور رسول کہلوا گئے اور پہلے خلیفہ نے نہیں تو دوسرے نے ان کو نبی مان لیا کہ خدا کی کلام (الہامات مرزا) کو مرزا صاحب کی کلام پر فضیلت ہے۔ یہ ایک تیر مرزا صاحب کا بے شک نشانہ پر لگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔اپریل ۱۹۲۰ء مطابق ۲۵ رجب ۱۳۳۸ھ ص ۶)

## خلیفہ قادیان امرتسر میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۱۳۔اپریل ۱۹۱۹ء کی طرح ۱۴۔اپریل ۱۹۲۰ء کا دن بھی امرتسر کی تاریخ میں قابل ذکر ہے وہ اگر پولیٹکل حیثیت سے قابل یادگار ہے تو یہ مذہبی نگاہ سے قابل دید و شنید ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔ ۱۴۔اپریل کو شہر امرتسر میں بڑی دھوم تھی کہ آج خلیفہ قادیان کا لیکچر ہو گا جس میں مسٹر جارج وزیر اعظم کو جواب دیں گے تاڑ نے والے تاڑ گئے کہ مسٹر موصوف کو جواب دینا تو باسی کڑھی میں ابال ہے یہ تو بہانہ ہے در اصل اپنے مذہب کی اشاعت منظور ہے۔ تاہم بہت سے لوگ بڑے شوق سے سننے کی تیاری کر کے گئے۔ وہاں پر کیا ہوا؟ جن لوگوں نے اس نظارہ کو دیکھا ان کا بیان ہے کہ وہ نقشہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ ہم عصر وکیل امرتسر نے جو لکھا اس کے چند فقرات یہ

ہیں:

کل ۱۴۔ اپریل کو جو افسوس ناک نظارہ بندے ماترم ہال امرتسر میں دیکھا گیا وہ صرف مسلمانوں کی اس اندرونی حالت کی ایک جھلک ہے جس میں یہ بدنصیب قوم مبتلا ہے

بات معمولی سی تھی مرزا بشیر الدین محمود اپنے لیکچر میں کہہ رہے تھے کہ خدا کو باپ ماننے کا عقیدہ مسلمانوں میں بھی ہے اور اس کی تائید میں ایک حدیث بیان کی۔ مولوی عطاء اللہ نے حدیث کا حوالہ دریافت کیا مرزا صاحب حوالہ نہ دے سکے ،اس پر اصرار و خاموشی کی جد و جہد کے بعد ہال میں ...وہ ابتری پھیلی کہ...

مولوی عطا اللہ شاہ کہتے ہیں:

میرے اس کہنے (یعنی حوالہ مانگنے پر) مرزائی جماعت میں غصہ کے آثار نمایاں ہوئے اور وہ سو دوسو آدمی کے قریب جو کچھ ان کے ساتھ آئے تھے اور کچھ شہر کے بھی تھے اور بانس کے رنگدار ڈنڈوں اور بید اور ہاکی کے ڈنڈوں سے مسلح تھے انہوں نے گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا اور کچھ برہم ہونے لگے۔ میں نے کہا ڈنڈوں سے کام نہیں چلے گا۔ میں نہ ڈنڈا لایا ہوں نہ چھڑی لایا ہوں اور نہ میں فساد کرنا چاہتا ہوں میرا سوال زبانی ہے جواب زبان سے آنا چاہیے۔ حدیث کا حوالہ دیجئے ۱۵ منٹ کے قریب گذر گئے میرزا محمود حیران ششدر کھڑے رہے۔ میں نے پھر حدیث کا حوالہ مانگا۔

اس اثنا میں شہر کی پبلک میں جو میرے دائیں بائیں کھڑی تھی برہمی کے آثار نمایاں ہونے لگے تو شہر کے ایک دانا سب انسپکٹر بابو عبید اللہ صاحب میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا آپ بیٹھ جایئے اور بیٹھ کر مرزا صاحب کو دو منٹ کی مہلت دیجئے تا کہ وہ آپ کو جواب دیں۔ میں اسی

وقت بیٹھ گیا پبلک بھی فوراً بیٹھ گئی مرزا صاحب نے جلدی سی اپنی تقریر کو شروع کیا اور پھر وہی الفاظ دہرانے لگے اور وہ دو منٹ بھی ختم ہو گئے ۔ میں نے بابو عبید اللہ سے کہا کہ دو منٹ ہو گئے اور کھڑا ہو گیا اور پھر حدیث کا حوالہ طلب کیا

اس لفظ پر بار بار یہی جواب آتا تھا کہ یہ کوئی مناظرہ تھوڑا ہی ہے میں یہی کہتا تھا کہ حدیث کا حوالہ اور لیکچر دیتے جاؤ ورنہ ہم تمہارا لیکچر نہ سنیں گے نہ کسی کو سننے دیں گے ..

ساتھ ہی میں نے کہا کہ او قادیان کے خلیفہ! تو گھر میں خلافت کرے اور مکہ نصرانی فتح کریں شرم چاہیے اس پر شیم شیم کے نعرے بلند ہوئے ۔ میں باہر چلا آیا سب ہندو مسلمان امن کے ساتھ باہر چلے آئے باہر کھڑے ہو کر میں نے دو گھنٹہ کے قریب مرزائی مشن کی تردید کی اور مسٹر لائڈ جارج کے خیالات کا بھی دو لفظوں میں جواب دیا (۱۸۔اپریل ص ۳)

وکیل مورخہ ۲۰۔اپریل میں ایک احمدی ڈپٹی صاحب کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو آج کل ضلع امرتسر میں ای اے سی ہیں ۔آپ میاں محمود خلیفہ قادیان کے بڑے راسخ مرید ہیں ۔ میں نے اسی روز آپ کی نسبت سنا تھا کہ آپ نے نور ماہی سارجنٹ کو کہا کہ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ عطاء اللہ کو گرفتار کرلو .. چنانچہ نور ماہی چھڑی لے کر مولوی عطاء اللہ شاہ کے پاس آیا اور چھڑی اٹھا کر بہت سختی سے بولا مگر بابو عبید اللہ سب انسپکٹر نے اس کو روک دیا کیونکہ اس وقت تو ایک مذہبی گفتگو کی شکل تھی ۔مگر مولوی عطاء اللہ پر ہاتھ ڈالنے سے بابو عبید اللہ اور دیگر افسران پولیس کے خیال میں دنگہ فساد کی وہ صورت پیدا ہونے کا اندیشہ تھا کہ اپریل ۱۹۱۹ء کا ہنگامہ بھول جاتا

اسی شب کو مسجد شیخ خیر الدین مرحوم میں میری تقریر تھی میں باور نہ کرسکتا تھا کہ ایک ذمہ دار افسر ہو کر ایسی غلطی کا مرتکب ہو۔اس لئے میں نے شیخ خیر الدین کی

مسجد میں جہاں بہت بڑا مجمع تھا سوال کیا کہ وہ کون شخص تھا جس نے مولوی عطاء اللہ کے حق ایسا کہا بکثرت شہادتیں گذریں کہ فلاں صاحب نے ایسا کیا۔

## قابل توجہ گورنمنٹ

اب سوال یہ ہے کہ ڈپٹی صاحب نے ایسا کیوں کیا۔ کیا ڈپٹی صاحب اسوقت ڈیوٹی پر تھے۔ کیا ڈپٹی صاحب سٹی مجسٹریٹ ہیں ... ایسے ذمہ دار افسر سے دریافت کریں کہ ... مذہبی گفتگو میں ایسا کیوں کیا تاکہ آئندہ کو وہ ایسا کرنے سے پرہیز کریں۔

غالباً ان ڈپٹی صاحب نے یہ جرأت اس لئے فرمائی کہ انہوں نے دیکھا قادیانی فریق ڈنڈے سوٹوں سے مسلح ہے اور جماعت بھی کافی ہے۔ بخلاف اس کے فریق ثانی (مسلمان) بالکل خالی ہاتھ ہیں اگر دنگہ ہوا تو قادیانی جماعت مسلمانوں پر غالب آئے گی۔ مگر وہ اپنے جوش اور حمایت مزہبی میں یہ بھول گئے کہ دنگہ ہونے میں یہ نہتے لوگ کیا کچھ نہ کر گذریں گے۔ ہم پولیس افسران کو مبارکباد دیتے ہیں کہ ان کی دوراندیشی نے ڈپٹی صاحب موصوف کی غلطی کا نتیجہ پیدا نہ ہونے دیا۔

اس کا سبب کیا ہے؟ اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ خلیفہ قادیان کے لیکچر پر مسلمان کیوں اتنے برافروختہ ہوئے اس کی وجہ بتانا ہمارا فرض ہے

میاں محمود احمد نے ایک کتاب انوار خلافت لکھی ہے جس میں مسلمانوں کے حق میں بہت سخت کلامی کی ہے چنانچہ اس کے چند فقرات یہ ہیں:

غیر احمدی (مسلمانوں) کے پیچھے نماز پڑھنی جائز نہیں جائز نہیں۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں (یعنی منکرین مرزا) کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ وہ ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ ایک نبی کے منکر ہیں۔ غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں ان کو لڑکی دینا بھی جائز نہیں۔ (صفحات ۸۹ تا ۹۳)

یہ ہیں ناشائستہ دل آزار کلمات جو مسلمانوں کو برافروختہ کر رہے ہے، ورنہ امرتسر جیسے شہر میں ہر کوئی تقریر کر جاتا ہے چنانچہ ۲۲ فروری ۱۹۲۰ء کو میاں محمود کا لیکچر امرتسر میں ہوا جس کا ذکر قادیانی اخبار الفضل نے ۲۶ فروری کے پرچہ میں بڑے فخر سے کیا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کو ان ذات شریف کے یہ کلمات دل آزار نہ پہنچے ہوں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔ اپریل ۱۹۲۰ء، ۱۰ شعبان ۱۳۳۸ھ ص ۸۔۹...)

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد
و علی آله و صحبه اجمعین۔
و الحمد لله ر ب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بهاء الدین